

علم و انسانیت کی تعلیم

ڈاکٹر زاہر حسین لاہوری

جامعہ علمیہ اسلامیہ

نئی دہلی

شعبہ

شمارہ

34414

عدد داخلہ

A. H. Faruqi

Call No.....

Acc. No.....

--	--	--

اس نمبر کے خاص ليکھ

ہندوستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری ميرزا اسماعيل

شہزادہ مادی کی "کریما"

— پंडित सुन्दरलाल

گاندھی اور لينن

— श्री जी. सुन्दरलाल

مشہور سؤہی شاہ عبداللطيف

— پروفیسر جی. م. پرشورام

گولرا جانی

چین اور भारत کا सांस्कृतिक

میل جوں

— श्री मलिनंद

ہندستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری ميرزا اسماعيل

شيخ سعدی کی "کریما"

— پندیت سندر لال

گاندھی اور لينن

— شری جی. م. پرشورام

مشہور سؤہی شاہ عبداللطيف

— پروفیسر جی. م. پرشورام

گولرا جانی

چین اور भारत کا सांस्कृतिक

میل جوں

— شری ملند

ہمکے اہلکار

اس کے علاوہ

دیس بديس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سہادتی نوٹ

دیس بديس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سہادتی نوٹ

پاکستان پبلسنگ سوسائٹی، لاہور



جنوری 1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان

گالریا

نمبر 1 نمبر جلد 21 جلد

جنوری 1956 جنوری

ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈل گنج، کلاں آباد

145 مڈل گنج، کلاں آباد

جنوری

کتاب کس سے	صفحہ نمبر	کتاب کس سے
1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم	...	1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم
—میری میرٹھ اسٹوڈنٹ	1	—میری میرٹھ اسٹوڈنٹ
2. کھنڈر سادی کی "کریما"	...	2. شیعہ سنی کی "کریما"
—پنڈت سندر لال	6	—پنڈت سندر لال
3. سیکل اور ان کا کڑی سکرٹن	...	3. سیکل اور ان کا کڑی سکرٹن
—پروفیسر تاجا سنگھ	19	—پروفیسر تاجا سنگھ
4. گاندھی اور لینن	...	4. گاندھی اور لینن
—میری جی. سندر رینی	30	—میری جی. سندر رینی
5. مہاراجہ لکھنؤ شاہ عبداللطیف	...	5. مہاراجہ لکھنؤ شاہ عبداللطیف
—پروفیسر جیت مل پرشورام گلراجانی	34	—پروفیسر جیت مل پرشورام گلراجانی
6. چین اور ہندوستان کا تاریخی مہل جول	...	6. چین اور ہندوستان کا تاریخی مہل جول
—میری ملند	37	—میری ملند
7. کچھ کتابیں—	48	7. کچھ کتابیں—
8. ہماری رائے—	54	8. ہماری رائے—
ہندوستان کی پوجا؛ بے-لگام چال؛		ہندوستان کی پوجا؛ بے-لگام چال؛
ایک خطرناک سرچھاؤ—سریہ		ایک خطرناک سرچھاؤ—سریہ
ایک خطرناک سرچھاؤ—سریہ		ایک خطرناک سرچھاؤ—سریہ
ایک خطرناک سرچھاؤ—سریہ		ایک خطرناک سرچھاؤ—سریہ

شری مرزا اسماعیل

شری مرزا اسماعیل

ہندوستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائنسرٹک) ایڈا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اڈج ٹر) جگہ ہو اور اُس کی شان بان پڑھے اِس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لڑائی کی کوئی مستقل جگہ تھی۔ میرا ऐसा کُرج کرنا تاریخی نکتہ-نظر سے بिल्کول غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ اُس میں فرق پیدا کر کے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پھانسی اور صوبائی نفرت نے پھلائی اور مسجداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں ہر طرح کی جانیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (شو اُس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اِس سب کے ہوتے ہوئے یہی اُس دیہ میں سدا ایک بلیادی ایڈا اور کلچر کا ایک اثر سلسلہ قائم رہا۔ اِس کلچر کی جڑیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جمی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن بنیادوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے قہر اور اُمیدوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اِنتہاس) پر اگر کوئی ایک سوسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہو جائیگی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجڑوں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جمہکت کی جگہ رہی ہے۔ روپندر ناتھ ٹاگور نے اسے اپنی 'مہامانویر میل' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

ہندستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائنسرٹک) ایڈا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اڈج ٹر) جگہ ہو اور اُس کی شان بان پڑھے اِس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لڑائی کی کوئی مستقل جگہ تھی۔ میرا ऐसा کُرج کرنا تاریخی نکتہ-نظر سے بिल्کول غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ اُس میں فرق پیدا کر کے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پھانسی اور صوبائی نفرت نے پھلائی اور مسجداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں ہر طرح کی جانیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (شو اُس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اِس سب کے ہوتے ہوئے یہی اُس دیہ میں سدا ایک بلیادی ایڈا اور کلچر کا ایک اثر سلسلہ قائم رہا۔ اِس کلچر کی جڑیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جمی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن بنیادوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے قہر اور اُمیدوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اِنتہاس) پر اگر کوئی ایک سوسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہو جائیگی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجڑوں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جمہکت کی جگہ رہی ہے۔ روپندر ناتھ ٹاگور نے اسے اپنی 'مہامانویر میل' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

رہبانانہاں نہ ہندوستان کے اس بے ساختہ (بے ساختہ) انسانانہ
 سمندر میں آریوں-آریوں، شہیدوں-بینیوں، سکاں-ہوٹوں،
 پٹانوں-مغلوں کو ایک دھڑ میں ڈھلے-میلے دیکھا تھا۔ جو
 لوگ یہاں فوج اور تہذیب کے مرکز ہو کر جیت کے گیت
 گاتے ہوئے، ریگستانوں اور پہاڑی دروں کو پار کر دے آئے، وہ
 سب یہاں رہ کر ہل مہلر ایک ہو گئے اور ملک کی دگ دگ
 میں ان کے ترانے ایک ہو کر گونجنے لگے۔

ایک نوجوان ہندوستانی آلیام نے انہی باتوں کو
 بڑا دھڑے سے لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے—“تین ہزار
 برس پہلے یہاں آریے آئے اور اپنے ساتھ ایک کدورتی
 مچھلی لائے جسے انہوں نے وہاں کی آبیاریوں میں ڈال دیا
 کیا، دو ہزار برس پہلے یونانی اپنا فاسفانہ
 سٹوڈک مچھلی لائے، سترہ سہ ہزار برس پہلے
 سیریا والے عیسائی مذہب لائے، بارہ سو برس پہلے عرب لوگ اسلام
 لائے اور ہزار برس پہلے ایرانی زرتھوستری مذہب لائے اور یہاں
 ان سب مذہبوں کا سنگم بنا۔“

ہندوستان کے اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھڑی پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پہلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکے اور جھکے سے پیدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکے ایک نئی تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس کڑی جیندگی کے رنگ بے رنگی سے
 ہمیں نہ تو مایوس ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہمیں ایسے
 تھکے نکلنے کی ضرورت ہے جن کی تاریخ سے تائید (سمرتن)
 نہ ہو۔ مذہب (سہیہ) زندگی کے لئے مختلف (وہنتا)
 ایک ضروری چیز ہے۔ لڑکے اکلینڈ نے ایک جگہ کہا تھا—

“ایک ہی حکومت کے ماتحت بہت سی قوموں کا رہنا یہ
 ایک امتحان بھی ہے اور آزادی کا پکا بیمہ بھی۔ ایک ہی
 حکومت کے ماتحت بہت سی قوموں کا ملکر رہنا یہ
 مذہب اور شائستہ زندگی کی ایک ویسی ہی شرط ہے
 جیسی سماجی زندگی میں مختلف انسانوں کا ملکر رہنا ایک
 ضروری شرط ہے۔ پیچھے ہوئی قومیں اگر ایک ہی سیاسی
 یونین میں زیادہ عقلمند قوموں کے ساتھ رہیں تو لازمی طور پر ان
 کی ترقی ہوگی۔ تھکی ہوئی اور بوڑھی قوموں میں نئی اور جوان
 قوموں کے ساتھ سے پھر سے نئی جوانی آجاتی ہے۔ لیکن یہ ترقی اور
 نئی جھلک تھی حاصل ہوسکتی ہے جب یہ قومیں ایک ہی

ہندوستان کی اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھڑی پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پہلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکے اور جھکے سے پیدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکے ایک نئی تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھڑی پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پہلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکے اور جھکے سے پیدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکے ایک نئی تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھڑی پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پہلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکے اور جھکے سے پیدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکے ایک نئی تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھڑی پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پہلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکے اور جھکے سے پیدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکے ایک نئی تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھڑی پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پہلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکے اور جھکے سے پیدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکے ایک نئی تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

حکومت کے ماتحت رہتی ہیں۔ سلطنت کے کچھ حصوں میں طرح طرح کی قوموں کے مضافات (پرسپروڈی) گٹوں کی ملوث سے ایک نیا اور بہترین کن بن جاتا ہے۔ اسی خطہ ملت سے انسانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے قوت عقل اور قابلیت حاصل کرنا ہے۔“

ویسٹمنسٹر کی اپنی مبراہر کتاب 'بن ورتھ' میں امریکا کے بارے میں لکھتا ہے—“میرے خیال سے ہمارے تھیلیہ کی کچھائی کی وجہ ہمارے سینٹوں، ہمارے ہڈاؤں یا ہمارے گڑھے ہونے عالیشان کل کارخانے نہیں ہیں بلکہ مختلف مذہبوں اور مختلف قومیتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سنجکت راج امریکہ میں ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے، ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کو مدد کرتے ہوئے ہماری جنتا کی ایک ساتھ مل کر رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بڑھتی اور انکا اہانت لارڈ آکلیئڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریت اور گھٹ سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں فیر سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہانیت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتہاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مثل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فرقوں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہڈانے ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنگوں کی سنگ میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بڑھتی اور انکا اہانت لارڈ آکلیئڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریت اور گھٹ سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں فیر سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہانیت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتہاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مثل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فرقوں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہڈانے ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنگوں کی سنگ میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بڑھتی اور انکا اہانت لارڈ آکلیئڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریت اور گھٹ سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں فیر سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہانیت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتہاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مثل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فرقوں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہڈانے ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنگوں کی سنگ میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بڑھتی اور انکا اہانت لارڈ آکلیئڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریت اور گھٹ سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں فیر سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہانیت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتہاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مثل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فرقوں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہڈانے ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنگوں کی سنگ میں دیکھ سکتے ہیں۔

سچیباد کے اندر ہمیں ہندو ویدانت اور بھکتیवाद کی مिलाوٹ ساک نظر آتی ہے۔

اوپر یہ سرسری نظر محض اسی لئے ڈالی گئی کہ اپنے ہزار برس کے لئے تاریخی دور میں ہندو اور مسلمانوں نے ساتھ ساتھ رہنے کی کچھ بھی اچھا ہے اور جو باتیں زندگی میں رس پیدا کرتی ہیں ان سب کو ہندو اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے اعتباراً محبت اور سہارے سے پورا کیا اور ایک ایسی ملی جلی ہندوستانی کلچر کی تعمیر کی جس نے دونوں کو محبت کی ایک کڑی میں باندھ دیا۔

مختلف جاتیوں کو قریبی رشتے میں مضبوطی سے باندھنے والی چیز تو ایسی شادی بیاہ ہیں لیکن اُس سے اُن کو اگر تجارت یا دھندوں کے ذریعے ملکر پیسہ کمایا جائے تب بھی لوگ کافی ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اور مذہبی صوبائی اور دوسرے فرق بھول جاتے ہیں۔ ملی جلی تجارت اور کام دھندے بھی ایک بڑی حد تک پرانے پن اور مذہبی نفاق (انیکیم) کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

ساتھ ساتھ ملکر رہنے کی جس ریت کو ہمارے بزرگوں نے کھوج نکالا تھا اور جسے ہزار برس تک ترقی دی کیا اُس پرانی ریت کو ہم بھول گئے؟ میرا جواب ہے—نہیں، ہم نہیں بھولے۔ مہل محبت کا وہ سونا اب بھی جڑوں کا تیل ہے۔ خالی ہمارے دماغی فقروں نے اُس کی سطح کو پراگندہ کر دیا ہے۔ سات لاکھ گاؤں میں، ہندوستان کے دل میں، محبت کی وہی پرانی دھڑکن اب بھی ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے سے گذرنے میں کچھ دقتوں کا سامنا کر رہی تھا۔ چیزوں کو اپنانا اور بچانا ہندوستان کی خاصیت رہی ہے۔ اِس کام میں بھی۔ انکنت مشکلوں کے بیچ سے گذرنا پڑتا ہے۔ آج ہندوستان کو پیچھے کی سائنسی کلچر کو بھی اُسی طرح اپنانا ہے۔ وہ پہلے پہل آزادی، برابری، بھائی چارے اور عقلی کسوٹی کا خیال لیکن یہاں داخل ہوئی۔ انسان کے ذاتی حقوق (دیہتی گت ادھیکاروں) کا ایک مطالبہ (اتھیرکٹی) سے بھرا ہوا نعرہ بھی اُس نے لگا یا۔ سن 1914-18 کی یورپین جنگ کے بعد اُس نے سیلف ڈیٹرمینیشن (آتم نرنمے) کا نعرہ اور جواز لیا۔ نئے خیالاتوں نے جوشہ ہم پر طاری کیا ہے آج ہمارے سیاسی جسم پر اِس کا اثر ہے۔ جب یہ نشہ اُتر جائے گا اور اِس کا اثرنا لڑی ہو تو ہندوستان پر اُسی اعلیٰ قومنزل کا سفر شروع کریگا اور ملک کی زندگی پھر پوری پوری اور خوشگوار ہو جائیگی۔

ساریا کے پورے سبک پکار پکار کر کہہ رہے ہیں
کی بڑی ہونا ہے اور بڑی ہو کر رہے گا۔
ہندوستان کی بڑی سترے ہیں—

تاریخ کے پورے سبق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہی ہونا
ہے اور یہی ہو کر رہے گا۔
ہندوستان کی بڑی سترے ہیں—

Yet I doubt not through the ages one increasing purpose runs
And the thoughts of men are widened with the process of the suns.

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شرع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر قومیں
بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوٹ) کا، نیچے سے اُپر
جائے گا، فرد سے سنگ کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اُس وقت تک عمل میں رہے گا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ ہر بار ہو
جائے گی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑی
دوسری بار لڑی گئی وہ فضول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چھوٹے
چھوٹے گروہ چاہے انہیں نہیں نہیں کہو، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شرع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر قومیں
بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوٹ) کا، نیچے سے اُپر
جائے گا، فرد سے سنگ کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اُس وقت تک عمل میں رہے گا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ ہر بار ہو
جائے گی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑی
دوسری بار لڑی گئی وہ فضول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چھوٹے
چھوٹے گروہ چاہے انہیں نہیں نہیں کہو، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑے کے سمان ہے؛ دُکھ میں بھی سُکھی رہنے والا سونے
کے سمان ہے؛ دُکھ-سُکھ میں برابر رہنے والا رتن
کے سمان ہے اور جو سُکھ-دُکھ کی مابین سے بھی
پارے ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپ

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑے کے سمان ہے؛ دُکھ میں بھی سُکھی رہنے والا
سونے کے سمان ہے؛ دُکھ میں برابر رہنے والا
رتن کے سمان ہے اور جو دُکھ سُکھ کی مابین سے بھی
پارے ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپ

شوخ سادی کی "کریما"

شیخ سعدی کی "کریما"

پہلیت سندر لال

پہلیت سندر لال

شوخ سادی فارسی کے اچھے سے اچھے بیدانوں اور کویوں میں سے ہیں۔ ان کا جنم سن 1184 عیسوی میں ایران کے شہر شہر میں ہوا تھا۔ ان کا اصلی نام مشرف الدین تھا۔ ان کے باپ کا نام مسلح الدین تھا۔ 'سعدی' ان کا تخلص یعنی آپ کا نام تھا۔

شوخ سعدی فارسی کے اچھے سے اچھے ویدانوں اور کویوں میں سے ہیں۔ ان کا جنم سن 1184 عیسوی میں ایران کے شہر شہر میں ہوا تھا۔ ان کا اصلی نام مشرف الدین تھا۔ ان کے باپ کا نام مسلح الدین تھا۔ 'سعدی' ان کا تخلص یعنی آپ کا نام تھا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن 1226 سے 1256 تک 30 برس ان کے دیشان میں گذرے۔ وہ سچے اوتوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ گئے، غزنی گئے اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالیوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔ لوٹ کر سوریا یعنی شام کے مشہور شہر دمشق میں کچھ دنوں ٹھہرے۔ دمشق میں شیخ سعدی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی سنت تھے۔ چاروں طرف سے لوگ ان کے درشنوں کو اور ان کا ابدیش سننے آتے۔ وہ بولنے والے بھی بہت اوتھے درجے کے اور گذر تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر کی زندگی سے ارب کر چھروسلم کے پاس ایک جنگل میں چلے گئے اور وہاں ایکانت میں رہنے لگے۔ ان دنوں یورپ کے عیسائیوں اور پچھم ایشیا کے مسلمانوں میں کروسڈ کی لڑائیاں جاری تھیں۔ کچھ عیسائی مہاتھی شیخ سعدی کو جنگل سے پکڑ کر لے گئے۔ تریولی کی عیسائی چھارنی میں بہت دنوں تک ان سے ایک معمولی مزدور کی طرح مٹی کھودنے کی ہنگام لی جاتی رہی۔ آخر میں اللہ کے کدی مامدار سردار نے انہیں پہچانا اور بہت سا دھن دیکر عیسائیوں سے چھڑایا۔ شیخ سعدی پھر دیہی دیہی گھومنے لگے۔ انہوں نے ساری ایشیا کوچک اور آس پاس کے دیہیوں کا سفر کیا۔ 72 برس کی عمر سے وہ پھر اپنی جنم بھوی شہر میں آکر رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کا سارا ستمہ 'سلوک' یعنی یوگا، پھلس اور دھیان میں گذرتا تھا۔ سن 1291 عیسوی میں 107 برس کی عمر میں شیخ سعدی کا شریہ چھوٹا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن 1226 سے 1256 تک 30 برس ان کے دیشان میں گذرے۔ وہ سچے اوتوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ گئے، غزنی گئے اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالیوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔ لوٹ کر سوریا یعنی شام کے مشہور شہر دمشق میں کچھ دنوں ٹھہرے۔ دمشق میں شیخ سعدی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی سنت تھے۔ چاروں طرف سے لوگ ان کے درشنوں کو اور ان کا ابدیش سننے آتے۔ وہ بولنے والے بھی بہت اوتھے درجے کے اور گذر تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر کی زندگی سے ارب کر چھروسلم کے پاس ایک جنگل میں چلے گئے اور وہاں ایکانت میں رہنے لگے۔ ان دنوں یورپ کے عیسائیوں اور پچھم ایشیا کے مسلمانوں میں کروسڈ کی لڑائیاں جاری تھیں۔ کچھ عیسائی مہاتھی شیخ سعدی کو جنگل سے پکڑ کر لے گئے۔ تریولی کی عیسائی چھارنی میں بہت دنوں تک ان سے ایک معمولی مزدور کی طرح مٹی کھودنے کی ہنگام لی جاتی رہی۔ آخر میں اللہ کے کدی مامدار سردار نے انہیں پہچانا اور بہت سا دھن دیکر عیسائیوں سے چھڑایا۔ شیخ سعدی پھر دیہی دیہی گھومنے لگے۔ انہوں نے ساری ایشیا کوچک اور آس پاس کے دیہیوں کا سفر کیا۔ 72 برس کی عمر سے وہ پھر اپنی جنم بھوی شہر میں آکر رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کا سارا ستمہ 'سلوک' یعنی یوگا، پھلس اور دھیان میں گذرتا تھا۔ سن 1291 عیسوی میں 107 برس کی عمر میں شیخ سعدی کا شریہ چھوٹا۔

شوخ سادی کی لکھی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے بڑا مہار ہے۔ شاہد فارسی کی

شیخ سعدی کی لکھی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شاید فارسی کی

کوئی اور کتابیں سنسار کے لئے زیادہ دیکھیں میں اتنے دنوں تک اور اتنے بڑے پیمانے پر نہیں پڑھائی گئیں جتنی 'گستل'، 'ہوستل' اور 'کریما'؛ ہندوستان میں بھی تیرھویں صدی سے لے کر آج تک یہ کتابیں فارسی کی کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی رہی ہیں۔ 'گستل' کا مطلب ہے 'کتاب کا باغ'۔ 'ہوستل' کے معنی ہیں 'پھلوں کا باغ'؛ یہ دونوں بڑی بڑی کتابیں ہیں اور دنیا کے ہر مذہب اور ہر طرح کے لوگوں کے لئے اچھی سے اچھی نصیحتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ 'کریما' شہد کے معنی ہیں 'مے دیاوا ایشور'، 'کریما' ایک چھوٹا سا کربہ ہے، اور کتاب کے پہلے شہد 'کریما' سے اس کا نام 'کریما' پڑ گیا۔

کریما کا پورا ہندی ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے—

کریما کا پورا ہندی ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے—

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ईश्वर के नाम से जो दयालु और कृपालु है

ایشور کے نام سے جو دیاوا اور کریما ہے

हे दयालु ईश्वर ! मेरे हाल पर दया कर,
मैं मोह के जाल में फँसा हुआ हूँ.
सिबाय तेरे और कोई नहीं जिससे मैं करियाद करूँ.
पापियों के पाप क्षमा कर सकने वाला एक तू ही है.
मुझे बुराई के रास्ते से बचा,
बुराई से बचा और भलाई का रास्ता दिखा.

हे दयाوا ایشور ! میرے حال پر دیا کر،
میں موہ کے جال میں پھنسا ہوا ہوں .
سوائے تیرے اور کوئی نہیں جس سے میں نریاد کروں،
پاپیوں کے پاپ چھما کر سکتے والا ایک تو ہی ہے .
مجھے برائی کے راستے سے بچا،
برائی سے بچا اور بھائی کا راستہ دکھا .

मोहम्मद साहब की तारीफ में

محمد صاحب کی تعریف میں

जब तक मेरे मुँह में ख़बान है,
मोहम्मद की तारीफ़ करना मुझे पसन्द हो.
वह ईश्वर का दोस्त और नबियों (Prophets) में
बढ़कर था.

جب تک میرے منہ میں زبان ہے،
محمد کی تعریف کرنا مجھے پسند ہو .
وہ ایشور کا دوست اور نبیوں (Prophets) میں
بڑھکر تھا .
اُونچا آسمان اس کا تکہ تھا .
وہ برق (بجلی) کے گھڑے پر سوار، دنیا کو دھ میں
کرتے والا،
اس نہای چہمت والے محل (پر تہوی) سے بار نکل گیا .

ऊँचा आसमान उसका तकिया था.

वह बरूँ (बिजली) के घोड़े पर सवार, दुनिया को
बश में करने वाला,

इस नीली छत वाले महल (पृथ्वी) से पार निकल
गया.

اپنی آنا سے

अपनी आत्मा से

तेरी प्यारी उम्र के चालीस बरस गुजर गये,
तेरे मित्राज से अभी तक बचपन न गया.
तू हमेशा लोभ और मोह में फँसा रहा,
एक पल के लिये भी तूने नेकी की तरफ ध्यान न
दिया.

تھری پیاری عمر کے چالیس برس گذر گئے،
تیرے مزاج سے ابھی تک بچپن نہ گیا .
تو ہمیشہ لوبہ اور موہ میں پھنسا رہا،
ایک پل کے لئے بھی تونے نیکی کی طرف دھیان نہ دیا .
یہ عمر تھرنے والی نہیں ہے، اس پر بھروسہ مت کر،
کال کی لپٹ سے بے خبر مت ہو .

यह उम्र ठहरने वाली नहीं है, इस पर भरोसा मत कर,
काल की लीला से बेखबर मत हो.

دیا کی تعریف میں

दया की तारीफ में

दे दिल ! जिस किसी ने दया का ख़ान (वह कपड़ा
जिस पर खाना परसा जावा है) बिछा दिया,

لے دل ! جس کسی نے دیا کا خول (وہ کپڑا جس پر
کھانا پرسا جاتا ہے) بچھا دیا،

کدھ دھوا کے سانسار میں نام پا گیا۔
 دھوا تونے جہان کا سرदार بنا دے گی،
 دھوا تونے شانتی کے میدان میں بیجی کر دے گی۔
 دھوا سے بڑھ کر دھنیا میں کوئی کام نہیں،
 دھوا کے بازار سے زیادہ گرم کوئی بازار نہیں۔
 دھوا سب کی پوجی ہے،
 دھوا اس جہنم کا سار ہے۔
 تُو اپنی دھوا سے دھنیا کے دل کو تازہ رکھ،
 جہان میں تیری دھوا کا چرچا ہو۔
 تُو دھنیرا دھسروں پر دھوا کرنے میں لگا رہ،
 کیونکہ جانداروں کا پشہ کرنے والا ایشور بھی سب پر دھوا کرتا ہے (ایشور کا نام 'کریم' ہے جس کے معنی دہالو ہیں)۔

دھان دینے کی تاریف میں

جو خوش قسمت ہے وہ دھان شیلٹا اختیار کرتا ہے،
 اور دھان شیلٹا سے ہی آدمی خوش قسمت ہوتا ہے۔
 اپنے پرم اور دھان شیلٹا سے دھنیا کو دھس میں کر،
 پرم اور دھان شیلٹا کی دھنیا میں تُو سر تاج بن۔
 دھان دینا دھل بالوں کا کام ہے۔
 دھان دینا دھن کا پشہ ہے جو ایشور کے پیارے ہیں۔
 دھان شیلٹا آدمی کی بڑائیوں کو اس طرح بدلتا
 دیتی ہے جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا کرتی ہے۔
 دھان شیلٹا آدمی کے سب دردوں کی دوا ہے،
 جب تک تجھ میں ہمت ہے دھان شیلٹا کو مت چھوڑ،
 دھان شیلٹا سے ہی تُو اپنے دلہان کی گیند کو میدان میں جیت لے جائیگا۔

کنجوس کی بڑائی میں

بھر آسماں کنجوس آدمی کی ہچکچاہٹ پوری کرنے میں
 لگا جاوے،
 اور بھر کریمت اسکی گولام ہو جاوے،
 بھر اس کے ہاتھ میں کرائے (کڑور) کا لڑانا آ
 جاوے،
 اور ساری دھنیا اس کے کڑورے میں آ جاوے،
 تب بھی کنجوس آدمی اس کراہیل نہیں ہے کہ تُو
 اس کا نام لے،
 چاہے سارا زمانہ اس کی چاکری کرنے لگے۔
 کنجوس کے مال کی طرف تُو کبھی دھیان نہ دے،
 اس کے دھن اور مال کا تُو کبھی نام بھی مت لے۔
 کنجوس بھر جلا اور دھل میں سب سے بڑھ کر پوجا
 پاٹ کرے،
 تب بھی اسے سب سے بڑھ کر نہیں مل سکتا، یہ رسول کا کہنا ہے۔

دھان دینے کی تعریف میں
 جو خوش قسمت ہے وہ دھان شیلٹا اختیار کرتا ہے،
 اور دھان شیلٹا سے ہی آدمی خوش قسمت ہوتا ہے۔
 اپنے پرم اور دھان شیلٹا سے دھنیا کو دھس میں کر،
 پرم اور دھان شیلٹا کی دھنیا میں تُو سر تاج بن۔
 دھان دینا دھل بالوں کا کام ہے۔
 دھان دینا دھن کا پشہ ہے جو ایشور کے پیارے ہیں۔
 دھان شیلٹا آدمی کی بڑائیوں کو اس طرح بدلتا
 دیتی ہے جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا کرتی ہے۔
 دھان شیلٹا آدمی کے سب دردوں کی دوا ہے،
 جب تک تجھ میں ہمت ہے دھان شیلٹا کو مت چھوڑ،
 دھان شیلٹا سے ہی تُو اپنے دلہان کی گیند کو میدان میں جیت لے جائیگا۔

دھان دینے کی تعریف میں

جو خوش قسمت ہے وہ دھان شیلٹا اختیار کرتا ہے،
 اور دھان شیلٹا سے ہی آدمی خوش قسمت ہوتا ہے۔
 اپنے پرم اور دھان شیلٹا سے دھنیا کو دھس میں کر،
 پرم اور دھان شیلٹا کی دھنیا میں تُو سر تاج بن۔
 دھان دینا دھل بالوں کا کام ہے۔
 دھان دینا دھن کا پشہ ہے جو ایشور کے پیارے ہیں۔
 دھان شیلٹا آدمی کی بڑائیوں کو اس طرح بدلتا
 دیتی ہے جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا کرتی ہے۔
 دھان شیلٹا آدمی کے سب دردوں کی دوا ہے،
 جب تک تجھ میں ہمت ہے دھان شیلٹا کو مت چھوڑ،
 دھان شیلٹا سے ہی تُو اپنے دلہان کی گیند کو میدان میں جیت لے جائیگا۔

کنجوس کی بڑائی میں

اگر آسماں کنجوس آدمی کی ہچکچاہٹ پوری کرنے میں لگ
 جاوے،
 اور اگر قسمت اس کی ظم ہو جاوے،
 اگر اس کے ہاتھ میں قاروں (کیپر) کا خزانہ آ جاوے،
 اور ساری دھنیا اس کے قبضے میں آ جاوے،
 تب بھی کنجوس آدمی اس قابل نہیں ہے کہ تُو اس کا
 نام لے،
 چاہے سارا زمانہ اس کی چاکری کرنے لگے۔
 کنجوس کے مال کی طرف تُو کبھی دھیان نہ دے،
 اس کے دھن اور مال کا تُو کبھی نام بھی مت لے۔
 کنجوس اگر جل اور دھل میں سب سے بڑھ کر پوجا پاٹ
 کرے،
 تب بھی اسے سب سے بڑھ کر نہیں مل سکتا، یہ رسول کا کہنا ہے۔

کھجور آدمی اگر خوب دھنواں بھی ہو جارہے،
تب بھی اپنی ذلت (نیچتا) سے وہ مناس کی طرح
کھائیکا۔

دان دینے والے اپنے دھن سے مٹھا پھل کھاتے ہیں،
کھجور اپنے چاندی سونے کا غم کھاتے ہیں۔

دینتہ کی تارکڑ میں

ننا کی تعریف میں

پے دلا ! اگر تू دینتہ اختیار کرے،
تو ساری دنیا تیری دوست ہو جاوے۔
دینتہ تیرے رتبہ کو اُس طرح بڑھا دیکے،
جس طرح سورج کی روشنی چاند کو روشن کر دیتی ہے۔

دینتہ میترتا کی کونجی ہے،
دینتہ ہی سے میترتا کا رتبا اُچھا ہوتا ہے۔
دینتہ آدمی کا سیر اُچھا کرتی ہے،
دینتہ سرداروں کی پہچان ہے۔
آدمی وہی ہے جو دینتہ برتے،
دینتہ ہی میں سچھی آدمییت ہے۔

جو جیتنا سمجھدار ہے وہ اتنی ہی زیادہ دینتہ برتتا ہے،
جس طرح درخت کی ٹہنی جتنی زیادہ پھلوں سے لسی

ہے اتنی ہی زیادہ زمین سے اُملتی ہے۔
دینتہ تیرے مان کو بڑھانے والی ہے،
دینتہ تجھے سورگ تک پہنچانے والی ہے۔
دینتہ ہی سورگ کے دروازے کی کنجی ہے،
دینتہ سرداری اور رتبہ کا زیور ہے۔

جس کسی کو دوسروں پر بڑپن حاصل ہے،
اُس کے لئے اور بھی اچھا ہے کہ دینتہ برتے۔

اور جس کسی کو دینتہ کی عادت ہے،
مان اور ہزائی کی اُسے پرواہ نہیں۔

دینتہ تجھے دنیا کا پیارا بنادیکے،
لوگ دل سے تجھے اُننا ہی پیار کریں گے جتنا اپنی جان کو۔

تو لوگوں سے دینتہ برتنا کہی نہ چھوڑ،
کسی سے نلوار کی طرح گردن اکڑی مت رکھ

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،
فقیر کے لئے دینتہ اُس کی عادت ہی ہے۔

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،
فقیر کے لئے دینتہ اُس کی عادت ہی ہے۔

غمغٹ کی بڑائی میں

ننا کی بڑائی میں

پے بٹا ! تू کبھی غمغٹ مت کر،
کیونکہ غمغٹ ایک ن ایک دین تومے سیر کے بل گرا دیکے۔

عقلمند آدمی گھمٹ کو پسند نہیں کرتا،
جسے ہر شے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

بمبارد کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جینکے دل ہے بھ بامبارد نہیں کرتے۔
بمبارد نے ہی شیطاں کو جلیق کیا،
وسے لائنات کے کدخانے میں گیرفتار کر لیا۔
جس کسی کو بمبارد کی آدات ہو جاتی ہے،
بھ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اُچھا سمجھتا
رہتا ہے۔

بمبارد بدکریسمتی کی پُجی ہے،
بمبارد بدجانتی کی جڈ ہے۔
جس تھ یھ سب جانتا ہے تو بمبارد کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو بُرا کرتا ہے—بُرا کرتا ہے۔

بیذا کی بڈاई میں

آدمی بیذا سے ہی کمال کو پھنچ سکتا ہے،
مان، بڈاई، رتبه اور مال اسباب سے نہیں۔
بیذا سیخنے میں اپنے کو اس तरह ڈولا دینا چاہیے
جس तरह مومبختی اپنے کو جال جالکر ڈولا دیتی ہے۔
کیونکہ بیذا بیذا کے آدمی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ ویدا کی تلاش کرے۔

ویدا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاکہ دیا ہے،
وہی ویدا حاصل کرنے میں لکتا ہے۔
ویدا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
ویدا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور ویدا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو،
ویدا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے ویدا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہنا ویدا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہتا ہے۔
تیرے دین اور دنیا دونوں کے لئے ویدا ہی کافی ہے،
تیرا سارا کام ویدا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اگیاہیوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی तरह باا،
انکے ساتھ دھ اور چینی کی तरह میزکر مت رہ۔
اچاا سے داسی کرنا جیادا اچھا ہے،
بجای اسکے کی کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
اچالامند آدمی تیرا جان کا دوسر بھی ہو تو
اچھا ہے،
بجای اسکے کی کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی तरह دنیا میں کوئی جلیق نہیں ہوتا،

گھنڈ کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جن کے دل ہے وہ گھنڈ نہیں کرتے۔
گھنڈ نے ہی شیطان کو ذلیل کیا،
اسے لعنت کے قہد خانہ میں گرفتار کر لیا۔
جس کسی کو گھنڈ کی عادت ہو جاتی ہے،
وہ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اُنچا سمجھتا رہتا ہے۔
گھنڈ بدکستی کی پونجی ہے،
گھنڈ بدذاتی کی جڑ ہے۔
جس تو یہ سب جانتا ہے تو گھنڈ کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو بُرا کرتا ہے—بُرا کرتا ہے۔

ویدا کی بڈائی میں

آدمی ویدا سے ہی کمال کو پہنچ سکتا ہے،
مان، بڈائی، رتبه اور مال اسباب سے نہیں۔
ویدا سمجھنے میں اپنے کو اس طرح گھلا دینا چاہئے جس
طرح مومبختی اپنے کو جال جال کر گھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہنا ویدا کے آدمی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ ویدا کی تلاش کرے۔
ویدا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاکہ دیا ہے،
وہی ویدا حاصل کرنے میں لکتا ہے۔
ویدا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
ویدا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور ویدا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو،
ویدا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے ویدا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہنا ویدا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہتا ہے۔
تیرے دین اور دنیا دونوں کے لئے ویدا ہی کافی ہے،
تیرا سارا کام ویدا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اگیاہیوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی तरह باا،
ان کے ساتھ دودھ اور چینی کی طرح ملکر مت رہ۔
اچکر سے دوستی کرنا زیادہ اچھا ہے،
بچانے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدمی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بچانے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی तरह دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

جاہل رہنے سے بڑا نا سہمی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سیوا بڑا کر نہیں کر سکتا،
کوئی اس سے سیوا بڑا کر کے نہیں کر سکتا۔

جاہل آخر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سر سولی پر رہے یہی ٹک ہے،
جاہل جلتے میں پڑا رہے یہی ٹک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی اچھا ہے،
یہ لوگ اور پرلوگ دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

ہنساف کی ترقی میں

جب کہ ہنساف نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تू ہنساف کیوں نہیں کرتا۔
جبکہ ہنساف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تू ساف کرنے کے لیے اپنے دل کو مچھوٹ کیوں
نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک کرایم رہے،
اگر ہنساف تیری مدد کرے۔
نہیں رہا نے ہنساف کو اختیار کیا،
اسی لیے اس کی نام-کسیتی ابھی تک کرایم ہے۔
ہنساف سے دھ کو سول ملتا ہے۔
ہنساف ہی سے لوگوں کی مراد پوری ہوتی ہے۔
تू ہنساف سے دنیا کو آباد رکھ،
جو ہنساف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
ہنساف سے بدکر دنیا کو بنانے والا دوسرا
کاریگر نہیں ہے،
ہنساف سے بدکر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے بڑا تیرے اور کیا چاہیے،
کی لوگ تیرا نام 'ہنساف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تू اپنی خوش قسمتی چاہتا ہے
تو دنیا والوں کے اوپر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
پر جا کی حفاظت میں کبھی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لیکر آویں ان کی دل کی مراد
نہ پوری کر۔

ظلم کی بڑائی میں

ظلم کرنے والا دنیا کو اس طرح برباد کرتا ہے،
جس طرح پتھر کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجاز
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج قومی نہ لگے۔
جس کسی نے دنیا میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے آہیں نکلیں۔

جاہل رہنے سے بڑا نا سہمی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سیوا بڑا کر نہیں کر سکتا،
کوئی اس سے سیوا بڑا کر کے نہیں کر سکتا۔
جاہل آخر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سر سولی پر رہے یہی ٹھیک ہے،
جاہل ذلت میں پڑا رہے یہی ٹھیک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی اچھا ہے،
یہ لوگ اور پرلوگ دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

کی تعریف میں

جب کہ ایشور نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تو انصاف کیوں نہیں کرتا۔
جب کہ انصاف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تو انصاف کرنے کے لئے اپنے دل کو مضبوط کیوں نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک قائم رہے۔
اگر انصاف تیری مدد کرے۔
نہیں رہا نے انصاف کو اختیار کیا،
اسی لئے اس کا نام - کسیتی ابھی تک قائم ہے۔
انصاف سے دیہی کو سکھ ملتا ہے۔
انصاف ہی سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔
تو انصاف سے دنیا کو آباد رکھے،
جو انصاف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
انصاف سے بدکر دنیا کو بنانے والا دوسرا کاریگر نہیں ہے،
انصاف سے بدکر دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے بڑا تیرے اور کیا چاہیے،
کہ لوگ تیرا نام 'انصاف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تو اپنی خوش قسمتی چاہتا ہے
تو دنیا والوں کے اوپر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
پر جا کی حفاظت میں کبھی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لیکر آویں ان کی دل کی مراد
نہ پوری کر۔

کی بڑائی میں

ظلم کرنے والا دنیا کو اس طرح برباد کرتا ہے،
جس طرح پتھر کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجاز
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج قومی نہ لگے۔
جس کسی نے دنیا میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے آہیں نکلیں۔

جس پر ظلم ہوا ہے اس کے دل سے اگر آہ نکلے،
تو اس کی لہٹ سے مٹی اور پانی میں بھی آگ لگ جائے۔

کمزوروں اور لچاروں کے ساتھ زبردستی نہ کر،
آخر میں قبر کی تنگی سے ڈر۔
کسی ستائے ہوئے کو دکھ مت دے،
جنتا کے دل کے دھوئیں سے بے خبر مت ہو۔
اے ناسمجھ! لوگوں کو مت ستا،
ایسا نہ ہو کہ ایشور کا کوپ تیرے اوپر اترے۔
کمزوروں اور غریبوں پر ستم مت کر،
جو ظلم کرتا ہے اس کے نرک میں پڑنے میں کوئی سندھ نہیں۔

سنتوہ کی تارک میں

اے دل! اگر تو سنتوہ کرے،
تو سب کے سلسار میں سرداری کرے۔
اگر تو غریب ہے تو اپنی غریبی کی شکایت مت کر،
سمجھدار آدمی کے سامنے دھن دولت چھوٹی چیزیں ہیں۔
عقل مند آدمی فقیروں سے شرم نہیں کرتا،
کیونکہ نبی (محمد صاحب) کو بھی فقری کا فخر (گرو) حاصل تھا۔
مالدار آدمی کے لئے سونا چاندی اور سبکدوش کی چیزیں ہیں۔

فقیہ کو اپنی غریبی سے اندر کا آرام ملتا ہے۔
اگر تو مالدار نہیں ہے تو بچہ چھین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
ہر حال میں سنتوہ کرنا اچھا ہے،
جو خوش قسمت ہیں وہ سنتوہ کرتے ہیں۔
اگر تو خوش قسمت کی چاہتا ہے،
تو سنتوہ کے پرکش (نور) سے اپنی جان کو روشن کر۔

لوہ کی بڑائی میں

جو آدمی لوہ کے جال میں پھنس جاتا ہے،
وہ لوہ کا پیالہ پیکر مست اور بے عقل ہو جاتا ہے۔
دھن جمع کرنے میں اپنی عمر کو مت کھو،
دھن ٹھیکری ہے اور عمر موتی۔
جو آدمی لوہ کے جال میں پڑ گیا،
اس نے اپنی زندگی کے کھلیان کو ہوا میں اڑا دیا۔
ماں لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،

دُنیا بھر کی سبھی سامگری تجھے مل جاوے،
آخر ایک دن تجھے مٹی میں مل جانا پڑے گا،
بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ۔
دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے۔
گدھے کی طرح مسکنت کا ہوجہ کیوں اُٹھاتا ہے۔
دھن کے لئے تو اتنا پریشورم کیوں کرتا ہے،
جب کہ ایک دن تجھے اچانک چلا جانا ہے۔
تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

تارھ دے رکھا ہے،

کیں اسکی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،

کہ گھبراہٹا ہوا اور پریشان ہے۔

جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح

ہو رہا ہے،
کہ تجھے اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب

کرموں کا پھل بھگتا پڑے گا۔
اس تجھے آدمی کا دل کیوں خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو
کرنے دیا۔

سیرا اور بھکتی کی تعریف میں

سویہاگیت جس کسی کا غم ہوتا ہے،
اس کا دل سدا ایشور کی سیرا میں لگا رہتا ہے،
ایشور کی سیرا سے دل کو پھیرنا نہیں چاہئے،
سچی دولت سیرا ہی سے ملتی ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

سیرا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیرا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

کیونکہ سہولتیں لوگوں ہی کے دھنوں کی جگہ ہے۔
اپنی جان کے چراغ کو تو تھپسیا سے روشن کر،
تاکہ خوش قسمت آدمیوں کی طرح تو بھی خوش قسمت ہو۔
جو دھارمک جین بناتا ہے،
وہ کوسوں کے پہل سے نہیں ترنا۔

جو دھارمک جین بناتا ہے،
بھ کرموں کے فتل سے نہیں ڈرتا۔

شیتان (بیہی-واسنا) کی بھراڈ میں

ہے دھل ! جس کسی نے شیتان (بیہی-واسنا) کا
کھنا مانا،
بھ رات دھن گناہ کے جال میں فٹسا رھا۔
جس کسی نے شیتان کو اپنا اگوا بنایا،
لٹوکر بھ ہشبر کے راستے پر کسے آ سکتا ہے۔
ہے دھل ! تھ گناہ کا ہراڈا کبھی ن کر،
تاکہ سبکا پالنے والا ہشبر تھ پر رھم کرے۔
سمنہدار آدھی گناہ سے بچتا ہے،
جسے شکر پانی سے، کیونکہ پانی سے شکر کے گھل جانے کا
تر رھتا ہے۔

خوش قسمت آدمی گناہ سے بچتا ہے،
کیونکہ سورج کی روشنی بھی بادل سے چھپ جاتی ہے۔
تو اپنی دھن واسنا کے پیچھے مت چل،
ایسا نہ ہو کہ اچانک نرک میں جا پڑے۔
اگر تھرا دل پاپ سے نہیں پھرتا،
تو پھر نرک ہی میں تھرا ٹھکانا ہوگا۔
اپنے جینوں کے گھر کو،
بدکاریوں اور پاپوں کی باز سے برہاد مت کر،
اگر تو پاپ اور برائیوں سے دور رھینگا،
تو سورگ کے باغ سے نزدیک رھینگا۔

پریم کی مدھرا کے بیان میں

ہے ساکھی (گور) ! مھمے آگ کی سورت والی شراب دے،
جس میں وہ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رھتے ہیں۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریم کے ہونٹھوں کی طرح میری آندا کو ہل دے۔
جو لوگ پریم کے متوالہ ہیں اُن کی چاہ کی آگ کبھی
پھاری ہے،
جو لوگ پریمی ہیں اُن کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو امرت کی طرح امر بنا دیلے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ہشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

بھ شراب لا جو اموت کی ترھ اممر بنا دھنے
والی ہے،
جسکی شراب ہی سے دھل غم سے کھٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ہشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

شیتان (دھن واسنا) کی برائی میں

اے دل ! جس کسی نے شیتان (دھن واسنا) کا کھنا مانا،
وہ رات دن گناہ کے جال میں پھنسا رھا۔
جس کسی نے شیتان کو اپنا اگوا بنایا،
لوٹ کر وہ ہشور کے راستے پر کسے آ سکتا ہے۔
اے دل ! تو گناہ کا ہراڈا کبھی نہ کر،
تاکہ سب کا پالنے والا ہشور تجھ پر رحم کرے۔
سمنہدار آدمی گناہ سے بچتا ہے،
جسے شکر پانی سے، کیونکہ پانی سے شکر کے گھل جانے کا
تر رھتا ہے۔

خوش قسمت آدمی گناہ سے بچتا ہے،
کیونکہ سورج کی روشنی بھی بادل سے چھپ جاتی ہے۔
تو اپنی دھن واسنا کے پیچھے مت چل،
ایسا نہ ہو کہ اچانک نرک میں جا پڑے۔
اگر تھرا دل پاپ سے نہیں پھرتا،
تو پھر نرک ہی میں تھرا ٹھکانا ہوگا۔
اپنے جینوں کے گھر کو،
بدکاریوں اور پاپوں کی باز سے برہاد مت کر،
اگر تو پاپ اور برائیوں سے دور رھینگا،
تو سورگ کے باغ سے نزدیک رھینگا۔

پریم کی مدھرا کے بیان میں

اے ساکھی ! (گور) ! مجھے آگ کی صورت والی شراب
دے،
جس میں وہ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رھتے ہیں۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریم کے ہونٹھوں کی طرح میری آندا کو ہل دے۔
جو لوگ پریم کے متوالہ ہیں اُن کی چاہ کی آگ کبھی
پھاری ہے،
جو لوگ پریمی ہیں اُن کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو امرت کی طرح امر بنا دیلے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ہشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

جو لوگ پریمی ہیں اُن کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو امرت کی طرح امر بنا دیلے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ہشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

مبارک ہے وہ آدمی جو اُس کے پریم میں پاگل ہو ۔
مبارک ہے وہ دل جس میں پریم کے درشن کی چاہ ہے
مبارک ہے وہ دل جس کی منزل پریم کی گلی ہے ۔
وہ شراب جو پریم کے جہنم دہلے والے ہونوں کی طرح ہے
وہ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مکھڑے کی طرح ہے ۔
جو لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھٹا کیسا اچھا ہے
جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

بھ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مکھڑے کی طرح ہے
تو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

سبز (धीरज) के बयान में

अगर धीरज तेरे हर वक्त साथ रहे,
तो तू हमेशा ठहरने वाली दौलत हासिल करे.
सब्र करना पैगम्बरों का काम है,
जो दीनदार (धर्मात्मा) हैं वह सब्र से मुँह नहीं मोड़ते.
सब्र जिन्दगी के मकसद का दरवाजा खोलता है,
क्योंकि सिबाय सब्र के उस दरवाजे की कोई और कुंजी नहीं है.
सब्र करना तेरे दिल की मुराद को पूरा करेगा,
इसी से जो जानने वाले हैं वह तेरी मुशकिल को हल करेंगे.
सब्र करना हमारी कामनाओं के दरवाजे की कुंजी है,
यह कुंजी कामना (आرزू) की सल्तनत को खोलने वाली है.
सब्र करना हर हाल में अच्छा है,
इसमें बहुत सी भलाइयाँ छिपी हैं.
सब्र से ही तेरा मकसद पूरा होगा,
रज और बला से तुझे छुटकारा मिलेगा.
अगर तूझमें दीन (धर्म) का खयाल है तो सब्र कर,
जल्दी करना शैतानों का काम है.

सच बोलने की तारीफ में

ऐ दिल ! अगर तू सच्चाई को अख्तियार कर ले,
तो दौलत तेरी दास्त और भाग्य तेरा मददगार हो जावे.
बुद्धिमान का चाहिये कि सच्चाई से कभी मुँह न मोड़े,
क्योंकि सच्चाई ही से नाम ऊँचा होता है
सुबह की तरह अगर तू सच्चाई के साँस लेने लगे,
तो अपने अन्दर के अज्ञान के अधियारे से निकलकर
ज्ञान के उजियाले में आ जावे.
तू बिना सच्चाई के कभी दम मत मार,
इज्जत दौलत से बढ़कर है.
इस दुनिया में सच बोलने से बढ़कर कोई काम नहीं,
सच्चाई वह गुलजार है जिसमें कोई कांटा नहीं.

भूठ की बुराई में

जिस किसी ने भूठ को अख्तियार किया,
वह क्रयामत के दिन किसी तरह नहीं छूट सकता.
जिस किसी की ज़बान को भूठ की आदत हो गई,
उसके दिल का चिराग कभी रोशन नहीं हो सकता.
भूठ बोलना आदमी को शरमिन्दा करता है,
भूठ बोलने से आदमी का मान जाता रहता है.
अक़लमन्द आदमी भूठ बोलने वाले से दूर रहता है,
कोई आदमी भूठ बोलने वाले को गिनती में नहीं लाता.
ऐ भाई ! तू कभी किसी हालत में भूठ न बोल,
क्योंकि भूठ बोलने वाला बेइज्जत होता है और कोई
उसका पतवार नहीं करता,

सब्र (دھرج) کے بیان میں

اگر دھرج تیرے ہر وقت ساتھ رہے،
تو تو ہمیشہ ٹھہرنے والی دولت حاصل کرے .
سبّر کرنا پیغمبروں کا کام ہے،
جو دیندار (دھرماتما) ہیں وہ سبّر سے منہ نہیں مڑتے .
سبّر زندگی کے مقصد کا دروازہ کھولتا ہے،
کیونکہ سوائے سبّر کے اُس دروازے کی کوئی اور کلّی نہیں ہے .
سبّر کرنا تیرے دل کی مراد کو پورا کرے گا،
اسی سے جو جائزہ والے ہیں وہ تیری مشکل کو حل کریں گے .
سبّر کرنا ہماری کامناؤں کے دروازے کی کلّی ہے،
یہ کلّی کلسا (آرزو) کی سلطنت کو کھولنے والی ہے .
سبّر کرنا ہر حال میں اچھا ہے،
اس میں بہت سی بھلائیاں چھپی ہیں .
سبّر سے ہی تیرا مقصد پورا ہوگا،
رنج اور بلا سے تجھے چھٹکارا ملے گا .
اگر تجھے میں دین (دھرم) کا خیال ہے تو سبّر کر،
جلدی کرنا شیطانوں کا کام ہے .
سچ بولنے کی تعریف میں

اے دل ! اگر تو سچائی کو اختیار کر لے،
تو دولت تیری دوست اور بھائیہ تیرا مددگار ہو جاوے .
بدھیمان کو چاہئے کہ سچائی سے کبھی منہ نہ مڑے،
کیونکہ سچائی ہی سے نام اُونچا ہوتا ہے .
صبح کی طرح اگر تو سچائی کے سانس لینے لگے،
تو اپنے اندر کے اگیاں کے اندھارے سے نکل کر گیاں کے اُجیالے
میں آجاوے .
تو بنا سچائی کے کبھی دم مت مار،
عزت دولت سے بڑھ کر ہے .
اس دنیا میں سچ بولنے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں،
سچائی وہ گنزار ہے جس میں کوئی کانٹا نہیں .

جھوٹ کی برائی میں

جس کسی نے جھوٹ کو اختیار کیا،
وہ قیامت کے دن کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا .
جس کسی کی زبان کو جھوٹ کی عادت ہو گئی،
اُس کے دل کا چراغ کبھی روشن نہیں ہو سکتا .
جھوٹ بولنا آدمی کو شرمندہ کرتا ہے،
جھوٹ بولنے سے آدمی کا مان جاتا رہتا ہے .
عقلمند آدمی جھوٹ بولنے والے سے دور رہتا ہے،
کوئی آدمی جھوٹ بولنے والے کو گنتی میں نہیں لانا .
اے بھائی ! تو کبھی کسی حالت میں جھوٹ نہ بول،
کیونکہ جھوٹ بولنے والا بے عزت ہوتا ہے اور کوئی اُس کا
اعتبار نہیں کرتا .

مڑھ بولنے سے چھوٹا بڑا کوئی کام نہیں ہے،
وہ بولے ! مڑھ بولنے سے آدمی کا بڑا میٹھی میں مل
جاتا ہے۔

ہرے (ہرے = پرہم سترے) کی دنیوی کے بارے میں
اس سترے کے گھمب کی طرف نگاہ ڈال،
جس کی چھت بنا کسی کہنے کے سترے پہلی ہوئی ہے۔
اس گھمب والے آسمان کے پردے کو دیکھو،
اُس کے اندر موم پتیاں جلتی ہوئیں دیکھو۔
دنیا میں کوئی دربار ہے اور کوئی بادشاہ،
کوئی قربانی ہے اور کوئی محصور لیو والا۔
کوئی خوش ہے اور کوئی درد مند،
کوئی سہل مغربہ ہے اور کوئی لاچار۔
کسی کے سر پر تاج ہے اور کوئی دوسرے کو تیکس دیتا ہے،
کوئی سرانبر ہے اور کوئی خاکسار۔
کوئی بھرپور پر ہمتیا اور کوئی تخت پر،
کوئی طاقت پہلے ہے اور کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی محتاج ہے اور کوئی مالدار،
کوئی نعمت مند ہے اور کوئی کامیاب۔
کوئی دھن کی خوشی میں ہے اور کوئی غریبی کے دکھ میں،
کسی کو زندگی حاصل ہے اور کسی کو موت۔
کوئی دندرست ہے اور کوئی کمزور،
کوئی بھرپور ہے اور کوئی جوان۔
کوئی پلٹو میں لگا ہے اور کوئی پاپ میں،
کوئی دوسروں کو دعا دے رہا ہے اور کوئی دوسرے کے ساتھ
بھا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے اور وشواسی (آستک) ہے،
اور کوئی پاپ اور بدکاریوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔
کوئی مائسار ہے اور کوئی ہدمزاج،
کوئی سہل شیل ہے اور کوئی لڑکا۔
کوئی آئند میں ہے اور کوئی دکھ میں،
کوئی محنت کر رہا ہے اور کوئی آرام۔
کوئی مان بڑائی کی دنیا میں بڑا ہے،
کوئی مصیبتوں کے جال میں قید ہے۔
کوئی آئند کے باغ میں بیٹھا ہے،
کوئی غم، رنج اور مصیبت میں پڑا ہے۔
کسی کے پاس بے حساب دھن دولت ہے،
کسی کو اپنے بال بچوں کے لئے روٹی کا غم ہے۔
کوئی پھول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مرجھایا ہوا ہے۔
کسی نے ایشور کی سیوا میں کس رکھی ہے،
کسی نے ساری عمر پاپ میں ختم کر دی !
کوئی رات دن دھرم کرتا ہاتھ میں لئے ہوئے ہے،
کوئی شراب خانے کے کولے میں مست سربا ہوا ہے۔

چھوٹ بولنے سے زیادہ بڑا کوئی کام نہیں ہے،
اے بیٹا ! چھوٹ بولنے سے آدمی کا بڑا میٹھی میں مل
جاتا ہے۔

ہرے (حق تعالیٰ = پرہم سترے) کی دنیا کے بارے میں

اس سترے کے گھمب کی طرف نگاہ ڈال،
جس کی چھت بنا کسی کہنے کے سترے پہلی ہوئی ہے۔
اس گھمب والے آسمان کے پردے کو دیکھو،
اُس کے اندر موم پتیاں جلتی ہوئیں دیکھو۔
دنیا میں کوئی دربار ہے اور کوئی بادشاہ،
کوئی قربانی ہے اور کوئی محصور لیو والا۔
کوئی خوش ہے اور کوئی درد مند،
کوئی سہل مغربہ ہے اور کوئی لاچار۔
کسی کے سر پر تاج ہے اور کوئی دوسرے کو تیکس دیتا ہے،
کوئی سرانبر ہے اور کوئی خاکسار۔
کوئی بھرپور پر ہمتیا اور کوئی تخت پر،
کوئی طاقت پہلے ہے اور کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی محتاج ہے اور کوئی مالدار،
کوئی نعمت مند ہے اور کوئی کامیاب۔
کوئی دھن کی خوشی میں ہے اور کوئی غریبی کے دکھ میں،
کسی کو زندگی حاصل ہے اور کسی کو موت۔
کوئی دندرست ہے اور کوئی کمزور،
کوئی بھرپور ہے اور کوئی جوان۔
کوئی پلٹو میں لگا ہے اور کوئی پاپ میں،
کوئی دوسروں کو دعا دے رہا ہے اور کوئی دوسرے کے ساتھ
بھا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے اور وشواسی (آستک) ہے،
اور کوئی پاپ اور بدکاریوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔
کوئی مائسار ہے اور کوئی ہدمزاج،
کوئی سہل شیل ہے اور کوئی لڑکا۔
کوئی آئند میں ہے اور کوئی دکھ میں،
کوئی محنت کر رہا ہے اور کوئی آرام۔
کوئی مان بڑائی کی دنیا میں بڑا ہے،
کوئی مصیبتوں کے جال میں قید ہے۔
کوئی آئند کے باغ میں بیٹھا ہے،
کوئی غم، رنج اور مصیبت میں پڑا ہے۔
کسی کے پاس بے حساب دھن دولت ہے،
کسی کو اپنے بال بچوں کے لئے روٹی کا غم ہے۔
کوئی پھول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مرجھایا ہوا ہے۔
کسی نے ایشور کی سیوا میں کس رکھی ہے،
کسی نے ساری عمر پاپ میں ختم کر دی !
کوئی رات دن دھرم کرتا ہاتھ میں لئے ہوئے ہے،
کوئی شراب خانے کے کولے میں مست سربا ہوا ہے۔

پروکسیر تاجاسیھ

پروکسیر تاجاسیھ

ایک بار جب یوگیوں نے گرونانک سے کچھ چمکار کر کے دیکھنے کو کہا تو گرو جی نے جواب دیا کہ میرا چمکار تو یہ ہے۔ * جہاں جہاں گرونانک جاتے تھے وہ اپنے پیچھے اپنے شیشوں کی ایک سنگت چھوڑ آتے تھے جو گرو دیوار بنا کر گرو کے بھجن گایا کرتے تھے اور نام کا جپ کیا کرتے تھے۔ وہی وہی نام کا جپ کیا کرتے تھے۔ تھوڑے ہی سہے میں سارے ملک میں سکھ گرو دیواروں کا ایک جال سا بچ گیا۔ جوناگڑھ (کاٹیواڑ)، کمرپ (آسام)، صورت (گجرات)، ٹک (اڑیسہ)، بہار، جوہر، ٹانک (کامیوں) میں گرونانک کے مشن کے کیندر کھل گئے۔ کھانڈو، ایران کی کھڑی، کابل، جلال آباد اور دوسری دور دور کی جگہوں میں گرو نانک کے ابدیشوں کا پرچار کرنے والی سنگتیں قائم ہو گئیں۔ صورت میں نانک بازار اور کامیوں میں نانک مٹہ کیندر اب تک جیوں کے نہیں قائم ہیں۔ حالانکہ یہ دوسری بات ہے کہ ان مٹوں کے زیادہ تر لوگ سکھ گرو دیواروں اور سکھ وچار دھارا سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ گرو تیغ بہادر پٹنہ کے دیوان ماسن سنگھ کے استہاپت کیئے ہوئے سکھ کیندروں کے اوشیش کولہو، رامیشور، مدراس، سکھ، کچلی بن، عادل آباد (حیدرآباد، دکن)، مرزاپور، چنگاؤں، دھوبی (آسام) آدمی جگہوں میں آپ بھی ہائی ہیں۔ گرو گرنٹ صاحب کی بہت پرانی پرتیاں اور دودھ سنگتوں کے نام گرو تیغ بہادر اور گرو گروند سنگھ کے دستخطی پتر اب بھی ان کیندروں میں سرکشت ہیں۔ پانچویں سکھ گرو کے سہ کے ایک سکھ پرچارک بھائی گرو داس کے گیارہویں بھائی میں ہیں ان پر سکھ سکھوں کی سوچی ملتی ہے جو اس سہ کابل، کشمیر، سرہند، تھانیپور، دلی، فتحپور، سیکری، آگرہ، اوجین، برہانپور، گجرات، سوہند، لکھنؤ، پرباک راج، جونیور، پٹنہ، راج محل، تھاکہ آدمی جگہوں میں رہتے تھے، گرو گروند سنگھ کی دھرم پتنی ماتا صاحب کر کے ایک دستخطی پتر میں، جو اب بھی بنارس کے سکھ گرو دیوارے میں سرکشت ہے، بنارس کے شہر کو 'گرو کا درگ' کہا گیا ہے۔ سن 1675 کی لکھی ہوئی گرنٹ صاحب کی ایک ہست لکھت پرتی میں ایک سکھ کی دیکھن

ایک بار جب یوگیوں نے گرونانک سے کچھ چمکار کر کے دیکھنے کو کہا تو گرو جی نے جواب دیا کہ میرا چمکار تو یہ ہے۔ * جہاں جہاں گرونانک جاتے تھے وہ اپنے پیچھے اپنے شیشوں کی ایک سنگت چھوڑ آتے تھے جو گرو دیوار بنا کر گرو کے بھجن گایا کرتے تھے اور نام کا جپ کیا کرتے تھے۔ تھوڑے ہی سہے میں سارے ملک میں سکھ گرو دیواروں کا ایک جال سا بچ گیا۔ جوناگڑھ (کاٹیواڑ)، کمرپ (آسام)، صورت (گجرات)، ٹک (اڑیسہ)، بہار، جوہر، ٹانک (کامیوں) میں گرونانک کے مشن کے کیندر کھل گئے۔ کھانڈو، ایران کی کھڑی، کابل، جلال آباد اور دوسری دور دور کی جگہوں میں گرو نانک کے ابدیشوں کا پرچار کرنے والی سنگتیں قائم ہو گئیں۔ صورت میں نانک بازار اور کامیوں میں نانک مٹہ کیندر اب تک جیوں کے نہیں قائم ہیں۔ حالانکہ یہ دوسری بات ہے کہ ان مٹوں کے زیادہ تر لوگ سکھ گرو دیواروں اور سکھ وچار دھارا سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ گرو تیغ بہادر پٹنہ کے دیوان ماسن سنگھ کے استہاپت کیئے ہوئے سکھ کیندروں کے اوشیش کولہو، رامیشور، مدراس، سکھ، کچلی بن، عادل آباد (حیدرآباد، دکن)، مرزاپور، چنگاؤں، دھوبی (آسام) آدمی جگہوں میں آپ بھی ہائی ہیں۔ گرو گرنٹ صاحب کی بہت پرانی پرتیاں اور دودھ سنگتوں کے نام گرو تیغ بہادر اور گرو گروند سنگھ کے دستخطی پتر اب بھی ان کیندروں میں سرکشت ہیں۔ پانچویں سکھ گرو کے سہ کے ایک سکھ پرچارک بھائی گرو داس کے گیارہویں بھائی میں ہیں ان پر سکھ سکھوں کی سوچی ملتی ہے جو اس سہ کابل، کشمیر، سرہند، تھانیپور، دلی، فتحپور، سیکری، آگرہ، اوجین، برہانپور، گجرات، سوہند، لکھنؤ، پرباک راج، جونیور، پٹنہ، راج محل، تھاکہ آدمی جگہوں میں رہتے تھے، گرو گروند سنگھ کی دھرم پتنی ماتا صاحب کر کے ایک دستخطی پتر میں، جو اب بھی بنارس کے سکھ گرو دیوارے میں سرکشت ہے، بنارس کے شہر کو 'گرو کا درگ' کہا گیا ہے۔ سن 1675 کی لکھی ہوئی گرنٹ صاحب کی ایک ہست لکھت پرتی میں ایک سکھ کی دیکھن

*—گرو داس کا بجن-سنگھ، 1-42.

گرو داس کا 'بجن سنگھ' 1-42

باجا کا بھائی ہے، جسکا نام ہے 'ہجری'۔ اس کا پتا چلتا ہے۔

ہر سچا گرو کے دوارا مقرر ایک فیٹا کے ادھن ہوتی تھی۔ سی 1588 میں بھائی داس دوارا لکھی ہوئی گرونانک کی ایک جیوننی سے پتہ چلتا ہے کہ 'ان' نے 'منجی' کہا جاتا تھا چونکہ یہ لوگ منجی (چاریائی) پر ہتھ کر آبدیش دیا کرتے تھے۔ بھائی لو آئر میں اور شیخ سجاد دکن پشچیم پنجاب میں گرو کے آبدیشوں کا پرچار کرتے تھے۔ انہی پرچاروں میں گوپال داس ہنارس میں، جھنڈا بازی ہوشاٹر میں، ہردی شاہ کھوٹور میں، ماہی مہسر میں، کلجک جگناہووی میں، دیولت لہشائی (تبت) میں، سانس رائے پتھہ اور بہار میں، راجہ شوانہ سنگھ میں اور انیک انگذت کاریہ کرتا ہندستان میں اور ہندستان کے باہر، جہاں جہاں گرو نانک گئے تھے، پرچار کاریہ میں لگے ہوئے تھے۔ چونکہ سب پرچار اور ان کے دوارا دیکشت سکھ ہر گرو کے درشنوں کو آیا کرتے تھے اس لئے ان سنگھوں کا سمجھنے کیلئے کے ساتھ ہر اور قائم رہا۔

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگھت روپ دینے کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں کیا اور وہ برابر اُنڈنی کرتا رہا' کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگھ بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگھت روپ دینے کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں کیا اور وہ برابر اُنڈنی کرتا رہا' کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگھ بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگھت روپ دینے کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں کیا اور وہ برابر اُنڈنی کرتا رہا' کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگھ بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگھت روپ دینے کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں کیا اور وہ برابر اُنڈنی کرتا رہا' کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگھ بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے— "ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں لاکھوں سکھ ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکے ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دوارا سوشوہت ہو۔" —بھائی گرو داس کا 'بھجن سنگھ' 13-19 اور 23-2۔

—ان کے گرو لہور کے نکٹ فقیروں کی طرح رہتے تھے۔ شروع سے ہی سکھوں نے خفی خاں سکھوں کے بارے میں لکھتا ہے— "ان کے گرو لہور کے نکٹ فقیروں کی طرح رہتے تھے۔ شروع سے ہی سکھوں نے سکھوں کی دیکھ دیکھ میں ہر قصہ اور شہر میں اپنی سنگھتیں اور گرو دوارے بنا لئے تھے۔"

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے— "ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں لاکھوں سکھ ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکے ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دوارا سوشوہت ہو۔" —بھائی گرو داس کا 'بھجن سنگھ' 13-19 اور 23-2۔

—ان کے گرو لہور کے نکٹ فقیروں کی طرح رہتے تھے۔ شروع سے ہی سکھوں نے سکھوں کی دیکھ دیکھ میں ہر قصہ اور شہر میں اپنی سنگھتیں اور گرو دوارے بنا لئے تھے۔"

—ان کے گرو لہور کے نکٹ فقیروں کی طرح رہتے تھے۔ شروع سے ہی سکھوں نے سکھوں کی دیکھ دیکھ میں ہر قصہ اور شہر میں اپنی سنگھتیں اور گرو دوارے بنا لئے تھے۔"

خیر کا کام کرنے کیلئے میں تمام प्रकार کا کام کرتا تھا اور یہ گورو کی اور صلح کے سکھ سنگتوں کے لئے دستور ہوتا تھا۔ سال میں ایک تہہ وپشاہی کے دن وہ صلح کے سکھوں کے ساتھ گورو کی سیوا میں آہلار لیکر حاضر ہوتا تھا اور اپنے پرچار کا بیڑا دیتا تھا۔ سورن مندر اور گورو گرنتم صاحب کی پرستش کے کارن امرتسر میں کا کیندر بن گیا۔ گورو کے دیکتو کو کیندر بنا کر سارا لکھن کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ ایک کے بعد ایک کئی گورو گدی بیٹھے کنتو وہ سب ایک ہی گورو نانک کے انتروپ سمجھے۔

धीरे धीरे गुरु के चारों तरफ़ इकट्ठा होने वाली मण्डली को पवित्रता की दृष्टि से देखा जाने लगा। फिर धीरे धीरे तमाम अध्यात्मिक अधिकार उन्हें दे दिये गये। यह गु० गोविन्द सिंह के बाद हुआ जब सिखों का पन्थ के रूप में सङ्गठन शुरू हुआ और पन्थ ने गुरु की सभा अपने हाथों में ले ली। वैसे इस का आभास पहले से ही मिलता है। भाई गुरुदास ने एक बार कहा था—“एक शिष्य एक अकेला सिख है, दो सिख पवित्र मण्डली बन जाते हैं, लेकिन जहाँ पांच सिख होते हैं वहाँ खुद परमेश्वर होता है।” गु० रामदास ने अपने बहुत से वचनों में अपने सिखों के लिये बड़ा आदर दिखाया है। उन्होंने ऐलान किया—“जो सिख गुरु के शब्दों पर चलता है वह गुरु के साथ एकाकार हो जाता है।” गु० अर्जुन हमेशा संगतों में शामिल होने के अध्यात्मिक फायदे की बात दोहराया करते थे। लोग भी इन संगतों में ज्यादा से ज्यादा तादाद में जाया करते थे। उन में दोनों भावनाएँ होती थीं। कुछ तो भक्ति भाव से वहाँ जाते थे और कुछ अरबी दरखास्त लेकर। उस जमाने का यह एक आम रिवाज था कि जो लोग ईश्वरी दया चाहते थे संगत के सामने अपनी मुराद रखते थे और सारी संगत उनकी मुराद के पूरा होने की प्रार्थना करती थी। †

गु० गोविन्दसिंह पन्थ का अधिकार देने से पहले भी सिखों का बड़ा आदर करते थे। वे इन शब्दों में उनका जिक्र करते थे—“उन्हींके द्वारा मुझे अपने अनुभव हुये। उन्हीं की मदद से मैंने दुशमनों को दबाया। उन्हीं की मेहरबानी से मुझे हतया मिला वरना मेरी तरह के लाखों आदमी हैं जिन्हें कोई नहीं पूछता。” हालांकि गु० गोविन्द सिंह जनता के नेता थे पर वे अपने को जनता का सेवक समझते थे। वे कहते थे—“उनकी सेवा करके मेरे दिल को खुशी होती है। मेरी आत्मा को इससे ज्यादा कोई सेवा

س کا کام اپنے صلح میں سکھ پرچار کرتا ہوتا تھا اور وہ گورو کی اور صلح کے سکھ سنگتوں کے لئے دستور ہوتا تھا۔ سال میں ایک تہہ وپشاہی کے دن وہ صلح کے سکھوں کے ساتھ گورو کی سیوا میں آہلار لیکر حاضر ہوتا تھا اور اپنے پرچار کا بیڑا دیتا تھا۔ سورن مندر اور گورو گرنتم صاحب کی پرستش کے کارن امرتسر میں کا کیندر بن گیا۔ گورو کے دیکتو کو کیندر بنا کر سارا لکھن کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ ایک کے بعد ایک کئی گورو گدی بیٹھے کنتو وہ سب ایک ہی گورو نانک کے انتروپ سمجھے۔

धीरे धीरे गुरु के चारों तरफ़ इकट्ठा होने वाली मण्डली को पवित्रता की दृष्टि से देखा जाने लगा। फिर धीरे धीरे तमाम अध्यात्मिक अधिकार उन्हें दे दिये गये। यह गु० गोविन्द सिंह के बाद हुआ जब सिखों का पन्थ के रूप में सङ्गठन शुरू हुआ और पन्थ ने गुरु की सभा अपने हाथों में ले ली। वैसे इस का आभास पहले से ही मिलता है। भाई गुरुदास ने एक बार कहा था—“एक शिष्य एक अकेला सिख है, दो सिख पवित्र मण्डली बन जाते हैं, लेकिन जहाँ पांच सिख होते हैं वहाँ खुद परमेश्वर होता है।” गु० रामदास ने अपने बहुत से वचनों में अपने सिखों के लिये बड़ा आदर दिखाया है। उन्होंने ऐलान किया—“जो सिख गुरु के शब्दों पर चलता है वह गुरु के साथ एकाकार हो जाता है।” गु० अर्जुन हमेशा संगतों में शामिल होने के अध्यात्मिक फायदे की बात दोहराया करते थे। लोग भी इन संगतों में ज्यादा से ज्यादा तादाद में जाया करते थे। उन में दोनों भावनाएँ होती थीं। कुछ तो भक्ति भाव से वहाँ जाते थे और कुछ अरबी दरखास्त लेकर। उस जमाने का यह एक आम रिवाज था कि जो लोग ईश्वरी दया चाहते थे संगत के सामने अपनी मुराद रखते थे और सारी संगत उनकी मुराद के पूरा होने की प्रार्थना करती थी। †

گورو گروند سنگم پنتھ کا ادھیکار دینے سے پہلے بھی سکھوں کا برا آمد کرتے تھے۔ وہ ان شہدوں میں ان کا ذکر کرتے تھے— انہیں کے دوارا مجھے اپنے انوبھو ہوئے۔ انہیں کی مدد سے میں نے دشمنوں کو دہایا۔ انہیں کی مہربانی سے مجھے رتبہ لا ورنہ میری طرح کے لاکھوں آدمی میں جلیں کوئی نہیں چھتا۔“ حالانکہ گورو گروند سنگم جنتا کے نیٹا تھے پر وہ اپنے کو ہتھ کا سہوک سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے—“ان کی سیوا کر کے میرے دل کو خوشی ہوتی ہے۔ میری آتما کو اس سے زیادہ کوئی سیوا

* Supra pp 26-27.

‡ Asa chhant IV

† Dabistan-i-Madhabib.

نہیں آتی۔ میری تمام دولتیں یہاں تک کہ میری آتما اور میری وہ سب انکی سہا کے لیے ہائیر ہے۔”

گورو کے تمام اذکاروں کے ساتھ خالسا سامنے آئے۔ گورو نے سیکھوں کو حجازت دی کہ وہ اپنے بیچ سے سادھارن پر بندہ کے لئے پانچ پرتیہدی چلیں۔ چٹاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہنے کا وجہ دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جماد 'سرہس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتیہدیں کی جاتی تھیں اور ساروجنک فیصلے کئے جاتے تھے۔ پنڈت کے مت کے تمام سواہیوں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غور کیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ پد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پریکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سمت کی سادھی کے سامنے آکر پرت کر کے لئے اپنا تیر چھکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طابی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کرے تو اس سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ نزدیک کی کسی سنکت میں چاکر چوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہوکر دونوں ہاتھ جوڑکر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونکار کرے۔ سنکت پانچ چٹے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونکار کرتا تھا اور ابھیمان کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سست سنکت کی ہی ہوئی ہوتی، تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سیکھوں کے اس مکمل سکھانے نے ہی مہاراج سلتنات کو ان کے خیرات کر دیا اور ان کے اسی سنگٹن نے انہیں سن 1716 اور 1763 عیسوی کے بیچ، ان پر جو کٹیاچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیمتیں رکھدی گئیں تھیں اور لمبہ کیس رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔* جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بناکر آتری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سے کی سکھوں کی پرارتھنا تھی—

—A Sketch of the Sikhs by Malcolm.

سکھوں کے تمام اذکاروں کے ساتھ خالسا سامنے آئے۔ گورو نے سیکھوں کو حجازت دی کہ وہ اپنے بیچ سے سادھارن پر بندہ کے لئے پانچ پرتیہدی چلیں۔ چٹاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہنے کا وجہ دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جماد 'سرہس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتیہدیں کی جاتی تھیں اور ساروجنک فیصلے کئے جاتے تھے۔ پنڈت کے مت کے تمام سواہیوں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غور کیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ پد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پریکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سمت کی سادھی کے سامنے آکر پرت کر کے لئے اپنا تیر چھکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طابی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کرے تو اس سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ نزدیک کی کسی سنکت میں چاکر چوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہوکر دونوں ہاتھ جوڑکر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونکار کرے۔ سنکت پانچ چٹے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونکار کرتا تھا اور ابھیمان کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سست سنکت کی ہی ہوئی ہوتی، تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سکھوں کے اس مکمل سکھانے نے ہی مہاراج سلتنات کو ان کے خیرات کر دیا اور ان کے اسی سنگٹن نے انہیں سن 1716 اور 1763 عیسوی کے بیچ، ان پر جو کٹیاچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیمتیں رکھدی گئیں تھیں اور لمبہ کیس رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔* جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بناکر آتری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سے کی سکھوں کی پرارتھنا تھی—

”خالدیہ کے انویسٹمنٹ کی جگہ بھی وہ ہیں، ہرگز رخصت کرے۔“

سینکڑوں کے گھنٹاتیفریک سنگتوں ’مسئل‘ نے ان میں ایک سنگت شامس کا طریقہ پیدا کر دیا تھا۔ ہر سنگت سوتنتر تھا اور ’خالصہ‘ کا سلسلہ تھا لیکن ان کی حیثیتیں الگ الگ تھیں اور ان کی قابلیت میں بھی فرق تھا۔ اس لئے یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک دیکھتی نہایت تھیں بن سکتا انہوں نے خوشی خوشی ایک سنگت بنا کر اور نہایتوں کو چن کر ان کے فیکٹوں میں چلنا سونپا کر دیا۔ جس طرح ان کی تمام سادھاریں کارروائیاں ’گرومست‘ سے طے ہوتی تھیں اسی طرح ان کے راجنٹک فیصلے بھی سردار اور مسئل اکال تخت کے سامنے لائے ہوئے ہوتے تھے۔

سورن مندر کے چاروں طرف ٹھہرنے کی جگہیں، جنہیں ’ہنگامہ‘ کہا جاتا تھا، بنی ہوئی تھیں۔ انہیں میں سردار اور مسئل اکال ٹھہرتے تھے۔ جلسے کے وقت وہ اکال تخت کے سامنے کھلے میدان میں لکھتا ہوتے تھے۔ انویسٹمنٹ اپنے فیکٹوں کے پیچھے بیٹھتے تھے اور نہایت ہی ان کی آواز سے بولتا تھا۔ جب بھی کسی کو کوئی نئی بات سوجھتی تھی وہ اپنے سردار سے جا کر کہتا تھا اور کھول سردار ہی ان کی طرف سے بولتا تھا۔ اس طرح سے نل بارہ سردار ہی اس سبھا میں ہونے والے ہوتے تھے۔

پرستاروں پر نہ تو دیکھتی گت مت لئے جاتے تھے اور نہ وہ بہومت سے پاس ہوتے تھے۔ وہ سب ایک رائے سے پاس ہوتے تھے۔ نہ تو کبھی کوئی سردار اونٹا لاکر کارروائی روکتا تھا اور نہ کبھی کوئی روکاوٹ ہی پیدا ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلے تعداد کے مردہ بوجھ سے نہیں کئے جاتے تھے بلکہ مانے ہوئے نہایتوں کی سلسلے رائے سے کئے جاتے تھے کہ جن کے سامنے سدائین کے جنوں مرن کا پرہن رہتا تھا۔ پنٹھ کا ’گرومست‘ کوئی روزمرہ کی چیز نہ تھی۔ وہ نہیں لیا جاتا تھا جب کسی باہری حملے کا خطرہ ہو یا پنٹھ کی دھارمک پوتنرا کسی بھڑکی طاقت سے خطرے میں ہو۔ خالصہ کے دھان میں ایک بات اور ایسی تھی کہ جس سے کبھی زچ پیدا نہ ہونے پاتی تھی۔ کوئی پرستار خالصہ کی سبھا میں اس وقت تک نہیں لایا جاسکتا تھا جب تک آپستمت نہایتا اس بات کی پرتکنا نہیں کرتے تھے کہ گرو کی شرن میں وہ سب ایک ہیں۔ یہی ان میں سے کسی کے پرانے آپسی جھگڑے ہوتے تھے تو وہ الگ جھٹ کر پہلے ان جھگڑوں کو سلجھاتے تھے اور جب وہ آکر کہتے تھے کہ اب ہمارے کوئی آپسی جھگڑے نہیں رہے اور ہم نے صلح کر لی اور اب ہم سب نشہکش ہو کر ’گرومست‘ میں بھاگ لے سکتے ہیں تب اکال تخت کا سہایتی اعلان کرتا تھا کہ گرو کی راہ میں خالصہ پھر سے ایک ہیں اور تب ان کے سامنے ’گرومست‘ رکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد پرستار کے شبد پڑھ جاتے تھے اور اس پر بحث ہوتی تھی۔

پنھ کے اس طرح کے अधिकार की तीन جگہوں ہندوستان میں اور تھیں۔ ایک آندھپر، کشرگڑھ میں جہاں سب سے پہلے گرو گووند سنگھ نے پوری پنجاب کے لئے خالصہ کو نہایادھیکار دیا تھا۔ دوسری پوری بھارت کے لئے پٹنہ میں جو گرو گووند سنگھ کا جنم استھان بھی تھا۔ تیسری دکن میں ناندیور (نندور آباد دکن) میں جہاں گرو گووند سنگھ کی مرتد ہوئی تھی۔ ان تینوں جگہوں کے تخت دھارمک ادھیکاروں کے کیلئے تھے۔ روہوں کے اچھت روپ کو نشیخت کرنے کی اہل یہاں کی جاسکتی تھی۔ اگل تخت کو راجنیک اور دھارمک دونوں طرح کے ادھیکار حاصل تھے۔ وہ پٹنہ کے نیلنن کا سب سے بڑا کھنڈر تھا۔ اگل تخت کے سامنے ہی ودیشی سکھوں سے صلحنامہ طے کئے جاتے تھے۔ یہ استھانی سن 1809 عیسوی تک رہی جب آخری گروست لیا گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجنیک فیصلوں کے لئے گروست کی پرتھا ہی اٹھا دی اور سکھوں اور غر سکھوں دونوں کی صلح سے کام کرنا شروع کیا۔

ایک پرانے سیخ رواج کو اس طرح ختم کرنے کے لئے سکھ ٹیکہ مہاراج کو اکثر دیش دیتے ہیں۔ کنتو بدی ہم ٹیکہ طرح سے سکھ دھرم کے آدرشوں کا ادھین کریں تو ہمیں پتہ چلیگا کہ راجنیک چھتر میں اس گروست کی پرتھا کا انت کرنا سکھ آدرشوں کے مطابق ہی ہوا۔ سکھوں کا لنگر صرف سکھوں کے لئے نہیں ہوتا۔ وہاں ہر جاتی اور ہر قوم کے لوگ آکر بیوچن کر سکتے ہیں۔ امترس میں گروگ کے بازار میں چوتھے اور پانچویں گروں کے سم سے ہلدو، مسلمان، سکھ سبکو تجارت کی اجازت مل گئی تھی۔ گرو ہر گووند نے انیک شہر آباد کئے اور اپنے خرچ سے مندر اور مسجد بنوائیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ انہیں گروں کے چرن۔ چنوں پر چل رہے تھے جب انہوں نے کھول سکھ ادھیپتی کی حیثیت سے شاسن کرنے کے بجائے ہلدو، مسلمان اور سکھ سبھی کے مہاراج کی حیثیت سے شاسن کی ہاگتور ہاتھ میں لی۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان اپنے کو ودیشی سمجھتے تھے۔ ان دنوں سکھوں میں ہی سچی راشترپہ جاگرتی تھی اور وہ اعلان کرتے تھے—”راج کریگا خالصہ۔“ جب رنجیت سنگھ تخت پر بیٹھے تو وہ چاہتے تھے کہ ہلدو اور مسلمان اپنے کو اسی طرح دیش بہت سمجھیں جس طرح سکھ سمجھتے تھے اور اس درشتی سے راجکاج میں انہوں نے انکی صلح اُنکی ہی ضروری سمجھی جتنی سکھوں کی۔ اس لئے رنجیت سنگھ نے جہاں تک راجنیک شاسن کا سبندہ تھا، اگل تخت کی حکومت اٹھا دی اور اپنے مندریوں سے انہیں میں سبھی سمورداہیں کے لوگ تھے، راجکاج کے بارے میں صلح لینے لگے۔ اس طرح کی شدہ دنیوی یوجنا میں گروست کی جگہ نہ تھی۔ بدی سکھوں کے سکھ سے دھارمک حکمانوں کے ذریعہ رنجیت سنگھ حکومت کرنے کی کوشش

کرتے تھے۔ ان کے لیے ہندو اور مسلمانوں کی رفاہی بھی تھی۔

رانا جیٹ سنگھ نے سیکھ 'میسلس' کے پدوں کو بھی توبہ دیا۔ میسل سیکھ شرف کے بোধک تھے۔ ان کے नेता سدا سیکھ ہوتے تھے اور ان کے فیصلے ہمیشہ گرومت سے ہوتے تھے۔ یہ پرتھا اس وقت تک جاری تھی جب تک ہندو دیہہ ہوتے تھے اور مسلمان دیہی تھے۔ اب جبکہ ہندو اور مسلمانوں کو ناگرتا کا ادھیکار دیا گیا اور وہ پنجاب راشٹر کے سلمان نہ انگ بن گئے تو ان کے اوپر ایک سامہرد ایک سنگھ کا شاسن پڑ گیا تھا۔ اس نے جبکہ پدی ایک ایسی سرکار کا شاسن کر دیا تھا جو سب کے سرکار تھی تو اچھا ہی ہوا۔ مسلمانوں کے دوارا سکھوں کے بہترین گنوں کا وکس ہوا اور اس زمانے میں سکھ سنگتوں کی فرویدیں اس کے ذریعہ روشنی میں آئیں۔ پرتھجیت سنگھ کے سہ لکھی پرائی خوبیاں نشست ہو گئی تھیں اور خود غرضی اور ہریلو چکر کے ان کے گنوناشرک پہلو کو بالکل مذاق بنا دیا تھا۔

[2]

سیاسی 'گرومت' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرومت' جاری رہے، لیکن چونکہ ان کے لیے ساروچنگ جوش رہا نہیں رہا تھا اس لیے وہ آہستہ آہستہ دھرم اندھوں یا گرو دواروں کے غیر زمسوار ہنڈوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اسے بالکل تھمت بنا دیا۔

سیکھوں کا پرچار کاربہ اور پنتھ کی طاقت جمہوری بھاونہ کے فٹسٹ ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ سٹو کے راجگال میں چوطرفہ اٹھا چاروں سے اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا گنوناشرک کی بھاونہ کے نشست ہونے سے پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اس سمنے سب سے زیادہ ہوا جب ہر اہری کے درجے کے بہن بہن ویکٹیوں نے ایک ہو کر سنگتہت روپ سے کام کیا۔ وہ آدیوگ سب کے لیے تھا اور سب کا تھا۔ یہاں تک کہ سہوں کی پرارتھنا ہی کسی ایک ویکٹی کی نہیں بلکہ جماعت کی پرارتھنا تھی۔ اپنی پرارتھنا میں سکھ ایشور کے آدیوگت دھرم گروں کا آسوان کرنا ہے اور ان سب مہان سکھوں کے کاموں کو یاد کرنا ہے جنہوں نے پنتھ کے لٹہ قربانیاں کیں۔ سکھوں کی پرارتھنا اس کے سامنے سہردائے کے سہلت جیہوں کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اس کی وردہ سہتیں اور ان کے سنگت کی جگہوں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور اس طرح وہ ان لوگوں کے سنسگ میں آتا ہے جنہوں نے پنتھ کے پرانے اور نئے اٹھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شہد ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے اکتھا ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شہد ہے پر وہ ایسا

سیاسی 'گرومت' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرومت' جاری رہے، لیکن چونکہ ان کے لیے ساروچنگ جوش رہا نہیں رہا تھا اس لیے وہ آہستہ آہستہ دھرم اندھوں یا گرو دواروں کے غیر زمسوار ہنڈوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اسے بالکل تھمت بنا دیا۔

[2]

سیکھوں کا پرچار کاربہ اور پنتھ کی طاقت جمہوری بھاونہ کے فٹسٹ ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ سٹو کے راجگال میں چوطرفہ اٹھا چاروں سے اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا گنوناشرک کی بھاونہ کے نشست ہونے سے پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اس سمنے سب سے زیادہ ہوا جب ہر اہری کے درجے کے بہن بہن ویکٹیوں نے ایک ہو کر سنگتہت روپ سے کام کیا۔ وہ آدیوگ سب کے لیے تھا اور سب کا تھا۔ یہاں تک کہ سہوں کی پرارتھنا ہی کسی ایک ویکٹی کی نہیں بلکہ جماعت کی پرارتھنا تھی۔ اپنی پرارتھنا میں سکھ ایشور کے آدیوگت دھرم گروں کا آسوان کرنا ہے اور ان سب مہان سکھوں کے کاموں کو یاد کرنا ہے جنہوں نے پنتھ کے لٹہ قربانیاں کیں۔ سکھوں کی پرارتھنا اس کے سامنے سہردائے کے سہلت جیہوں کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اس کی وردہ سہتیں اور ان کے سنگت کی جگہوں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور اس طرح وہ ان لوگوں کے سنسگ میں آتا ہے جنہوں نے پنتھ کے پرانے اور نئے اٹھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شہد ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے اکتھا ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شہد ہے پر وہ ایسا

نہیں ہے کہ راشٹر کے سبھی کلموں، نہ کہول اُس کے انتہاس بلکہ اُس کے فوجی، دلدھی اور مذہبی زندگی کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ کنتو 'خالصہ' شد کے اندر سکھوں کی سنستھائیں اور اُن کے سبھی کام آجاتے ہیں۔ جب تک سکھوں میں 'خالصہ' کی بھاؤنا ہوگی وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ کو بھی سکھوں سے کامیابی کے ساتھ کام لینے کے لئے 'خالصہ' کے سبھی انگوں اور کرم گانڈوں کو استعمال کرنا پڑا تھا۔ رنجیت سنگھ کی موت کے بعد جب کوئی ایک دیہاتی شہس کی ہاک دور نہ سنہال سکا تو چنہ ہرنے پرتو گندھوں کی پنچائیتوں نے کسی طرح شہس کی ایک روپ دیکھا قائم رکھی۔

ہندوستان سے باہر ملایا، چین، یا کناڈا میں یہ آپ سیکھوں کے کلموں پر نظر ڈالیں تو آپ کو اُن کی سنگتیں پڑھیں گی کہ ثبوت ملے گا۔ وہ سماجک پرانی ہیں۔ جب بھی دو یا تین سکھ اکٹھا ہونگے تو مل بیٹھ کر بھجن گائیں گے۔ یہی اُن کی تعداد کافی ہو تو وہ فوراً گردوارا کی بنیاد ڈال دیں گے اور سنگت بنا کر اکٹھا ہونے لگیں گے۔ اُن کی جو یہ سنگت بھاؤنا ہے اُس کے کون جب بھی وہ ملتے ہیں تو اپنے 'جتنے' یا 'دیوان' (ستی) بنا کر پرچار کاربہ شروع کر دیتے ہیں۔

[3]

یہ ترقی کا زمانہ ہے۔ اپنے پتن کے زمانے سے سکھ جو اپنے دو بھولے ہیں تو آج تک نہیں جاگ اُٹھے۔ آج تک اُنہیں اپنے کو اور نئے سرے سے اپنی تمام سنستھائوں کو جگانا ہے۔ ویسے پرانی پرہیز کی یاد کچھ باقی ہے۔ امرتسر، آند پور، پٹنہ اور ناندر کے چاروں تختوں کا انتہاس 'راحت نامہ' اور دوسری انتہاسک پستکوں میں درج ہے پر جو سامگری ملتی ہے وہ کافی نہیں اور سکھوں کو پرانی کلپنا قائم کرنے کے لئے اپنی کلپنا سے کام لینا پڑے گا۔ سکھوں میں چونکہ شکشا کی بہت کمی ہے اس لئے اُن کی کلپنا کا یہی سموچت آپوگ نہیں کیا جا سکتا۔ سکھوں کی کوئی ایسی کیندریہ سنستھا بھی نہیں ہے جو اُن کے دھارمک فیصلوں میں ایکتا اور بدھیتا پیدا کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ بے چین سدھارک خالصہ کی آدار بھاؤنا کے بالکل وزیریت آشچریہ جنک رواج اور انوکھی سنستھائیں قائم کر رہے ہیں۔ کنتو مسجددار فیٹا جادبازی کا قدم اُٹھانے سے اپنے کو بچا رہے ہیں اور اپنی ساری شکتی سکھوں میں ساروجنک روپ سے شکشا دیہ اور گردواروں کا سدھار کرنے میں لگا رہے ہیں اور ایک ایسی کیندریہ سنستھا کی بنیاد ڈال رہے ہیں جس کے فیصلے سب کے لئے مانیہ ہونگے۔ اُنہیں نے ادھیکانک گردواروں پر قانونی ادھیکار پالیا ہے اور باقی گردواروں پر بھی ادھیکار

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سب پر بندہ کے لئے انہوں نے بالغ مٹادھیکار میں ہر سیکھ کو ہر سیکھ پر بندہ کی کمیٹی بنا لی ہے۔ 'سٹرپوں' کو روٹ کا ادھیکار دیکر انہوں نے ایک کرائیواری قدم اٹھایا ہے جس سے 'سٹرپوں' کو سپروائز کے ہر فیصلے، مندرجوں اور دھارمک آچار و چاروں تک کو طے کرنے میں حصہ لینے کا ادھیکار حاصل ہو گیا ہے۔ کنتو شرومنی گرو دوارا پر بندہ کی کمیٹی کا دائرہ ابھی چھوٹا ہے اور وہ پنتھ کی ہر کارروائی میں نیترو نہیں کر سکتی۔ سیکھ ابھی تک بہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ انہیں گرو دوارا پر بندہ کی کمیٹی کے علاوہ پنتھ کے ائمہ کوئی اور سنسٹھا بنانی ہے یا نہیں۔

پنتھ کے لیے اس طرح کی سنسٹھا بنانے کا سوال بہت مہتمم ہے۔ ائمہ گرو گروند سنگھ کی موت کے سب سے پہلے کو ادھیکارک ہوم رول مل گیا تھا۔ شروع شروع میں انہوں نے پنتھ کے فیصلوں کے لئے یونانی طریقہ اپنایا تھا کہ جس کے انوسار ہر ویکی کو پنتھ کے فیصلوں میں حصہ لینے کا ادھیکار تھا۔ اس کام کے لئے 'اکال تخت' میں 'سربت خاصہ' کا ادھیوشن سال میں یا چھ مہینے میں ایک بار ہوا کرتا تھا۔ جب سکھوں پر اٹھایا جانے لگے تو اس طرح کے ادھیوشن ناممکن ہو گئے اور اکال تخت کو خود ہی سارے فیصلے کرنے پڑے تھے۔ مسلوں کے شلشن کے سب سے اکال تخت کی کارروائی بھاری بھر کم ہو گئی اور سنسٹا کی خواہش نے خودغرض لوگوں کے ہاتھوں میں طانت دے دی۔ یہ کیفیت رنجیت سنگھ نے آکر دور کی۔ رنجیت سنگھ کی خواہش مغلوں کی طرح ہی ایک ساروہوم سنسٹا استھاپت کرنے کی تھی۔ اس لئے انہوں نے سب فرقوں کی ملی جلی سنسٹھا کی بات سوچی۔ ان کے زمانے میں اہل تخت ایک بے جان چیز بن کر رہ گیا۔ رنجیت سنگھ کے بعد جب انگریزی شلشن قائم ہوا تو سکھوں کے نیتا اتنے پڑوسر ہو چکے تھے کہ وہ نرواچت سنسٹاؤں کی بات بھی نہ سوچ سکتے تھے۔ جب پشچمی سبھیتا کا سنسروگ ہوا اور پشچمی شکشا اور سنسٹاؤں سے لوگوں کا پرپیچے ہوا تو سکھوں نے بھی 'دیوان' بنا کر شکشا، ساماچک اور دھارمک سدھار کا کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ کنتو سکھوں میں گھر اور شکشا ہونے کے کارن یہ پرگتی پوری طرح سمجھو نہ ہو سکی۔ پر سن 1921 سے 1926 تک ان پر جو گرو کے باغ آدمی میں بھونکر ظلم ہونے انہوں نے اس طرح انہیں سنکھت کر دیا جیسے وہ پہلے کبھی نہ تھے۔ گرو دواروں کے پر بندہ کے لئے ان کی شرومنی پر بندہ کی کمیٹی قانونی سنسٹھا بن گئی ہے کنتو جیسا مینے اوپر بتایا ہے کہ وہ ابھی تک ایسی سروادھیکاری سنسٹھا نہیں بن پانی جو سارے پنتھ کو ادھیکار کے ساتھ چلائے۔

پنتھ کے لئے اس طرح کی سنسٹھا بنانے کا سوال بہت مہتمم ہے۔ ائمہ گرو گروند سنگھ کی موت کے سب سے پہلے کو ادھیکارک ہوم رول مل گیا تھا۔ شروع شروع میں انہوں نے پنتھ کے فیصلوں کے لئے یونانی طریقہ اپنایا تھا کہ جس کے انوسار ہر ویکی کو پنتھ کے فیصلوں میں حصہ لینے کا ادھیکار تھا۔ اس کام کے لئے 'اکال تخت' میں 'سربت خاصہ' کا ادھیوشن سال میں یا چھ مہینے میں ایک بار ہوا کرتا تھا۔ جب سکھوں پر اٹھایا جانے لگے تو اس طرح کے ادھیوشن ناممکن ہو گئے اور اکال تخت کو خود ہی سارے فیصلے کرنے پڑے تھے۔ مسلوں کے شلشن کے سب سے اکال تخت کی کارروائی بھاری بھر کم ہو گئی اور سنسٹا کی خواہش نے خودغرض لوگوں کے ہاتھوں میں طانت دے دی۔ یہ کیفیت رنجیت سنگھ نے آکر دور کی۔ رنجیت سنگھ کی خواہش مغلوں کی طرح ہی ایک ساروہوم سنسٹا استھاپت کرنے کی تھی۔ اس لئے انہوں نے سب فرقوں کی ملی جلی سنسٹھا کی بات سوچی۔ ان کے زمانے میں اہل تخت ایک بے جان چیز بن کر رہ گیا۔ رنجیت سنگھ کے بعد جب انگریزی شلشن قائم ہوا تو سکھوں کے نیتا اتنے پڑوسر ہو چکے تھے کہ وہ نرواچت سنسٹاؤں کی بات بھی نہ سوچ سکتے تھے۔ جب پشچمی سبھیتا کا سنسروگ ہوا اور پشچمی شکشا اور سنسٹاؤں سے لوگوں کا پرپیچے ہوا تو سکھوں نے بھی 'دیوان' بنا کر شکشا، ساماچک اور دھارمک سدھار کا کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ کنتو سکھوں میں گھر اور شکشا ہونے کے کارن یہ پرگتی پوری طرح سمجھو نہ ہو سکی۔ پر سن 1921 سے 1926 تک ان پر جو گرو کے باغ آدمی میں بھونکر ظلم ہونے انہوں نے اس طرح انہیں سنکھت کر دیا جیسے وہ پہلے کبھی نہ تھے۔ گرو دواروں کے پر بندہ کے لئے ان کی شرومنی پر بندہ کی کمیٹی قانونی سنسٹھا بن گئی ہے کنتو جیسا مینے اوپر بتایا ہے کہ وہ ابھی تک ایسی سروادھیکاری سنسٹھا نہیں بن پانی جو سارے پنتھ کو ادھیکار کے ساتھ چلائے۔

کيا سیکھوں کو اس کام کے لیے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ہمیں سکھوں کے سیاسی سمبند پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گوویند سنگھ نے شانتی کے সময় سیکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دنیوی ستنا سوٹیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستنا سوٹیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتہاس کو دیکھنے سے ہتہ چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوٹیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شامن کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہ بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنتھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اُس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگپرش بھی یہ شروع ہوئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوٹیکار کرلینی چاہیئے کہ بدی اُن کا سنگتھیں یہ پڑانی پرپھانی پر چلا تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشچئے ہی سنگپرش میں آئینگے۔ اس لئے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلٹہ کی طرف ونادار عوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا آرتھ گرو گوویند سنگھ کے جھنڈے کو نیچا کرنا ہوگا! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دنیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمپرڈایوں کا سپروک ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسپروک کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سویدھاؤں اور رابیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گرو دوارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھارگھی تھدی پہلے رہا نہ کر دینے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پہدا ہو گیا۔ سکھ نیٹا اس پرستار کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلاف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُٹانے کے بعد سکھ نیٹاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چیکے چیکے صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نیٹاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس لئے نہیں بٹانی گئیں کہ اُن کے گروست

کيا سیکھوں کو اس کام کے لیے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ہمیں سکھوں کے سیاسی سمبند پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گوویند سنگھ نے شانتی کے زمانے میں سکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دنیوی ستنا سوٹیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستنا سوٹیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتہاس کو دیکھنے سے ہتہ چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوٹیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شامن کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہ بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنتھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اُس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگپرش بھی یہ شروع ہوئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوٹیکار کرلینی چاہیئے کہ بدی اُن کا سنگتھیں یہ پڑانی پرپھانی پر چلا تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشچئے ہی سنگپرش میں آئینگے۔ اس لئے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلٹہ کی طرف ونادار عوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا آرتھ گرو گوویند سنگھ کے جھنڈے کو نیچا کرنا ہوگا! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دنیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمپرڈایوں کا سپروک ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسپروک کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سویدھاؤں اور رابیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گرو دوارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھارگھی تھدی پہلے رہا نہ کر دینے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پہدا ہو گیا۔ سکھ نیٹا اس پرستار کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلاف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُٹانے کے بعد سکھ نیٹاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چیکے چیکے صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نیٹاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس لئے نہیں بٹانی گئیں کہ اُن کے گروست

کے بیشتر नेताओं ने सुलह की थी. सिख नेताओं में इतनी हिम्मत न थी कि वे जनता का खुल्लमखुल्ला सामना करते.

इस विकल्प से निकलने का अब एक यही तरीका है कि मौजूदा हालत में सिक्र बार्मिक मामलों में गुरुमत लिया जाय और राजनैतिक मामलों को सुलह सफाई से हल किया जाय. इस फैसले के लिये दो साफ बजहें हैं. एक यह कि जिन दिनों पन्थ कायम हुआ था तब से अब राजनैतिक नज़रिया बिलकुल बदल गया है. तब खालसा आज़ाद थे. ऊपर ईश्वर था और नीचे पन्थ था, दोनों के बीच में खल देने वाली कोई दुनियावी ताकत न थी. किन्तु आज स्वराज का मतलब खाली सिखों का राज नहीं है बल्कि कुल हिन्दुस्तानियों का राज है जिसमें हिन्दू, मुसलमान, ईसाई और सिख शामिल हैं. उस ज़माने में किसी भी खिले पर हिन्दू, सिख या मुसलमान आज़ादी से गुरुमत कर सकते थे लेकिन आज राष्ट्रीयता का अर्थ बदल गया है. आज बहुत से सवाल ऐसे हैं जो महज सिखों के नहीं रहे बल्कि सभी सम्प्रदायों के बन गये हैं. मिसाल के तौर पर पञ्जाबी भाषा का प्रश्न जिसकी हिफ़ाज़त के लिये आज हिन्दू, मुसलमान, सिख, सबको सम्मिलित प्रयत्न करना चाहिये. एक बार एक ब्रह्मण ने शिकायत की कि उसकी बीबी 'कुसूर का नवाब' हर ले गया. इस पर अकाल तख्त पर मिसल इकठ्ठा हुये और इन्होंने इस अन्याय का बदला लेने और ब्राह्मणी को वापस लाने के लिये एक जत्था भेजा. आज अगर कोई ऐसी बात हो तो मामला पुलिस के सुपुर्द करना होगा. उस तरह के मामले यदि पन्थ हाथ में लेगा तो सरकार के साथ उसके निरर्थक संघर्ष होंगे. सिख नेताओं का यह फर्ष है कि वे सिख जनता को बतायें कि अब ज़माना बदल गया है और राजनैतिक आदर्श भी बदल गये हैं. इसलिए इस परिवर्तन के अनुसार सिख जनता को अपने पन्थ के सङ्गठन में भी परिवर्तन करने की ज़रूरत है.

کے درودہ لیڈروں نے صلح کی تھی. سک نیٹاؤں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ جنٹا کا کھلم کھلا سامنا کرتے.

اس وقت سے نکلنے کا اب ایک یہی طریقہ ہے کہ موجودہ حالت میں صرف دھارمک معاملوں میں گرومت لیا جائے اور راجنیتک مسئلوں کو صلح صفائی سے حل کیا جائے. اس فیصلے کے لئے دو صاف وجہیں ہیں. ایک یہ کہ جن دنوں پلٹہ قائم ہوا تھا تب سے اب راجنیتک نظریہ بالکل بدل گیا ہے. تب خالصہ آزاد تھے. اوپر ایشور تھا اور نیچے پلٹہ تھا، دونوں کے بیچ میں دخل دینے والی کوئی دنیوی طاقت نہ تھی. کنتو آج سوراچ کا مطلب خالی سکھوں کا راج نہیں ہے بلکہ کل هندوستانوں کا راج ہے جس میں ہندو، مسلمان، عیسائی اور سک شامل ہیں. اُس زمانے میں کسی بھی خطے پر ہندو سک یا مسلمان آزادی سے حکومت کر سکتے تھے، لیکن آج راشٹرنیٹا کا ارٹھ بدل گیا ہے. آج بہت سے سوال ایسے ہیں جو محض سکھوں کے نہیں رہے بلکہ سبھی سکھوں کے بن گئے ہیں. مثال کے طور پر پنجابی بھاشا کا پرشن جس کی حفاظت کے لئے آج ہندو، مسلمان، سک سب کو سملت پریتن کرنا چاہئے. ایک براہمن نے شکایت کی کہ اُس کی بیوی 'قصور کا نواب' ہو گئی. اس پر اکال تخت پر مسل اکتھا ہوئے اور انہوں نے اس اٹیائے کا بدلہ اپنے اور براہمنی کو واپس لے کے لے ایک جتھا بھیجا. آج اگر کوئی ایسی بات ہو تو معاملہ پولس کے سپرد کرنا ہوگا. اس طرح کے معاملے دی دی پلٹہ ہاتھ میں لگا کر سرکار کے ساتھ اُس کے نورتھک سنگھرش ہونگے. سک نیٹاؤں کا یہ فرض ہے کہ وہ سک جنٹا کو بتائیں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور راجنیتک آدرش بھی بدل گئے ہیں. اس لئے اس پریوتن کے انہار سک جنٹا کو اپنے پلٹہ کے سنگٹھن میں بھی پریوتن کرنے کی ضرورت ہے.

شری جی. سندر ریڈی

شری جی. سندر ریڈی

پورانے زمانے سے مذہب اور سائنس کے بیچ کھینچ تان چلی آ رہی ہے۔ اگر دھرم اور دیکھان کے بیچ میں کھینچ تان نہ ہوتی تو آج کی دنیا جس شکل میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، کبھی نہ رہتی۔ ہندو دھرم، عیسائی دھرم اور اسلام دھرم کے اسباب سے یہ صاف ہے کہ دھرم اور دیکھانک وچاروں کا سنگمہن لین میں آج تک جاری ہے۔

پرانس کی کرائنتی کے بعد یورپ کے ساماجک، آرٹھک راجنیتک اور دھارمک چھیتروں میں سائنس کا ایک طوفان آیا تھا۔ اس دیکھانک کرائنتی نے تمام دنیا میں دیکھانک درشتی کوئلر کو اور جگایا۔ اس وچار دھارا کا مقصد تھا کہ ساماجک، آرٹھک اور راجنیتک چھیتروں میں دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ جو آندولن ہو رہا ہے اسے ختم کیا جارے۔

فرانس کی کرائنتی کے بعد یورپ کے ساماجک، آرٹھک راجنیتک اور دھارمک چھیتروں میں سائنس کا ایک طوفان آیا تھا۔ اس دیکھانک کرائنتی نے تمام دنیا میں دیکھانک درشتی کوئلر کو اور جگایا۔ اس وچار دھارا کا مقصد تھا کہ ساماجک، آرٹھک اور راجنیتک چھیتروں میں دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ جو آندولن ہو رہا ہے اسے ختم کیا جارے۔

فرانس کی کرائنتی کے بعد یورپ کے ساماجک، آرٹھک راجنیتک اور دھارمک چھیتروں میں سائنس کا ایک طوفان آیا تھا۔ اس دیکھانک کرائنتی نے تمام دنیا میں دیکھانک درشتی کوئلر کو اور جگایا۔ اس وچار دھارا کا مقصد تھا کہ ساماجک، آرٹھک اور راجنیتک چھیتروں میں دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ جو آندولن ہو رہا ہے اسے ختم کیا جارے۔

لیبرللیزم، ڈیموکریٹک سوشللیزم، کمنیونزم اور انارکھزم کی پیداہش اس لیے ہوئی کہ سماج کا سارا کام ترقی کی بنیاد پر ہو۔ سماج میں جو اننیاہ اور اتنیاہار ہو رہے ہیں، وہ سب سماج میں بھائنیک-وچاردھارا کی کمی کے کارن ہیں۔

لیبرلزم، ڈیموکریٹک سوشلزم، کمنیونزم اور انارکھزم کی پیداہش اس لیے ہوئی کہ سماج کا سارا کام ترقی کی بنیاد پر ہو۔ سماج میں جو اننیاہ اور اتنیاہار ہو رہے ہیں، وہ سب سماج میں بھائنیک وچار دھارا کی کمی کے کارن ہیں۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں والٹیر، ڈیڈروانٹ، روسو، مارکس، انجیلس اور لینن نے اپنے جیون کا دھیت، دنیا کے اندھیرے سے اندھیرے کرنے میں دیکھانک وچار دھارا کے پرکاش کو پھولانا بنا لیا تھا۔ دیکھانک وچار دھارا کے ان بیئمہروں نے اپنی لکھنی کی شکتی سے سارے سلسار میں اس کا پرچار بھی کیا اور اس کے انہیانوں کی سٹھیا دن درگنی اور رات چوگنی پڑھ گئی۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں والٹیر، ڈیڈروانٹ، روسو، مارکس، انجیلس اور لینن نے اپنے جیون کا دھیت، دنیا کے اندھیرے سے اندھیرے کرنے میں دیکھانک وچار دھارا کے پرکاش کو پھولانا بنا لیا تھا۔ دیکھانک وچار دھارا کے ان بیئمہروں نے اپنی لکھنی کی شکتی سے سارے سلسار میں اس کا پرچار بھی کیا اور اس کے انہیانوں کی سٹھیا دن درگنی اور رات چوگنی پڑھ گئی۔

جیسے جیسے دیکھان کی آنتنی ہوتی گئی ویسے ویسے دیکھانک وچار دھارا کا مہتو بھی بڑھتا گیا۔ کنتو دنیا کے کوئلے کوئلے میں اس دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ ودرودھ آٹھ کھڑے ہوئے ایک رنگ، جاتی، سلسکرتی اور ایسے ہی کچھ اندھوشولس جن کے آستیتو کا کوئی ڈارکک ادھار نہیں دنیاس میں پھیلا جا رہے ہیں۔ انہیں ہانے والے کتے ہیں کہ ان کا وشواس دل ہی ان ہارناؤں میں ہے جو دھیل پر ملبصر نہیں۔

جیسے جیسے دیکھان کی آنتنی ہوتی گئی ویسے ویسے دیکھانک وچار دھارا کا مہتو بھی بڑھتا گیا۔ کنتو دنیا کے کوئلے کوئلے میں اس دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ ودرودھ آٹھ کھڑے ہوئے ایک رنگ، جاتی، سلسکرتی اور ایسے ہی کچھ اندھوشولس جن کے آستیتو کا کوئی ڈارکک ادھار نہیں دنیاس میں پھیلا جا رہے ہیں۔ انہیں ہانے والے کتے ہیں کہ ان کا وشواس دل ہی ان ہارناؤں میں ہے جو دھیل پر ملبصر نہیں۔

आर्थिक और सामाजिक समानता के लिए लेनिन ने वर्ग-संघर्ष को अपना साधन बना लिया। लेकिन गांधी जी ने वर्ग-समन्वय और सांस्कृतिक समन्वय को अपना मार्ग बना लिया, विश्व-शान्ति के लिए आर्थिक, राजनीतिक, धार्मिक और सामाजिक शोषण का अन्त दोनों का मकसद है। किन्तु लेनिन हिंसा के साधन के उपयोग से अपना ध्येय प्राप्त करना चाहते हैं तो गांधी अहिंसा के साधन के उपयोग के द्वारा। एक में रक्तपात जरूरी है, दूसरे में हृदय परिवर्तन।

آرتھک اور ساماجک سمانتا کے لئے لیٹن نے ورگ سنگھوش کو اپنا سادھن بنا لیا۔ لیکن گاندھی جی نے ورگ - سمنوئے اور سانسکرینک سمنوئے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشوہانتی کے لئے آرتھک، راجنیوک، دھارمک اور ساماجک شوشنر کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لیٹن ہنسا کے سادھن کے اُپھوک سے اپنا دھیئہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اھنسا کے سادھن کے اُپھوک کے دوارا، ایک مہینہ دھکات ضروری ہے، دوسرے مہینہ ہرننہ پرپورتن۔

گاंधی جی کا یہ خیال تھا کہ رشتہ داروں سے یا خود سے کوئی بھی مسئلہ نہیں حل ہو سکتا۔ لیکن اس سے اور کئی وقت مسئلہ پیدا ہو جاتی ہیں جنہیں حل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اگر ایک بندہ سے کوئی مسئلہ حل ہو جاتی تو ہمارے اہلکاروں میں اتنے بندہ کیوں ہوتے؟ اتنے جان لیوا ہتھیاروں کی آہستہ کیوں ہوتی؟ ایٹم اور سوپر ایٹم کی آہستہ میں آہستہ کیوں ہوتی؟

دنیا کے کسان اور مزدور، دین اور دہی، دولت اور بدلت جاتوں نے گاندھی اور لینن دونوں کی خیانتوں میں اپنے دھرم کی وچار دھاراؤں میں اپنے سارے دھرم اور شوشیزوں کا اہت دیکھا پرتو دہی اور آہستہ شہل راشٹروں نے لینن کے سدھانتوں کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ مگر دھنک اور آہستہ شہل راشٹروں نے بھی گاندھی جی کی باتوں میں شانتی اور پرگتی کا مارگ دیکھا۔ لینن کا پرہاؤ کسی ایک جاتی، یا ورگ تک ہی سمیت رہا، لیکن گاندھی کا پرہاؤ دنیا کی تمام جاتی، تمام ورگ اور تمام مذہب والوں پر پڑا۔

لینن کے جھون میں ایشور کے لئے کہیں استھان نہیں ہے۔ وہ تو منوشیہ کو سرور شکتیمان سرجن ہار مانتے ہیں۔ ان کا مت ہے کہ ایشور تو ایک ہوتا ہے، جس کے نام پر ظلم اور ستم، شوشیز اور اہلیہ کئے جاتے ہیں۔ دھرم کا مول ایشور ہے اور آجکل کی آرتھک اور ساماچک اسمانتا کے پیچھے دھرم کام کر رہا ہے۔ اس لئے دھرم تو اہم کے سمان ہے، جس کے سہوں سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے اور اپنی بدھی اور شکتی کو بھو دیتا ہے۔ کلتو اس کا ارتہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی بھی دھرم کو نہ مانتے ہیں۔ ان کا دھرم کمپونزم ہے، جس کے دورا وہ ایک ایسا سماج استھاپت کرنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کے لوگ سکھی ہوں۔

گاندھی جی تو ایشور کو دنیا کا سرجن ہار اور اسے سلچالت کرتے والا مانتے ہیں۔ ایشور کی اہنت شکتی کے سامنے منوشیہ کو بہت چھوٹا سمجھتے ہیں۔ ایشور ایک ساگر ہے تو منوشیہ کو اسے ایک ونڈو کے سمان مانتے ہیں۔ کلتو آجکل کے دھرموں کو جن کی باہاد شوشیز اور اسمانتا پر ہے، دھرم نہیں مانتے ہیں۔ ان کا وشواس ہے کہ سب دھرموں کا مول ایک ہے۔ اسی پر اپنے وشو دھرم کا دے نرمان کرتے ہیں۔

آج ایک طرف نیشنلزم، ریشیلزم، کیتھولزم اور امپیریلزم پرانی وچار دھارا کا پرہندھی کمپونزم ہے۔ دونوں وچار دھاراؤں میں سنگرش جاری ہے۔ ایک کی طرف دھرم ہے اور دوسرے کی طرف پریشرم کرنے والا ورگ۔ ان دونوں وچار دھاراؤں کا سلوہ ہے گاندھی واد۔ اس میں سچے دھرم کا سوچت استھان ہے۔ ایک آدمی دوسرے

دنیا کے کسان اور مزدور، دین اور دہی، دولت اور بدلت جاتوں نے گاندھی اور لینن دونوں کی خیانتوں میں اپنے دھرم کی وچار دھاراؤں میں اپنے سارے دھرم اور شوشیزوں کا اہت دیکھا پرتو دہی اور آہستہ شہل راشٹروں نے لینن کے سدھانتوں کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ مگر دھنک اور آہستہ شہل راشٹروں نے بھی گاندھی جی کی باتوں میں شانتی اور پرگتی کا مارگ دیکھا۔ لینن کا پرہاؤ کسی ایک جاتی، یا ورگ تک ہی سمیت رہا، لیکن گاندھی کا پرہاؤ دنیا کی تمام جاتی، تمام ورگ اور تمام مذہب والوں پر پڑا۔

لینن کے جھون میں ایشور کے لئے کہیں استھان نہیں ہے۔ وہ تو منوشیہ کو سرور شکتیمان سرجن ہار مانتے ہیں۔ ان کا مت ہے کہ ایشور تو ایک ہوتا ہے، جس کے نام پر ظلم اور ستم، شوشیز اور اہلیہ کئے جاتے ہیں۔ دھرم کا مول ایشور ہے اور آجکل کی آرتھک اور ساماچک اسمانتا کے پیچھے دھرم کام کر رہا ہے۔ اس لئے دھرم تو اہم کے سمان ہے، جس کے سہوں سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے اور اپنی بدھی اور شکتی کو بھو دیتا ہے۔ کلتو اس کا ارتہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی بھی دھرم کو نہ مانتے ہیں۔ ان کا دھرم کمپونزم ہے، جس کے دورا وہ ایک ایسا سماج استھاپت کرنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کے لوگ سکھی ہوں۔

گاندھی جی تو ایشور کو دنیا کا سرجن ہار اور اسے سلچالت کرتے والا مانتے ہیں۔ ایشور کی اہنت شکتی کے سامنے منوشیہ کو بہت چھوٹا سمجھتے ہیں۔ ایشور ایک ساگر ہے تو منوشیہ کو اسے ایک ونڈو کے سمان مانتے ہیں۔ کلتو آجکل کے دھرموں کو جن کی باہاد شوشیز اور اسمانتا پر ہے، دھرم نہیں مانتے ہیں۔ ان کا وشواس ہے کہ سب دھرموں کا مول ایک ہے۔ اسی پر اپنے وشو دھرم کا دے نرمان کرتے ہیں۔

آج ایک طرف نیشنلزم، ریشیلزم، کیتھولزم اور امپیریلزم پرانی وچار دھارا کا پرہندھی کمپونزم ہے۔ دونوں وچار دھاراؤں میں سنگرش جاری ہے۔ ایک کی طرف دھرم ہے اور دوسرے کی طرف پریشرم کرنے والا ورگ۔ ان دونوں وچار دھاراؤں کا سلوہ ہے گاندھی واد۔ اس میں سچے دھرم کا سوچت استھان ہے۔ ایک آدمی دوسرے

की बेइतब नहीं समझ सकता. धर्म और एक दूसरे को अपने से नीचा नहीं समझ सकता. धर्म धर्म के लिए नहीं, विज्ञान-विज्ञान के लिए नहीं, दोनों मानव समाज के कल्याण के लिए हैं. जिस विज्ञान से मानव समाज की आध्यात्मिक और भौतिक उत्थिति नहीं होती, वह तो विज्ञान नहीं, लेकिन ऐसा एक बिस्फोटक है, जिसके फट जाने से उसका खात्मा हो जाना जरूरी है. इसलिए इन दोनों का उपयोग मानव समाज के कल्याण के लिए ही होना चाहिए. यही हमें गांधी-बाद सिखाता है.

गान्धी जी और लेनिन आज की पीड़ित और दुखित मानवता के लिए दो अमर ज्योति हैं. जिन ज्योतियों के सहारे आजकल की मानवता एक शानदार जगत की कल्पना कर रही है उनके भौतिक शरीर तो आज हमारे बीच में नहीं हैं, लेकिन उनकी अमर आत्मा और उन के आदर्शों की दिव्य-ज्योति हमारे सामने है. ये दिव्य-ज्योतियाँ तब तक जलती रहेंगी जब तक जमीन और आसमान है, और जब तक उनके बीच इनसान साँस लेते रहेंगे.

کی محضات نہیں سمجھ سکتا. دھرم اور ایک دوسرے کو اپنے سے نیچا نہیں سمجھ سکتا. دھرم دھرم کے لئے نہیں، وگیاں وگیاں کے لئے نہیں، دونوں مانو سماج کے اکیان کے لئے ہیں۔ جس وگیاں سے مانو سماج کی آدمیات تک اور بھونک اُنلتی نہیں ہوتی، وہ تو وگیاں نہیں، لیکن ایک ایسا وسپھوٹک ہے جس کے پھٹ جانے سے اس کا خاتمہ ہو جانے ضروری ہے۔ اس لئے ان دونوں کا آپدوک مانو سماج کے فائدے کے لئے ہی ہونا چاہئے۔ یہی ہمیں گاندھی-باد سیکھاتا ہے۔

گاندھی اور لینن آج کی پیڑت اور دوکھت مانوتا کے لئے دو امر جدوتی ہیں۔ جن جدوتیوں کے سہارے اچکل کی مانوتا ایک شاندار جکت کی کلہنا کر رہی ہے ان کے بھونک شریز تو آج ہمارے بیچ میں نہیں ہیں، لیکن انکی امر اُنما اور ان کے آدرشوں کی دیویہ جدوتی ہمارے سامنے ہے۔ یہ دیویہ جدوتیاں تب تک جلتی رہیں گی جب تک زمین اور آسمان ہے، اور جب تک ان کے بیچ انسان سانس لیتے رہیں گے۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.

—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known

—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by...instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.

—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.

—Vigil, Delhi.

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

پروفیسر جیٹا مل پرنسپل گلراجانی

پروفیسر جیٹا مل پرنسپل گلراجانی

ہم لوگ مہاپرشوں کے دیوس مانتے ہیں۔ کرو نانک کا دیوس مانتے ہیں، کرو گروند سنگھ کا دیوس مانتے ہیں۔ آج ہم سندھ کے پرسدہ کوئی شاہ عبداللطیف کا دیوس مانتے ہیں۔ کہا ان سے ہمیں درمیان سمسٹاؤں کو سنبھالنے کا مارگ مل سکتا ہے جبکہ چاروں اور سامہردائکتا کی اگنی دھدھک رہی تھی، ہندو مسلمان ایک دوسرے کو کات کر کھا رہے تھے؟ ادھر نوآکھالی میں ہندوؤں پر دیتی کا پہلو ٹوٹا اور بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ کیا ایسی دیتی میں ان دیوسوں کے ملالے سے ہمیں لاہ ہو سکتا ہے؟ ان سب پرشوں کا ایک ہی اثر ہے—”اوشہ“، کرن ان مہاپرشوں کی ہانی میں نہ کھول اپنے سمہ کی بات کہی گئی ہے، کنتو آج کے معاملوں کا سنبھاؤ بھی ان سے مل جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پرکرتی نے سندھ کو ایک وشیش سوغات دی تھی، وہ سوغات ہے ”صوفی دان“۔ سندھ کا پردیش پراچین آریہ یوومی ہے۔ وہاں وید اور اپنشدوں کے منتروں کا اچان کیا گیا۔ وہاں پہلے عربی بھاشا آئی، پھر فارسی آئی۔ آریشد پران آدمی سنسکرت ساهتھ کا ان دونوں بھاشاؤں میں انواد ہوا۔ اِس پرکار پرسدہ وچاروں کا اداں پردان ہوتا۔ پھر اِس عرب، فارس اور آریوں کی سنسکرتی کی سنگم روپی نروینی سے جو ایک اُنم چیز بنی، وہ ہے—صوفی دان، جس میں ”نا ہین ہندو نا ہین مسلمان“ کی دھونی گونجی۔ یہ وہی پراچین وستو ہے جو ستیہ ہے، شو ہے اور سندھ ہے، جس میں گیان، کرم اور شکتی کی ترہیڑی ہے۔ صوفی اِس کو حق، حسن اور خیر کہتے ہیں۔ شاہ لطیف کے شبدوں میں یہ سرجن (’خیر دے والا‘) سورتی اور سونہ، حسن یعنی سندرتا ہے۔ یہی سنسار کے تلیان کا مارگ ہے۔

ایک سمہ کی بات ہے، سندھ میں برسات اچھی ہوئی تھی، ان بہت ہوا۔ کاشتکار بڑے پرسن ہونے اور کہنے لگے کہ یہ ورش بڑے آند سے لکھا۔ ادھر مہاجن وچار کرنے لگے کہ—”اِس ورش ان بہت ہونے سے اِس کا پہلو ارشہ مندرا پر جانیگا۔“ اِس لگہ اُس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں۔ شاہ لطیف نے دیکھا کہ جن بیچاروں نے آندھی، ورشا اور تری دھوپ کا تنک بھی وچار نہ کیا، بیچ بڑا، دن

ہم لوگ مہاپرشوں کے دیوس مانتے ہیں۔ کرو نانک کا دیوس مانتے ہیں، کرو گروند سنگھ کا دیوس مانتے ہیں۔ آج ہم سندھ کے پرسدہ کوئی شاہ عبداللطیف کا دیوس مانتے ہیں۔ کہا ان سے ہمیں درمیان سمسٹاؤں کو سنبھالنے کا مارگ مل سکتا ہے جبکہ چاروں اور سامہردائکتا کی اگنی دھدھک رہی تھی، ہندو مسلمان ایک دوسرے کو کات کر کھا رہے تھے؟ ادھر نوآکھالی میں ہندوؤں پر دیتی کا پہلو ٹوٹا اور بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ کیا ایسی دیتی میں ان دیوسوں کے ملالے سے ہمیں لاہ ہو سکتا ہے؟ ان سب پرشوں کا ایک ہی اثر ہے—”اوشہ“، کرن ان مہاپرشوں کی ہانی میں نہ کھول اپنے سمہ کی بات کہی گئی ہے، کنتو آج کے معاملوں کا سنبھاؤ بھی ان سے مل جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پرکرتی نے سندھ کو ایک وشیش سوغات دی تھی، وہ سوغات ہے ”صوفی دان“۔ سندھ کا پردیش پراچین آریہ یوومی ہے۔ وہاں وید اور اپنشدوں کے منتروں کا اچان کیا گیا۔ وہاں پہلے عربی بھاشا آئی، پھر فارسی آئی۔ آریشد پران آدمی سنسکرت ساهتھ کا ان دونوں بھاشاؤں میں انواد ہوا۔ اِس پرکار پرسدہ وچاروں کا اداں پردان ہوتا۔ پھر اِس عرب، فارس اور آریوں کی سنسکرتی کی سنگم روپی نروینی سے جو ایک اُنم چیز بنی، وہ ہے—صوفی دان، جس میں ”نا ہین ہندو نا ہین مسلمان“ کی دھونی گونجی۔ یہ وہی پراچین وستو ہے جو ستیہ ہے، شو ہے اور سندھ ہے، جس میں گیان، کرم اور شکتی کی ترہیڑی ہے۔ صوفی اِس کو حق، حسن اور خیر کہتے ہیں۔ شاہ لطیف کے شبدوں میں یہ سرجن (’خیر دے والا‘) سورتی اور سونہ، حسن یعنی سندرتا ہے۔ یہی سنسار کے تلیان کا مارگ ہے۔

ایک سمہ کی بات ہے، سندھ میں برسات اچھی ہوئی تھی، ان بہت ہوا۔ کاشتکار بڑے پرسن ہونے اور کہنے لگے کہ یہ ورش بڑے آند سے لکھا۔ ادھر مہاجن وچار کرنے لگے کہ—”اِس ورش ان بہت ہونے سے اِس کا پہلو ارشہ مندرا پر جانیگا۔“ اِس لگہ اُس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں۔ شاہ لطیف نے دیکھا کہ جن بیچاروں نے آندھی، ورشا اور تری دھوپ کا تنک بھی وچار نہ کیا، بیچ بڑا، دن

रात जाय कर उसकी संभाल की, कसल लैयार होने पर काट कर रखा, उसका इन बेचारों को एक दाना भी न मिला और भाव गिर जाने के डर से इन मूर्जियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रख छोड़ा. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जिनि यहां गोलही मेरियो, था इत्थ इणनि।

पंजनि यां पंद्रह थिया, ईश्र था वर्क वरनि।

इ कारिया द्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह रुप, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूर्जी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह साहब को साम्प्रदायिकता से बड़ी चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आचरु आहियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कूड़ो तूँ कुफर से काफरु म कोठाइ।

हिन्दू हद्रि न आहीं जनियो तो न जुमाइ।

तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू जिया मुसलमान टियों विचु विघाऊँ वेरु

अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुधाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसु न मत्था, मां मुशरब मंफि पुदासु; अहियें इरक जो इम्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं मुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

रात जाग कर अँस की सलियाँ की, फल तार हुये प्रकटकर रक्का, अँस का इन बिचाराओं को एक दाना भी न मिला और पैदा कर जाने के डर से इन मूर्जियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रक्का. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जनी यहाँ गोली महरियें, तहाँ इत्थ इणनि।

पंजनी यां पंद्रह थिया, ईश्र था वर्क वरनि।

इ कारिया द्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह रुप, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूर्जी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह صاحب को साम्प्रदायिकता से बड़ी चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आचरु आहियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कूड़ो तूँ कुफर से काफरु म कोठाइ।

हिन्दू हद्रि न आहीं जनियो तो न जुमाइ।

तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू जिया मुसलमान टियों विचु विघाऊँ वेरु

अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुधाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसु न मत्था, मां मुशरब मंफि पुदासु; अहियें इरक जो इम्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं मुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

کھینچنے میرے سب مچھڑوں (دوہوں، مہوں) کو مٹا کر دیا ہے۔"

گو۰ گانویہ سید گو۰ سے آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمانان باء پڑھے، ہتھ نہاں نیرالے بڑھے۔"

گو۰ نانک کے پیش میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"نہاں ہندو، نہاں مسلمان"۔

کبیر صاحب جو گو۰ نانک سے 50 برس پہلے ہوئے وہی کہتے ہیں کہ—

"ہندو تیرک کھڑے سے آئے، کھینچنے ہیں یہ مہد بنائے۔"

کبیر سے ایک سو ویر، پہلے سن 1310 میں کشمیر میں ناصرالدین آدی صوفیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال مائی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

معنی— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہارت کے ہردے کی دعوتی ویدانت وائی کی یہی آواز ہے—

"نہاں مہو، نہاں دےہ یکشو نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا۔"

معنی— "میں مہو، دےہ یا یکش، براہمن، کھتری، ویش یا شورا نہیں۔ میں تاں آتم بوبہ روپ ہوں۔"

اس प्रकार यह अथर्वेद की वाणी, यह एकता की वाणी है जिसकी पाकिस्तान और हिन्दू को एवं सम्पूर्ण संसार को आवश्यकता है. जिससे इहलोक और परलोक सुखमय बन जाता है. यही सूक्तों की आवाज है, सभी सीख है और यही सनातन धर्म है.

جسے مہو، نہاں دےہ یکشو نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا ہے۔"

گو۰ گورند سنگھ سے کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمان بعد میں بچے، اتنے ناتھ نرالے بچے۔"

گو۰ نانک کے ورثہ میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"ناہیں ہندو، ناہیں مسلمان۔"

کبیر صاحب جو گو۰ نانک سے 50 ورث پہلے ہوئے وہی کہتے ہیں کہ—

"ہندو تیرک کھڑے سے آئے، کن لے ہیں یہ مہد بنائے۔"

کبیر سے ایک سو ویر، پہلے سن 1310 میں کشمیر میں ناصرالدین آدی صوفیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال مائی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

معنی— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہارت کے ہردے کی دعوتی ویدانت وائی کی یہی آواز ہے—

"نہاں مہو، نہاں دےہ یکشو نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا۔"

معنی— "میں مہو، دےہ یا یکش، براہمن، کھتری، ویش یا شورا نہیں۔ میں تاں آتم بوبہ روپ ہوں۔"

اس प्रकार یہ अथर्वेद की वाणी, यह एकता की वाणी है जिसकी पाकिस्तान और हिन्दू को एवं सम्पूर्ण संसार को आवश्यकता है. जिससे इहलोक और परलोक सुखमय बन जाता है. यही सूक्तों की आवाज है, सभी सीख है और यही सनातन धर्म है.

چین اور بھارت کا سانسکرتک میل جول

چین اور بھارت کا سانسکرتک میل جول

شری ملند

شری ملند

دنیا کی آبادی کا آدھا حصہ ان دو شمالی دیشوں میں رہ رہا ہے۔ وشنو میں سب سے زیادہ آبادی انہیں دو ادھک دیشوں میں ہے اور یہاں کے واسی بھی پراچین راشٹر کے لوگ ہیں جن کی پراچین تم سہیتا کی کہانیاں آج بھی لوگ چاؤ سے پڑتے ہیں۔ ان دو دیشوں کے علاوہ کوئی ایسا تیسرا دیش نہیں ہے جو اننی بڑی آبادی اور پراچینتا کا دعویٰ کر سکے۔

دنیا کی آبادی کا آدھا حصہ ان دو شمالی دیشوں میں رہ رہا ہے۔ وشنو میں سب سے زیادہ آبادی انہیں دو ادھک دیشوں میں ہے اور یہاں کے واسی بھی پراچین راشٹر کے لوگ ہیں جن کی پراچین تم سہیتا کی کہانیاں آج بھی لوگ چاؤ سے پڑتے ہیں۔ ان دو دیشوں کے علاوہ کوئی ایسا تیسرا دیش نہیں ہے جو اننی بڑی آبادی اور پراچینتا کا دعویٰ کر سکے۔

ان دونوں پراچین راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہ رہے ہیں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ مٹرنا کا دیوار کرتے آئے ہیں۔ کہی بھی ایک لے دوسرے پر ادھکار جمالے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، ”وچاروں اور سدھانتوں کا آدان پردان اوشہ ہوتا رہا ہے۔“ (ڈاکٹر سنیات سین)۔

ان دونوں پراچین راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہ رہے ہیں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ مٹرنا کا دیوار کرتے آئے ہیں۔ کہی بھی ایک لے دوسرے پر ادھکار جمالے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، ”وچاروں اور سدھانتوں کا آدان پردان اوشہ ہوتا رہا ہے۔“ (ڈاکٹر سنیات سین)۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سنسکرتی اور دیوہاس کے اثرات سہیدہ استہاپت کرنے کا بھکوتہ پڑتین کیا ہے اور وہ سہیتا کے بہت پاس پہنچ چکے ہیں۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سنسکرتی اور دیوہاس کے اثرات سہیدہ استہاپت کرنے کا بھکوتہ پڑتین کیا ہے اور وہ سہیتا کے بہت پاس پہنچ چکے ہیں۔

4 جنوری سن 1943 کو پونا-स्थित ’بھنڈارکر ریسرچ سٹیڈیوٹ‘ کی رجت-جیونتی کے ابسار پر، ابھک پد سے ابھار دیتے ہوئے سربپستلی راڈاکھن نے کہا تھا—”مبھ-ایشیا کا مکرہم سے ہوکر چین کی دیوار تک ابھاروں کے یاत्रا-پथ اور भारतीयوں کی نई آبادی کا پتا سر آرل سٹین نے لگاایا ہے۔ ईसा से पूर्व दूसरी शताब्दी के लगभग भारत की सीमा पारकर मंगोल देशों में बुद्ध-धर्म ने बिस्तार पाया. कनिष्क के शासन काल से लेकर हर्ष वर्धन तक (लगभग 600 वर्षों तक) भारत एवं चीनवासियों के बीच सांस्कृतिक एकता की जड़ जमी रही. भारत आये हुए चीनी यात्रियों ने अपनी यात्रा का बहुमूल्य वृत्तान्त लिख छोड़ा है और बहुत सी बौद्ध धर्म सम्बन्धी रचनायें—जो मूलतः खो गई हैं—अनुबाध के रूप में आज भी चीन, जापान और तिब्बत की भाषाओं में सुरक्षित हैं.”

4 جنوری سن 1943 عیسوی کو پونا استہت ’بھنڈار کر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ‘ کی رجت جیونتی کے اوسر پر ادھیک پد سے بھاشن دیتے ہوئے سرویلی رادھ کرشن نے کہا تھا—”مربھہ ایشیا کی مرورہم سے موثر چین کی دیوار تک دیواروں کے یاत्रا پتہ اور بھارتیوں کی نئی آبادی کا پتہ سر آرل استین نے لگایا ہے۔ عیسوی سے پورو دوسری شتادہی کے لگ بھگ بھارت کی سیمہ پارکر منکول دیشوں میں بدھ دھرم لے وسٹر پایا۔ دنشک کے سامن کال سے لیکر مرش وردھن تک (لگ بھگ 600 ورشوں تک) بھارت ایوم چین واسیوں کے بھچ سانسکرتک اپنتا کی جڑ جمی ہے۔ بھارت آئے ہوئے چھلی یانریوں نے اپنی یاत्रا کا بھومولیکہ ورنات لہ چھوڑا ہے اور بہت سی بودھ دھرم سہیدھی رچنائیں—جو سولتا کو ٹکی ہیں—انہوں کے روپ میں آج بھی چین، جاپان اور تبت کی بھاشاؤں میں سرلشت ہیں۔“

جگت پرسدہ بودھ دھرم کے ہی وسکار کے کلن چین اور بھارت کے بھچ سانسکرتک اپنتا کا

جگت پرسدہ بودھ دھرم کے ہی وسکار کے کلن چین اور بھارت کے بھچ سانسکرتک اپنتا کا

—پ۔بی۔ آ۔ آر۔ آئی۔ 24:4-5 اگست 1943 میں پرکاشت۔

—پ۔بی۔ آ۔ آر۔ آئی۔ 24:4-5 اگست 1943 میں پرکاشت۔

سورپات ہوا۔ چین میں سرکشت ایکہاسک سامگریوں (Records) سے پرمانت ہے کہ بودہ دھرم بھارت سے چین میں بہت پہلے گیا تھا۔ 42ء جولائی سن '42ء کی 'ہندوستان ریویو' میں پروفیسر تان یون شان نے لکھا تھا—

“According to the record of Chinese history, it is Yung-Ping tenth year of Minti of the Han-Dynesty, namely 674 A. D., when Budhism formally reached China for the first time.”

آگے بڑھ کر یہ پون: لکھتے ہیں کہ “انہی دستوں سے پتہ چلتا ہے کہ ’شہن راج‘ (227-246 عیسوی) سے پور بودہ دھرم چین پہنچ چکا تھا۔”

پروفیسر تان یون شان کا کہنا ہے کہ چین کی دراجین دستک LEITH-TZU میں ایک استہان پر کنفیسیس کہتا ہے—

”میں نے ایک ایسے سادھو پرورش کے وشے میں سن رکھا ہے جو ’پچھم‘ میں بنا قانون کے شاسن کرتا ہے۔ لوگوں کا اس پر اکھنڈ رشواس ہے۔ اس کا سروپ اتنا رات ہے کہ اس کے تیجسوتا کے سامنے کوئی نہیں ٹک سکتا ہے۔“ ہم جانتے ہیں کہ چینی سنت کنفیسیس (478-511 عیسوی) پرور) کوئم بودہ (480-560 عیسوی) پرور) کا سکالین تھا۔ پرانے زمانے میں ’پچھم‘ شہن کا پرپوک چین ولسی بھارت کے لئے کرتے تھے اور اُسے پرانیہ ’پاشچانیہ راجہ‘ یا ’پاشچانیہ سورگ‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب کہ سویم چین دیہ کے لئے ’مدھیہ راشٹر‘ یا ’سورون راشٹر‘ جیسے نام دیوہار میں آتے تھے۔ اس پرکار بہت سیوہے کہ کنفیسیس کا سنکیت بودہ اور ان کی شکشا کی اور رہا ہو۔ اس کی دستک ’چن لو‘ (Chinese Records) میں لکھا ہے—”چن راج کے راجا چینگ کے شاسن کال کے چوتھے ورش میں پہلے پہل‘ آٹھارہ بودہ بیکشو‘ شن - لی - فان کے نائتو میں پچھم پرانت سے چین آئے اور اپنے سنگ بودہ کی موروثوں کے علاوہ بودہ دھرم کے گرنٹہ بھی لائے۔“ وہ سمیوتہ عیسوی پرور 268 میں چین گئے تھے۔

چین کے دوسرے بودہ دھرم گرنٹہوں میں سامانیہ آئیہ پائے سمیوتہ گئے ہیں۔ ان سب سے ہم اس نتیجہ پر آ پہنچتے ہیں کہ چین میں بودہ دھرم سن 67ء سے بہت پہلے پہنچا اور پروفیسر تان یون شان کے متانوسار دونوں راشٹروں میں سٹانسکرتک ایکٹا کا سورپات آج سے دو ہزار برس پہلے ہی ہو گیا تھا۔

چین کے دوسرے بودہ-دھرم-ग्रन्थों में सामान्य उल्लेख पाये गये हैं। इन सब से हम इस नतीजे पर आ पहुँचते हैं कि चीन में बौद्ध धर्म सन् 67 से बहुत पहले पहुँचा और प्रो० तान-युन-शान के मतानुसार दोनों राष्ट्रों में सांस्कृतिक-एकता का सूत्रपात आज से दो हजार बरस पहले ही हो गया था।

इस बिचार से अनेक लेखक सहमत हैं कि चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार इसवी सन् की पहली शताब्दी के पूर्व ही हो गया था। प्रो० विनय सरकार ने भी यह साबित

اس وچار سے انہک لیکھک سہمت کہ میں کہ چین میں بودہ دھرم کا پرچار عیسوی سن کی پہلی شتাবدی کے پرور ہی ہو گیا تھا۔ پروفیسر ویلم سرکار نے بھی یہ ثابت

کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ کال کے پرتم سمرات کا سماجیاتیان اشروک تھا جسکے समय में चीनवासी एक नये धर्म (बौद्ध-धर्म) से परिचित भर थे. अशोक जैसे, अन्तर्राष्ट्रीय राजा के समय में बौद्ध-धर्म की गन्ध चीन भी जा पहुँची। यह बात अतिहासिक नहीं जान पड़ती है. इसके अलावा पता चला है कि 'हान' वंशीय (सम्राट ई० पू० 140) पश्चिमी एवं मध्य-एशिया का एक महान् अन्वेषक था. प्रो० सरकार के अनुसार 'यदि वास्तव में चीन में भारत से बौद्ध धर्म के प्रचारक नहीं गये थे तो भी इतना मानना ही पड़ेगा कि उस समय भारत और चीन के बीच बड़ी सद्भावना थी और चीनी लोग उस बौद्ध धर्म से परिचित थे.

जब चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार हो गया तब चीनी भिक्षु एवं छात्र-गण विशेष-अध्ययन के लिए भारत आये और भारत से चीन में बौद्ध-धर्म के प्रचार के लिए भिक्षुओं एवं दूतों की टोली गई. इतिहास से पता चलता है कि चीन से फाहियान, हुएनसंग, इत्सिंग (673 से 685 तक नालन्दा में विद्यार्थी था) जैसे, विद्वान यात्री भारत आये और भारत से करयप मातंग, कुमार जीवक एवं गुनरत्न जैसे प्रसिद्ध अनुवादक चीन गए और संस्कृत से चीनी भाषा में पहले ने लगभग 93 पुस्तकों और दूसरे ने लगभग 64 पुस्तकों का सहल अनुवाद किया. फाहियान भारत आया और 15 साल बाद जब वह लौटा तब बुद्ध के रंग में वह पूरी तरह रंग गया था. बौद्ध धर्म के ग्रन्थ 'त्रिपिटिक' का प्रथम अनुवाद हुएनसंग एवं इत्सिंग ने किया था. अपने साथ चीन को हुएनसंग 567 पुस्तकों के 520 पोथे (Bundles) ले गया था जिसमें 75 पुस्तकों का अनुवाद वह कर पाया था. इत्सिंग अपने संग 400 पुस्तकें ले गया था और कुल 56 पुस्तकों का ही अनुवाद कर पाया. सभ्यता के इतिहास में ये गौरवपूर्ण काय सदा अमर रहेंगे.

कुन्सु-ची नामक पुस्तक के तैतालीसवें अध्याय में अमण ची-पो-आन ने अनुवादक समिति के जिन नौ मुख्य अंगों पर रोशनी डाली है उनका अध्ययन भी जरूरी है.

'प्रवासी' में प्रकाशित अपने एक लेख 'प्राचीन चीन और भारत' में श्री सुजित कुमार मुखोपाध्याय ने जिन मशहूर अनुवादकों का चिक्र किया है वे ये हैं :—

अमोघ वज्र—उत्तरी भारत का ब्राह्मण कुलीन अमण, जो सन् 719 ई० में चीन गया, भारत और लङ्का के शास्त्र पर लगभग 500 हस्तलिखित पुस्तकें संग्रहित करता रहा (734-46 ई०) और उसे चीन-सम्राट ने 'प्रज्ञाकोष' की पदवी दी.

—देखिए चाइनीज रिलिजन थू हिन्दू आइज—सन् 1919 में शचाई से प्रकाशित.

दिकहे चानिज रिलिजन नेर हल्लो अन्—1919 ई० में शन्हाई से प्रकाशित.

—'प्रवासी'—व० सं० 1350 अष्ट अंक, देखिये पृष्ठ संख्या 96-103.

'प्रवासी'—पृष्ठ सं० 1350 अंक. देखिये पृष्ठ संख्या 96-103.

कृत की पुरी कश्श की है. चान्काल के प्रथम स्रमरत का समालीन अशुक था जस के समे मीन चीन वासी एक नये धर्म (बुद्ध धर्म) से प्रचित भर थे. अशुक जैसे, अन्तर्राष्ट्रीय राजा के समय में बुद्ध-धर्म की गन्ध चीन भी जा पहुँची। यह बात अतिहासिक नहीं जान पड़ती है. इसके अलावा पता चला है कि 'हान' वंशीय (सम्राट ई० पू० 140) पश्चिमी एवं मध्य-एशिया का एक महान् अन्वेषक था. प्रो० सरकार के अनुसार 'यदि वास्तव में चीन में भारत से बुद्ध धर्म के प्रचारक नहीं गये थे तो भी इतना मानना ही पड़ेगा कि उस समय भारत और चीन के बीच बड़ी सद्भावना थी और चीनी लोग उस बुद्ध धर्म से परिचित थे.

जब चीन में बुद्ध धर्म का प्रचार हो गया तब चीनी भिक्षु और छात्र-गण विशेष-अध्ययन के लिए भारत आये और भारत से चीन में बुद्ध-धर्म के प्रचार के लिए भिक्षुओं एवं दूतों की टोली गयी. इतिहास से पता चलता है कि चीन से फाहियान, हुएनसंग, इत्सिंग (673 से 685 तक नालन्दा में विद्यार्थी था) जैसे, विद्वान यात्री भारत आये और भारत से करयप मातंग, कुमार जीवक एवं गुनरत्न जैसे प्रसिद्ध अनुवादक चीन गए और संस्कृत से चीनी भाषा में पहले ने लगभग 93 पुस्तकों और दूसरे ने लगभग 64 पुस्तकों का सहल अनुवाद किया. फाहियान भारत आया और 15 साल बाद जब वह लौटा तब बुद्ध के रंग में वह पूरी तरह रंग गया था. बौद्ध धर्म के ग्रन्थ 'त्रिपिटिक' का प्रथम अनुवाद हुएनसंग एवं इत्सिंग ने किया था. अपने साथ चीन को हुएनसंग 567 पुस्तकों के 520 पोथे (Bundles) ले गया था जिसमें 75 पुस्तकों का अनुवाद वह कर पाया था. इत्सिंग अपने संग 400 पुस्तकें ले गया था और कुल 56 पुस्तकों का ही अनुवाद कर पाया. सभ्यता के इतिहास में ये गौरवपूर्ण काय सदा अमर रहेंगे.

फो. त्सो. ची नामक पुस्तक के तैतालीसवें अध्याय में अमण ची-पो-आन ने अनुवादक समिति के जिन नौ मुख्य अंगों पर रोशनी डाली है उनका अध्ययन भी जरूरी है. 'प्रवासी' में प्रकाशित अपने एक लेख 'प्राचीन चीन और भारत' में श्री सुजित कुमार मुखोपाध्याय ने जिन मशहूर अनुवादकों का चिक्र किया है वे ये हैं :—

अमोघ वज्र—उत्तरी भारत का ब्राह्मण कुलीन अमण, जो 719 ई० में चीन गया, भारत और लङ्का के शास्त्र पर लगभग 500 हस्त लिखित पुस्तकें संग्रहित करता रहा (734-46 ई०) और उसे चीन-सम्राट ने 'प्रज्ञाकोष' की पदवी दी.

تھریٹک-مہانت' کی بھی اپادھی اے ملی۔ اس کی لگ بھگ 108 پستکوں (انوار سہت) کا پتا چلے ہے۔

آپ-شی-کاشو—سن 148 میں یہ پارٹین یوراج راج تیاگ کو چھین گیا۔ سوتروں کا چھٹی پاشا میں انوار کیا۔ اس نے لگ بھگ 65 پستکیں لکھی ہوں۔

آرت سنگ—چھٹی شرمتر نے 671 ع میں چھین چھڑا۔ آپس ایک دیس ہرمتر کر کے 695 ع میں دیس لوتا اور اپنے سنگ 400 کے لگ بھگ پستکیں لیا اور 713 ع میں مرا۔ اس نے تری پتک کا شہس انوار کیا۔ اس کی قریب 56 پستکیں ملتی ہیں۔

آر۔ لو۔ چھا۔—خون کے بکشو نے چو۔ شو۔ تھان سے مل انودت کر ایک سوتر کا انوار کیا۔

آپ شرنہ—(538-568 ع) مدھیہ بھارت میں اس راجکار کی پانچ ایک پستکیں ملتی ہیں جن میں مل کھرتی۔ نردیش بہت پرسدہ ہے۔

کشیپ ماتنگ—سن 67 میں بکشوؤں کی ڈالی لے چھین گیا، بوندہ دھرم کا پوجار کیا، مدھیہ بھارت کے براہمن کل میں جنم لے چھین کے، 'شویت متہ' میں مرا۔

کمار چھو—پرمدراکت منتریوں کے کل کا ایک بھارتی شرمتر جو 3838 سن میں چھین گیا اور جس نے 12 تک لگ بھگ 98 پستکیں کا انوار کیا۔ چھین میں 3000 سے زیادہ اس کے ششیہ تھے۔ سبہرتہ 415 ع میں وہ مرا۔ لگ بھگ 50 پستکیں ملتی ہیں۔

گوتم دھرم گیان یا دھرم پر گیا—بنارس کے گوتم پرگیاروچی کا ہوا لڑکا جو 577 ع میں اتری۔ چاؤ راجکار کے ادھین ایک ضلع کا 'وت' بنایا گیا۔ ایک پستک اس نے لکھی ہے۔

گوتم پرگیاروچی—سن (538-543 ع) بنارس کا براہمن، اس کی 13 پستکیں ملتی ہیں۔

گوتم سنگ دیو—کابل کا شرمتر، جو سن 382 ع میں چھین گیا۔ اس کی چار پستکیں ملتی ہیں۔

گن بھدر—براہمن کلین بھارتیہ شرمتر جو مہابان بوندہ دھرم سے پورن پرچت تھا، سن 435 ع میں چھین گیا، سن 443 ع تک انوار کرتا رہا، 75 वर्ष کی अवस्था में سن 468 में مرا۔

گن رتن—بھارتیہ شرمتر، 64 پستکیں کا انوار دک۔

چو۔ شو۔ لا—چھین میں پیدا ہوا۔ 52 پستکیں کا انوار کیا۔ ایک بھی نہیں ملتی۔

دیواکر—بھارتیہ شرمتر (676-688 ع) 19 پستکیں کا پرثیتا، سبھی پرآیت ہیں۔

دان پال—یہ بھارتیہ شرمتر سن 980 ع میں چھین گیا۔ چھین سمراتھ دوارا پرنشیت۔ 777 پستکیں لکھیں۔

پرمیتی—بھارتیہ شرمنز (705 ع)، اس کی ایک پستک ملتی ہے۔

فامہان—پوسدہ چینی بھکشو، سن 399 میں بدھ بھدر کے ساتھ ساتھ اس نے ایک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکیں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی روحی—اتری بھارت کا شرمنز جو سن 508 ع میں چین گیا۔ انہوں نے گرتھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی روحی کشیپ—براہمن کلین دکن، بھارتیہ شرمنز، پورو نام دھرم روحی تھا (684-705 ع)، 53 گرتھوں کا انہواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورہ کی عمر میں مرا۔

بدھ بھدر—بھارتیہ شرمنز، چینی بھاشا میں 15 پستکیں کا انہواد کیا۔ کبار جھو سے وہ پرچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429 میں مرا۔

بدھ شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539 ع) 9 پستکیں ملتی ہیں۔

متھیریہ بھدر—مکدہ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہکا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125 ع) 5 پستکیں کا لیکھک۔

رتن متی—بھارتیہ شرمنز (508 ع) دو پستکیں کا لیکھک۔

رتن چلتا—ایک شرمنز (69-727 ع) کاشمیر نواسی، سات پستکیں کا انہوادک، 100 برس سو جیا۔

وجز بودھی—براہمن کلین دکن بھارتیہ شرمنز، سن 719 ع میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکیں کا لیکھک۔

واشیپتیت—کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269 ع میں منگولین بھاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سنک ورمین—(506-520 ع) شہام دیشی شرمنز، 9 گرتھوں کا انہوادک۔

سبھاکر سنک—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716 ع میں چین گیا، سن 815 میں 99 ورہ کی अवस्था में मरा. 5 पुस्तकों का लेखक.

ہونی - چی (پرگیا)—بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692 ع میں ایک پستک کا انہواد کیا جو ملتی ہے۔

گھان گھت—(561-600 ع) گاندھار کا شرمنز، 38 پستکیں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورہ کی عمر میں مرا۔

گھان شری—سن 1053 میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکیں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتہ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381 ع)، گوتم سنک دبو (384 ع)، پیلہ مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397 ع)، بدھاشہ (چوتھی شتাবدی)، وٹاکش سن (406 ع) دھرم چہم (414 ع)۔

پرمیتی—بھارتیہ شرمنز (705 ع)، اس کی ایک پستک ملتی ہے۔

فامہان—پوسدہ چینی بھکشو، سن 399 میں بدھ بھدر کے ساتھ ساتھ اس نے ایک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکیں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی روحی—اتری بھارت کا شرمنز جو سن 508 ع میں چین گیا۔ انہوں نے گرتھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی روحی کشیپ—براہمن کلین دکن، بھارتیہ شرمنز، پورو نام دھرم روحی تھا (684-705 ع)، 53 گرتھوں کا انہواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورہ کی عمر میں مرا۔

بدھ بھدر—بھارتیہ شرمنز، چینی بھاشا میں 15 پستکیں کا انہواد کیا۔ کبار جھو سے وہ پرچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429 میں مرا۔

بدھ شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539 ع) 9 پستکیں ملتی ہیں۔

متھیریہ بھدر—مکدہ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہکا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125 ع) 5 پستکیں کا لیکھک۔

رتن متی—بھارتیہ شرمنز (508 ع) دو پستکیں کا لیکھک۔

رتن چلتا—ایک شرمنز (69-727 ع) کاشمیر نواسی، سات پستکیں کا انہوادک، 100 برس سو جیا۔

وجز بودھی—براہمن کلین دکن بھارتیہ شرمنز، سن 719 ع میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکیں کا لیکھک۔

واشیپتیت—کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269 ع میں منگولین بھاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سنک ورمین—(506-520 ع) شہام دیشی شرمنز، 9 گرتھوں کا انہوادک۔

سبھاکر سنک—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716 ع میں چین گیا، سن 815 میں 99 ورہ کی अवस्था में मरा. 5 पुस्तकों का लेखक.

ہونی - چی (پرگیا)—بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692 ع میں ایک پستک کا انہواد کیا جو ملتی ہے۔

گھان گھت—(561-600 ع) گاندھار کا شرمنز، 38 پستکیں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورہ کی عمر میں مرا۔

گھان شری—سن 1053 میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکیں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتہ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381 ع)، گوتم سنک دبو (384 ع)، پیلہ مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397 ع)، بدھاشہ (چوتھی شتাবدی)، وٹاکش سن (406 ع) دھرم چہم (414 ع)۔

बुद्ध जीव (423 ई०), गुण-धर्म (131 ई०), बोध धर्म (520 ई०), विमोक्ष सेन (541 ई०) एवं धर्मगुप्त (590 ई०) विशेष-उल्लेखनीय हैं.*

उपर्युक्त अनुवादक न केवल चीन और भारत के ही समय या गृहस्थ थे, बल्कि गांधार, खोतान, तिब्बत, श्याम और सुदूर लद्दा तक के निवासी थे, बौद्ध-धर्म से सम्बन्ध रखने वाले ग्रंथों के अनुवाद के अलावा भारतीय संस्कृति के ग्रंथ भी अनुवादित हुए थे, अनूदित ग्रंथों में दो विशेष महत्व के हैं—(१) स्वर्ण सप्तती शास्त्र और (२) वैशेषिक दस पदार्थ शास्त्र, पहली पुस्तक 'सांख्य-करिका' की टीका है और दूसरी कणाद के वैशेषिक दर्शन पर लिखी गई है।

जे. एच. कप्लिन्स ने एक स्थान पर लिखा है—'अशाक के समय में, चीन और भारत में, आपसी सांस्कृतिक एकता फल फूल रही थी, भारत के पुराहित और कलाकार चीन में आश्रय पाते थे, एक समय राजधानी लो-यांग में तीन हजार भारतीय यागियों के अलावा दस हजार भारतीय परिवार जीवन-यापन करते थे, ये अपने सग अजन्ता और एलौरा की चित्र-कला के आदर्श ले गए थे, इन्होंने ही चीनियों का लिपि-ज्ञान कराया, बौद्ध धर्म के साथ-साथ भारतीय कला एवं विद्या चीन पर ई० पू० पहली शताब्दी में ही अपना प्रभाव जमा गई।

"चीन में बौद्ध-कला से हिन्दू कला गले से गले मिली, नतीजा यह हुआ कि भारतीय शैली बदलकर चीनी हो गयी....."†

बौद्ध-धर्म के 'सत्य' का स्वागत चीनवासियों ने खुले दिल से किया, चीन की विचारधारा के साथ जब भारत की सांस्कृतिक धारा मिल गयी, तब एक नये चीन देश का जन्म हुआ जिसका अस्तित्व आज तक है, चीन पर भारतीय अध्यापकों का कसा प्रभाव पड़ा है इसका परिचय, इन शब्दों में मिलता है—"चीन पहले बौद्ध मिशनरियों को नहीं भलसकता, अनुवाद और प्रचार के अति कठिन काम को उन्होंने बड़ी सच्चाई, ईमानदारी और सफलता के साथ किया"‡

तीसरी शताब्दी मध्यकाल में (इलिंग के अनुसार) चीन से बीसेक सन्यासी भारत आये थे जिनके लिए किसी गुप्त-सम्राट ने बोध गया के पास एक 'चीन-संचाराम'

बुद्ध जीव (423 ई०) कन्नड (481 ई०) बौद्ध धर्म (520 ई०) रमकेश सेन (541 ई०) आयुध धर्म गीत सेन (590 ई०) शिष्य अल्लेखनीय हैं.*

अप्रोक्त अनुवादक ने किोल चीन और भारत के ही शर्मन या ग्रहस्थ थे, बल्कि गांधार, खोतान, तिब्बत, श्याम और सुदूर लद्दा तक के निवासी थे, बौद्ध-धर्म से सम्बन्ध रखने वाले ग्रंथों के अनुवाद के अलावा भारतीय संस्कृति के ग्रंथ भी अनुवादित हुए थे, अनूदित ग्रंथों में दो विशेष महत्व के हैं—(१) स्वर्ण सप्तती शास्त्र और (२) वैशेषिक दस पदार्थ शास्त्र, पहली पुस्तक 'सांख्य-करिका' की टीका है और दूसरी कणाद के वैशेषिक दर्शन पर लिखी गई है।

जे. एच. कप्लिन्स ने एक स्थान पर लिखा है—'अशाक के समय में, चीन और भारत में, आपसी सांस्कृतिक एकता फल फूल रही थी, भारत के पुराहित और कलाकार चीन में आश्रय पाते थे, एक समय राजधानी लो-यांग में तीन हजार भारतीय यागियों के अलावा दस हजार भारतीय परिवार जीवन-यापन करते थे, ये अपने सग अजन्ता और एलौरा की चित्र-कला के आदर्श ले गए थे, इन्होंने ही चीनियों का लिपि-ज्ञान कराया, बौद्ध धर्म के साथ-साथ भारतीय कला एवं विद्या चीन पर ई० पू० पहली शताब्दी में ही अपना प्रभाव जमा गई।

"चीन में बौद्ध-कला से हिन्दू कला गले से गले मिली, नतीजा यह हुआ कि भारतीय शैली बदलकर चीनी हो गयी....."†

बौद्ध-धर्म के 'सत्य' का स्वागत चीनवासियों ने खुले दिल से किया, चीन की विचारधारा के साथ जब भारत की सांस्कृतिक धारा मिल गयी, तब एक नये चीन देश का जन्म हुआ जिसका अस्तित्व आज तक है, चीन पर भारतीय अध्यापकों का कसा प्रभाव पड़ा है इसका परिचय, इन शब्दों में मिलता है—"चीन पहले बौद्ध मिशनरियों को नहीं भलसकता, अनुवाद और प्रचार के अति कठिन काम को उन्होंने बड़ी सच्चाई, ईमानदारी और सफलता के साथ किया"‡

तीसरी शताब्दी मध्यकाल में (इलिंग के अनुसार) चीन से बीसेक सन्यासी भारत आये थे जिनके लिए किसी गुप्त-सम्राट ने बोध गया के पास एक 'चीन-संचाराम'

*—राधा कृष्णन्—इंग्लिश एंड चाइना, पृष्ठ 27.

†—एस. सी. गुहा—'इन्डो-चाइनीज कार्टिगलिटी थ एजेज'—जे. बी. एच. यू. भाग 89 पृष्ठ 21.

‡—एस. सी. गुहा—'इन्डो-चाइनीज कार्टिगलिटी थ एजेज'—जे. बी. एच. यू. भाग 89 पृष्ठ 21.

†—जे. एच. कप्लिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

‡—जे. एच. कप्लिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

†—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेण्ड इंडियन इन चाइनीज बुद्धिज्म.

‡—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेण्ड इंडियन इन चाइनीज बुद्धिज्म.

ہندو دھماکہ 1947ء کے حالات پر - ملک میں 1947-1948ء کی سرنگ
میں 530ء، رات کو عربین کو سن 647-634ء کی آمد
کی یاد دلاتا ہے۔ کم مہاجرین نہیں ہے۔

علم طوط پر چینی میں ہودہ دھرم گرنہوں کو لوگ 'تربٹک' کے نام سے جانتے ہیں جس میں کیول ویلے'۔ 'ابھی دھم' اور سوتر ہی ہیں۔ 'چینی تربٹک' سے ایسا بھاس ہوتا ہے کہ چینی بھاشا میں وہیں دھرم گرنہ سورکشت ہیں۔ ابھی حال میں جاپان سے تاتی شاؤ نامک چینی تربٹک کا ایک نمیا سنسکرن نکلا ہے جس میں 218½ سوتر ہیں۔ پہلے سنسکرن میں 2278 سوتروں کا پتا چلا ہے، پر کہو جانے کے کارن اب کیول 2184 سوتر ہی بچ رہے ہیں۔ انہاس ساکشی ہے کہ ہودہ دھرم کے ورودہ ہونے کے کارن دو ایک چینی سمرائیں نے بہت سے منہ چلے دیئے تھے جہاں بھومولیدہ پستکیں سنکرہیت تھیں۔

بھارت کے اِن دو استھانوں‘ (1) چین بھون و شو بھارتی شانتی نعتیں (2) مرل گلدھ کوئی وھار‘ سار ناتھ مہیں نمناکت چینی تریقہوں کے سنسکرن دیکھے جا سکتے ہیں۔ (کا) سلگ شام کا سنسکرن (1276-960ع) جیسے قریبن ایڈیشن بھی کہتے ہیں‘ (م) چنگ شالپا کا سنسکرن (1641-1911ع) اور (کا) سنگھانی سنسکرن ایک پورک (Supplement) سہت ۔ (کا) مہں 1921 (م) مہں 1666 اور (کا) مہں 1916 رجناؤں کا پتہ پورک کے ساتھ چلتا ھے ۔

ایک چینی ہودہ ردوان لوچینگ کے مطابق چینی ٹریڈک کے 16 سنسکرن ہوئے ہیں . 4 سنگ شاکھا میں ، 5 یونان شاکھا میں ، 1 سنگ شاکھا میں ، 8 چنگ شاکھا میں اور 2 درنمان پرجانتتر شاکھا میں .

یہارتیہ سنسکرتی کا پرہیار چین واسیوں کے جیہوں کے ہر انکوں پر سمان روپ سے پڑا ہے۔ یہ دھیان میں رکھنے یوگیہ ہے۔ ساہتیہ میں گدیہ ایوام پدیہ کے چھیتر میں چن راجیہ (423-265ع) اور تہانگ راجیہ (907-618ع) نے کمال کر دکھایا ہے۔ آگے چلکر لنگ شاسن منس (1643-1368ع) دارشنگ رچناؤں کا وکس ہوا ۔

تھان شامیں کال میں شون دین نامک ایک ہونہ ہکشو
نے سسکرت میں ورنٹ بھارتیہ لپھی شاستر کے آدھار پر چٹنی
لپھی کو سدھار کر چھوٹا روپ (36 ورنوں کا) دیا ۔ پو کھید
کی بات ہے کہ یہ ورن ملا جن سادھارن کے بیچ پلپ نہ سکی ۔

دادا کرشنی۔ اینڈھا اینڈ چاننا پرستہ 26-29 اور پرستہ 12-13 .

सहित बगानों—भूमिकला, वास्तु कला आदि पर आज भी चीन के पैगडा आदि को देखने पर * भारतीय वास्तु काक साक दिखाई देता है.

भारत के प्राचीन साहित्य की ओर, खासकर संस्कृत साहित्य की ओर नजर डालें तो सहज में ही पता चल जायगा कि हर जगह चीन के बारे में बयान भरे पड़े हैं. रामायण और महाभारत में चीनवासियों का जिक्र है. रामायण का एक उदाहरण लीजिये—

चीनानं परचीनारच तुखारान बर्बरानपि ।

कारुचनैः कमलैश्चैव काम्बोजानपि संवृतान् ॥३३॥

महाभारत में चीनवासियों का बर्णन बहुत बार आया है. उदाहरण के लिए हम 'आदि पर्व' और 'सभा पर्व' के पन्ने पलट सकते हैं. सभा पर्व में एक जगह हम ऐसा बर्णन पाते हैं कि अर्जुन की विजयी सेना को रोकने के हेतु भागदत्त ने लड़ाई मोल ली और उस समय उसके साथ अन्य सैनिकों के अलावा चीनी सैनिक भी थे—

स किरातैश्च चीनश्च वृतः प्रजेतिषोऽभवत्.....

उद्योग पर्व में भी दुर्योधन को भागदत्त द्वारा चीनी सैनिक दिये जाने का बर्णन है :

तस्य चीनैः किरातैश्च काञ्चनैरिव संवृतम्.

उद्योग पर्व में ही अन्य स्थल पर चीनी घोड़ों का बर्णन आया है :

वाजिनां च सहस्राणि, चीनदेशोद्भवानि च ।

उसी पर्व में—

अर्कजश्च बलीहानां चीनानां धौत मूलकः ।

वाय पर्व में—

हार ह्युणांश्च चीनांश्च तुषारान् सैन्यवां स्तथा ।

भीष्म पर्व में—

तथैव रमणारचीना स्तथा च देशमात्रिकाः ।

कर्ण पर्व में—

सुमानंगांश्च बगांश्च निषादान् पुरश्चीनकान् ।

इस प्रकार 'महाभारत' से हमें यह पता चलता है कि भारतीयों की कौज में चीनी सैनिक रहा करते थे और उनसे क्षत्रियों जैसा व्यवहार किया जाता था. वे यज्ञ में सम्मिलित होने के लिए आमंत्रित भी किये जाते थे. परन्तु 'मनुसंहिता' का लेखक अचानक उन्हें शूद्रों की श्रेणी में ले जाकर पटकता है.

हस्त तल्लिन्-सिन्धुती आ, आस्तु आ-असी. प्र अज भी, चीन
पिकुता. असी को दिक्के पर * भारते अत्र सप्त दक्षिणी
पिता है.

भारत के प्राचीन साहित्य की ओर, खासकर संस्कृत साहित्य की ओर नजर डालें तो सहज में ही पता चल जायगा कि हर जगह चीन के बारे में बयान भरे पड़े हैं. रामायण और महाभारत में चीनवासियों का जिक्र है. रामायण का एक उदाहरण लीजिये—

चिन्तानि प्रची नान्धिज तोहारान् बर्बरान् !

काञ्चनैः कमलैश्चैव काम्बोजानपि संवृतान् .

महाभारत में चीनवासियों का बर्णन बहुत बार आया है. उदाहरण के लिए हम 'आदि पर्व' और 'सभा पर्व' के पन्ने पलट सकते हैं. सभा पर्व में एक जगह हम ऐसा बर्णन पाते हैं कि अर्जुन की विजयी सेना को रोकने के हेतु भागदत्त ने लड़ाई मोल ली और उस समय उसके साथ अन्य सैनिकों के अलावा चीनी सैनिक भी थे—

सा किरातैश्च चीनश्च वृतः प्रजेतिषोऽभवत्.....

उद्योग पर्व में भी दुर्योधन को भागदत्त द्वारा चीनी सैनिक दिये जाने का बर्णन है :

तस्य चीनैः किरातैश्च काञ्चनैरिव संवृतम्.

उद्योग पर्व में ही अन्य स्थल पर चीनी घोड़ों का बर्णन आया है :

वाजिनां च सहस्राणि, चीनदेशोद्भवानि च ।

उसी पर्व में—

अर्कजश्च बलीहानां चीनानां धौत मूलकः ।

वाय पर्व में—

हार ह्युणांश्च चीनांश्च तुषारान् सैन्यवां स्तथा ।

भीष्म पर्व में—

तथैव रमणारचीना स्तथा च देशमात्रिकाः ।

कर्ण पर्व में—

सुमानंगांश्च बगांश्च निषादान् पुरश्चीनकान् ।

इस प्रकार 'महाभारत' से हमें यह पता चलता है कि भारतीयों की कौज में चीनी सैनिक रहा करते थे और उनसे क्षत्रियों जैसा व्यवहार किया जाता था. वे यज्ञ में सम्मिलित होने के लिए आमंत्रित भी किये जाते थे. परन्तु 'मनुसंहिता' का लेखक अचानक उन्हें शूद्रों की श्रेणी में ले जाकर पटकता है.

*—एस० सी० गुहा—इंडो-चाइनीज कौर्डिनेलिटी अ एक्सेस, पृष्ठ 22.

अस. सी. गुहा. अन्तर्राष्ट्रिय कार्तीय आ लैनी तुराविकरः प्रश्न 22.

३—रामायण = सं० रत्नर गौगरेसस (पेरिस 1884) 55:44:14.

रामायण सं०. कर्ण पर्व. सी. ओ. (पेरिस 1884) 55:44:14.

”لغت و ستر“ میں ہم چینی لکھ لکھوں کا اہم پاتے ہیں۔

برائے ہی کہرو شہتم انک لہیں، ہنگ لہیں، چین لہیں،
ہنگو لہیں... چتر شہتی سیوہیاں کت ماں تہن سیکھہ ہس سی؟

”کہا سرت ساگر‘ میں ’چہنِ بزم‘ کا درنِ آیا ہے جسے
سواہنِ ناری اپنے لاکت پر کمکِ بلدو کے روپ میں لگتی ہیں ،
ہم چند کے ’ابھی دھار‘ چننامنی‘ میں آئے ہی ’سندرم‘ بھی
کہا تھا ہے۔

مندور ناگجن ناگر شرفکار بهوشم چین ہشتم ۔

آج یہی چھٹا سنہ عورتوں کے بیچ بہت پرچلتا ہے۔
 پالی ٹرسٹ سوسائٹی سے پرگشت—'آٹوشللی' میں اٹوکتھا
 یا دھم سنگنی کے ہاشیہ میں ہم' یاساں واسین دسا بھاگا چین
 پتہ آدمی کا ورثہ پاتے ہیں۔ سوترنہات میں ایک شبد آیا ہے
 'چنیک' جس کا ارتھ ٹوکا میں ہے—ایک پرکڑ کا یان۔ وشنو
 پران میں بھی جٹوں کا تیروں اہلسہی پربرگ ہوا
 ہے۔ اپنے 'ابھی دھان چنکامنی' میں ہم چند بھی 'چنیک'
 کو بیان ہی بتاتا ہے۔ ہمدادی کی 'چتورنگ چنکامنی' میں
 بھی وہی بات ہے۔ شاید شیت کال۔ مہن زوروں سے پانی
 جانے والی 'مزنک پھلی' کا مول استہان چین ہی ہے۔ چونکہ
 دوسرے شبدوں میں 'چنیا بادام' ہمارے ہالکوں کو بہت
 پرپہ ہے۔

’راج نکہت‘ میں چین کی وہن و ستوں کا وزن آیا ہے
—چین کھور‘ چین کرتی‘ چینج‘ چین ہلک آدمی۔

چین کرپور کا رنن یارڈ پرکاش میں بھی آیا ہے۔ 'شوشرت سنتھ' میں 'چین پت' کا رشیش اُلکھ ہے۔ 'نش کار چرت' میں چینی وسٹر کا بھی وزن ہے۔

چیلما سیراز ناٹان بیدھین پری مل دروینک رین منیر و منیرچ
فیثی زبیر ۔

بڑھت سنہتا مہن چھن کا نام آیا ہے . شکتی سنگم تلتر
- مہن چھن کا یوں ورین آیا ہے -

مان سے شاج د کچھریں مان سے شاد کچھ پرورے چین دیشہ
 دیو کی تہہ .

مہاچینا چار تندر ایوم چینا چار پریوگ ودھی نامک دو
دستکھن تندر پر لکھی گئی ہیں ۔

کالہداس کے امر ناکک 'شمنٹہ' میں چھپان شوک :
اولیٰ ہے۔

چیلان شکوہ کیلئے پری وائن نیپہ مانسہہ .

जनवरी '५६

‘کھنڈر’ میں مئی—

چیناؤ کے: کلپت کتوہال

جیسا ورنن آیا ہے۔ ‘مالوگاٹن متر’ میں بھی چھٹا شک
شبد کا اہم ہے۔ مہابھارت میں ایسا ورنن ہے کہ چین دیس
سے پانچ ہزار دہائیوں پہلے یودھشتر کے راجہ تلک کے سے رتانی
تھروں کی سلیمیا میں اویہار سوروپ آئے تھے۔

چین اور بھارت دونوں راشٹر کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھی پڑیم جھہ اموکہ استر سے انیت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

ہزاروں ورشوں کے بعد آج پھر دونوں راشٹروں کو ایک
دوسرے کی مہانوبھوتی ماننے لگی ہے۔ سن 1924 میں گردیو
زولندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایکتا کی اس نئی دستک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیانہ جڑ دیا ہے۔ پرفیسرو تان یین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گردیو کی
باترا کا جو پڑھاؤ پڑا ہے وہ انیت میں سادھو سنتوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے انہیں اور مہانماجی کو آدمونک
بندہ مائی ہے“

چین اور بھارت جیسے دو دیشوں کے بیچ سانسرتک
ایکتا کا کتہ بندھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

کمار سمیہ میں بھی—

چینان شوکیتہ کلپت کتوہال

جیسا ورنن آیا ہے۔ ‘مالوگاٹن متر’ میں بھی چھٹا شک
شبد کا اہم ہے۔ مہابھارت میں ایسا ورنن ہے کہ چین دیس
سے پانچ ہزار دہائیوں پہلے یودھشتر کے راجہ تلک کے سے رتانی
تھروں کی سلیمیا میں اویہار سوروپ آئے تھے۔

چین اور بھارت دونوں راشٹر کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھی پڑیم جھہ اموکہ استر سے انیت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

ہزاروں ورشوں کے بعد آج پھر دونوں راشٹروں کو ایک
دوسرے کی مہانوبھوتی ماننے لگی ہے۔ سن 1924 میں گردیو
زولندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایکتا کی اس نئی دستک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیانہ جڑ دیا ہے۔ پرفیسرو تان یین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گردیو کی
باترا کا جو پڑھاؤ پڑا ہے وہ انیت میں سادھو سنتوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے انہیں اور مہانماجی کو آدمونک
بندہ مائی ہے“

چین اور بھارت جیسے دو دیشوں کے بیچ سانسرتک
ایکتا کا کتہ بندھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلے میں دھنیاواہ،
واہواہی یا کسی پل کی چاہ کرتا ہے وہ
بھوت ہی اہماگا ہے؛ کیونکہ وہ بہومولیہ ست کو تھوری تھیت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

—سنت بااھی

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلے میں دھنیاواہ،
واہواہی یا کسی پل کی چاہ کرتا ہے وہ بہت ہی
اہماگا ہے؛ کیونکہ وہ بہومولیہ ست کو تھوری تھیت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

—سنت وائی

کتابیں پڑھیں



ڈارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارچ جے. سی. کمارپا، پرکاراک—ہورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلنگ، منبرہ—2؛ پننے—155؛
دام—تین روپے.

آجکل ہمارے دیش میں سرکاری حلقوں میں ڈارننگ یا
بوجنا بندی کا نام بہت لیا جاتا ہے۔ آگلی مارچ میں چالو
پلج سالہ بوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے،
جس پر ان دنوں چرچا بھی چل رہی ہے۔ ہر ہمارے بوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ بوجنا میں سرکار کو سہوگ نہیں دیتی۔ یہی
وجہ ہے کہ ہندستان میں بوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے،
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیش میں یوروگرہی بڑھتی ہے۔

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے، کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب میں ہمارے شاکس اوگ ہاتھ مل کر رہ جاتے
ہیں۔ لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے۔ سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں۔
اس دیہاتی جنتا کا آمدنوت کا آہار—یا اس کی سرکاری
کھیتی—بیل گڑی ہے۔ دوسرے شعبوں میں، بیل گڑی، ہندستان
کی راشتریہ سواری ہے۔ لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گڑی میں بیٹھ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشتریہ
ملے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار میں جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گڑی میں نہیں!!
بیل گڑی تو دور، تانکے تک کی اجازت نہیں ہے۔ ہماری
راجدھانی، نئی دلی کی سڑکوں پر بیل گڑی چلنے کی ممانیت
ہی ہے۔

”بیل گڑی لیجانا منع ہے“—اس کا کڑا انویو آچارچ
جے. سی. کمارپار کو ہوا، چلتی گنتی دیش کے
سچے اور تہہ ہونے سہوگوں میں رہتی ہے اور جن کا جین
تربانی اور تہاک کی ایک مشمل ہے۔ کمارپا جی

دش کے سب سے بڑے گاندھی وادی آرٹ شاسٹری مانے جاتے ہیں۔ بلکہ کہنا تو یہ چاہئے کی گاندھی وادی آرٹ نہتی کے پرتم شاسٹرکار ہی آپ ہیں۔ آرٹ شاسٹر سہندھی آپ کے کئی پرسدہ گرنتھ ہیں۔ اس وشئے پر آپ کے لیکم تو یٹروں مہں پرانیہ نکلتے ہی رتھتے ہیں، وشہش کر۔ آپ کے اپنے ایک چھوٹے سے ماسک ”گرام ادیبوگ پتریکا“ مہں۔

اس پستک مہں آچارہ کے چالیس لیکھوں کا سمرہ ہے جو 1948 سے 1953 کے بیچ پرکاشت ہوئے تھ۔ پستک کو چھ ہاٹوں مہں بانٹا گیا ہے—پلچ۔ سالہ یوجنا، سرکار کے کلم، کھیتی اور زمین، مزدوری اور اٹھان، آدھوگک نہتی، اور آپسٹمار۔ لیکم پرانے ہوتے ہوئے بھی ساماچک اور مہتو پورن ہیں۔ اس سئمے تو اور بھی زیادہ، جب یوجنا پر دیہش مہں وچار چل رہا ہے۔ ہاں، زمین سہندھی والے حصہ سے کچھ لیکم نکالے جا سکتے تھ کیونکہ اب بھارت اناج کے لئہ ودیشوں کا محتاج نہیں ہے۔

آچارہ کمارہیا جی کے کچھ لیکم—جیسے یوجنا پر کچھ وچار، کرائتی کے آثار، بیل گاڑی منع ہے، آزادی کی آرٹ نہتی، محلت کرو، بے کاری—ایک روگ اور کموونٹی پروجیکٹ—تو بہت سندبر اور استھانی ساہتھ کے انگک ہیں۔ ”محلت کرو“ والے لیکم کا ایک حصہ دیکھ بھڑم سے نہیں رہا جاتا۔ آچارہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ٹراونکور راجہ مہں سر سی۔ یی۔ راماسوامی اٹیر دیوان تھ، تو انہوں نے دھان کوٹنے کی ملیں بند کرا دی تھیں اور دھان کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے تھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھ اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت مہں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی ہٹ رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ اٹھان کھانگے یا جو ہے۔ اُس کو بھی برباد کرنا کہیں گے؟ جب سرکار ایسی نہتی برتی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

اس کے بعد آچارہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ٹراونکور راجہ مہں سر سی۔ یی۔ راماسوامی اٹیر دیوان تھ، تو انہوں نے دھان کوٹنے کی ملیں بند کرا دی تھیں اور دھان کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے تھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھ اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت مہں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی ہٹ رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ اٹھان کھانگے یا جو ہے۔ اُس کو بھی برباد کرنا کہیں گے؟ جب سرکار ایسی نہتی برتی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

”رہن سہن کا درجہ اُونچا اُٹھانے کے معنے کیا ہیں؟ فرش پر بیٹھنے والوں کو کرسی اور میز دے دینا؟ اس درشتی سے امریکہ کا رھن سہن سنسار مہں سب سے اُونچا ہے، لیکن کیا وہاں کے لوگ سکھی اور سنتوشٹ ہیں؟ اُن پر تیسری لڑائی کا تر سوار ہے۔ کیول بھوتک سہتی سے سچا سکھ اور سنکش نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کی شخصیت کا درجہ اُونچا اُٹھے اور اُس کا وکس ہو۔ یہ چیز ملیں مہں اُٹھان کرنے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیا

हम इस पुस्तक के लिये प्रकाशक को बधाई देते हैं और चाहेंगे कि भारत की भाषाओं में भी इसके संस्करण निकले, हिन्दी में तो जल्द से जल्द. अंग्रेजी जानने वाले और देश की रचना में दिलचस्पी लेने वाले हर समझदार आदमी के लिये यह किताब बहुत जरूरी और विचार प्रेरक है.

—दादू

समाजवादी अर्थनीति की ओर

(अंग्रेजी और हिन्दी)

लेखक—श्री श्रीमन्नारायण; प्रकाशक—भारतीय राष्ट्रीय कांग्रेस, ७ जंतर-मंतर रोड, नई दिल्ली; पन्ने—१३४; दाम—सवा रुपया.

समाजवादी ढंग की व्यवस्था

(अंग्रेजी और हिन्दी)

लेखक और प्रकाशक—वही ऊपर वाले? पन्ने—12;
 दाम—नहीं दिये.

जनवरी 1955 में कांग्रेस ने अपनी आबाड़ी अधिवेशन के मौके पर यह प्रस्ताव पास किया कि उसका मकसद देश के अन्दर सोशलिस्टिक पैटर्न आरू सोसाइटी (समाज का समाजवादिक ढांचा) क़ायम करना है. तबसे कांग्रेस की सभाओं में और कांग्रेसजनों या उनके नेताओं के व्याख्यानों या लेखों में “समाजवादिक ढांचे” की नाम-उपासना चल पड़ी है. जहां पहले “वैलकैयर स्टेट” (कल्याणकारी राज्य) का नाम आदर्श के तौर पर लिया जाता था, वहां उसे छोड़ कर अब समाजवादिक ढांचे की तूती बोल रही है. चाहे कोई मिनिस्टर कहीं दूध की डेयरी या बिस्कुट का कारखाना खोलता हो, चाहे अमरीका से आने वाले वनस्पति घी की दुकान का उद्घाटन करता हो, चाहे पढ़े-लिखे बेकार पैदा करने वाले कारखाने यानी किसी स्कूल या कालिज में की आधार शिला रखता हो, चाहे रोगियों को प्रोत्साहन देने वाले किसी अस्पताल की इमारत में एक नया वार्ड खोलता हो—चाहे कोई कुछ ही करे पर कहता यही है कि उसकी इस राय से मुलूक ‘समाजवादिक ढांचे’ की तरफ बढ़ रहा है. लेकिन अब नया मंत्र बोला जाता है तो उसके मुताबिक

ہماری سرکار اُس طرح کے کاروبار کو بھولا دیتی ہے جس سے انسانی کی شخصیت کے وکس کو موقع ملے ؟ ” اچاربہ کامریا نے یہ شبہ 1950 میں کہہ دیا ۔ مگر یہ آج بھی اتنے ہی تازہ ہیں ۔ اور اگر سرکار کو یوجنا کی سہولت کی دراصل کلنا ہے تو اس سوال کا صحیح جواب دیکر اُس پر عمل کرنا ہوگا ۔

ہم اس دستک کے ائمہ پر کشاکش کو بڑھائی دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بھارت کی بھاشاؤں میں بھی اس کے سنسکرت نکلیں، ہندی میں تو جلد سے جلد۔ انگریزی جاننے والے اور دیہی کی رچنا میں دلچسپی لینے والے ہر سنجیدہ آدمی کے لئے کتاب بہت ضروری اور حجاز پریرک ہے۔

— دادو

سماج وادی ارتھ نیتی کی اور

(انگریزی اور ہندی)

لیکھک—شروی شریمن ناراین؛ پرکاشک—بھارتیہ، راشٹریہ
کامرس، 7 جنتر منتر روڈ، نئی دہلی، پینے—134؛ دام—
سوا روپیہ.

سماج وادی قہنگ کی ویوسٹھا

(انگریزی اور ہندی)

لہمک اور پراکشک—وہی اُدپر والے؛ پنٹے—12؛ دام—
نہیں دیتے۔

جنوری 1955 میں کانگریس نے اپنی آزادی اٹھویشن کے موقع پر یہ پرستاؤ پاس کیا کہ اُس کا مقصد دیہے کے اندر سوشلسٹک پیٹرن آف سوسائٹی (ساج) کا سماجوادک تھانچہ (تھانچہ) قائم کرنا ہے۔ تب سے کانگریس کی سیھاؤں میں اور کانگریس جنوں یا اُن کے دباکھانوں یا لیکھوں میں ”ساجوادک تھانچہ“ کی نام آپاسنا چل پڑی ہے۔ جہاں پہلے ”ویلفیئر ایسٹمٹ“ (کلینکاری راجیہ) کا نام آدرش کے طور پر لیا جاتا تھا، وہاں اُسے چھوڑ کر اب سماجوادک تھانچہ کی طوطی بول رہی ہے۔ چاہے کوئی منسٹر کہیں دودھ کی ڈیڑھی یا بسنٹ کا کارخانہ کہولتا ہو، چاہے امریکہ سے آنے والے ہنسپتی گھی کی دوکان کا اڈتھانن کرتا ہو، چاہے پڑے لکھے بے کار پھندا کرنے والے کارخانے یعنی کسی اسکول یا کالج میں کی اڈھار شلا رکھتا ہو، چاہے روگہوں کو پروساھن دینے والے کسی اسپتال کی عمارت میں ایک نہا وارد کہولتا ہو—چاہے کوئی کچھ ہی کرے پر کہتا بھی ہے کہ اُس کی اِس رائے سے ملک ’ساجوادک تھانچہ‘ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نہا ملتر بولا جاتا ہے تو اُس کے مطابق

کچھ بھی رکھنا پڑتا ہے اور پورانے موشیوں اور مانیتاؤں کو چھوڑ کر نئے موشیوں و مانیتاؤں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ پھر یہ نیا عمل مشک کی طرح اپنی سرنگھ چاروں اور پھیلتا ہے جس سے ہوا میں فرق پڑتا ہے اور سادھارن جنتا کا مانس بدلتا ہے۔

سرخس کی بات ہے کہ اس نئے منتر کا رانک کانپس سنگٹھن کے پردھان منتری شری شریمن ناراین اپنے 'اکنامک ریویو' (یا 'آرٹھک سمیکشا') نام کے پاٹھک پتر سے لگاتار بچا رہے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ان کے پھکر لیکھوں کا سنگٹھن ہیں۔ پہلی پستک میں چونٹیس لیکھ ہیں اور دوسری میں تین۔ کیونکہ یہ لیکھ ایک پاکٹھ کے لٹھ اخباری ساچاروں کے آدھار پر لکھ گئے، اس لئے ان میں اکثر باتیں دوہرائی ہوئی ملتی ہیں۔ کہیں کہیں تو ایک ہی وشئے پر تین لیکھ ہیں—جیسے 'پھدان اور آرٹھک کرانٹی'، 'بھومی دان یکھ کا آرٹھ شاسٹر' اور 'بھومی دان کا آرٹھ شاسٹر'، ان کو سبج ایک میں پرویا جاسکتا تھا۔ اسی طرح 'بھارت اور چھن' پر کے لیکھ ہیں۔ دوسرے پھکر لیکھ لکھتے سمے لیکھ کے سامنے وہ وشئے ہی سب سے خاص معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کتاب کے اندر ایک سلسلہ رہتا ہے اور جس چیز پر جتنا زور دیا جانا چاہئے اتنا دیا جاتا ہے۔ اب اس کتاب میں پٹنا 71 پر (انگریزی) بازہ والے لیکھ میں کہا گیا ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ بازہ روکنے کے لئے بدھ کے پیمالے پر کوشش کرے۔ ساتھ ہی ساتھ پٹنا 48 پر بیکاری کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ہمارا اول نمبر کا دشمن ہے اور اس کا نوراً سامنا کیا جائے۔ ہماری عرض ہے کہ اگلے سنسکرن میں ان لیکھوں کو لیکھ ایک بار دیکھ جائیں اور ٹھیک سے ان کا تال بٹھادیں۔

پر جن جن وشوں پر شریمن جی نے چٹکن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے کرامدوبوک، شکشا، بھومی سادھار، بازہ، شراب، بندی، بیکاری، شامن ویوستھا، سرکاری یوجنائیں، عدالتی نہائے آدی۔ ان کے سبھاؤں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہی بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کاریہ کرنا اور وشیشکر کانگریس جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈھنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہی کا بھلا ہوگا، وہاں کاریہ کرتاؤں کی لوک پڑھنا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رچناؤں کے دیپک پرچار اور ملن کی سفارش کرتے ہیں۔

پر جن جن وشوں پر شریمن جی نے چٹکن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے کرامدوبوک، شکشا، بھومی سادھار، بازہ، شراب، بندی، بیکاری، شامن ویوستھا، سرکاری یوجنائیں، عدالتی نہائے آدی۔ ان کے سبھاؤں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہی بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کاریہ کرنا اور وشیشکر کانگریس جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈھنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہی کا بھلا ہوگا، وہاں کاریہ کرتاؤں کی لوک پڑھنا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رچناؤں کے دیپک پرچار اور ملن کی سفارش کرتے ہیں۔

پر جن جن وشوں پر شریمن جی نے چٹکن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے کرامدوبوک، شکشا، بھومی سادھار، بازہ، شراب، بندی، بیکاری، شامن ویوستھا، سرکاری یوجنائیں، عدالتی نہائے آدی۔ ان کے سبھاؤں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہی بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کاریہ کرنا اور وشیشکر کانگریس جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈھنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہی کا بھلا ہوگا، وہاں کاریہ کرتاؤں کی لوک پڑھنا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رچناؤں کے دیپک پرچار اور ملن کی سفارش کرتے ہیں۔

پر جن جن وشوں پر شریمن جی نے چٹکن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے کرامدوبوک، شکشا، بھومی سادھار، بازہ، شراب، بندی، بیکاری، شامن ویوستھا، سرکاری یوجنائیں، عدالتی نہائے آدی۔ ان کے سبھاؤں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہی بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کاریہ کرنا اور وشیشکر کانگریس جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈھنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہی کا بھلا ہوگا، وہاں کاریہ کرتاؤں کی لوک پڑھنا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رچناؤں کے دیپک پرچار اور ملن کی سفارش کرتے ہیں۔

آرٹھسک سماجवाद کی آہر

لکھک—مہاتما گاندھی؛ سمپادک—آری ہارتن
کمارپا؛ ہندی آنووادک—آری رام نراہن آویہری؛
پرکاشک—نہجیون پرکاشن مندر، آہمداہاد؛ پہلی
بار، سیتنبر 1955؛ پنے—204؛ دام—دو روپے۔

مہاتما گاندھی کے سادھتھ کی آان بین کر، اسکو
ہیہیوار آڈٹاکر، اک کے ہاد اک آڈڈی پوسک نہجیون
پرکاشن مندر کی ترک سے سماج کو میلٹی آا رہی ہے۔
ہنکے سمپادن کا کام پرسدھ گاندھیواہی لکھک آری ہارتن
کمارپا کر رہے ہئے۔ اس کیتاہ میں سماجواد سمبندھی
ہاپو کے لکھوں کا وسم سمرہ ہے۔ آگریہی سے ہندی آنوواد
کا کام آری رام نراہن آویہری نے کیتا ہے آو اس کلا
مے ماہر ہئے۔

اس آورہار کیتاہ کے آیارہ ہاگ ہئے—آہیہ، نئیک
آاہشکٹاہئے، سامان ہتران، آڈوگ-آندھ، نینتہم
مآہوری، پونجی آور آرم، ہڈتالے، آاہی کے مآہدور آور
کسان، ڈسٹی کے رپ مے پونجپاتی آور آرمادار، راریہ
لوگ آور—آآخیری ہے—سامبواد۔ آنت مے ہاپو کے سرنام
سہیوگی آری پھارلآل آو کا اک آڈٹا-سا لکھ آو ہے—
'گاندھی آو کا سامبواد۔' اسکے ہاد آٹ پآوں مے کیتاہ کی
سوی ہے جسسے ہڈ ہڈت کارامد آور کرمی بن گئی ہے۔

آرٹھشاآ سمبندھی ہاپو کے لکھوں کا یہ سمرہ ہڈت
سامبیک آور سندر ہے۔ آرٹھ-شاآ کے آوہیوں
پہلو پر ہاپو کے ہیار اسمے دیے گئے ہئے۔ سماجواہی
ڈانچا کرایم کرنا آو یا سامبواہی، اسکے لیتے
نیج کے آوہن مے ہدل کرنے کی آہررہ ہے۔ ہم آپنی آگہ
آپنے آپنے پورانے آروں پر آلتے رہئے آور آشا یہ کرے
کے آرا کا ڈانچا سماجواہی آو آایگا، آو ہڈ ہلول
آوکر آام آانے کے آوہی آا آوگی۔

ہم اس کیتاہ کے آاآا سے آاآا ہیار، آہیہن،
آیتن آور مہن کی آہیل کرتے ہئے۔ آرٹھشاآ آور
راج-کاج مے ہیلآسپی رآنے والے ہر ہیارآی، شاکک،
کارکآا۔ آاآ یا ہڈن کے لیتے آا اسے لآآمی سمآا
آانا آاہیہ۔ کیر، اسکے پڈنے سے مہن کو آو شانتی میلٹی
ہے، ہمارا کے کوہوں کو ساک کرنے مے مہڈ میلٹی ہے آور
آینڈگی کے لیتے رورانی میلٹی ہے۔ آآخیر مے اس کیتاہ
کے آارے مے آاآا کڈنا سورج کو دیپک ڈیآانے آوہی ہے۔

—ہاد

آانہری '56

(52)

آرٹھسک سماجواد کی آور

لکھک—مہاتما گاندھی؛ سمپادک—آری ہارتن
کمارپا؛ ہندی آنووادک—آری رام نراہن آویہری؛
پرکاشک—نہجیون پرکاشن مندر، آہمداہاد؛ پہلی
بار، سیتنبر 1955؛ پنے—204؛ دام—دو روپے۔

مہاتما گاندھی کے سادھتھ کی آان بین کر، اس کو
چہتوکر، ایک کے ہعد۔ ایک آہی ہسک نہجیون پرکاشن مندر
کی طرف سے سماج کو ملتی آا رہی ہے۔ ان کے سمپادن کا کام
پرسدھ گاندھی وادی لکھک آری ہارتن کمارپا کر رہے ہئے۔
اس کیتاہ میں سماجواد سمبندھی ہاپو کے لکھوں کا آتم
سکرہ ہے۔ آگرہی سے ہندی آنوواد کا کام آری رام نراہن
آویہری نے کیتا ہے آو اس کلا میں ماہر ہئے۔

اس آورہار کیتاہ کے آیارہ ہاگ ہئے—آہیہ، نئیک
آاہشکٹاہیں، سامان ورتن، آڈوگ دہندھ، نیورٹم مڈوری،
پونجی آور شرم، ہڈتالے، آانے کے مڈور آور کسان، ڈسٹی کے
روپ میں پونجی پتی آور زمندار، آوب لوگ آور—آخری ہے
—سامبواد۔ آنت میں ہاپو کے سرنام سہیوگی آری ہمارے
لال آو کا ایک آہوٹا سا لکھ آو ہے—'گاندھی آو کا سامبواد۔'
اس کے ہعد آٹ پڈنوں میں کیتاہ کی سورجی ہے جس سے وہ
ہت کرآمد آور قہمتی بن گئی ہے۔

آوہ شاستر سمبندھی ہاپو کے لکھوں کا یہ سکرہ ہت
آور سندر ہے۔ آوہ شاستر کے ہیسوں پہلو پر ہاپو کے آچار اس
میں دیئے گئے ہئے۔ سماجواہی آہانچہ، قایم کرنا آو یا
سامبواہی، اس کے آوہ نیج کے آہیوں میں ہدل کرنے کی
آرورہ ہے۔ ہم آپنی آگہ آپنے آپنے پورانے آروں پر آلتے رہئے
آور آشا یہ کرہں نہ دیہی کا آہانچہ سماجواہی آو آا آوگا
آو وہ ہلول آوکر آم کالے کے آہی آا آوگی۔

ہم اس کیتاہ کے آیارہ سے آیارہ پرآار، آڈہیں، آہن
آور مہن کی آہیل کرتے ہئے۔ آوہ شاستر آور راج کاج میں
ڈلچسپی رکھنے والے ہر وڈارتھی، شاکک، کارہ کرنا، آہائی یا
ہن کے آوہ آوہ آوہی سمآا آانا آاہئے۔ ہر اس کے
پڑہنے سے مہن کو آو شانتی ملتی ہے، ہمارے کے کوہوں کو صاف
رلے میں مہڈ ملتی ہے آور زندگی کے آوہ روشنی ملتی ہے۔
آخیر میں اس کیتاہ کے ہارے میں آیارہ کڈنا سورج کو دیپک
ڈیآانے آوہی ہے۔

—ہاد

آہری '56

कहानीयों की कहानियाँ

लेखक—महावीर प्रसाद पोद्दार; प्रकाशक—सन्ता
साहित्य मंडल, नई दिल्ली; पहली बार 1955; पन्ने—168
दाम—दो रुपये.

गोरखपुर के आरोग्य मंदिर के श्री महावीर प्रसाद पोद्दार हमारे देश के पुराने और अनुभवी सेवकों में हैं। पर शायद जाने वाली पीढ़ियाँ उन्हें एक सिद्धस्त लेखक के रूप में याद किया करेंगी। पोंदर जी कम लिखते हैं, लेकिन जो भी लिखते हैं अपने खरे, चौकस और पक्के अनुभव की बिना पर लिखते हैं। फिर भाषा भी ऐसे कमाल की होती है कि घर के अंदर दादी या नानी या सड़क का रिकशा वाला या मेहतर भी उसे समझ जाये।

पोद्दार जी ने अब तक आरोग्य सम्बन्धी कई पुस्तकें लिखीं. बापू की 'आत्म कथा' का गुजराती से उल्था किया. लेकिन यह बात जाहिर कम है कि पाद्दार जी कहानियां भी खूब लिख लेते हैं. कोई भी कहानीकार या उपन्यास लिखने वाला उनकी रौज़ी या ज़बान पर ईश्या किये बिना नहीं रह सकता.

इस किताब में पोद्दार जी की 115 कहानियाँ हैं, और हर कहानी का शीर्षक एक कहावत है। इस तरह यह किताब कहावतों की कहानियाँ बन गई है। इन कहानियों से उन उन कहावतों का रहस्य, उनकी खूबी और उनके इस्तेमाल का ढंग सामने आ जाता है। हमें शुद्ध है कि आजकल स्कूल-कॉलेज में पढ़ने वाले भाई बहनों को जो 'राष्ट्र भाषा' सिखाई जा रही है वह कुछ ऐसी बनावटी सी है कि उनको हमारे असली जीवन से जुड़ा करती जा रही है। बहुत से मुहावरे और कहावतें तो यह पढ़े-लिखे समझते ही नहीं। हमने ऐसे भी शिक्षित देखे हैं जो ऐसे कहावतें तक नहीं समझते—बिल्ली के भाग्य से छीका टूटा ! भैंस के आगे बीन बजाना ! उनके मानसिक दारिद्र्यता के बारे में किसे दुख नहीं होगा।

इसलिये हम इस किताब का बहुत स्वागत करते हैं. क्या लेखक, क्या प्रकाशक—दोनों बधाई के पात्र हैं. हम चाहेंगे कि यह हिन्दी भाषा-भाषी प्रान्तों में—उत्तर प्रदेश, बिहार, मध्य भारत, मध्यप्रदेश, विंध्यप्रदेश और राजस्थान में—कांस में शामल की जाये और हिन्दी के हर पुस्तकालय में इसे रखा जाये. साथ ही साथ प्रकाशक महोदय से बिनती करेंगे कि इसका एक सस्ता संस्करण—सस्ते से सस्ता संस्करण—'निकाले' जिससे न केवल 'सस्ता साहित्य मंजल' का नाम सार्थक हो, बल्कि सस्ताहित्य की यह देन हर शहरी के घर पहुँच जाये.

کھاوتوں کی کہانیاں

لیچک—مہار پرشاد پودار؛ پرکشک—سستا ساہوکار
مقتل‘ نشی دلی؛ پہلی بار 1955؛ پندیہ—158؛ دام—صو
روپہ .

گھر کھڑے آؤ گئے مندر کے شری سہاوہر پوسان پودار ہمارے
 دیہ کے پرانے اور انڑیہوی سیوکیں میں ہیں ۔ پر شاید اُنہ
 والی پڑھیاں اُنہیں ایک سدھست لیکھ کے روپ میں یاد
 کیا کریں گی ۔ پودار جی کم لکھتے ہیں ، لیکن جو بھی لکھتے ہیں
 اپنے گھر سے چوکس اور پکے انڑیہوی کی بنا پر لکھتے ہیں ۔ پر
 بھاشا بھی ایسے نمال کی ہوتی ہے کہ گھر کے اندر دادی یا نانی
 یا سڑک کا رکشہ والا یا مہتر بھی اُسے سمجھ جائے ۔

پودار جی نے اب تک آروگیتہ سمبندھی کئی پستکیں لکھیں۔
 باپو کی "اتم کھا" کا گجراتی سے اُتھا تھا۔ لیکن یہ بات ظاہر
 کم ہے کہ پودار جی کہانیاں بھی خوب لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بھی
 کہانی کار یا اُپنیاس لکھنے والا اُن کی شہلی یا زبان پر ابرشما
 کلمہ بٹا نہیں رہ سکتا۔

اِس کتاب میں پودار جی کی 11 کہانیاں ہیں، اور ہر کہانی کا شہرِ شک ایک نہایت ہے۔ اِس طرح یہ کتاب کہارتوں کی کہانیاں بن گئی ہے۔ اُن کہانیوں سے اُن اُن کہارتوں کا رھسہ، اُن کی خوبی اور اُن کے استعمال کا تھلگ سامنے آجاتا ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ آجکل اسکول کالج میں پڑھنے والے بھائی بہنوں کو جو 'راشقر ہاشا' سمجھائی جا رہی ہے وہ کچھ ایسی بناوٹی سی ہے کہ اُن کو ہمارے اصلی جہوں سے جدا کرتی جا رہی ہے۔ بہت سے محاورے اور کہارتیں تو یہ پڑھے لکھے سمجھتے ہی نہیں۔ ہم نے ایسے بھی شخصیت دیکھے ہیں جو ایسی کہارتیں نک نہیں سمجھتے۔ ہلی کے بھاگیہ سے چھینکا توتا! بیہوش کے آگے بین بھجانا! اُن کے مانسک داندرا کے بارے میں کسے دیک نہیں ہوگا۔

اِس لئے ہم اِس کتاب کا بہت سواگت کرتے ہیں۔ کیا
لیپک، کیا پرکشک—دونوں بدھائی کے پاتر ہیں۔ ہم چاہیں گے
کہ یہ ہندی بھاشا بھاشی پڑانتوں میں—اُتر پردیش، بہار،
مدھیہ بھارت، مدھیہ پردیش، رندھیہ پردیش، اور راجستھان
میں—کورس میں شامل کی جائے اور ہندی کے ہر پستکالیہ
میں ایسے رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ پرکشک مہوادیہ سے ہلتی
درہلگہ کہ اِس کا ایک سستا سنسکرن—سستا سے سستا سنسکرن
—نکالیں جس سے نہ کیول ’سستا ساحتیہ منزل‘ کا نام
سارنہک ہو، بلکہ ست ساحتیہ کی یہ دین ہو شہرانی کے گھر
پورنچ جائے۔

ہماری آواز

ہتھیاریوں کی پوجا

ہتھیاروں کی پوجا

ہتھیاروں میں ایک بڑی دھند خبر آئی ہے، وہ یہ کہ دہریے کے دن بھارت سرکار کے ڈیفنس منسٹر نے ہتھیاروں کی باکایدا پوجا کی اور بہت تریدی پورک دہریے کا آنسو منایا۔ ظاہر بات ہے کہ اُس پوجن میں ڈیفنس منسٹر صاحب نے کسی بڑے پروہت کو بلاکر منتر پڑھوائے ہونگے، ہتھیاروں پر تلک کیا ہوگا اور پھر اُن پندت جی کو چڑھاوا دیگا اُن کے آشیرداد لئے ہونگے۔ ہماری یاد میں آزاد بھارت میں شاید یہ پہلا موقع ہے جب ہتھیاروں کی پوجا کسی منسٹر نے کی ہو۔ یہ گھٹنا ہے تو چھوٹی سی، پر ہم اسے بہت خطرناک اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ خاص دہریے کے روز، کسی پندت کی لکرائی میں اس طرح پوجا کرنا ہمارے سیکولر اسٹیٹ (دھرم تریبھش راجیہ) کے آدشوں کے خلیاک ہے۔ ڈاکٹر کلاشاناٹھ کاڈج نے ہتھیار-پوجا اس دہریے پر سیرف اسی بڑھ سے کی کیونکہ وہ ڈیفنس منسٹر ہیں۔ پا سال جب وہ ہوم منسٹر تھے، یا اس کے پہلے جب گورنر تھے تب تو وہ ایسا نہیں کرتے رہے ہونگے۔ اور پار سال یا اس کے پہلے جو سچن ڈیفنس منسٹر رہے انہوں نے بھی اس طرح پوجا نہیں کی، کیونکہ سرکار کی طرف سے یا ودھان کے اندر اس طرح کا کوئی حکم یا پابندی نہیں ہے۔ اس لئے اس پوجا کے اندر سے سامہورداکتا کی گندہ صاف صاف نکلتی ہے۔ اسی طرح اگر ڈائمنس منسٹر دیوالی کے دن سرکاری بچت کے کانڈروں کو لیکر پوجا کرنے لگ جائیں، ایجوکیشن منسٹر کسی موقع پر اپنے اسلامی ڈھلک سے کچھ جشن ملانے لگیں، ہلٹ منسٹر اپنے عیسائی طریقے سے کچھ ساورہ کریں—ہر کوئی اپنے اپنے دھرم کی ہندیا میں جو چاہے پکالے لگے—تب ہمارے اٹیکوں دعوے غلط ثابت ہونگے اور دنیا کے سامنے ہم جوتھے قرار دیئے جائینگے۔ یہ ظاہر ہے کہ نجی حیثیت سے ہر ناگرک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس حق کی ہم قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہر ناگرک کو اُس سے بھی زیادہ

ہی کیلئے دہائی اور کرب ہے۔ سب جہوں کو ایک ہی بیگاں سے دیکھنا، سب کی ایک سی ہضکت کرنا، کسی کو چوٹ نہ پہنچانا یا کسی کو سب سے زیادہ سزا دینا، یہ سب ہی کے لئے ہے۔ اس طرح کے پوجن کرنے سے بڑھ سمجھنا نہ ہوتا ہے اور ہمارے دیش کی عکاسی کی بنیادوں پر چوٹ پہنچتی ہے۔

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوتی ہے کہ ہندوستان کے پچھلے سال میں ہندوستان جیسے دیش کا تہذیبی منسٹر ہندوستان کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوہاں انسانی سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہندوستان سے کوئی بڑے سوال ذرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی آگیا جب ہندوستان کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہندوستان کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منسٹر ہندوستان کا سہارا نہ لیکر شانتی اور امن کے راستے پر ”پنج شیل“ نام سے، دیش دیش سے سمجھوتے یا رافی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندوستان کے تہذیبی منسٹر کو ہندوستان کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھیار ہیں وہ محض دکھانے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت کم اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے منگولوں میں کٹھن ہو جائے گا۔ کیا ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اس کا کارن ہماری فوج یا ہتھیار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلا کر ہندوستان نے سنسار دہائی اندھیرے کو چیر کر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندوستان میں ہتھیاروں کی پوجا ہونا ہندوستان کا ”پنج شیل“ کی جڑوں کو ہی کھود ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھیاروں کی پوجا ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاتجو جیسے سمجھدار اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کاتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے ”ہریجن“ میں ایک لکھ بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیچوں میں وہ اہنسا کی شکتی اور اس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھیاروں کا پوجن کرتے ہیں تو مجبوراً اس کا بھی مطلب لگانا ہوگا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندوستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھیاروں کے ہی ذریعہ دیش کے بہتری اور باہری سوال حل کرنے کے سہانے ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کاتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا ہیئت کے وچار اس طرح بٹکا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کون وشواس کریگا؟

ہم وچاروں کی سکتیوں یا لکھ کی فقیر بنانے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اسی

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوتی ہے کہ ہندوستان کے پچھلے سال میں ہندوستان جیسے دیش کا تہذیبی منسٹر ہندوستان کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوہاں انسانی سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہندوستان سے کوئی بڑے سوال ذرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی آگیا جب ہندوستان کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہندوستان کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منسٹر ہندوستان کا سہارا نہ لیکر شانتی اور امن کے راستے پر ”پنج شیل“ نام سے، دیش دیش سے سمجھوتے یا رافی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندوستان کے تہذیبی منسٹر کو ہندوستان کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھیار ہیں وہ محض دکھانے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت کم اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے منگولوں میں کٹھن ہو جائے گا۔ کیا ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اس کا کارن ہماری فوج یا ہتھیار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلا کر ہندوستان نے سنسار دہائی اندھیرے کو چیر کر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندوستان میں ہتھیاروں کی پوجا ہونا ہندوستان کا ”پنج شیل“ کی جڑوں کو ہی کھود ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھیاروں کی پوجا ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاتجو جیسے سمجھدار اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کاتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے ”ہریجن“ میں ایک لکھ بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیچوں میں وہ اہنسا کی شکتی اور اس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھیاروں کا پوجن کرتے ہیں تو مجبوراً اس کا بھی مطلب لگانا ہوگا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندوستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھیاروں کے ہی ذریعہ دیش کے بہتری اور باہری سوال حل کرنے کے سہانے ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کاتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا ہیئت کے وچار اس طرح بٹکا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کون وشواس کریگا؟

ہم وچاروں کی سکتیوں یا لکھ کی فقیر بنانے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اسی

کھڑکی-پرسی ہے۔ اسلئے نئے نئے خیال سماج کے سامنے آئے رہیں گے اور انسانیت کے لئے ہمارا خیال ہے کہ دنیا جس دنیا میں جس حد تک آگے آئیں گی، اُس دنیا میں یہ رہیں گی۔ ہماروں کے بارے میں اُس نے سمجھ لیا ہے کہ اُن کے استعمال سے اُس کی بربادی ہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جنہوں میں امریکہ، روس، انگلینڈ اور فرانس کی سرکاروں کے ساتھ ایک ساتھ بیٹھے، ملکر باتیں کیں، ایک دوسرے کے نزدیک آئے اور امن کی طرف دنیا کو آگے لے جانے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے کچھ عرصے بعد سب دنیا بھر کے دیکھناک جنہوں میں جمع ہوئے تو انہوں نے اِس بات پر دل کو لکر وچار کیا کہ اِتنے یا پرمانوں کی شہتی کو کس طرح منشیہ کے ہٹ میں لارگو بنایا جائے۔ آئے والے زمانے میں ہتیار اور دیکھناکی بچائے اہلسا اور دیکھنا ملکر چلنے والے ہیں۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھناکت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اِس لئے ہندستان میں اب ہتیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولود قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھناکت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اِس لئے ہندستان میں اب ہتیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولود قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھناکت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اِس لئے ہندستان میں اب ہتیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولود قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

—سوریش رامپائی

14. 11. '55

بے لگام چال

دیش میں پیدار بڑھانے اور چلتا کی بہتری کی خاطر ہماری سرکاریں—کیا کینڈریہ اور کیا پرائیویٹ—طرح طرح کی یوجنائیں ملک کے سامنے لا رہی ہیں۔ ان میں چلتا کا لاکھوں کروڑوں روپیہ پانی کی طرح خرچ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی ابھی سے نہیں جانتا کہ ان سے دیش کو کیسا اور کتنا فائدہ پہونچے گا۔ لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ سرکار اِس خرچ پر کوئی قابو نہیں رکھ پا رہی ہے اور بے لگام گھڑے کی طرح خرچ آندا دھند ہو رہا ہے۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا بھی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند خاص مخلص مدوں کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچتا چلتے ہیں۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا بھی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند خاص مخلص مدوں کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچتا چلتے ہیں۔

سرکاری رپورٹ کا دیکھنا-کھانا دیکھنے والی پارلیامینٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیامینٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیامینٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہاتوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے کونینس منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیامینٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردھان منتری خود ہی تھے۔ وہ کمیٹی 'کونینس منسٹر نے بنایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پابن ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بٹھانا چاہتی ہے۔ کونینس منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنکھن سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی 'سن 1955 میں' پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفٹ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کمیٹی کی آخر ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وزاکا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور بنگلور میں چلنے والی ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہے۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لے گی۔ امید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک ٹرانسیسی کمیٹی کی مدد سے وزاکا پٹم میں

سرکاری رپورٹ کا دیکھنا-کھانا دیکھنے والی پارلیامینٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیامینٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیامینٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہاتوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے کونینس منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیامینٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردھان منتری خود ہی تھے۔ وہ کمیٹی 'کونینس منسٹر نے بنایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پابن ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بٹھانا چاہتی ہے۔ کونینس منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنکھن سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی 'سن 1955 میں' پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفٹ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کمیٹی کی آخر ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وزاکا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور بنگلور میں چلنے والی ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہے۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لے گی۔ امید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک ٹرانسیسی کمیٹی کی مدد سے وزاکا پٹم میں

جہاز بنانے کا سلسلہ قائم ہو جائیگا اور ہندوستانی کاریگروں کو ایسی ٹریننگ بھی اس میں مل جائیگی کہ سارا کام وہ اپنے آپ چلا سکیں۔

لیکن ہوا کچھ اور ہی۔ اسٹیٹ کمیٹی کا کہنا ہے کہ کوئی بھی امداد پوری نہیں ہوئی۔ فرانسیسی کمپنی نے جو ماحول بچانے کے لیے دیا ہے۔ جہاز بنانے کی رفتار میں تیزی آنے کے بجائے اور مادی آگئی۔ یہ نہیں کہ سرکار کے پاس جہازوں کی سہولت کی مانگ نہیں تھی۔ مانگ بھی مگر مال ہی تیار نہیں تھا۔ اس طرح شیڈول (Schedule) کے مطابق جہاز جو نہیں بن سکے، اس سے کارخانے کو بھاری آرتھک نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی سہولت کو دھکا لگا سو ایک۔ اسٹیٹ کمیٹی کی رائے ہے کہ ان نقصانوں کے لئے سرکار کے فرانسیسی صلاحکار ہی ذمہ دار ہیں جنہوں نے اپنے فرض کو اٹھک سے نہیں نبھایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ بھارت سرکار فرانسیسی کمپنی سے یہ گھانا وصول کر سکی یا نہیں۔ لیکن اس طرح کے ایک طرفہ ٹھیکہ دہشی کمپنیوں کو دیکر سرکار لٹی بار دھونکا کھا چکی ہے اور جتنا کا پیسہ برباد ہوا ہے۔ سب میں زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ ہندوستانی کاریگروں کی ٹریننگ کا کام بھی کسی حد تک آگے نہیں بڑھا۔ اسٹیٹ کمیٹی کوئی لے کر ہے کہ اس معاملے پر فوراً دھیان دیا جانا چاہئے اور جلد سے جلد اس کا علاج کرنا چاہئے۔

یہی حال بنگلور کی مشین ٹولس فیکٹری میں ہوا بتایا جاتا ہے جہاں ایک سوئٹزرلینڈ کی کمپنی کی نگرانی میں کام چل رہا تھا۔ اس فیکٹری کو سرکاری اہلکاروں نے بددلت ہی بنیادیں فیکٹری مانا جاتا ہے۔ یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کی بنیادی فیکٹری مانا جاتا ہے۔ یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کی مدد سے دیہ میں انہیں چھوٹے بڑے کارخانوں کے چلنے میں مدد ملے گی۔ لیکن یہاں بھی بددلتا ہوا۔ نہ مال تیار ہوا اور نہ انتظام ہی ٹھیک رہا۔ اسٹیٹ کمیٹی کی رپورٹ یہ ہے کہ سوز کمپنی کے ساتھ بھارت سرکار بہت لاپرواہی اور ڈھٹائی سے پیش آئی اور دیہ کا پیسہ جو بچایا جا سکتا تھا—ناحق لٹا کر برباد کیا گیا۔ کمیٹی نے تجویز کی ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ اس فیکٹری کی یوجنا کی دوبارہ جانچ کرانہ اور نئے سرے سے اس کا بلڈوسٹ کرے۔

دیہ کے دیہ کی اس قبائلی پر مدارس کے ”ہندو“ نام کے سرنام اخبار نے بہت دھم ظاہر کیا ہے۔ ”ہندو“ کوئی کوانٹیکاری یا سرکار رو دھمی یا گرامودیگی اخبار نہیں ہے۔ اس تک کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد دیہی فرسوں سے سرکار کے سبندہ کا جو لکھا ہے

یہ بھوک بھینسا کا تاریک سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔ اور اگر دیہی
مگر دہش کا بچاوا پسا نالہ میں بھانا مچھو نہیں ہے تو یہ دھند اٹھانے
کو دھوکہ دینا چاہئے۔

15-11-55

—سوریش رامभाई

وہ بہت دلکش آرتھک سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔ اور اگر دیہی
کا زیادہ دھوکہ دینا چاہئے۔

—سوریش رامभाई

15. 11. 55

ایک خطرناک سوچھاؤ

ہمارے پردھان منتری نے گت 14 نومبر کو اس دنیا میں
اپنے سفر کے 66 شاندار سال پورے کئے۔ اس موقع پر اپنے دیہی
واسطوں کے ساتھ ہم پنڈت جواہر لال کا آدر کے ساتھ ایملنڈن کرتے
ہیں۔ انٹر راشٹریہ چکمت میں انہوں نے بھارت کا مسک آونچا
آٹھایا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج وہ دنیا میں
شانسی کے سب سے بڑے علم بردار اور مشعل ہیں اور دیہی
دیہی کے دھکی لوگ ان کی طرف بڑے اطمینان اور امداد
پوری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

بچوں سے انکو بہت پریم ہے۔ بڑے آدمیوں کو
—دیلدار آدمیوں کو—یہ سدا ہوتا ہی ہے۔ اسلئے
بچوں پر پنڈت جی ن غصا کرتے ہیں اور ن انکی
تلاشوں کا بڑا ماننے ہیں۔ انکے ہاتھ سے فیل-فول لےنا
اسد کرتے ہیں۔ پینڈے دو برس سے انکی سالگیرہ کے
توکے پر بچوں کے پردرشن شری کیے گئے۔ ”چاچا نہرہ“
بھکر انکی جی مٹائی گئی۔ اس مارتبا اس پردرشن نے
ترا بچاوا بڑی اور نوماں شاکل لئی—کیونکہ اسمیں
ترکاری ہلکوں کی طرف سے بھی کافی دلچسپی لئی گئی۔

لہکن ایک خاص بات ہوئی۔ وہ یہ کہ پردھان منتری کی
سوچداری نے ایک جگہ کہا کہ اگلے سال سے 14 نومبر ایک
’پبلک ہالڈے‘ (ساروجنک چہٹی) ہو اور اس دن دیہی
میں ’چلڈرنس ڈے‘ (بچوں کا دن) منایا جائے۔ ان کے
اس سوچھاؤ کے ادھار پر ’ہندستان ٹائمز‘ کے پردہ ظم
نویس ’انصاف‘ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جہاں 14 نومبر
’چلڈرنس ڈے‘ کے طور پر وہاں گاندھی جینتی یعنی 2 اکتوبر
’پیرنٹس ڈے‘ (ماتا پتا کا دن) کے طور پر منایا جائے !

کیا خوب ملتوا ہے—’چلڈرنس ڈے‘ الگ، ’پیرنٹس
ڈے‘ الگ۔ آگے چلکر کوئی طبیعت والا سوچھاؤ پیش کریگا کہ
شریمتی اندرا گاندھی کی سالگرہ کو ’ڈاٹرس ڈے‘ (بیٹوں کا
دن) یا ’وائٹز ڈے‘ (سداواں کا دن) منایا جائے، پھر کسی
اور کا ’سٹس ڈے‘ (بیٹوں کا دن) یا ’ہیریٹس ڈے‘ (بکوں
یا خاوندوں کا دن) منایا جائے !!

واضح ہے کہ شریعتی انداز گاندھی اور شری "انصاف" دونوں کے سوچاؤ بہت خطرناک اور نامناسب ہیں۔ اس طرح بچوں اور ان کے ماں باپ میں ہفتوارہ کرنا تو شاید بڑے بڑے مارکس وادی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ یہ ورگیکرن وچار کے اوجھڑپ اور دل کی تنگی کا نمونہ ہے۔ پھر، گاندھی جینتی کو 'پیرینٹس ڈے' قرار دینا اسے ایکدم نکما کر دینا ہے۔ گاندھی جی اسے خود ہی چرخہ جینتی نام دے گئے ہیں۔ اگر چرخہ جینتی کامیاب ہوتی ہے تو بچوں کو بھی روٹی نصیب ہوگی اور ان کے ماں باپ بھی اپنے بچوں پر کڑے رہ سکیں گے۔ اور اگر چرخہ جینتی کامیاب نہیں ہوتی تو بچے دالے دالے کو ترسینگے اور ماں باپ غلوں سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔ اس لئے سچی گاندھی جینتی میں 'چلنڈرینٹس ڈے' اور 'پیرینٹس ڈے' دونوں سما جاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج ہندو نہرو کے لئے جو بھکتی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نورے ایسے ہونگے جو ہندو جی کو 'پردھان منتری' کے نانے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لگیں گے اور ہندو جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھکتی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھکتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوہا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاتموں سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آگیا ناممکن ہے۔ اس کے لہا کے خاتمہ کے بعد ہی اس کے دیکھتو کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیت سے خالی نہیں، اس مہاروش کے پرتی انہیاتے ہے۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج ہندو نہرو کے لئے جو بھکتی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نورے ایسے ہونگے جو ہندو جی کو 'پردھان منتری' کے نانے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لگیں گے اور ہندو جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھکتی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھکتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوہا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاتموں سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آگیا ناممکن ہے۔ اس کے لہا کے خاتمہ کے بعد ہی اس کے دیکھتو کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیت سے خالی نہیں، اس مہاروش کے پرتی انہیاتے ہے۔

تیسرے یہ دیہی ہے ہندوستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھکتی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے بڑھ کر جس پردھان منتری

تیسرے یہ دیہی ہے ہندوستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھکتی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے بڑھ کر جس پردھان منتری

تیسرے، یہ دیہی ہے ہندوستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھکتی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے بڑھ کر جس پردھان منتری

کے جنم-دین بھٹی نہ کی گئی تو اس کی کسرت شان سمجھی جائیگی، اور وہ اس سے کوئی اثر لے یہ نہ لے لیکن اس کے خوشامدی اسے جوں کہل لیمہ دینگے؟ پھر، اگر جواہر لال جی کی سالگرہ کو چھٹی بھی جاتی ہے تو منجھلے لوگ اس بات کے لئے زمین آسمان ایک کر دینگے کہ ڈاکٹر دھان چند رائے کی سالگرہ پر کم سے کم پچھم ہنگال میں تو چھٹی ہو، یا ڈاکٹر شری کرشن سنگھ کی سالگرہ پر بہار میں، ڈاکٹر سوہرناوند کی آتر پردیش میں، ڈاکٹر روی شکر شکل کی مدھیہ پردیش میں، ایندلی۔ یہ تو ہمیں اس بنا پر ہو رہا ہے کہ ہم نے اخباروں میں ان مکھیہ منتریوں پر گمبھیر لوگوں کے اس آئنے کے لیمہ دیکھے ہیں اور ایک ہرے چالو پتر لے تو ان میں سے ایک پر دیشیتفک (سپلیمنٹ) نک نکلا ہے ایک منسٹر نے اپنے چیف منسٹر کی تعریف کرتے ہوئے ایک بار کہا کہ آجکل کے زمانے کو ان کا (چیف منسٹر کا نام) یک کہا جائیگا! اس طرح کیندریہ اور پرانتیہ چھٹیوں کا دور چھ تو کوئی انتہا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس وبا کو روکنے کے لئے کہیں آرگنیزیشن کی ضرورت نہ پڑ جائے!

آخر میں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اپنے پتا، پتی، پتر یا پتری یا کسی کی درش گائے کو راشتریہ روپ میں منوالے کی ہمیں لاسا ہی کہیں ہو؟ ایک سے ایک ہڑے رشی ملی، راجے مہاراجے، دیولن یا انسر آئے اور چلے گئے۔ ہندستان میں آج کون جانتا ہے منو یا وششٹ کو، جنک یا شکر اچاریہ کو، اشوک یا انیر کو؟ اور ان کو نہیں جانتے یا ان کی سالگرہ نہیں منانے سے ان کی شان میں کوئی ہتہ بھی تو نہیں آتا۔ ان کو خوشی اس نہیں ہوگی کہ لوگ ان کا جنم دن تو منائیں پر کلم جو بھی کریں سو ان کی زندگی کے عمل کے خلاف کریں، بلکہ اس سے ہوگی کہ لوگ انہیں اتنا بھول جائیں کہ ان کے اصولوں کو ہضم کر کے انہیں انہیں امتسات کر لیں۔ اور اس طرح انسانیت کی را، میں ایک سے ایک ہڑے کر منزل قدر ہو کر ہنسٹے کہلتے اور شان کے ساتھ طے کریں۔

20. 11. '55

—سوریش رام بھائی

—سوریش رام بھائی

20. 11. '55

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	ہام	قیمت	نام کتاب
1. شہر-بہو-شاہری	شری جیوہیا پرساد گولہ	8 0 0	1. شہر و شاہری	
2. شہر-بہو-سرخن	"	8 0 0	2. شہر و سرخن	
3. گھرے پانی پٹ	"	2 8 0	3. گھرے پانی پٹ	
4. ہمارے آئندہ	شری بنارسی داس چٹرویدی	3 0 0	4. ہمارے آئندہ	
5. سنسکرت	"	3 0 0	5. سنسکرت	
6. دو ہزار ورہ پورانی کہانیاں	شری جگدیپ جی	3 0 0	6. دو ہزار ورہ پورانی کہانیاں	
7. ج्ञान गंगा	شری نارائن پرساد جی	6 0 0	7. ج्ञान गंगा	
8. पंच चिन्ह	شری شانتی پریم دوی	2 0 0	8. پंच चिन्ह	
9. पंच प्रदीप	شانتی ایم. اے	2 0 0	9. پंच प्रदीप	
10. आकाश के तारे धरती के फूल	شری کلپال مسر پرہار	2 0 0	10. آکاھ کے تارے دھرتی کے پھول	
11. मुक्ति दूत	شری ویرندر کمار جی ایم. اے	0 0	11. مکتی دوت	
12. मिलन यामिनी	شری یجن	4 0 0	12. ملन یامینی	
13. रजत रश्मि	ڈاکٹر رام کمار ورما	2 8 0	13. رجت رشمی	
14. मेरे बापू	شری نرس بھاریا	2 8 0	14. میرے باپو	
15. विरह संच की ओर	پندت سندرا لال بھگوان داس کھلا	3 0 0	15. ویرھ سنج کی اور	
16. भारतीय अर्थशास्त्र	شری بھگوان داس کھلا	0 0	16. بھارتیہ ارتھ شاستر	
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	17. بھارتیہ شاسن	
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	18. ناگرک شاستر	
19. साम्राज्य और उनका पतन	"	2 8 0	19. سامراج اور ان کا پتن	
20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन	"	1 4 0	20. بھارتیہ سوادھینتا آنڈولن	
21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	21. سروودے ارتھ ویوہستا	
22. हमारी आदिम जातियाँ	شری بھگوان داس کھلا اور شری اکیل دے	3 8 0	22. ہمارے آدم جاتیاں	
23. अर्थशास्त्र शब्दावली	شری دیا شکر دوی ایم. اے. ایل. ایل. بی. گچادر پرساد، امہشت، بھگوان داس کھلا	2 0 0	23. ارتھ شاستر شبداولی	
24. नागरिक शिक्षा	شری بھگوان داس کھلا	1 8 0	24. ناگرک شکشا	
25. राष्ट्र मंडल शासन	شری دیا شکر دوی	1 8 0	25. راشٹر منڈل شاسن	
26. जपानी	مہاتما بھگوان دین	3 0 0	26. جواتو	
27. सारवे की हिम्मत !	"	1 0 0	27. سارے کی ہمت !	
28. सखोग सच	"	0 8 0	28. سکوگ سچ	
29. मेरे साथी	"	1 0 0	29. میرے ساتھی	

میلنے کا پتہ—

میلنگر 'نیا ہندی'

145، سٹیج، راجا رام پور۔

میلنگر 'نیا ہندی' 145، سٹیج، راجا رام پور۔

सांस्कृतिक साहित्य

سانسکرتک ساھتیہ

हजरत मोहम्मद और इस्लाम

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इस्लाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سندر لال، مولا—دو روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے सम्बन्ध میں भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कौन सी दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سندر لال، مولا—ڈیڑہ روپیہ

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

مہاتما زرتشت اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

मेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سمر بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

प्राचीन یونانی سभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुर्तीव रिजर्वी, कीमत—दो रुपया

گنگا سے گومتی تک

(پروگتی شیل کہانی سنکرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

आग और आंसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अखतर हुसैन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

آگ اور آنسو

(بیاضوورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—داکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—ڈیڑہ روپیہ

کुरان और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभेद

لیکھک—مولانا ابوالکلام آزاد، قیمت—ڈیڑہ روپیہ

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

جهنکار

(پروگتی شیل کویتاؤں کا سنکرہ)

لیکھک—رگھوپتی سہاے کیراک، قیمت—تین روپیہ

मिलने का पता ملنے کا پتہ

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी ہندستانی کلچر سوسائٹی

14 मुट्टीगंज, इलाहाबाद 145 مٹھی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

कलचर पर हर तरह की किताबें मिलने का एक बड़ी केन्द्र—पाठक हिन्दी, उर्दू, अंग्रेजी की अपनी मन-पसन्द किताबों के लिये हमें लिखें।

हमारी नई किताबें

महात्मा गान्धी की वसीयत

(हिन्दी और उर्दू में)

लेखक—गान्धीवाद के माने जानें

विद्वान : श्री मंजूर अली मोरुता

संके 225, क्रीमन्त दो रुपया

— : ० : —

गान्धी बाबा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कृदमिया औदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

— : ० : —

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

275 संके, दाम दहा रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 संके, दाम बारह आने

महात्मा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमन्त बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमन्त चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमन्त दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्दोगंज इलाहाबाद

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔پاٹھک ہندی 'اُردو' انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اُردو میں)

لیکھک—گاندھی واد کے مانے جانے

ویدوان: شری منظر علی سوختہ

صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھک—کدسیہ زیدی

بہو کا—پندت جواہر لال نہرو

مونا گاندھی: مونا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں

دাম دو روپیہ

—:0:—

پندت سندھ لال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دام دھائی روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145، مٹی کنگ انہ آڈن

اس نمبر کے خاص لیکھ
 مقدم اور راجنیتی

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

چینی دواخانہ کا طریقہ اور دوائیں

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

ناتن (کہانی)

ناتن (کہانی)

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

دہاتی دواخانہ (ایکاکی ناٹک)

دہاتی دواخانہ (ایکاکی ناٹک)

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

ایم. اے. ایل-ایل. بی.

ایم. اے. ایل-ایل. بی.

بھارتیہ یوگا ہندی میں

بھارتیہ یوگا ہندی میں

کرلودیوگ کا مہتو

کرلودیوگ کا مہتو

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

اسکے علاوہ

اسکے علاوہ

دیس بیہس کے مسئلوں پر ہماری راہ میں ضروری سہادتی نوٹ

دیس بیہس کے مسئلوں پر ہماری راہ میں ضروری سہادتی نوٹ

کولچر سوسائٹی، ایلہاہا



کولچر سوسائٹی، ایلہاہا

1956

1956

1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)
Mahatma Bhagwan Din
Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law
Pandit Sundarlal
Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai
Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-
Foreign Rs. 10/-
Single Copy As. 10/- only

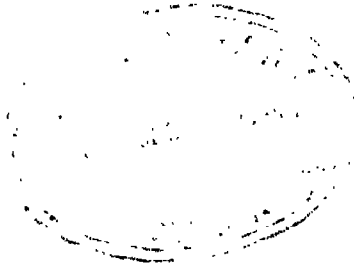
Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

نمبر 2 نمبر جلد 21 جلد



فروری 1956

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

145 مودوگج، ایلاہاباد

145 مئی کتب خانہ

کتاب کیا ہے	صفحہ	سفر
1. دھرم اور راجنیتی
ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت	68	...
2. چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں
— شری لو چہ - چن	72	...
3. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں
— انورادک شری معصوب رضوی	77	...
4. روسی بچے
— انورادک شری محمد حیدر	80	...
5. نائن (نہائی)
— شری جیو وائی بوکیشو	83	...
6. دیہاتی دواخانہ (ایکائی نائک)
— شری ودیا بھوشن مصر	88	...
7. بھارتیہ یوجنا ہندی میں کرلم ادیوگ کا مہم
— شری سریش رام بھائی	93	...
8. ہماری رائے—	99	...
ایشیا کی ایکٹا کے لئے حیدرآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکٹا کے شیہ پریتن؛ بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نہایت اور نرجیون؛ ایلویتی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نریندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—		
وشومہر ناتھ پانڈے .		

ایشیا کی ایکٹا کے لئے حیدرآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکٹا کے شیہ پریتن؛ بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نہایت اور نرجیون؛ ایلویتی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نریندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—

وشومہر ناتھ پانڈے .

پہلے لے کر مہم جو مہم جو ہیں جو ان سے ہماری سمجھ میں آ سکتا ہے کہ دھرم راجنیتی کے باہر کی چیز نہیں ہے۔ پورے زمانے اور پہلے زمانے میں لوگ دھرم کو راجنیتی کا ایک آپاٹ سمجھ کر دیوار میں لٹے تھے۔ اسی لئے وجہاً لوگ ہاری ہوئی جانتے تھے کہ دھرم استہان اور ان کی دھرمک کتابیں برباد کر دیتے تھے۔ ہاری ہوئی جانتے تھے کہ دھرم کے دل میں سے ہرانی یادگروں کو مٹانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان کا مذہب تبدیل کر دیا جائے۔ عربوں کے دورِ جاہلی میں مسلمان دنیا اپنے پورے انتہاس کو بھول سی گئی۔ اسی طرح اپنے مذہب کو چھوڑ کر بھارت کی ہندوستانی کچھ تو اینکلو اینڈین ہو گئیں اور کچھ پاکستانی بن گئیں۔ اسی طرح مذہب کے ایک میں شیلیڈر سامراجیت کے اندر فلیڈٹن دیوہی سموتہ تھا لیکن اب فلیڈٹن والہ اپنا آئیت بھول کر یورپیہ سموتہ کے ساتھ ہی اپنا تعلق جوڑتے ہیں۔ قسمت کی بات کہ جن اسپینوں نے فلیڈٹن کو جیتا تھا انہوں نے لکھا ہے کہ—”اس استہان کے لوگوں کا دھرم، اچار دیوار، انہیں لپی وغیرہ بھارتیہ تھی۔“ آجکل کے امریکن وڈوئس نے اپنی کہوچوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک زمانے میں یہ جگہ بھارتیہ سموتہ کے اثر کے اندر تھی۔ اس کے علاوہ منڈا ناؤ (Mindanao) ٹاپو کے رہنے والے، جو خون کے لحاظ سے شدہ بھارت و اسی ہیں، آج بھارت کے ساتھ اپنے خون کے تعلقات بھولے ہوئے ہیں۔*

سلسلہ کے سبھی مذہبوں نے شروع میں anthropological شکل میں جنم لیا۔ انٹھرا پالاجیکل کا مطلب ہے کہ جانتے ہیں کے پیکش کے ساتھ ساتھ اس سے طرح طرح کے اعتقاد اور اثراتہاں اور پرتشہاں پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اینڈو - یورپیہ زبان بولنے والے یعنی آریہ بھاشا بولنے والے پہلے ایک ساتھ رہتے تھے، سب کی ایک ہی کلچر اور ایکسہ اچار وچار تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی الگ الگ انٹھریٹیکٹی کے لئے الگ الگ ہو گئے۔ اسی سے الگ الگ قومیں بن گئیں اور ان

پہلے لے کر مہم جو مہم جو ہیں جو ان سے ہماری سمجھ میں آ سکتا ہے کہ دھرم راجنیتی کے باہر کی چیز نہیں ہے۔ پورے زمانے اور پہلے زمانے میں لوگ دھرم کو راجنیتی کا ایک آپاٹ سمجھ کر دیوار میں لٹے تھے۔ اسی لئے وجہاً لوگ ہاری ہوئی جانتے تھے کہ دھرم استہان اور ان کی دھرمک کتابیں برباد کر دیتے تھے۔ ہاری ہوئی جانتے تھے کہ دھرم کے دل میں سے ہرانی یادگروں کو مٹانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان کا مذہب تبدیل کر دیا جائے۔ عربوں کے دورِ جاہلی میں مسلمان دنیا اپنے پورے انتہاس کو بھول سی گئی۔ اسی طرح اپنے مذہب کو چھوڑ کر بھارت کی ہندوستانی کچھ تو اینکلو اینڈین ہو گئیں اور کچھ پاکستانی بن گئیں۔ اسی طرح مذہب کے ایک میں شیلیڈر سامراجیت کے اندر فلیڈٹن دیوہی سموتہ تھا لیکن اب فلیڈٹن والہ اپنا آئیت بھول کر یورپیہ سموتہ کے ساتھ ہی اپنا تعلق جوڑتے ہیں۔ قسمت کی بات کہ جن اسپینوں نے فلیڈٹن کو جیتا تھا انہوں نے لکھا ہے کہ—”اس استہان کے لوگوں کا دھرم، اچار دیوار، انہیں لپی وغیرہ بھارتیہ تھی۔“ آجکل کے امریکن وڈوئس نے اپنی کہوچوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک زمانے میں یہ جگہ بھارتیہ سموتہ کے اثر کے اندر تھی۔ اس کے علاوہ منڈا ناؤ (Mindanao) ٹاپو کے رہنے والے، جو خون کے لحاظ سے شدہ بھارت و اسی ہیں، آج بھارت کے ساتھ اپنے خون کے تعلقات بھولے ہوئے ہیں۔*

سلسلہ کے سبھی مذہبوں نے شروع میں anthropological شکل میں جنم لیا۔ انٹھرا پالاجیکل کا مطلب ہے کہ جانتے ہیں کے پیکش کے ساتھ ساتھ اس سے طرح طرح کے اعتقاد اور اثراتہاں اور پرتشہاں پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اینڈو - یورپیہ زبان بولنے والے یعنی آریہ بھاشا بولنے والے پہلے ایک ساتھ رہتے تھے، سب کی ایک ہی کلچر اور ایکسہ اچار وچار تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی الگ الگ انٹھریٹیکٹی کے لئے الگ الگ ہو گئے۔ اسی سے الگ الگ قومیں بن گئیں اور ان

यूनीनों के अलग अलग सामाजिक आचार विचार बन गये। यूनानियों के महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गैर क्रीम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।[†] इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल क़ायम किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का। उपनिषद में इसकी नई व्याख्या दी गई है।[‡] इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृत्यों का संस्कार) के ज़रीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पैट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिल्लिड' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐत्तरेय ब्राह्मण' और 'आपस्तम्ब सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फ़रक पड़ गया है।[§] अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उड़ा दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिक्क है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तय्यार कर दी गई।

इन्तर्दाई युग में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इनसानी समाज में तरक्की होती गई वैसे वैसे उनमें आपसी फ़रक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के ज़माने या मौजूदा ज़माने के रिवाजों को हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर ज़माने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मज़हबी एतक़द या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रातिष्ठान ज़माने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

नमों के अन्क अन्क सनाजक अज़ार वज़ार बन गये। यूनानियों के महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गैर क्रीम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।[†] इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल क़ायम किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का। उपनिषद में इसकी नई व्याख्या दी गई है।[‡] इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृत्यों का संस्कार) के ज़रीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पैट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिल्लिड' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐत्तरेय ब्राह्मण' और 'आपस्तम्ब सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फ़रक पड़ गया है।[§] अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उड़ा दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिक्क है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तय्यार कर दी गई।

अद्वैतीय बग में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इन्सानी समाज में तर्की होती गयी वैसे वैसे उन में आपसी फ़रक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के ज़माने या मौजूदा ज़माने के रिवाजों को हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर ज़माने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मज़हबी एतक़द या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रातिष्ठान ज़माने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

†—देखें यजुर्वेद.

‡—देखें छन्दोग्य उपनिषद और शंकराचार्य की टीका.

§—देखें अश्वलायन का 'ग्रहय सूत्र.'

दिकों ज़रूरत .

दिकों चन्द्रियिके अन्तर्द और शंकराचार्य की टीका .

दिकों अश्वलायन का 'ग्रहय सूत्र'.

भारतीय जनता के साथ किये हुये इस जल का पक्का. अनुष्ठान धर्म का अंग नहीं है. राष्ट्रीय भावना के अभाव में यह बात झुझकेन हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धनियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत विदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

ईसा की चौथी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराज' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्माशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अश्लील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मवादी बंगेश्वर बर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

महाराज के नाम के हुये इस जल को पक्का. धर्म का अंग नहीं है. राष्ट्रीय भावना के अभाव में यह बात झुझकेन हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धनियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत विदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

धर्म की चोटी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराज' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्माशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अश्लील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मवादी बंगेश्वर बर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

§—Digby's Prospero us British India.

*—इस सिलसिले में देखें 'छुल्ल यजुर्वेद' में पुनर्विवाह की तफसील.

इस सिले में देखें 'शक बजरुह' में पुरोहित की तस्विल.

(Democracy) کی پوری دنیا پر 'ایک رائٹ' یا 'راج تٹر' کی 'راج تٹر' کی مبنی پر دیکھا۔ پھر گنہگار کی کمزوری کی مثال کے طور پر چرچا کی۔ 'کرشنا - ناراد - سماد' ادھیائے میں گنہگار پریشان میں شری کرشن کی جو دردناک ہوتی وہ انہوں نے ناراد کو سنا دیا۔ "ہماری اپنے بل میں چور ہیں" گنہگار (شری کرشن کا چھوٹا بھائی) اپنی کہانیاں میں 'مکھنور ہیں' پردیمن اپنی سادتا پر مغرور ہیں اور میں لچار ہیں۔ انور اور اودھو کی اپنی ایک ایک پارتیاں اور دل ہیں۔ یہ جس کے کندھوں پر لڑتے ہیں اُس کا بس سرواٹھی سمجھو اور مجھے سب کی گائیاں ٹھانی پڑتی ہیں۔"

اس طرح راشٹر کو کھوکھو ہم اپنے بہت پرانے زمانے سے جمہوریت یعنی گنہگار کے معنی بھی بھول بیٹھے۔ سوجانی ایک رات تٹر کے سورپ کو چلنے کے بھی ہم ناقابل ہیں۔ اسی لئے ہم پڑھتوں اور ٹھاکروں کی 'جماعت' کو ہی اپنے سماج اور راشٹر کا چلنے والا سمجھ بیٹھے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ بعد کے نندہ لکھنے والوں کے بعد بھی راج شکتی موجود تھی۔ شکتی وان راجاؤں کا سہارا پائے خوشامدی لوگوں کی اسمرتیاں چلنے لگتی تھیں۔ سلطنتوں کی حکومت کے سمے جو اسمرتیاں لکھی گئیں مقامی راجا لوگ ان کو مانڈیتا دیتے تھے۔ راج شکتی کے بنا لوگ سماج میں کوئی ویسٹا نہیں چلتی۔ بنگال میں ہندو شاسن کال کے اوسان کے سمے جو نئی اسمرتیاں چالو ہوئیں انہیں بنگال کے کابستہ راجاؤں نے سمرنوں دیا۔ پندت ہر پساد شاستری نے یہی لکھا ہے۔ اسی لئے رکھو لندن کی لکھی ہوئی نئی اسمرتی بنگال میں سب جانیں اور سب استہانوں میں مانڈے نہیں ہے۔ شری ہٹ (سپاٹ) میں پرانی اسمرتی اب بھی چالو ہے۔ وہاں بلال کی قتا کتھت پڑتا بھی پرچلت نہیں ہے۔ پوری بنگال اور وکرمپور میں بھی رکھو لندن کی اسمرتی چالو نہیں ہے۔ گوربہ ویشنوں کے لئے چیتنہ دیو' ساتن گرسوامی اور گوپال بھٹ نے اپنے ششوں کی علیحدہ ویسٹا کی عرض سے نئی اسمرتی لکھائی۔ یہ نئی اسمرتی ہے۔ "شری بھکتی واس"۔ بنگالہ سماج میں رکھو لندن کی "اشٹا ونشکتی تلو" کی پڑتی دوندی یہ نئی اسمرتی "شری بھکت واس" ہے۔ ویشنو گروں اور ویشنو راجاؤں نے اسے ہندو سماج میں چلایا۔ بنگال کے زیاد تر ہندو اسی اسمرتی کو مان کر چلتے ہیں۔

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹا میں پشچمی بنگال میں ہی مل جائیگی۔ بانڈھا بیلے کے راجپوت بھڑجنوں نے (کامیس نیتا گوبیند چندر سیدہ باریہ) لکھک کا ایک بار لکھا تھا:—"ہم راجپوت ہیں، ماؤس ڈھونڈ کر ہمارا خانا کھا رہا تھا، ہمارے دیہ میں گوسوامی ڈاکٹر چیتنہ دیو کا بھیسابادی مت جانے کسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹا میں پشچمی بنگال میں ہی مل جائیگی۔ بانڈھا بیلے کے راجپوت بھڑجنوں نے (کامیس نیتا گوبیند چندر سیدہ باریہ) لکھک کا ایک بار لکھا تھا:—"ہم راجپوت ہیں، ماؤس ڈھونڈ کر ہمارا خانا کھا رہا تھا، ہمارے دیہ میں گوسوامی ڈاکٹر چیتنہ دیو کا بھیسابادی مت جانے کسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹا میں پشچمی بنگال میں ہی مل جائیگی۔ بانڈھا بیلے کے راجپوت بھڑجنوں نے (کامیس نیتا گوبیند چندر سیدہ باریہ) لکھک کا ایک بار لکھا تھا:—"ہم راجپوت ہیں، ماؤس ڈھونڈ کر ہمارا خانا کھا رہا تھا، ہمارے دیہ میں گوسوامی ڈاکٹر چیتنہ دیو کا بھیسابادی مت جانے کسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹا میں پشچمی بنگال میں ہی مل جائیگی۔ بانڈھا بیلے کے راجپوت بھڑجنوں نے (کامیس نیتا گوبیند چندر سیدہ باریہ) لکھک کا ایک بار لکھا تھا:—"ہم راجپوت ہیں، ماؤس ڈھونڈ کر ہمارا خانا کھا رہا تھا، ہمارے دیہ میں گوسوامی ڈاکٹر چیتنہ دیو کا بھیسابادی مت جانے کسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

जब देश में क्यादातर लोग बेवकूफ और बेपढ़े लिखे थे, जब महत्त्व पुरोहितों के दो-एक आदमियों में बिधा और आलोचना का ज्ञान था, जब देश के कोटि-कोटि लोगों को शूद्र कहकर बिधा से महत्त्व कर दिया गया, जब शूद्र को मामूली से क्रुसूर में—‘उसकी जीभ काट दो,’ ‘उसके कान में गरम पिघला हुआ शीशा छोड़ दो,’ ‘उसके नितम्बों का मांस काटकर फेंक दो,’ और ‘उसे चटार्ई में लपेट कर जला दो’—इन सबका उत्त्लेख कौटिल्य के ग्रन्थ में पाया जाता है. ये सब पुरोहितों के वेद वाक्य कहकर ऐलान हुये. राजाओं को भी इन पर अमल कराने के लिये अनुरोध किया जाता था. जब राजा और पुरोहित मिलकर जालि-माना हुकूमत करते थे सब हुकूमत के खिलाफ शूद्रों को सर उठाने की कैसे हिम्मत पड़ सकती थी ? बाल्मीकि रामायण

جب دیہس میں زیادہ تر لوگ بیوقوف اور بے پرواہ لکھے تھے، جب محض پروہتوں کے دو ایک آدمیوں میں دنیا اور آلہ چلنا کا گیان تھا، جب دیہس کے کوئی کوئی لوگوں کو شہر نہ کہہ کر دنیا سے محروم کر دیا گیا، جب شہر کو معمولی سے قصور میں—’اُس کی جیب کاٹ دو‘ اُس کے گلن میں گرم پگھلا ہوا شہدہ چھوڑ دو‘ اُس کے ٹیکسوں کا مانس کاٹ کر پھینک دو‘ اور اُسے چٹائی میں لپیٹ کر جلا دو‘—ان سب کا اُللیکھ کر تھلہ کے گرنم میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب پروہتوں کے وید وانہ نہ کہ اعلیٰ ہونے، راجاؤں کو بھی ان پر عمل کرانے کے لئے انہروں سے کیا جاتا تھا۔ جب راجا اور پروہت ملکر ظالمانہ حکومت کرتے تھے تب حکومت کے خلاف شہریوں کو سر اٹھانے کی کھسہ ہمت پڑ سکتی تھی؟ والہی راماین

में प्रतीत है कि ब्राह्मण के पुत्र की मौत की जिम्मेवारी शूद्र
 संघर्ष के सिर पर थोपकर धर्मराज रामचन्द्र बिना बिचारे
 उसका मस्तक काट डालते हैं। इस एक मिसाल से यह बात
 अच्छी तरह समझ में आ सकती है कि राजशक्ति और
 पुरोहित शक्ति का संयोग कैसा भीषण रूप ले सकता है।
 पुरोहितों की बे-मुनियाद बातें मुंह-मुंह से जाहिर होती हैं।
 'कलियुग में सिर्फ आदि और अन्त वर्ण (यानी ब्राह्मण
 और शूद्र) ही रहेंगे,' यानी समाज में केवल ब्राह्मण (पुरो-
 हित तंत्री लोग) व शूद्र रहेंगे। इस श्लोक का उल्लेख कहीं
 नहीं मिलता ऐसा भी वैद्य कहते हैं। जब केवल ब्राह्मण और
 शूद्र ये दो ही वर्ण माने गये तब धर्म पुस्तकों को पढ़ने,
 लिखने व गवेषणा करने का हक फिर सिवाय ब्राह्मणों के
 और किसका हो सकता है। फलस्वरूप धर्म ग्रन्थों में भूठी
 बातें प्रक्षिप्त करके, नये रूप से लिखकर और जाल करके
 बदलने का क्रम बिना रुके चलने लगा। वेदों में 'बाल, खल्य
 सूत्र' समूह और 'सर्प सूत्र' समूह ये जालसाजी करके
 शामिल कर दिये गये। बहुत पुराने जमाने से लेकर
 रघुनन्दन और 'अल्लाहो उपनिषद्' की रचना के समय तक
 यह जालसाजी चलती रही। ईसाई पादरियों ने भी इन्हीं
 जाली बातों को मान्यता दी। बाइबिल की ईसा की कथा
 दूसरे रूप में वेदों में है—यह बताया गया। रेवरेंड स्टाड्ज
 आदि "रबेत द्वीप में अपने को ब्राह्मण कहकर अपना प्रचार
 करते थे।" लेखक ने इनकी यह घोषणा खुद पढ़ी है। केवल
 छन्नीसवीं शताब्दी के विदेशी पंडितों ने पाठों की तुलना
 करके इन जालसाजियों को पढ़े लिखे भारतवासियों के
 सामने रखा। इन यूरोपीय विद्वानों ने मूल पाठों को शुद्ध
 किया।

वेदों में जिस तरह मिथ्याचारी पंडितों ने जाल बट्टा किया उसी तरह स्मृतियों में भी किया गया। ग्यारहवीं सदी में 'मिताक्षरा' पुस्तक के लेखक "परमहंस के उपासक" महापुरुष ज्योति विज्ञानेश्वर रघुनन्दन की तरह ही मुलजिम हैं। उन्होंने अपने मत का समर्थन कराने के लिये "गौतम संहिता" से एक सूत्र उद्धृत किया है—“सबसे पुरानी स्मृति में यह लिखा है कि पैतृक सम्पत्ति में पिता पुत्र के हक बराबर होते हैं;” लेकिन भारत के एक प्रदेश बंगाल में इस खिलसिले में काफी उल्टे विचार हैं। बंगाल ऐसा देश है जहाँ कोई किसी की भट्ठा नहीं करता—ऐसा समझा जाता है। 'मिताक्षर' का प्रतिद्वन्द्वी 'दाय भाग' ग्रन्थ के टीकाकार श्री कृष्ण तर्कालंकार और बाद में सोलहवीं शताब्दी में अश्वयुत नामक पंडित ने यह श्लोक चालू कर दिया “अमूल” अर्थात् असली पुस्तक में नहीं है। पुराने जमाने में यह झूठा-भोरी थी उसे महामहोपन्याय के कान सुनने को तैयार नहीं थे। उन्होंने कहा—“ठीक ही है किन्तु मनु संहिता की

میں آئیں گے۔ براہمن کے پتر کی موت کی ذمہ داری شونر شوبوک کے سر پر تھی۔ دھرم راج رامچندر بنا بچارے اُس کا مستحق ثابت ہوا۔ اس ایک مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ راج شکتی اور پروہت شکتی کا سلسلہ جو کسسا پھیلنا روپ لے سکتا ہے، پروہتوں کی بے بنیاد باتیں ماننے سے ظاہر ہوتی ہیں۔ ’ملک میں‘ صرف آدمی اور آنت دونوں (یعنی براہمن اور شونر) ہی رہینگے، یعنی سماج میں کیول براہمن (پروہت تلکری لوگ) و شونر رہینگے۔ اِس شاوک کا اَللہم کہیں نہیں ملتا ایسا شری ویدہ کہتے ہیں۔ جب کیول براہمن اور شونر یہ دو ہی وزن مانے گئے تب دھرم پسندوں کو پڑھنے، لکھنے و گویشنا کرنے کا حق پھر سوائے براہمنوں کے اور کس کا ہو سکتا ہے۔ پہل سرورپ دھرم گرنٹھوں میں چھوٹی باتیں پر چھپت کر کے، نئے روپ سے لکھ کر اور جعل کر کے بدلنے کا کرم بنا روکے چلنے لگا۔ ویدوں میں ’ہال کھلیہ سوترا‘ سموہ اور ’سرپ سوترا‘ سموہ یہ جعل سازی کر کے شامل کر دیئے گئے۔ بہت پرانے زمانے سے لکھ کر رگ و یج و سادھو اور ’اللہ ہو اُپنشد‘ کی رچنا کے سے تک یہ جعلیات سماج میں پھیلی۔ عیسائی پادریوں نے بھی انہیں جعلی باتوں کو ’ماتریکھا دی‘۔ بائبل کی عیسوی کی کتھا دوسرے روپ میں ویدوں میں ہے—یہ بتایا گیا۔ ریورینڈ سوارٹنر آدمی ’شویت دوتپ میں اپنے کو براہمن کہ کر اپنا پرچار کرتے تھے۔“ لکھ لے ان کی یہ گھوٹنا خود پڑھی ہے۔ کیول اُنہسویں شتাবدی کے ویدیشی پنڈتوں نے پانچوں کی قلنا کر کے ان جعل سازوں کو پڑھے لکھے بھارت واسطوں کے سامنے رکھا۔ ان پرورینہ و دونوں نے مول پانچوں کو شدد کیا۔

دیکھوں میں جس طرح مٹیہا چاری پندتوں نے جمل ہتھ
 کیا اُسی طرح اِسرہتوں میں بھی کیا گیا۔ گیارہویں صدی
 میں "متاکشرا" پستک کے لیکھک "پرہمنس کے آپاسک"
 مہابڑھ جیوتی و گیانیشور رگھو نندن کی طرح ہی ملزم ہیں۔
 انہوں نے اپنے مت کا سمرتھن کرانے کے لئے "گرتھ سنگھتا" سے
 ایک سوتر اُدھرت کیا ہے۔ "سب سے پرانی اِسرمتی میں یہ
 لہا ہے کہ پیترک سموتی میں پتا پتر کے حق برابر ہوتے ہیں۔"
 لیکن بھارت کے ایک پردیہی ہنگال میں اِس سلسلے میں کافی
 اُتھ و چار ہیں۔ ہنگال ایسا دیہی ہے جہاں کوئی کسی کی
 شردھا نہیں کرتا۔ ایسا سمجھا جاتا ہے۔ "متاکشرا" کا پرتی دوندی
 "دائے بھاگ" گرتھ کے ٹیکاکاشری کرشن ترکانگر اور بعد میں سواہویں
 شتاہدی میں اچوت نامک پندت نے یہ شلوک چالو کر دیا
 "امول" اُرثات اصلی پستک میں نہیں ہے۔ بدلے زمانے میں
 یہ جوا چوری تھی۔ اُسے مہابہر پادھیانے کے کل سنگھ کو تیار نہیں
 تھا۔ انہوں نے کہا۔ "ٹھیک ہی ہے کاتو منو سنگھیتا کی

कह अजीब मानना क्योंकि हमारे देश में आगई ?
ऊपर हमने कहा है कि मध्य युग में यह किस तरह मुमकिन हुआ ? इस जमाने में अंगरेजी से होकर लेने के लिये हमारे स्वदेशी प्रेमी देशभक्तों ने यत्न करना शुरू किया—
“हम लोग धर्म प्राय (मण्डही) जाति हैं, हमारी सभ्यता (मण्डही) धर्म की बुनियादों पर खड़ी है. भारतवासी संसार की एक विशिष्टता प्राप्त जाति है, उनकी चार मामूली आकृतियाँ हैं, बौद्ध. इस पर लेखक ने एक दूसरी जगह मुक्तचिनी की है.

सब तो यह है कि हम लोग मण्डही पागल (Religious maniac) नहीं हैं.* हमारी सभ्यता की वासीर धर्म के ऊपर नहीं है; हम लोग भगवान के सिरजे हुये कोई आसुलवास (वैशिष्ट्य प्राप्त) जीव नहीं हैं. हम लोग दुनिया की दूसरी जातियों की तरह हाक मांस और रक्त वाले इन्सान हैं. दीर्घ काल की पराधीनता से पैदा होने वाली राजनैतिक, समाजजिक और आर्थिक ग्लानि और बुराईयों को दूर करने की हमारी स्वाधीन राष्ट्रीय सरकार विलोपन से कोशिश कर रही है. जब पेट भर खाने को मिलेगा तभी चरित्र में उत्तमता आयेगी और बुद्धि खुलेगी. हमारा स्वाधीन राष्ट्र इसके लिये तत्पर है. इस समय दुनिया में जो तरक्की और प्रगति हो रही है उसके साथ काम मिलाने और कदम-कदम चलने के लिये और कौमी तरक्की के लिये सही वातावरण बनाने के लिये ही हमने अपने देश में ‘धर्म निरपेक्ष’ राज्य (Secular State) की स्थापना की है. अपने हज़ारों बरस के अनुभवों के आधार पर हमने सोच विचार कर यह सही कदम उठाया है.

इन्सान आपस में प्रेम सहित कैसे हिल मिलकर एक दूसरे के साथ जाति के रूप में रह सकते हैं—इसी का नाम सामाजिक विकास है और राष्ट्र के रूप में उनका विकास ही राजनैतिक विकास है. विविध जातियाँ एक ही देश में कैसे एक राष्ट्र का रूप लेती हैं, उनकी जो मिलन-पद्धति है, एक दूसरे में रल मिलकर जो एक राष्ट्र बनाने का उनका तरीका है वही राजनैतिक प्रतिष्ठान यानी राष्ट्र के दायरे में हर इन्सान का यह हक है कि वह अपनी जिन्दगी में विकास यानी तरक्की के पूरे पूरे मौके हासिल करे. और जाति को पूरी तरह तरक्की का अवसर मिले इसी के लिये राष्ट्र में शासन विभाग यानी हुकूमत की स्थापना होती है. इसीलिये राष्ट्र सबसे ऊपर और सर्व शक्तिमान होता है. किसी बात को इलहामी, ईश्वरीय व्यवस्था या वेदवाक्य समझकर पकड़कर बैठने के कोई मायने नहीं. मौजूदा हालातों में किसी पुरानी बात को पकड़कर बैठना मुनासिब

है. हमारे देश में अगली ? और हम
ने कहा है कि मण्डही एक मण्डही में से कस तरह मण्डही हो ? इस
मण्डही मण्डही मण्डही से होकर लेने के लिये हमारे स्वदेशी प्रेमी
देशभक्तों ने यत्न करना शुरू किया—
“हम लोग धर्म प्राय (मण्डही) जाति हैं, हमारी सभ्यता (मण्डही) धर्म की बुनियादों पर खड़ी है. भारतवासी संसार की एक विशिष्टता प्राप्त जाति है, उनकी चार मामूली आकृतियाँ हैं, बौद्ध. इस पर लेखक ने एक दूसरी जगह मुक्तचिनी की है.

सच तो यह है कि हम लोग मण्डही पागल (Religious maniac) नहीं हैं.* हमारी सभ्यता की वासीर धर्म के ऊपर नहीं है; हम लोग भगवान के सिरजे हुये कोई आसुलवास (वैशिष्ट्य प्राप्त) जीव नहीं हैं. हम लोग दुनिया की दूसरी जातियों की तरह हाक मांस और रक्त वाले इन्सान हैं. दीर्घ काल की पराधीनता से पैदा होने वाली राजनैतिक, समाजजिक और आर्थिक ग्लानि और बुराईयों को दूर करने की हमारी स्वाधीन राष्ट्रीय सरकार विलोपन से कोशिश कर रही है. जब पेट भर खाने को मिलेगा तभी चरित्र में उत्तमता आयेगी और बुद्धि खुलेगी. हमारा स्वाधीन राष्ट्र इसके लिये तत्पर है. इस समय दुनिया में जो तरक्की और प्रगति हो रही है उसके साथ काम मिलाने और कदम-कदम चलने के लिये और कौमी तरक्की के लिये सही वातावरण बनाने के लिये ही हमने अपने देश में ‘धर्म निरपेक्ष’ राज्य (Secular State) की स्थापना की है. अपने हज़ारों बरस के अनुभवों के आधार पर हमने सोच विचार कर यह सही कदम उठाया है.

इन्सान आपस में प्रेम सहित कैसे हिल मिलकर एक दूसरे के साथ जाति के रूप में रह सकते हैं—इसी का नाम सामाजिक विकास है और राष्ट्र के रूप में उनका विकास ही राजनैतिक विकास है. विविध जातियाँ एक ही देश में कैसे एक राष्ट्र का रूप लेती हैं, उनकी जो मिलन-पद्धति है, एक दूसरे में रल मिलकर जो एक राष्ट्र बनाने का उनका तरीका है वही राजनैतिक प्रतिष्ठान यानी राष्ट्र के दायरे में हर इन्सान का यह हक है कि वह अपनी जिन्दगी में विकास यानी तरक्की के पूरे पूरे मौके हासिल करे. और जाति को पूरी तरह तरक्की का अवसर मिले इसी के लिये राष्ट्र में शासन विभाग यानी हुकूमत की स्थापना होती है. इसीलिये राष्ट्र सबसे ऊपर और सर्व शक्तिमान होता है. किसी बात को इलहामी, ईश्वरीय व्यवस्था या वेदवाक्य समझकर पकड़कर बैठने के कोई मायने नहीं. मौजूदा हालातों में किसी पुरानी बात को पकड़कर बैठना मुनासिब

नहीं है, कुछही व्यवस्था की ईश्वर प्रदत्त या अर्थात् समझने की पहलीमत स्थानीय राष्ट्र की उन्नति की कोशिशों के रास्ते में अड़गता बनाने के समान है, इससे समाज के शरीर में घुर नहींजे पैदा होते हैं.

نہیں ہے۔ پرانی دیستہ کو ایشور پرفت یا خدائی سمجھنے کی ذہنیت سوانح میں، راشٹر کی آنتی کی کششوں کے راستے میں اڑکا ڈالنے کے سلسلے میں ہے۔ اس سے سماج کے شریروں میں رہے نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔

**700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS**

چینی دوا کا طریقہ اور دوائیں

چینی دوا کا طریقہ اور دوائیں

شی لی شیہ-تسٹن

شری لو چہ - چن

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

[راجکمار] امرت کور نے چین سے لوٹ کر چینی دوا اور اس کی طرف نئی چینی سرکری بالیسی پر جو بیان دیا تھا اس پر ایک نوٹ اور ایک چینی دواؤں کا لیٹرم ہم اس سے پہلے "نیا ہند" میں پرکشت کرچکے ہیں۔ یہاں ہم اسی وشنے پر ایک اور چینی دواؤں کا لیٹرم پرکشت کر رہے ہیں جو چین کے سوسائٹی وہاگ کے ایک بہت بڑے انسپری ہیں۔ اس سے اور بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ راجکمار کا وہ بیان کتنا غلط تھا۔ سلسلہ لال۔]

[راجکمار] امرت کور نے چین سے لوٹ کر چینی دوا اور اس کی طرف نئی چینی سرکری بالیسی پر جو بیان دیا تھا اس پر ایک نوٹ اور ایک چینی دواؤں کا لیٹرم ہم اس سے پہلے "نیا ہند" میں پرکشت کرچکے ہیں۔ یہاں ہم اسی وشنے پر ایک اور چینی دواؤں کا لیٹرم پرکشت کر رہے ہیں جو چین کے سوسائٹی وہاگ کے ایک بہت بڑے انسپری ہیں۔ اس سے اور بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ راجکمار کا وہ بیان کتنا غلط تھا۔ سلسلہ لال۔]

کئی ہزاروں سالوں سے چین کے لوگوں کی ایک اپنی دوا دیا (میڈیکل سائنس) چلی آ رہی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی تک یہ چینی دوا دیا کوریا، جاپان، بھارت، برما اور انڈونیشیا تک پہنچ چکی تھی۔ صدیوں اُننتی کرنے کے بعد آج یہ دوا دیا سارے چین میں چالو ہے اور اس کے پیچھے دواؤں اور علاج کا بڑا لمبا قیستی تجربہ ہے۔

کئی ہزاروں سالوں سے چین کے لوگوں کی ایک اپنی دوا دیا (میڈیکل سائنس) چلی آ رہی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی تک یہ چینی دوا دیا کوریا، جاپان، بھارت، برما اور انڈونیشیا تک پہنچ چکی تھی۔ صدیوں اُننتی کرنے کے بعد آج یہ دوا دیا سارے چین میں چالو ہے اور اس کے پیچھے دواؤں اور علاج کا بڑا لمبا قیستی تجربہ ہے۔

چین کے شہزادوں میں سے بہت سے مشہور دواؤں یعنی اُس زمانے کے ڈاکٹروں اور اُن کے کاموں کا بیان ملتا ہے۔ عیسوی سے چار پانچ سو برس پہلے جب چین کی کئی الگ الگ ریاستیں میں گھریلو لڑائیاں جاری تھیں، پی این چو ایچ نام کا ایک بہت مشہور دوا دیا تھا جس نے پہلی بار نبض (ناڑی) کی چال سے روگ کے پتہ لگانے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس میں اُسے بڑی کامیابی ہوئی۔ بہت سے روگوں کے علاج کے لئے اُس نے باریک باریک سوئچوں سے نسوں (نررز) کی حالت اور اُن کی گتی کو ٹھیک کرنا (ایکویلائز) اور ہڈیوں کو گرم کرنے اُن سے شریروں کے خاص خاص اٹکوں کو سیکنا (موکسی بشچن) لین دو طریقوں سے بہت بڑا کام کیا۔ عیسوی کی پہلی اور دوسری شہزادوں میں چانگ چونگ - چنگ نام کے ایک دوا دیا نے طرح طرح کے بخاروں پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "شانگ ہان لین" ہے اور وہ دوا کے اصولوں اور ضروری باتوں پر ایک دوسری کتاب لکھی جس کا نام "چنگ کونگ ہیان چنگ" ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بخاروں اور دوسری بیماریوں کے علاج کے لئے بہت سے نسخے دیئے ہوئے ہیں۔ آج بھی چین میں ان کتابیں اور

چین کے شہزادوں میں سے بہت سے مشہور دواؤں یعنی اُس زمانے کے ڈاکٹروں اور اُن کے کاموں کا بیان ملتا ہے۔ عیسوی سے چار پانچ سو برس پہلے جب چین کی کئی الگ الگ ریاستیں میں گھریلو لڑائیاں جاری تھیں، پی این چو ایچ نام کا ایک بہت مشہور دوا دیا تھا جس نے پہلی بار نبض (ناڑی) کی چال سے روگ کے پتہ لگانے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس میں اُسے بڑی کامیابی ہوئی۔ بہت سے روگوں کے علاج کے لئے اُس نے باریک باریک سوئچوں سے نسوں (نررز) کی حالت اور اُن کی گتی کو ٹھیک کرنا (ایکویلائز) اور ہڈیوں کو گرم کرنے اُن سے شریروں کے خاص خاص اٹکوں کو سیکنا (موکسی بشچن) لین دو طریقوں سے بہت بڑا کام کیا۔ عیسوی کی پہلی اور دوسری شہزادوں میں چانگ چونگ - چنگ نام کے ایک دوا دیا نے طرح طرح کے بخاروں پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "شانگ ہان لین" ہے اور وہ دوا کے اصولوں اور ضروری باتوں پر ایک دوسری کتاب لکھی جس کا نام "چنگ کونگ ہیان چنگ" ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بخاروں اور دوسری بیماریوں کے علاج کے لئے بہت سے نسخے دیئے ہوئے ہیں۔ آج بھی چین میں ان کتابیں اور

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سہ کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیرینہ سرجیکل آپریشنس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویز لکھ سونٹوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سینگ کے طریقہ (موکسی بشچن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بیدار نہ ہونے بارے چلہیں آجکل انوسٹیٹکس کہتے ہیں۔ عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو - ہو نام نے ایک دوا لے ناری پر پیکشا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی تکی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو - می نام کے ایک دوا لے سونٹوں والے علاج اور سینگ والے علاج پر "چینی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا لے بارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لائے جانے کے یوگہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹیں میں آج بھی بڑی مہتم کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا لے ناؤ ہنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان - فانگ نام کے ایک دوا لے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چونگ یوان ہوو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سہ سے لیکر سونگ راج کل کے سہ تک چینی ویدک دوا لے ابوت پورو آئنتی کی مشہور دوا سن زہ میاؤ کی پستک "چنچنگ یاؤ فانگ" سے جس کے معنی ہیں "سہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جیسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ میگ شین نام کے ایک دوا لے "شم لہاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی نگاہ سے سب طرح کی کھانوں کی چیزوں کے گن دوش بیان کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدیک دوا لے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشچن کا رواج خوب ہوا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہونے لگے۔ آدمی کے پورے قد کی گتسہ کی

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سہ کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیرینہ سرجیکل آپریشنس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویز لکھ سونٹوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سینگ کے طریقہ (موکسی بشچن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بیدار نہ ہونے بارے چلہیں آجکل انوسٹیٹکس کہتے ہیں۔ عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو - ہو نام نے ایک دوا لے ناری پر پیکشا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی تکی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو - می نام کے ایک دوا لے سونٹوں والے علاج اور سینگ والے علاج پر "چینی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا لے بارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لائے جانے کے یوگہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹیں میں آج بھی بڑی مہتم کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا لے ناؤ ہنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان - فانگ نام کے ایک دوا لے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چونگ یوان ہوو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سہ سے لیکر سونگ راج کل کے سہ تک چینی ویدک دوا لے ابوت پورو آئنتی کی مشہور دوا سن زہ میاؤ کی پستک "چنچنگ یاؤ فانگ" سے جس کے معنی ہیں "سہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جیسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ میگ شین نام کے ایک دوا لے "شم لہاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی نگاہ سے سب طرح کی کھانوں کی چیزوں کے گن دوش بیان کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدیک دوا لے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشچن کا رواج خوب ہوا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہونے لگے۔ آدمی کے پورے قد کی گتسہ کی

मूर्तियों बनने लगीं जिन के जरिये वैद्यक के विद्यार्थियों को शरीर के अंग, उनके रोग और उन पर दवाओं के असर समझाए जाते थे। अलग अलग रंगों के लिये तुसखों की किताबें उन दिनों सब से अधिक बिकनी थीं। औरतों और बच्चों की बिमारियाँ और चौर फाड़ की बिधा के ऊपर भी खास तौर से किताबें लिखी गईं। चीनी वैद्यक बिधा में एक नई चीज उस समय यह हुई कि वैद्यक की उन्नति और वैद्यों की सुबिधा के लिये राज के कानून में क्या क्या सुधार या तबदीलियाँ हानी चाहिये और वैद्यों के क्या क्या कानूनी कर्ष हाने चाहिये इन बातों पर विचार होने लगा और किताबें लिखी जाने लगीं।

बारहवीं सदी से उन्नीसवीं सदी तक भी चीनी वैद्यक विद्या, चीनी दवाएँ और उनकी तैयारी बराबर तरक्की करती रहीं। ली शिह-चेन ने सब तर की दवाओं के ऊपर एक बहुत बड़ी किताब “येन त्साओ कांग मु” लिख कर पूरी की. वु यु-शंग ने अपनी एक किताब में छूत की या लगनी बीमारियों और महामारियों के ऊपर अपने खास सिद्धान्त दुनिया के सामने रखे. वांग चिंग-जेन ने शरीर के अन्दर के अलग अलग अंगों के बारे में पिछले कुछ गुलत बिचारों को सुधारा. लगनी बीमारियों का इलाज, आंखों और गले की बीमारियों का इलाज और चौर फाड़ के ज़रिये शरीर के अंगों की कुरूपता या बेडौलपन को ठीक करना इन तीनों में चीनी वैद्यक ने खास तौर से उन्नति की और इनके खास अलग अलग जानकार पैदा होने लगे.

अलग अलग बीमारियों के अलग अलग लक्षणों या अलामतों को बयान करने में पुरानी चीनी वैद्यक के जानकार जितनी अधिक तकसील यानी विस्तार में जाते हैं आजकल के यूरोपी दंग से पढ़े हुए डाक्टर उतनी तकसील में नहीं जा सकते. इसके अलवा पुरानी चीनी वैद्यक के नुसखे अधिकतर जड़ी बूटियों के हाते हैं और उनसे बाद में इस तरह की हानि या बुरा असर नहीं होता जैसा यूरोपी दवाओं से होता है. पुराने चीनी इलाज के तरीके में दो बातों की तरफ़ ख़ास ध्यान दिया जाता है, सबसे पहले इस बात की तरफ़ कि रोगी के शरीर का और अलग अलग अंगों के काम का जो समतोल बिगड़ गया है उसे फिर सं ठीक किया जावे, और दूसरे यह कि रोगी की आम नसों (नर्वस सिस्टम) को फिर से दुरुस्त किया जाये. नुसखा लिखने में इन दोनों बातों का पूरा ध्यान रखा जाता है. पुरानी चीनी वैद्यक विद्या के अन्दर रोग के कीड़ों को मारना (ऐंटी बायोटिक्स) और दवाओं के जरिये मकान, कपड़ों वगैराहों को बीमारी के असर से पाक करना (डिस-इन्फेक्शन) दोनों शामिल हैं.

میں نے اپنے لکھن جو کے ذریعہ ویدیک کے ویدیا نہیں کو شروع کے انگ ان کے روگ اور ان پر دلوں کے اثر سے سمجھائے جاتے تھے ایک ایک روگ کے لئے نسخوں کی کتابیں ان دنوں سب سے ادھک بنتی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی بیماریوں اور چھوڑا کی ویدیا کے اوپر بھی خاص طور سے کتابیں لکھی گئیں۔ چینی ویدیک ویدیا میں ایک نئی چیز اُس سے یہ ہونی کہ ویدیک کی اُننتی اور ویدیوں کی سوڈھا کے لئے راج کے قانون میں کیا کیا سدھار یا تبدیلیاں ہونی چاہئیں اور ویدیوں کے کیا کیا قانونی فرض ہوئے چاہئیں ان باتوں پر وچار ہونے لگا اور کتابیں لکھی جانے لگیں۔

ہمارے ہی صدی سے انیسویں صدی تک یہی چینی ویدک
 دھماکا چینی دوائوں اور اُن کی تیاری ہوا پر ترقی کرتی رہی ہے ۔
 لی شہ چھن نے سب طرح کی دواؤں کے اوپر ایک بہت بڑی
 کتاب ’ہین تساو کانگ مو‘ لکھ کر پوری کی ۔ وہ بوشنگ نے
 اپنی ایک کتاب میں چھوت کی یا لکھی بیماریوں اور مہماہاریوں
 کے اوپر اپنے خاص سدھانت دنیا کے سامنے رکھے ۔ وانگ
 چنگ جیون نے شریز کے اندر کے الگ الگ انہوں کے بارے
 میں پہلے کچھ غلط وجوہات کو سدھارا ۔ لکنی بیماریوں کا علاج
 اُنہوں اور گلے کی بیماریوں کا علاج اور چھوڑھار کے ذریعہ شریز کے
 انہوں کی کرہٹا یا بے قہلین کو ٹھیک کرنا اُن تیلوں میں
 چینی ویدک نے خاص طور سے اُننتی کی اور اُن کے خاص
 الگ الگ جانکار پیدا ہوئے تھے ۔

انگ انگ بیماریوں کے انگ انگ لکھنوں یا علامتوں کو بیان کرتے ہیں پرائی چینی ویدیک کے جانکار جتنی ادھک تفصیل یعنی دستار میں جاتے ہیں آجکل کے یورپی قلمک سے پڑھے ہوئے قائلہ اُنی تفصیل میں نہیں جاسکتے ۔ اِس کے علاوہ پرائی چینی ویدیک کے نسخہ ادھکر جڑی بوٹیوں کے ہوتے ہیں اور اُن سے بعد میں اِس طرح کی ہائی یا برا ٹر نہیں ہوتا جیسا یورپی دواؤں سے ہوتا ہے ۔ پڑائے چینی علق کے طریقہ میں دو باتوں کی طرف خاص دھیان دیا جانا ہے سب سے پہلے اِس بات کی طرف کہ روگی کے شربو کا اور انگ انگ انہیں کے کام کا جو سمتول بکر گیا ہے اسے پھر سے تھیک کیا جاوے اور دوسرے یہ کہ روگی کی علم نسوں (نروس سسٹم) کو پھر سے دوست کیا جائے ۔ نسخہ لکھنے میں اِن دینوں باتوں کا پورا دھیان رکھا جاتا ہے ۔ پرائی چینی ویدیک ویدیا کے اندر روگ کے کھڑوں کو مارنا (اینٹی بائیو ٹکس) اور دواؤں کے ذریعہ مکین کھڑوں وغیرہ کو بیماری کے اثر سے پاک کرنا (دس ۔ انٹیکس) دونوں شامل ہیں ۔

پرانے چینی ویدییوں نے تجربے سے یہ معلوم کرایا تھا کہ
 ہونٹ کے اندر کے روگ کے کھڑوں (bacteria) کو مارنے کے لئے
 اور کھال کے آرپہ کے کھڑوں کو مارنے کے لئے دونوں کاموں کے لئے
 ہوانگ لین (Coptis teeta) بہت ہی اچھری دوا ہے
 اور پورا اثر کرتی ہے، خونی پیچھی (Amoellic dysentry)
 کو اچھا کرنے کے لئے پانی توڑ وینگ (Anemone) بہت ہی
 کامیاب اوشدی ہے، ملدیریا کے بخار کو ٹھیک کرنے کے لئے چانگ
 شان (Orixia japonica) بڑھا دوا ہے، کمانسی کے لئے
 سب سے اچھی دوا پائی مو (Fritillaria Verticillata)
 ہے، عورتوں کے خوں کو روکنے کے لئے بی مروتساؤ (Leonurus
 Sibricus) بہت اچھا دوا ہے، رات کے پسینہ کو روکنے کے لئے
 ہوانگ چی (Astragalus Reflexistipulus) بہت
 اچھی چیز ہے، پست کے کھڑوں 'فودانوں' کو صاف کرنے کے لئے
 نوچین بی (Melia Azedarath) لگائی ہے، بخار کو کم
 کرنے کے لئے چائی ہو (Bupleurum Chinensis) بہت
 کام کی ہے اور خوں کے دباؤ یعنی بلڈ پریشر کے علاج کے لئے تو
 چونگ (Eucommia Ulmoides) بہت مفید ثابت
 ہوئی ہے۔

بہت سی بیماریاں ہیں جن سے یورینین تھنگ کے پڑھے ہوئے ڈاکٹر گھبرا جاتے ہیں اور پرانی چینی ویدیک ودیا کے جاننے والے اُن کا علاج بڑی آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ مثال کے لئے انگریزوں کی پرانی ریاحی سوچن (Chronic gastro-intestinal inflammation) گردے کی پرانی سوچن (Chronic inflammation of the kidneys) اندر کی کھانسی (Bronchitis) گھونپا کے کڑن چیزوں کی سرچن (Rheumatsia Arthritis) آنکھ کی بوماری (Myositis) اور نسون کی بوماری (Neuritis) یہ سب بیماریاں پچھم کے علاج کے طریقوں سے بہت ہی دھیرے دھیرے اور بہت ہی کم اچھی ہوتی ہیں۔ لیکن اگر پرانے چینی طریقوں سے ان کا علاج کیا جاوے تو بہت جلدی ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ خاصکر جب کہ دوا کے ساتھ ساتھ پرانے تھنگ کی سونٹوں سے نسون کو بھی ٹھیک کر دیا جاوے (Acupuncture)۔ یہ سونٹوں کا علاج بہت ہی آسان، سہلے اور کمزور ہے۔ ایک اور مثال لیجئے۔ پادھانے کے راستے سے خون جانا اور ناسوز پڑ جانا (Haemorrhoids and Fistulae) ان کا علاج پرانے چینی طریقوں سے حل میں بہت ہی کمپیاب ثابت ہوا ہے۔ انگریزوں کے نیچے کے حصے کی بیماریاں پرانی دواؤں سے بہت جلدی اچھی ہوتی ہیں۔ علاج کا تھنگ بھی بہت سہلے سادہ ہے۔ اُس میں بہت

پہلیا ڈاکٹری औजारों और सामान की जरूरत नहीं पड़ी और न रोगी के रोग के काम काज में कोई फरक आता है.

लेकिन पुराने चीनी इलाज के तरीके में कुछ कमी भी है. उसका विद्याधर और तजरबे पर है, उसमें बाकायदा साइंसी सिद्धान्त की कमी है. अभी तक उसमें कीमियाई ज्ञानचीन और परख के पक्के तरीके नहीं हैं. इसका एक बड़ा कारण है. चीन में कमिनिटांग शासन के दिनों में उन दिनों की सरकार पुराने चीनी इलाज के तरीके को ही रीर साइंसी और पिछड़ा हुआ समझती थी और उसे हिक्कारत से देखती थी. पर चीन की कम्युनिस्ट पार्टी अपने देश की पुरानी कलचरी विरासत की बड़ी कद्र करती है. इसलिये वह पुरानी चीनी वैद्यक विद्या के अनुसार इलाज करने वालों को, जिन की संख्या लगभग तीन लाख है, देश के डाक्टरी मैदान में एक बहुत बड़ी शक्ति मानती है. कम्युनिस्ट पार्टी ने पुराने चीनी ढंग के डाक्टरों और नए पच्छिमी ढंग के डाक्टरों दोनों को यह हिदायत की कि वह दोनों मिलकर काम करें, एक दूसरे की मदद करें और मिलकर नई और पुरानी दवाओं आदि की खोज करें जिससे रोगों के इलाज की शक्तियां और अधिक मजबूत हों और सब मिलकर देश की और अधिक सेवा कर सकें. जुलाई सन् 1954 में नई चीनी सरकार ने सब सरकारी जन स्वास्थ्य महकमों को यह हिदायतें भेजीं कि पुराने चीनी इलाज के तरीके के साथ यही नीति बरती जावे और इस पर पूरा पूरा अमल किया जावे. इस समय पुराने चीनी इलाज के तरीके के साइंसी स्तर को ऊँचा करने के लिये और उसमें आवश्यक सुधार करने के लिये पहला कदम यह पठाया गया है कि एक चीनी मेडिकल रिसर्च अकादमी खोली जा रही है. चीनी वैद्यक विद्या की जो दूसरी खोज संस्थाएँ यानी रिसर्च इंस्टीट्यूट हैं उन्हें बढ़ाया जा रहा है. शंघाई, कैन्टन, नानकिंग और चुंगकिंग में पुराने चीनी इलाज के तरीके के अस्पताल खोल दिये गये हैं. पैकिंग के बहुत से अस्पतालों में चीनी वैद्यक विद्या के जानकारों को रखकर उनसे सलाहें ली जाती हैं. कुछ अस्पतालों में पुराने ढंग से इलाज के अलग महकमे खोल दिये गए हैं. देश भर के सब मेडिकल कालिजों में पुरानी चीनी दवाओं और उनके बनाने के तरीकों में खोज की जा रही है और मेडिकल कालिजों की पढ़ाई की पुस्तकों में चीनी वैद्यक और चीनी दवाएं बनाने के तरीके शामिल किये जा रहे हैं. पुराने चीनी इलाज की बहुत सी अधिक महत्व की किताबें फिर से प्रकाशित की जा रही हैं और बहुत सी अभी की जायेंगी.

(News Bulletin of the Embassy of the Peoples Republic of China, New Delhi

Nov. 23, 1955.)

چینی ڈاکٹری औजारوں اور سامان کی ضرورت نہیں پڑی اور نہ رोगی کے رोग کے کام کاज میں کوئی فرق آتا ہے.

لیکن پرانے چینی علاج کے طریقہ میں کچھ کمی بھی ہے. اس کا دہانہ زور تجربہ پر ہے، اس میں باقاعدہ سائنسی تحقیقات کی کمی ہے. ابھی تک اس میں کیمیائی چھان بین اور پڑنے کے پکے طریقہ نہیں ہیں. اس کا ایک خاص کارن ہے. چین میں کمیونٹنگ شاسن کے دنوں میں ان دنوں کی سرکار پرانے چینی علاج کے طریقہ کو ہی غیر سائنسی اور پیچڑا ہوا سمجھتی تھی اور اُسے حقارت سے دیکھتی تھی. پر چین کی کمیونسٹ پارٹی اپنے دیہی کی پرانی المچری وراثت کی بڑی قدر کرتی ہے. اس لئے وہ پرانی چینی ویدیک ویدیا کے انوسار علاج کرنے والوں کو، جن کی سنگھیا لگ بھگ تین لاکھ ہے، دیہی کے ڈاکٹری میدان میں ایک بہت بڑی شکتی مانتی ہے. کمیونسٹ پارٹی نے پرانے چینی تھنگ کے ڈاکٹروں اور نئے پچھلی تھنگ کے ڈاکٹروں دونوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ دونوں ملکر کام کریں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور ملکر نئی اور پرانی دواؤں ادوی کی کھوج کریں جس سے رگوں کے علاج کی شکستیں اور ادھک مضبوط ہوں اور سب ملکر دیہی کی اور ادھک سہرا کر سکیں. جولائی سن 1954 میں نئی چینی سرکار نے سب سرکاری جن سوائسٹھ محکموں کو یہ ہدایتیں بھیجیں کہ پرانے چینی علاج کے طریقہ کے ساتھ یہی نہیں ہرنی جاوے اور اس پر پورا پورا عمل کیا جاوے. اس سہ پرانے چینی علاج کے طریقہ کے سائنسی اسٹر کو اونچا کرنے کے لئے اور اس میں اوشیک سدھار کرنے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ ایک چینی میڈیکل ریسرچ اکادمی کھولی جا رہی ہے. چینی ویدیک ویدیا کی جو دوسری کھوج سنسٹھانیں یعنی ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہیں انہیں بڑھایا جا رہا ہے. شنکھائی، کینٹن، ناننگ اور چنگ لنگ میں پرانے چینی علاج کے طریقہ کے اسپتال کھول دیئے گئے ہیں. پیننگ کے بہت سے اسپتالوں میں چینی ویدیک ویدیا کے جانکاروں کو رکھ کر ان سے ملحدیں لی جاتی ہیں. کچھ اسپتالوں میں پرانے ڈھنگ سے علاج کے ایک محکمہ کھول دیئے گئے ہیں. دیہی ہر کے سب میڈیکل کالجوں میں پرانی چینی دواؤں اور ان کے بنانے کے طریقوں میں کھوج کی جا رہی ہے اور میڈیکل کالجوں کی پڑھائی کی پستوں میں چینی ویدیک اور چینی دوائیں بنانے کے طریقہ شامل کئے جا رہے ہیں. پرانے چینی علاج کی بہت سی ادھک مہتر کی کتابیں ہر سے پرکاشت کی جا رہی ہیں اور بہت سی ابھی کی جائیں گی.

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کہا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“ مگر وہ لوگوں میں سے جو ذرا خوش حال تھے انہیں میں چھوٹ دے دیتا تھا کہ وہ اپنی سربدہا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

—حدیث اور ’مسعود البدری‘ بخاری: مسلم۔

—دُجّہا اور ابو مسعود بکری، بخاری: مسلم۔

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

—مسند ابی بن عبد اللہ الثقفی، مسلم۔

—سُفیان بن ابی یوسف، بخاری: مسلم۔

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کہتا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو“ جنہیں تم جانتے ہو انہیں بھی اور جنہیں تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

—ابن عمرو بن العاص، بخاری: مسلم۔

—ابن عمر بن العاص، بخاری: مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا:—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوتی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی سرتاہی۔“

—زید بن طلحہ، مالک۔

—زید بن طلحہ، مالک۔

محمّد صاحب نے معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ چلتے وقت محمد صاحب نے اُس سے پوچھا:—”اگر کوئی معاملہ تمہارے سامنے آئے گا تو اُس کا فیصلہ کسے کرو گے؟“ معاذ نے جواب دیا:—”میں قرآن

محمّد صاحب نے معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ چلتے وقت محمد صاحب نے اُس سے پوچھا:—”اگر کوئی معاملہ تمہارے سامنے آئے گا تو اُس کا فیصلہ کسے کرو گے؟“ معاذ نے جواب دیا:—”میں قرآن

کے متعلق فیصلہ کر لے گا۔“ محمد صاحب نے یہ
 پہلے کہا۔ لیکن اگر تمہیں قرآن میں اس طرح کی
 کوئی بات نہ ملے؟“ اس نے جواب دیا۔ ”تب
 میں اس کی مثال کو سامنے رکھ کر اس کے انوسار فیصلہ
 کر لے گا۔“ محمد صاحب نے یہ پوچھا۔ ”اور اگر تمہیں
 رسول کی مثال میں بھی کوئی بات نہ ملے؟“ اس نے جواب
 دیا۔ ”تب میں خود اپنی سمجھ سے کام لوں گا اور میں غلطی
 نہیں کھوونگا۔“ اس پر محمد صاحب نے شابشی دیتے ہوئے
 معاذ کی کمر تھوکی۔

—ہاریس بین امروہ، ابوداؤد : تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—”جو کوئی لوگوں کے کسی
 سامنے میں بھی ان کا رشک یا ولی بنایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی
 مسئلہ کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ
 زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اس کی
 مدد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اس سے
 اس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اسے اللہ کی مدد
 کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔“

—ابوالشمن ال اردی۔

محمد صاحب نے ایک بار کہا:—”میں کبھی ایک
 آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے جھگڑے میرے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا
 ہے کہ جن دو آدمیوں کا جھگڑا میرے سامنے آتا ہے ان میں سے
 ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح میرے سامنے رکھ
 سکے اور دوسرا اپنی بات اتنی اچھی طرح نہ رکھ سکے اور
 ایسی حالت میں میں جو کچھ سوں اسی کے انوسار فیصلہ
 دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو۔
 ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے
 اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا۔ اس لئے جو
 دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ
 میرے فیصلہ کو دیکھ کر یہ بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا
 حق چھوڑ دے۔“

—ام سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابوداؤد :
 نسائی : مالک۔

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—
 ”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے
 کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک
 دیغ نکلا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین
 بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا۔ ”یہلو اپنا سونا، نہیں

محمد صاحب نے کہا:—”جو کوئی لوگوں کے کسی
 سامنے میں بھی ان کا رشک یا ولی بنایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی
 مسئلہ کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ
 زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اس کی
 مدد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اس سے
 اس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اسے اللہ کی مدد
 کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔“

—ہارث بن عمرو، ابوداؤد : ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—”میں کبھی ایک
 آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے جھگڑے میرے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا
 ہے کہ جن دو آدمیوں کا جھگڑا میرے سامنے آتا ہے ان میں سے
 ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح میرے سامنے رکھ
 سکے اور دوسرا اپنی بات اتنی اچھی طرح نہ رکھ سکے اور
 ایسی حالت میں میں جو کچھ سوں اسی کے انوسار فیصلہ
 دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو۔
 ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے
 اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا۔ اس لئے جو
 دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ
 میرے فیصلہ کو دیکھ کر یہ بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا
 حق چھوڑ دے۔“

—ابوالشمن ال اردی۔

محمد صاحب نے ایک بار کہا:—”میں کبھی ایک
 آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے جھگڑے میرے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا
 ہے کہ جن دو آدمیوں کا جھگڑا میرے سامنے آتا ہے ان میں سے
 ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح میرے سامنے رکھ
 سکے اور دوسرا اپنی بات اتنی اچھی طرح نہ رکھ سکے اور
 ایسی حالت میں میں جو کچھ سوں اسی کے انوسار فیصلہ
 دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو۔
 ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے
 اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا۔ اس لئے جو
 دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ
 میرے فیصلہ کو دیکھ کر یہ بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا
 حق چھوڑ دے۔“

—ام سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابوداؤد :
 نسائی : مالک۔

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—
 ”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے
 کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک
 دیغ نکلا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین
 بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا۔ ”یہلو اپنا سونا، نہیں

'تاس' یوگوسی نہ دیستلی سے نیکالنے والے "نُوس یوگس فام دی سوبیوت یونین" مے مائی دُماوینسکی کا فک جُوتو سا سُنُدر لُکس رُسی بچوں کی سب سے بڑی سُنُسا "کیرور لنیناڈس" (Young Leninites) کے بارے مے جُپا ہے۔

بچوں کی اس تَرہ کی سُنُسا آجکل دُنیا کے لُگالُگ سب سبھ دُشوں مے مَیوڈ ہُے۔ اُما تَور پَر ہُنُے "یُگ پائونیرس" کُہتے ہُے۔ رُس مے یُھ سُنُسا سَنُ 1922 مے کُایم ہُڈی تھی اُور پُہا "یُگ لنیناڈس" کُہلاتی ہے۔

اس سَمَی سوبیوت رُس مَر کے اُنُدر نو بَرس کی اُمر سے لُکر چَودھ بَرس کی اُمر تَک کے بَڈ کُروڈ سے اُپَر لُکے اُور لُکُیاں اس سُنُسا کے مَمبر ہُے۔

سُنُسا کے اُدرے ی ہُے:—

(1) لُکوں اُور لُکُیاں مے اُپنے دُش کے لُیے پُرس پُدا کرنا;

(2) اُنمے سب دُشوں کی اُنُتا کے لُیے اُادر پُدا کرنا;

(3) اُنمے اُاٹوں پُروں سے مَہنُت مَیوڈری کے لُیے اُان پُدا کرنا، اُور

(4) اُنمے اُان کی اُاھ کو بُدا نا۔

سُنُسا کے سب مَمبروں مے اُار اُن اُان پُدا کرنے کی کُوشش کی اُاتی ہے:—(1) اُمانداری، (2) شِست (ڈِسِیپلن)، (3) اُنچے سِیڈانُت، اُور (4) سب کے ساٹھ اُاڈے کا اُاٹ۔

نو بَرس سے اُپَر اُمر کا کِسی مَی سُول کا کُوڈ مَی لُککا یا لُکُکی اُو اُاڈے سُنُسا کا مَمبر بَن سَکتا ہے۔ ہر نَی مَمبر کو اُپنے ساٹھوں کے سامنے اس اُاشا کی پُسیلِا کرنی پُتی ہے:—

"مَی اُی لُگا کر پُڈ لُیخُا گا، سُول مے اُور سُول کے اُاڈر شِست کا اُچھی تَرہ پالان کُہُا گا، اُپنے اُاٹا-پُکو اُور بُکو کا اُادر کُہُا گا، سب کے ساٹھ مِٹاس اُور نُاٹا کا بَرتاٹ کُہُا گا، مَہنُت کُہُا گا دُسروں کی مَہنُت کا اُادر کُہُا گا، اُنُتا کے اُال اُور اُیوں کی رُکھا کُہُا گا، سَماج کے لُیے اُاٹا-پُک کاموں مے دِستِا لُہُا گا، اُپنے ماں باپ کو اُور اُپنے بُکو کو مَڈ دُگا، اُمان-اُار اُور سَچا رُہُا گا، اُپنے ساٹھوں کے سدا کاس اُاٹُا گا، اُپنے سے جُوتے بچوں کی مَڈ اُور اُاٹا-پُکی کُہُا گا، اُور سُول کُہُا گا اُور کُسرُت مے سب کے ساٹھ اُاٹا-پُک رُہُا گا۔"

اُس اُیوگس نئی دلی مے نکلے والے "نُور ایلڈ وِیوز فام دی سوبیوت یونین" مے اُائی دُماوینسکی کا اُیک جُوتو سا سُنُدر لُکس رُسی بچوں کی سب سے بڑی سُنُسا "کُور لنیناڈس" (Young Leninites) کے بارے مے جُپا ہے۔

بچوں کی اس طُرح کی سُنُسا اُجکل دُنیا کے لُگ لُگ سب سبھ دُشوں مے مَیوڈ ہُے۔ اُما طُور پَر اُنہوں "اُگ پائونیرس" کُہتے ہُے۔ رُس مے یُھ سُنُسا سَنُ 1922 مے اُایم ہُڈی تھی اُور پُہا "اُگ لنیناڈس" کُہلاتی ہے۔

اس سَمَی سوبیوت رُس مَر کے اُنُدر نو بَرس کی اُمر سے اُپَر چَودھ بَرس کی اُمر تَک کے بَڈ کُروڈ سے اُپَر لُکے اُور لُکُیاں اس سُنُسا کے مَمبر ہُے۔

سُنُسا کے اُدرے ی ہُے:—

(1) لُکوں اُور لُکُیاں مے اُپنے دُش کے لُیے پُرس پُدا کرنا;

(2) اُن مے سب دُشوں کی اُنُتا کے لُیے اُادر پُدا کرنا;

(3) اُن مے اُاٹوں پُروں سے مَہنُت مَیوڈری کے لُیے اُان پُدا کرنا، اُور

(4) اُن مے اُان کی اُاھ کو بُدا نا۔

سُنُسا کے سب مَمبروں مے اُار اُن اُان پُدا کرنے کی کُوشش کی اُاتی ہے:—(1) اُمانداری، (2) شِست (ڈِسِیپلن)، (3) اُچھے سِیڈانُت، اُور (4) سب کے ساٹھ اُاڈے کا اُاٹ۔

نو بَرس سے اُپَر اُمر کا کِسی مَی سُول کا کُوڈ مَی لُککا یا لُکُکی اُو اُاڈے سُنُسا کا مَمبر بَن سَکتا ہے۔ ہر نَی مَمبر کو اُپنے ساٹھوں کے سامنے اس اُاشا کی پُسیلِا کرنی پُتی ہے:—

"مَی اُی لُگا کر پُڈ لُیخُا گا، سُول مے اُور سُول کے اُاڈر شِست کا اُچھی تَرہ پالان کُہُا گا، اُپنے اُاٹا-پُکو اُور بُکو کا اُادر کُہُا گا، سب کے ساٹھ مِٹاس اُور نُاٹا کا بَرتاٹ کُہُا گا، مَہنُت کُہُا گا دُسروں کی مَہنُت کا اُادر کُہُا گا، اُنُتا کے اُال اُور اُیوں کی رُکھا کُہُا گا، سَماج کے لُیے اُاٹا-پُک کاموں مے دِستِا لُہُا گا، اُپنے ماں باپ کو اُور اُپنے بُکو کو مَڈ دُگا، اُمان-اُار اُور سَچا رُہُا گا، اُپنے ساٹھوں کے سدا کاس اُاٹُا گا، اُپنے سے جُوتے بچوں کی مَڈ اُور اُاٹا-پُکی کُہُا گا، اُور سُول کُہُا گا اُور کُسرُت مے سب کے ساٹھ اُاٹا-پُک رُہُا گا۔"

ہر ممبر کو مگر میں ایک لالہ لالہ ہوتا ہے اور ایک بیج لگانا ہوتا ہے جس پر ایک لالہ بنا رہتا ہے اور ”ہمیشہ تیار“ یہ شہد لکھے ہوتے ہیں۔ یہی سنسٹا کا نمبر ہے۔

اس سنسٹا کا ممبر بننا ہر اسکول کے ہر بچے کے لیے ایک بہت بڑی گھنٹا سمجھی جاتی ہے۔ یہ پہلی سنسٹا ہے جس کا کوئی روسی لڑکا یا لڑکی ممبر بنتا ہے۔ ممبر ملکر خود اپنے اپنے دل کا تینا اور اپنی چھوٹی بڑی کونسلوں کے ممبر چلتے ہیں۔

سنسٹا کی سب سے بڑی باتیں اور جملوں میں سب ممبر ہر وقت پر آزادی کے ساتھ بحثیں کرتے ہیں۔ خود اپنے سب معاملوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اپنے دل اور اپنی سنسٹا کے مان کا سب ہر وقت پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ ہر ممبر یہ جانتا ہے کہ اگر وہ کوئی برا کام کریگا تو اس کے ساتھی اسے برا کہیں گے۔ اس طرح سماجی وسعتی اور جلتا کی رائے کی قدر شروع سے بچوں کے دلوں میں پیدا کر دی جاتی ہے۔

بچوں اور جملوں میں سب ممبر اپنے ساتھیوں کی یا کسی دوسرے کی پڑائی لکھائی اور دوسروں کے ساتھ دیوار کی چرچا کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کوئی لڑکا یا لڑکی اپنی پڑائی میں پیچھے معلوم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دوسرے اس سے پوچھتے ہیں۔ ”کیا بات ہے؟ کیا تمہیں کچھ کھانا ملتا ہے؟ یا تم سوخت ہو یا پرہیز نہیں کرتے؟ کسی ’کشر لہلائٹ‘ کو سست یا پرہیز تو نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تمہیں کھانا ملتا ہے تو ہم تمہیں مدد دیں گے۔“ ایک دوسرے کی مدد کرنا سنسٹا کا پوتر نم ہے۔ ہر ممبر اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنی پڑائی میں پیچھے ہوئی ساتھی کی مدد کرے اور جو کچھ خود جانتا ہے وہ دوسروں کو سکھائے۔

ہر بچے کو سنسٹا کا ممبر بننے کے دن سے ہی اس طرح کے چھوٹے چھوٹے کام سونپے جاتے ہیں، جیسے موسم ’سردی‘ دیکھنا گرمی وغیرہ کو دیکھنا، سمجھنا اور نوٹ کرنا، پختہ اور غسل خانہ صاف کرنے والے کو یا کھانے کے کمرے میں پرسلہ والے کو اس کے کام میں مدد دینا، اسکول کی دیوار پر چھانٹے جانے والے سماچار پتر کے سپانڈن میں ہاتھ بٹانا، انیادی۔ گرمیوں میں اس سنسٹا کے ممبروں کے الگ الگ کیسپ لگتے ہیں۔ ان کیسپوں میں ممبروں کو پتوں کی کھاریاں بنانی ہوتی ہیں، کھلوں کے لئے میدان ٹھیک کرنے پڑتے ہیں، رسوئی کا سارا کام کرنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی بچے ملکر دور دور کے سفر کرتے ہیں۔ ان سفر میں انہیں اپنا اپنا سب کام خود دیکھنا پڑتا ہے۔ انہیں خود اپنے ہاتھ لگاتے ہوتے ہیں، اپنے ہاتھ صاف کرنے پڑتے ہیں، اپنے

ہر ممبر کو مگر میں ایک لالہ لالہ ہوتا ہے اور ایک بیج لگانا ہوتا ہے جس پر ایک لالہ بنا رہتا ہے اور ”ہمیشہ تیار“ یہ شہد لکھے ہوتے ہیں۔ یہی سنسٹا کا نمبر ہے۔

اس سنسٹا کا ممبر بننا ہر اسکول کے ہر بچے کے لیے ایک بہت بڑی گھنٹا سمجھی جاتی ہے۔ یہ پہلی سنسٹا ہے جس کا کوئی روسی لڑکا یا لڑکی ممبر بنتا ہے۔ ممبر ملکر خود اپنے اپنے دل کا تینا اور اپنی چھوٹی بڑی کونسلوں کے ممبر چلتے ہیں۔

سنسٹا کی سب سے بڑی باتیں اور جملوں میں سب ممبر ہر وقت پر آزادی کے ساتھ بحثیں کرتے ہیں۔ خود اپنے سب معاملوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اپنے دل اور اپنی سنسٹا کے مان کا سب ہر وقت پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ ہر ممبر یہ جانتا ہے کہ اگر وہ کوئی برا کام کریگا تو اس کے ساتھی اسے برا کہیں گے۔ اس طرح سماجی وسعتی اور جلتا کی رائے کی قدر شروع سے بچوں کے دلوں میں پیدا کر دی جاتی ہے۔

بچوں اور جملوں میں سب ممبر اپنے ساتھیوں کی یا کسی دوسرے کی پڑائی لکھائی اور دوسروں کے ساتھ دیوار کی چرچا کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کوئی لڑکا یا لڑکی اپنی پڑائی میں پیچھے معلوم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دوسرے اس سے پوچھتے ہیں۔ ”کیا بات ہے؟ کیا تمہیں کچھ کھانا ملتا ہے؟ یا تم سوخت ہو یا پرہیز نہیں کرتے؟ کسی ’کشر لہلائٹ‘ کو سست یا پرہیز تو نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تمہیں کھانا ملتا ہے تو ہم تمہیں مدد دیں گے۔“ ایک دوسرے کی مدد کرنا سنسٹا کا پوتر نم ہے۔ ہر ممبر اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنی پڑائی میں پیچھے ہوئی ساتھی کی مدد کرے اور جو کچھ خود جانتا ہے وہ دوسروں کو سکھائے۔

ہر بچے کو سنسٹا کا ممبر بننے کے دن سے ہی اس طرح کے چھوٹے چھوٹے کام سونپے جاتے ہیں، جیسے موسم ’سردی‘ دیکھنا گرمی وغیرہ کو دیکھنا، سمجھنا اور نوٹ کرنا، پختہ اور غسل خانہ صاف کرنے والے کو یا کھانے کے کمرے میں پرسلہ والے کو اس کے کام میں مدد دینا، اسکول کی دیوار پر چھانٹے جانے والے سماچار پتر کے سپانڈن میں ہاتھ بٹانا، انیادی۔ گرمیوں میں اس سنسٹا کے ممبروں کے الگ الگ کیسپ لگتے ہیں۔ ان کیسپوں میں ممبروں کو پتوں کی کھاریاں بنانی ہوتی ہیں، کھلوں کے لئے میدان ٹھیک کرنے پڑتے ہیں، رسوئی کا سارا کام کرنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی بچے ملکر دور دور کے سفر کرتے ہیں۔ ان سفر میں انہیں اپنا اپنا سب کام خود دیکھنا پڑتا ہے۔ انہیں خود اپنے ہاتھ لگاتے ہوتے ہیں، اپنے ہاتھ صاف کرنے پڑتے ہیں، اپنے

بیماریاں ٹیک کرنے ہوتے ہیں، संस्था में कोई लड़का या लڑکی آرام-پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سंस्था کے लगभگ سب بچے لڑکے لڑکیاں اپنے سے छोटे लड़कों और लڑکیوں کی باجاء کتا سے بنا کر یا دل بنا کر उन्हें پڑاتے ہیں، छुट्टیوں में या स्कूल के समय के बाद उनके लिये खेल कूद का प्रबन्ध करते हैं، उन्हें कितائے पढ़कर सुनाते हैं، कहानियाں सुनाते हैं، और उन्हें स्कूल के पाठ समझنے और याद کرنے में मदद देते हैं۔ इससे बचे लड़कों लڑکیوں का अपना लाभ भी होता है، छोटों में उनका मान बढ़ता है और उनका अपना ज्ञान भी अधिक पक्का होता है۔ संस्था में एक कहावत है—“हर ‘लेनिना-इट दूसरों के लिये आदर्श (नमूना) होता है۔”

ممبروں کی گگھ جگھ سभाएं होती हैं जिन्हें वह “مैं क्या करना जानता हूँ” कहते हैं۔ इन सभाओं में वह विद्वानों، साइन्स دانوں، लेखकों، मिलजुल कर खेती करने वाले किसानों، कारीगरों और आदर्श मजदूरों को बुलाते हैं، जो अपना अपना काम बच्चों को समझاتے हैं، जिससे बच्चों में उत्साह और जानकारी दोनों बढ़ते हैं۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی آدات طرح طرح سے بच्चों में पैदा کی جاتی ہے۔ شुरु کی کتا سے کے بچے کاراج اور گتے کے نمونے، کशीدے، خیلانی اور مشینے بناتے ہیں، لڑکی کی چیजे بنانا کशीدے کا دنا، خوراک کا کام، جالی بنانا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ بچے لڑکے لڑکیاں کاراج یا لڑکی کے خوراک جہاز، ریکٹوں اور ٹیلی ویژن بناتے ہیں۔ بच्चों کے अच्छے अच्छے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بچی بچی نمائشوں کی جاتی ہیں۔

روس کی کم్యونیست पार्टी और सोवियत सरकार दोनों बच्चों की तरफ सب से अधिक ध्यान देते हैं۔ हर शहर، हर कसबे और लगभग हर बचे गांव में “किशोर लेनिनाइटों” के अलग मकान होते हैं जहां तजरबेकार अध्यापक या बचे लोग उन्हें तरह तरह की बातें सिखाते हैं، बच्चों की अपनी रेलें होती हैं، अपने थियटर होते हैं، अपने पुस्तकालय होते हैं، अपने मैदान، پارک और खेल-घर होते हैं۔ गरमियों की और जाड़े की छुट्टियों में देश भर में उन के अलग अलग खेल، टूर्नामेंट और तरह तरह के जलसे होते हैं۔

सोवियत रूस भर में लाखों नर नारी बचे प्रेम और उत्साह के साथ उन दिनों का याद करते हैं जब वह स्वयं लाल रुमाल बांधकर और लाल तारे का बैज लगाकर फिर और काम किया करते थे۔

—अनुवादक श्री मुहम्मद हैदर

چھوٹے ٹیک کرتے ہوتے ہیں، संस्था میں کوئی لڑکا یا لڑکی آرام پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سंस्था کے لگ بھگ سب بچے لڑکے لڑکیاں اپنے سے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کی باجاء کتا سے بنا کر یا دل بنا کر انہیں پڑاتے ہیں، چھٹوں میں یا اسکول کے سم کے بعد ان کے لئے کھانے کا پر بند کرتے ہیں، انہیں کتا میں پڑھتے سنااتے ہیں، لکھائی سنااتے ہیں، اور انہیں اسکول کے پائے سمجھتے اور یاد کرتے ہیں، مدد دیتے ہیں، اس سے بچے لڑکے لڑکیوں کا اپنا فائدہ بھی ہوتا ہے، چھٹوں میں ان کا مان بڑھتا ہے اور ان کا اپنا گیان بھی ادھک پکا ہوتا ہے۔ संस्था میں ایک کہاوت ہے—“हर लैनिना-इट दूसरों के लै आदर्श (नमूना) होता है۔”

ممبروں کی جگھ جگھ سبھانوں ہوتی ہیں جہاں وہ انہیں کیا کرنا جانتا ہوں، کہتے ہیں۔ ان سبھانوں میں وہ دیوانوں، سائنسدانوں، لکھنوں، مل جل کر کھیتی کرنے والے کسانوں، کاریگروں اور آدش مزدوروں کو بلاتے ہیں، جو اپنا اپنا کام بچوں کو سمجھاتے ہیں، جس سے بچوں میں افسانہ اور جانکاری دونوں بڑھتے ہیں۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی عادت طرح طرح سے بچوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ شروع کی کتا سے کے بچے کتذ اور گتے کے نمونے، کھیدے، کھلونے اور مشینوں بناتے ہیں، لڑکی کی چیزیں بنانا، کھیدے کا دنا، کھدائی کا کام، جالی بنانا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ بچے لڑکے لڑکیاں کتذ یا لڑکی کے خوراک جہاز، ریکٹوں اور ٹیلی ویژن بناتے ہیں۔ بچوں کے اچھے اچھے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بچی بچی نمائشوں کی جاتی ہیں۔

روس کی کمیونسٹ پارٹی اور سوویت سرکار دونوں بچوں کی طرف سب سے ادھک دھیان دیتے ہیں۔ ہر شہر، ہر قصہ، اور لگ بھگ ہر بچے گوں میں “کیشور لئینناٹوں” کے الگ مکان ہوتے ہیں جہاں تجربہ کار ادھیاپک یا بچے لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں سمجھاتے ہیں، بچوں کی اپنی ریلوں ہوتی ہیں، اپنے تھیٹر ہوتے ہیں، اپنے پستکالہ ہوتے ہیں، اپنے میدان، پارک اور کھیل - گھر ہوتے ہیں۔ گرمیوں کی اور جازے کی چھٹوں میں دیہی بھر میں ان کے الگ الگ کھیل، ٹورنامنٹ اور طرح طرح کے جلسے ہوتے ہیں۔

سوویت روس ہر میں لاکھوں نوراری بچے یریم اور افس کے ساتھ ان دنوں کو یاد کرتے ہیں جب وہ سویم لال رومال باندھ کر اور لال تلے کا بیج لگا کر پھرا اور کام کیا کرتے تھے۔

—انوادک شری محمد حیدر

جیووانی بوکشیو

جیووانی بوکشیو

کئی شہر میں نااتن نام کا ایک بہت بڑا زمیندار رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار دھن دولت تھی۔ پورب پشچم کے جانے والے اس کی زمینداری کے پاس سے ہی گزرتے تھے اور اس کے اپار زمین کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ دور دور کے نامی لوہیروں کو بلا کر اس نے اپنا ایک محل بنوایا تھا جسے دیکھ کر لوگ دانتوں تلے آنکلی دہاتے تھے۔ باغی سدرن کے طور پر اور آرائش کے ایسے سادھنوں سے اس نے اپنے محل کو سجایا تھا کہ دور دور تک اس کی مثال کا دوسرا محل نہیں ملتا تھا۔ سینکڑوں نوکر چاکر اس کے یہاں کم کرتے تھے۔ ہزاروں روپے مہمانوں کی آؤہٹ میں خرچ کیلئے جاتے تھے۔ کپہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی شان شوکت سے بولے آدمی می رہ سکتے ہیں۔

نااتن کے دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے چتر میں یک ایسی دھشتا بھی تھی جس سے اسے یہی اور ہردلیوزی ہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے آدار آدمی تھوئٹھ پر ہی مشکل سے ہی ملتے تھے۔ کوئی بھی کسی سے اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آدارنا سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

نااتن کے دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے چتر میں یک ایسی دھشتا بھی تھی جس سے اسے یہی اور ہردلیوزی ہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے آدار آدمی تھوئٹھ پر ہی مشکل سے ہی ملتے تھے۔ کوئی بھی کسی سے اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آدارنا سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

اس آدارنا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ اس کی زمینداری سے تھوڑی دور پر رہنے والے مٹھریڈنس نامک ایک نوجوان نے کانوں میں جب اس کے نام اور کم ہی بڑائی پہنچی تو اس کے من میں نااتن کی طرف خسد کا بھاؤ پیدا ہو گیا۔ مٹھریڈنس بھی معمولی دھلی نہیں تھا، روپے پیسے کی اس کے پاس بھی کافی فراط تھی۔ اس کے من میں دھار آیا کہ کیا کیوں نااتن کو عی اتنا ہی مل سکتا ہے مجھے نہیں؟ اور اس نے بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے نااتن کے جیسے ہی ایک محل تیار کروا لیا۔

اس آدارنا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ اس کی زمینداری سے تھوڑی دور پر رہنے والے مٹھریڈنس نامک ایک نوجوان نے کانوں میں جب اس کے نام اور کم ہی بڑائی پہنچی تو اس کے من میں نااتن کی طرف خسد کا بھاؤ پیدا ہو گیا۔ مٹھریڈنس بھی معمولی دھلی نہیں تھا، روپے پیسے کی اس کے پاس بھی کافی فراط تھی۔ اس کے من میں دھار آیا کہ کیا کیوں نااتن کو عی اتنا ہی مل سکتا ہے مجھے نہیں؟ اور اس نے بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے نااتن کے جیسے ہی ایک محل تیار کروا لیا۔

اب اس کے یہاں بھی مہمان آئے لگے اور ان کا بیرو سوانٹ ستار ہونے لگا۔ ضرورت مندوں کو دان دکھنا بھی خوب ملنے لگی۔ مطلب یہ کہ وہ ہر پرکار کی آدارنا میں نااتن سے براہی کر کے کی کوشش کر کے لگا۔ محض براہی کر کے ہی اسے تسلی نہیں ہوئی بلکہ اس سے بھی آگے

بڑھکر لوگوں پر अपना सत्कार करने के लक्ष्य भी वह देखने लगा.

एक दिन ऐसा हुआ कि जब वह अपने महल के दरबार हाल में अकेला बैठा था तो एक बुढ़िया वहाँ आई और भीख माँगने लगी. उसे जो कुछ चाहिए था फौरन दे दिया गया. वहाँ से हटकर वही बुढ़िया दूसरे दरवाजे पर पहुँची और भीख माँगने लगी. वहाँ से भी उसे जो कुछ मिलना चाहिए था, मिल गया. इस प्रकार एक को छोड़कर दूसरे पर, दूसरे से हट कर तीसरे पर पहुँचती हुई वह बुढ़िया दरबार हाल के बारह दरवाजों पर पहुँची और हर दरवाजे से भीख में कुछ न कुछ हासिल करती रही. मिथरीडन्स उस बुढ़िया को ध्यान से देख रहा था. जब वह बारहवें दरवाजे से हटकर तेरहवें पर भीख माँगने आई तो मिथरीडन्स से कुछ कहे बिना न रहा गया. बोला—“ये, माई ! अब तो तुम संग करने लगीं.” लेकिन उसने इस बार भी इस भीख दे दी. बुढ़िया को मिथरीडन्स के ये लज्ज पसन्द नहीं आये और वह वहाँ बड़बड़ाने लगी—“नातन की तो तब ही और है. वैसी उदारता है किस में ! हाँ उसके महल के चौसीस दरवाजों पर मैं गयी, लेकिन किसी भी दरवाजे पर किसी ने भी मुझे भीख देते बल्कि एक शब्द भी नहीं कहा. लेकिन यहाँ तो बारहवें दरवाजे पर ही मुझे रोक दिया था.” और वह फिर कभी मिथरीडन्स के दरवाजे पर भीख माँगने नहीं आई.

इस घटना से मिथरीडन्स का मन खट्टा हो गया और वह सोचने लगा कि इतने किए-करने पर भी मेरी किस्मत नातन की सी लोक-प्रियता नहीं बढ़ी. फिर कुछ देर बाद उसके मन में नातन के प्रति इसद का भाव पैदा हो या और उसने तय किया कि जब तक मैं नातन को इस सार से बिदा न कर दूँगा, मुझे मेरे परिश्रम का पुरस्कार—रा और लोक प्रियता—प्राप्त नहीं हो सकती. वह बड़े जोश उठा और नातन को मौत के घाट उतार देने के मजबूत एव के साथ वह उसकी जमींदारी की ओर चल पड़ा. तब के महल के पास पहुँच कर उसने अपने एक दो बियों को, जो उसके साथ आए थे, बिदा कर दिया और नातन से मिलने के लिए उसके महल की ओर बढ़ा. उसके पास शाम के बक्त, बूढ़ा नातन बहुत साधारण बास में अकेला टहल रहा था. मिथरीडन्स ने उसे पहचान नहीं देखा था. इसलिए उसे महल का कोई नौकर रूक कर उसने पूछा कि नातन का महल कहाँ है ? नातन यह जवाब देकर कि वह खुद ही नातन है, मिथरीडन्स को आश्चर्य हुआ और उससे कहा कि वह उसे, जहाँ वह जा चाहता है, खुशी से पहुँचा देगा. मिथरीडन्स ने उसके गहरी कुबडिया प्रकट की और यह भी जाहल कि वह के लिए ऐसा इन्तजाम करवे की कृपा करे जिससे नातन

पूरा लोको पर अपना सत्कार करने के लक्ष्य भी वह देखने लगा.

एक दिन ऐसा हुआ कि जब वह अपने महल के दरबार हाल में अकेला बैठा था तो एक बुढ़िया वहाँ आई और भीख माँगने लगी. उसे जो कुछ चाहिए था फौरन दे दिया गया. वहाँ से हटकर वही बुढ़िया दूसरे दरवाजे पर पहुँची और भीख माँगने लगी. वहाँ से भी उसे जो कुछ मिलना चाहिए था, मिल गया. इस प्रकार एक को छोड़कर दूसरे पर, दूसरे से हट कर तीसरे पर पहुँचती हुई वह बुढ़िया दरबार हाल के बारह दरवाजों पर पहुँची और हर दरवाजे से भीख में कुछ न कुछ हासिल करती रही. मिथरीडन्स उस बुढ़िया को ध्यान से देख रहा था. जब वह बारहवें दरवाजे से हटकर तेरहवें पर भीख माँगने आई तो मिथरीडन्स से कुछ कहे बिना न रहा गया. बोला—“ये, माई ! अब तो तुम संग करने लगीं.” लेकिन उसने इस बार भी इस भीख दे दी. बुढ़िया को मिथरीडन्स के ये लज्ज पसन्द नहीं आये और वह वहाँ बड़बड़ाने लगी—“नातन की तो तब ही और है. वैसी उदारता है किस में ! हाँ उसके महल के चौसीस दरवाजों पर मैं गयी, लेकिन किसी भी दरवाजे पर किसी ने भी मुझे भीख देते बल्कि एक शब्द भी नहीं कहा. लेकिन यहाँ तो बारहवें दरवाजे पर ही मुझे रोक दिया था.” और वह फिर कभी मिथरीडन्स के दरवाजे पर भीख माँगने नहीं आई.

इस घटना से मिथरीडन्स का मन खट्टा हो गया और वह सोचने लगा कि इतने किए-करने पर भी मेरी किस्मत नातन की सी लोक-प्रियता नहीं बढ़ी. फिर कुछ देर बाद उसके मन में नातन के प्रति इसद का भाव पैदा हो या और उसने तय किया कि जब तक मैं नातन को इस सार से बिदा न कर दूँगा, मुझे मेरे परिश्रम का पुरस्कार—रा और लोक प्रियता—प्राप्त नहीं हो सकती. वह बड़े जोश उठा और नातन को मौत के घाट उतार देने के मजबूत एव के साथ वह उसकी जमींदारी की ओर चल पड़ा. तब के महल के पास पहुँच कर उसने अपने एक दो बियों को, जो उसके साथ आए थे, बिदा कर दिया और नातन से मिलने के लिए उसके महल की ओर बढ़ा. उसके पास शाम के बक्त, बूढ़ा नातन बहुत साधारण बास में अकेला टहल रहा था. मिथरीडन्स ने उसे पहचान नहीं देखा था. इसलिए उसे महल का कोई नौकर रूक कर उसने पूछा कि नातन का महल कहाँ है ? नातन यह जवाब देकर कि वह खुद ही नातन है, मिथरीडन्स को आश्चर्य हुआ और उससे कहा कि वह उसे, जहाँ वह जा चाहता है, खुशी से पहुँचा देगा. मिथरीडन्स ने उसके गहरी कुबडिया प्रकट की और यह भी जाहल कि वह के लिए ऐसा इन्तजाम करवे की कृपा करे जिससे नातन

وہ دیکھ نہیں سکے اور نہ اُس کے بارے میں کچھ جان سکی۔ ناتن نے کوئی شکا اُٹھوا تعصب ظاہر کئے بنا اپنے سرل سرہیل سے اسے رچن دے دیا کہ جیسا وہ چاہتا ہے، ویسا ہی انتظام کر دیا جائیگا۔ اُس کے بعد وہ اسے محل کے اندر لے گیا۔ محل میں پہنچتے ہی اُس نے اپنے نوکر چاکروں سے لہدیا کہ کوئی اس اچلی کو یہ نہ بتائے کہ ناتن کون ہے۔

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹھریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو غم رکھ کر اسکی مہمائی نوازی میں لگا گیا۔ میٹھریڈنس کے بہت پوچھنے پر اسنے کہتا ہوا یہاں یہاں پر اسنے کہا کہ یہاں بہت پرانا نوکر ہے اور اُس کی سہولتوں کے بدلے اسے اب تک شیش توتی نہیں دی۔ لوگ ہاگ ہلے ہی ناتن کے گلوں کا پہاں کریں، لیکن اُس کے پڑی اُس کی کوئی شردھا نہیں ہے۔ میٹھریڈنس اس بات سے بے حد پریشان ہوا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آیا ہے، اُس میں اس ویکتی سے کافی سہاوتا ملے گی۔ ایک دو دن بعد جب اُن دونوں میں کافی گہلاشت ہو گئی تو ناتن نے یہی میٹھریڈنس سے پوچھا آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹھریڈنس نے اسے اعتبار کے لائق سمجھ اپنا پورا پرہیز دیکر اپنے آئے کا مقصد بتا دیا اور کہہ دیا کہ اس بات کو وہ گہت رکھے اور پتہا شکتی اُس کی سہاوتا ہی کرے۔ ناتن اُس کے اُدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شیکرہ ہی سنہل کر ہولے۔ ”بیٹا میٹھریڈنس“ تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے آشا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پڑی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارت کو تم نے اپنا اُدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پرعشک ہوں۔ بدی دوسرے لوگ بھی تمہاری ہی طرح، ادارت کی ادارت سے ہوز بدنا، شرع کو دیں تو اس دیکھی دنیا کو بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بیٹد کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمپت کرلے کی بات، سو وہ تو بڑھا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے آدھا مہل دور پر ایک بھچے میں وہ کھولے جاتا ہے۔ تم کسی دن وہاں چھکے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خانہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے جس راستے سے جاؤ اُسی سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سورکشست راستہ ہے وہاں سے اپنے استہلیں تو کھسک جاتا۔“ میٹھریڈنس اُس کی بات سے بہت پریشان ہوا اور اسے دھنواوت دیکر اپنا پروگرام بنائے میں چٹ گیا۔

دوسرے دن نازکے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سلسلے کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچلا کے اُتوسار بھچے میں

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹھریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو غم رکھ کر اسکی مہمائی نوازی میں لگا گیا۔ میٹھریڈنس کے بہت پوچھنے پر اسنے کہتا ہوا یہاں یہاں پر اسنے کہا کہ یہاں بہت پرانا نوکر ہے اور اُس کی سہولتوں کے بدلے اسے اب تک شیش توتی نہیں دی۔ لوگ ہاگ ہلے ہی ناتن کے گلوں کا پہاں کریں، لیکن اُس کے پڑی اُس کی کوئی شردھا نہیں ہے۔ میٹھریڈنس اس بات سے بے حد پریشان ہوا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آیا ہے، اُس میں اس ویکتی سے کافی سہاوتا ملے گی۔ ایک دو دن بعد جب اُن دونوں میں کافی گہلاشت ہو گئی تو ناتن نے یہی میٹھریڈنس سے پوچھا آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹھریڈنس نے اسے اعتبار کے لائق سمجھ اپنا پورا پرہیز دیکر اپنے آئے کا مقصد بتا دیا اور کہہ دیا کہ اس بات کو وہ گہت رکھے اور پتہا شکتی اُس کی سہاوتا ہی کرے۔ ناتن اُس کے اُدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شیکرہ ہی سنہل کر ہولے۔ ”بیٹا میٹھریڈنس“ تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے آشا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پڑی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارت کو تم نے اپنا اُدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پرعشک ہوں۔ بدی دوسرے لوگ بھی تمہاری ہی طرح، ادارت کی ادارت سے ہوز بدنا، شرع کو دیں تو اس دیکھی دنیا کو بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بیٹد کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمپت کرلے کی بات، سو وہ تو بڑھا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے آدھا مہل دور پر ایک بھچے میں وہ کھولے جاتا ہے۔ تم کسی دن وہاں چھکے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خانہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے جس راستے سے جاؤ اُسی سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سورکشست راستہ ہے وہاں سے اپنے استہلیں تو کھسک جاتا۔“ میٹھریڈنس اُس کی بات سے بہت پریشان ہوا اور اسے دھنواوت دیکر اپنا پروگرام بنائے میں چٹ گیا۔

دوسرے دن نازکے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سلسلے کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچلا کے اُتوسار بھچے میں

بات سے ہے کہ آپ نے میرے دیرے خیال کو جاننے دیا ہے، کس प्रकार پر آپ کو میرے دہائی کرانے کے لیے سونپ دیا؟

نااتن نے کہا—”بھٹا، اس میں آسٹری کی کیا بات ہے، جو کوئی بھی میرے پاس آتا ہے، میں یقیناً اس کا منورہ پورا کرنے کی چھٹا کرتا ہوں۔ جب تم میرے پاس آئے تو تمہیں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کسے جانے دیتا۔ دوسرے کی پرسنٹا کے لئے مجھے اپنے پرانے ہی دہلے بڑے تو پوچھ نہیں سکتا۔ اور پھر میں تو اب بڑھا ہوا۔ اسی سال سے زندگی کی لڑی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم میرے پرانے لے لو تو مجھے اس سے چھٹا ہی ملیگا۔ جو آیا ہے وہ جائیگا ہی۔ میں دو چار سال اور زندہ رہا تو کیا بلتا بگڑتا ہے۔ کد تو میرا ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا نوئی موہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تم میرے پرانے لے لو، اس میں تمہیں لاہی ہی ہوگا اور مجھے پرسنٹا ہوگی اور سنترہس رہیگا کہ اپنے پرانے دیکر بھی میں دوسرے کی اچھا پورنی کر سکا۔“

میٹھریڈنس لکڑا اور گلانی سے اور بھی گڑ گیا اور بولا—”نہیں، نہیں! اب یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ مٹھوانے پرانیوں کو لینے کی ہمت میری نہیں! آپ کی جیون-تیلہ سماپ کرنے کے بجائے میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-یو تک جیون رہے۔“

اس پر نااتن نے دوسرا پرستار اس کے سامنے رکھا—”میں چاہتا ہوں اب تم میرے مہل میں ہی رہو اور نااتن کے نام سے پرسنٹا ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میٹھریڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میٹھریڈنس نے उत्तर دیا—”نہیں یہ بھی میرے بڑے کی بات نہیں۔ آپ کی ہارنات کی پرستار کا میں آپ کی ہی طرح چالو نہیں رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور پرستار کو ہی فایم رکھنے کی مجھے میں شک ہے۔ یہ کام مجھے جیسے ناچیز آدمی سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو آپ چھٹا کر دیں۔“

نااتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میٹھریڈنس نے اس کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل اوت آئے۔ میٹھریڈنس نے نااتن کے ساتھ کچھ دن اور بیٹا اور اس کے انویسٹ سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچی آداریا کسے کہتے ہیں۔

بات سے ہے کہ آپ نے میرے دیرے خیال کو جاننے دیا ہے، کس प्रकार پر آپ کو میرے دہائی کرانے کے لیے سونپ دیا؟

نااتن نے کہا—”بھٹا، اس میں آسٹری کی کیا بات ہے، جو کوئی بھی میرے پاس آتا ہے، میں یقیناً اس کا منورہ پورا کرنے کی چھٹا کرتا ہوں۔ جب تم میرے پاس آئے تو تمہیں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کسے جانے دیتا۔ دوسرے کی پرسنٹا کے لئے مجھے اپنے پرانے ہی دہلے بڑے تو پوچھ نہیں سکتا۔ اور پھر میں تو اب بڑھا ہوا۔ اسی سال سے زندگی کی لڑی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم میرے پرانے لے لو تو مجھے اس سے چھٹا ہی ملیگا۔ جو آیا ہے وہ جائیگا ہی۔ میں دو چار سال اور زندہ رہا تو کیا بلتا بگڑتا ہے۔ کد تو میرا ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا نوئی موہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تم میرے پرانے لے لو، اس میں تمہیں لاہی ہی ہوگا اور مجھے پرسنٹا ہوگی اور سنترہس رہیگا کہ اپنے پرانے دیکر بھی میں دوسرے کی اچھا پورنی کر سکا۔“

میٹھریڈنس لکڑا اور گلانی سے اور بھی گڑ گیا اور بولا—”نہیں، نہیں! اب یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ مٹھوانے پرانیوں کو لینے کی ہمت میری نہیں! آپ کی جیون-تیلہ سماپ کرنے کے بجائے میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-یو تک جیون رہے۔“

اس پر نااتن نے دوسرا پرستار اس کے سامنے رکھا—”میں چاہتا ہوں اب تم میرے مہل میں ہی رہو اور نااتن کے نام سے پرسنٹا ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میٹھریڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میٹھریڈنس نے اُتر دیا—”نہیں یہ بھی میرے بڑے کی بات نہیں۔ آپ کی آداریا کی پرستار کو میں آپ کی ہی طرح چالو نہیں رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور پرستار کو ہی فایم رکھنے کی مجھے میں شک ہے۔ یہ کام مجھے جیسے ناچیز آدمی سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو آپ چھٹا کر دیں۔“

نااتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میٹھریڈنس نے اس کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل اوت آئے۔ میٹھریڈنس نے نااتن کے ساتھ کچھ دن اور بیٹا اور اس کے انویسٹ سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچی آداریا کسے کہتے ہیں۔

دہلائی دواخانہ

دہلائی دواخانہ

(एकांकी नाटक)

(ایک انکی ناک)

भी विद्याभूषण मिश्र, एम० ए०, एल-एल० बी०

شوہی ویدا بوشن مصر، ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

[सुबह के बर्फ गांव का सरकारी दवाखाना खुला है. कम्पाउन्डर आकर सब दरवाजे खोलता है और मेज पोंछकर शीशियां लगाता है. बाहर बरामदे में पहले से ही बहुत से रोगी आकर बैठे हैं और आपस में बातें कर रहे हैं.]

[صبح کے وقت گلوں کا سرکاری دواخانہ کھلا ہے۔ کھاؤنڈر آکر سب دروازے کھولتا ہے اور میز پونچھ کر شیشیاں لگانا ہے۔ باہر برآمدہ میں پہلے سے ہی بہت سے روگی آکر بیٹھے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔]

पहला रोगी—बह रे बाह! गांव-गांव में दवा-दारु का परबन्ध हो गया. क्या कहें भैया, पहले तो काले कोस चलकर सहर जाते थे, तब कहीं डाक्टर बाबू से भेंट होती थी.

पہلا روگی—واہ رے واہ! گلوں گلوں میں دوا دارو کا پر بندھ ہو گیا۔ کیا کہیں بیہا، پہلے تو کالہ کوس چلکر سہر جاتے تھے، تب کہیں ڈاکٹر بابو سے بھینٹ ہوتی تھی۔

दूसरा—हां भैया, ठीक कहते हो. हमें याद है, पांच बरस हुआ हमारे नाना जी बीमार पड़े थे. बस, इसी हरखू के इक्के पर बैठकर ले चले. चलते चलते संझा हां गई, पर सहर दिखाई न पड़ा. आखिर नाना जी ने इक्के पर ही सांस छोड़ी. अब तो भैया सरकार की किरपा से इस गांव में भी दवाई-खाना खुल गया है.

دوسرا—ہاں بیہا، ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں یاد ہے، پانچ برس ہوا ہمارے نانا جی بیمار پڑے تھے۔ بس، اسی ہرکھو کے یکے پر بٹھا کر لے چلے۔ چلتے چلتے سنجھا ہو گئی، پر سہر دکھائی نہ پڑا۔ آکھر نانا جی لے یکے پر ہی سانس چھوڑی۔ اب تو بیہا سرکار کی کرپا سے اس گلوں میں بھی دوائی کھانہ کھل گیا ہے۔

तीसरा—यहाँ फायदा भी तो जल्दी होता है. देखो, मेरे पांव में फोड़ा हुआ था. हमने महीना भर दवा-दारु की, बराबर पान-पत्ते बांधते रहे, लेकिन रंचो फायदा न हुआ. यहाँ आकर डाक्टर को दिखाया, तो वह हंसकर कहने लगा कि इसको तुरन्त चिरवा डालो नहीं तो 'बलूड-पापनी' (Blood-poison) हो जाएगा. उसके मुसाक्या कर बोलने पर तो बड़ा गुस्सा लगा, लेकिन 'बलूड-पापनी' सुनकर डर गया. अभी चार दिन से यहाँ आ रहे हैं, लेकिन देखो, घाब भर गया है और दरद भी जाता रहा.

تیسرا—یہاں پھائدہ بھی تو جلدی ہوتا ہے۔ دیکھو، میرے پاؤں میں پھوڑا ہوا تھا۔ ہم نے مہینہ بھر دوا دارو کی، برابر پان پتے باندھتے رہے، لیکن رنچو پھائدہ نہ ہوا۔ یہاں آکر ڈاکٹر کو دکھایا، تو وہ ہلکے کہنے لگا کہ اس کو ترنت چروا ڈالو نہیں تو 'ہلڈ - پاپنی' (Blood-poison) ہو جائیگا۔ اس کے مسکھا کر بولنے پر تو بڑا گسے لگا، لیکن 'ہلڈ - پاپنی' سنکر تر گیا۔ ابھی چار دن سے یہاں آ رہے ہیں، لیکن دیکھو، کھاؤ بھر گیا ہے اور درد بھی جاتا رہا۔

पहला—यहाँ की सफाई की बलिहारी. देखो कैसे करीने से पट्टी बांधी है.

پہلا—یہاں کی سہائی کی بلماری۔ دیکھو کیسے کرینے سے پٹی باندھی ہے۔

चौथा—भैया जुग बदल गया है. क्यों, नहीं कहोगे? अरे डाक्टर ससुर परमात्मा थोड़े ही हैं. अपनी सकती भर ही तो करेंगे. पांव कट जाय तो डाक्टर के पास जाआंगे, पर नजर लग जाय, सिर पर भूत आ जाय तब कहां सरन मिलेगी? तब डाक्टर क्या करेगा?

چوتھا—بیہا جگ بدل گیا ہے۔ کیوں، نہیں کہو گے؟ ارے ڈاکٹر سسور پر ماما تھوڑے ہی ہیں۔ اپنی سکتی بھر ہی تو کرینگے۔ پاؤں کٹ جائے تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے، پر نجر لگ جائے، سر پر بھوت آجائے تب کہاں سرن ملے گی؟ تب ڈاکٹر کیا کرے گا؟

सब—हाँ भैया, यह बात तो सच्ची है, इसमें कोई شک नहीं है.

سب—ہاں بیہا، یہ بات تو سچی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

पांचवां—अरे भैया, हम तो सहर से आज ही आए हैं, एक बार हमें भी फोड़ा हुआ था और डाक्टर को

پانچواں—ارے بیہا، ہم تو سہر سے آج ہی آئے ہیں۔ ایک بار ہمیں بھی پھوڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کو

کامپارٹر—(भीतर से) —अरे ! यह क्या गुल-
झपाड़ा मचा रखा है. यह अस्पताल है या तरकारी की
सट्टी ? चुपचाप बैठना हो तो बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर
कगदो.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कगदा कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
बोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
हुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफेद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर भस्म मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तां नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंजूसी
करते हैं.

चौथा—(सिर हिलते) : अरे ! ये क्या गलत मचा रखा
है. ये अस्पताल है या तरकारी की सट्टी ? चुपचाप बैठना हो तो
बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर कगदो.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कगदा कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
बोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
हुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफेद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर भस्म मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तां नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंजूसी
करते हैं.

چوہا—میری کتلا چلتا ہر کر دوا دینی چاہئے وہاں سے
دو ہوند دوائی دیکھو۔ اندھیر ہے نا؟ سرور مہاراج نے پر جا کے
سم کے لئے دوا نہ کھولا ہے، ان کے باپ کا کیا جلتا ہے؟ سپرو
مٹکی کو پیلے ہی ہوند ہر دوائی دیں، پر ہروا میں کو اس سے
کیا پھانڈہ ہوگا؟

کپاٹنڈر—(باہر آکر) دیکھو، تم سب لوگ ایک
میں بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ (سب نیچے
پنگلی ہدم بیٹھتے ہیں، کیول چوتھا نہیں بیٹھتا۔ اسے لکھی کر
کے) کیوں نہ؟ تم وہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندر چلو۔

چوہا—کیوں چلیں؟ ہم دوائی لینے تھوڑے ہی آئے ہیں۔
تھم تھم چھایا دیکھی، تھکان مٹانے بیٹھ گئے۔

کپاٹنڈر—یہ سرائے نہیں ہے کہ آئے سستالے لگے!
(بہتر چلا جاتا ہے)

چوہا—(धीरे से) बैदगी जानने वाले को क्यों बैठने
दोगे? रोटी मारी जाएगी न? बड़े सफेदपोस बने हैं!

(डॉक्टर का आगमन. सब खड़े होकर उसे सलाम
करते हैं. डॉक्टर भीतर प्रवेश करके बैठता है. सिर की पीड़ा
से आक्रांत रोगी भीतर जाकर शीघ्र बाहर आता है)

चौथा—कहो, दवाई ले आए?

रोगी—हां भैया, यही सपेद सपेद चूरन तो दिया है
और कहा है कि इसे पानी में घोल कर रखना. (सहसा)
अरे राम! यह तो पूछा ही नहीं कि इसे पी जाना है या
सिर पर मलना है.

चौथा—बाह! अच्छी दवा कहीं यों खराब की जाती
है? इसे पी जाना.

रोगी—(सोच कर) फिर भी पूछ लेना ठीक होगा.

चौथा—कुछ अपना भी दिमाग लगाओ. बिना दिमाग
लगाए न अपना भला कर सकांगे न दूसरों का. अभी परसों
की बात है. मेरे चचा को गस आ गया था. अब मरे तब
मरे की हालत हो गई. मैंने आव देखा न ताव. मंतर पढ़कर
एक गिलास पानी जो मुंह में डकला तो एकदम खड़ हो
कर नाचने लगे. अब उस वक्त अगर हम डॉक्टर की तलाश
में जाते तो चाचा साहब सरग सिधार गए हांते. हम अपनी
अकल पर भरोसा रखते हैं. हमने कुछ पढ़ा-लिखा नहीं पर
सकल देखते ही रोग बता देते हैं.

(अन्य रोगी ध्यानपूर्वक उसकी बातें सुनते हैं और
अपने-अपने रोग का निदान कराने के अभिप्राय से उसके
निकट पहुंचने के हेतु परस्पर धक्का देते हैं)

एक—धक्का क्यों देते हो जी? हम पहले आए हैं.

कपान्दर—(बाहर आकर) देखो, तुम सब लोग एक
पंगत में बैठ जाओ. डाक्टर साहब आ रहे हैं. (सब नीचे
एक पंक्ति बद्ध बैठते हैं, केवल चौथा नहीं बैठता. उसे
लक्ष्य करके) क्यों जी, तुम वहां क्यों खड़े हो?
इधर चलो.

चौथा—क्यों चलें? हम दवाई लेने थोड़े ही आए हैं.
थके थे, छाया देखी, थकान मिटाने बैठ गए.

कपान्दर—यह सराय नहीं है कि आए सुस्ताने लगे!
(भीतर चला जाता है)

चौथा—(धीरे से) बैदगी जानने वाले को क्यों बैठने
दोगे? रोटी मारी जाएगी न? बड़े सफेदपोस बने हैं!

(डॉक्टर का आगमन. सब खड़े होकर उसे सलाम
करते हैं. डॉक्टर भीतर प्रवेश करके बैठता है. सिर की पीड़ा
से आक्रांत रोगी भीतर जाकर शीघ्र बाहर आता है)

चौथा—कहो, दवाई ले आए?

रोगी—हां भैया, यही सपेद सपेद चूरन तो दिया है
और कहा है कि इसे पानी में घोल कर रखना. (सहसा)
अरे राम! यह तो पूछा ही नहीं कि इसे पी जाना है या
सिर पर मलना है.

चौथा—बाह! अच्छी दवा कहीं यों खराब की जाती
है? इसे पी जाना.

रोगी—(सोच कर) फिर भी पूछ लेना ठीक होगा.

चौथा—कुछ अपना भी दिमाग लगाओ. बिना दिमाग
लगाए न अपना भला कर सकांगे न दूसरों का. अभी परसों
की बात है. मेरे चचा को गस आ गया था. अब मरे तब
मरे की हालत हो गई. मैंने आव देखा न ताव. मंतर पढ़कर
एक गिलास पानी जो मुंह में डकला तो एकदम खड़ हो
कर नाचने लगे. अब उस वक्त अगर हम डॉक्टर की तलाश
में जाते तो चाचा साहब सरग सिधार गए हांते. हम अपनी
अकल पर भरोसा रखते हैं. हमने कुछ पढ़ा-लिखा नहीं पर
सकल देखते ही रोग बता देते हैं.

(अन्य रोगी ध्यानपूर्वक उसकी बातें सुनते हैं और
अपने-अपने रोग का निदान कराने के अभिप्राय से उसके
निकट पहुंचने के हेतु परस्पर धक्का देते हैं)

एक—धक्का क्यों देते हो जी? हम पहले आए हैं.

دوسرا—مچنی-مچنی باری سے چلو، کیر چمکا دینے کی سہولت ہی نہ آئے۔

بویا—تو مجھے کیا ہوا؟ میں ڈاکٹر نہیں، بیڈ نہیں، آکس نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

دوسرا—نہیں مہیا، تو مجھے گولی ہو۔ کھا کرو۔ ہماری آغوش میں بیلنی ہوئی ہے، اس کے مارے بڑا درد ہے، ہٹاؤ کیا کریں؟

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ ہر کے سات پتہ لیکر ایک ہر کے کانتے میں باندھ کر آگے سے چھوڑا اور دھوپ میں رکھ دو۔ جسے جسے پتہ سوکھنے دیکھ دیکھ بلی بھی سوکھتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہتر کپاٹنڈر سے) ان دہانتوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہوں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جلتے آتے ہیں۔

بویا—(رہنماؤں سے) سنا تو مجھ لوگوں نے؟ سمجھتے چلو۔ تمہارا دوا پینا بھی انہیں کتنا کھلتا ہے! میں کہتا تھا نا کہ یہ لوگ من سے دوائی نہیں دیتے؟

(ایک رومی جو دوا لیکر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بڑھا کر کہتا ہے)

رومی—دیکھو مہیا، یہ ماس کے لئے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

(بوتل پر لکھ لکھ لگا ہے "باہر لگانے کے لئے"۔ چوتھا لیبل کو پوکھی میں دھماں پورک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

چوتھا—تمہارے لئے یہ دوائی بالکل ٹھیک ہے۔ اسے سہ ہر دودھ میں ملا کر گتک جاؤ۔ اب کل دوسرا کرنا بہن کر آنا، تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کپاٹنڈر نے تمہیں سربہ اُدھی کھراک دوا دی ہے۔

رومی—دوائی دینے میں بھی ان کے پران سوکھتے ہیں!

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب ٹکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دینے پر لال پلٹے ہوتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کوہ کرکھ دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ آؤ، اسی کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

سب—ٹیک ہے۔ آؤ، اس کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹاچوپ)

دوسرا—مچنی-مچنی باری سے چلو، کیر چمکا دینے کی سہولت ہی نہ آئے۔

بویا—تو مجھے کیا ہوا؟ میں ڈاکٹر نہیں، بیڈ نہیں، آکس نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

دوسرا—نہیں مہیا، تو مجھے گولی ہو۔ کھا کرو۔ ہماری آغوش میں بیلنی ہوئی ہے، اس کے مارے بڑا درد ہے، ہٹاؤ کیا کریں؟

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ ہر کے سات پتہ لیکر ایک ہر کے کانتے میں باندھ کر آگے سے چھوڑا اور دھوپ میں رکھ دو۔ جسے جسے پتہ سوکھنے دیکھ دیکھ بلی بھی سوکھتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہتر کپاٹنڈر سے) ان دہانتوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہو اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جلتے آتے ہیں۔

بویا—(رہنماؤں سے) سنا تو مجھ لوگوں نے؟ سمجھتے چلو۔ تمہارا دوا پینا بھی انہیں کتنا کھلتا ہے! میں کہتا تھا نا کہ یہ لوگ من سے دوائی نہیں دیتے؟

(ایک رومی جو دوا لیکر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بڑھا کر کہتا ہے)

رومی—دیکھو مہیا، یہ ماس کے لئے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

(بوتل پر لیبل لگا ہے "باہر لگانے کے لئے"۔ چوتھا لیبل کو پوکھی میں دھماں پورک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

چوتھا—تمہارے لئے یہ دوائی بالکل ٹھیک ہے۔ اسے سہ ہر دودھ میں ملا کر گتک جاؤ۔ اب کل دوسرا کرنا بہن کر آنا، تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کپاٹنڈر نے تمہیں سربہ اُدھی کھراک دوا دی ہے۔

رومی—دوائی دینے میں بھی ان کے پران سوکھتے ہیں!

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب ٹکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دینے پر لال پلٹے ہوتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کوہ کرکھ دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ آؤ، اسی کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

سب—ٹیک ہے۔ آؤ، اس کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹاچوپ)

भारतीय योजनाबन्दी में प्रामोद्योग का महत्त्व

بھارتیہ یोजना بندی میں گراموادیوں کا महत्त्व

श्री सुरेश रामभाई

شری سریش رامभाई

नये सिरबान की योजना और कुटीर धंधे

نئے سرجن کی योजना اور کوٹیر دھندے

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना जबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब दो महीना पहले 'कर्वे कमेटी' की रिपोर्ट के शायो होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सठारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं तमीज़ कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें है. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी चर्चा उसके प्रेष को बीच देने का कमी उठता है तो वह आग बगूला हो

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना जबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब दो महीना पहले 'कर्वे कमेटी' की रिपोर्ट के शायो होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सठारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं तमीज़ कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें है. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी चर्चा उसके प्रेष को बीच देने का कमी उठता है तो वह आग बगूला हो

کہتا ہے اور جھوٹا کہتا ہے کہ اگر ہمارے کام میں دخل اندازی کی جائے تو ہمارے ملک میں بڑا اور بڑا سانحہ رونما ہو گا۔ اس سے نقصان پہنچے گا۔ عجیب مناشہ ہے۔ غریب کا جتنا زیادہ شوشن کرے اتنا ہی زیادہ سستا مال تیار کرتا ہے اور جتنا ہی زیادہ سستا مال تیار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ غریب کا شوشن کرتا ہے !

آج کل کے اخبارات کی خبر ہے کہ بھارتیہ قومی کانگریس کی جانب سے اس پر ہمارے کینڈیڈیٹ منتری مینڈل تک میں ایک مت نہیں ہے۔ اگر آؤدیو گیکرن کے بڑے سے دیہ میں بیکاری کھتی ہوئی ہے تو کوئی سوال ہی نہیں کھڑا ہوئے والا تھا اور ہر کوئی اسے بدھائی دیتا۔ مگر آفت یہ ہو رہی ہے کہ آؤدیو گیکرن کے ساتھ ساتھ—پھر جب پانچ ورثہ یوجنا بھی ویسٹمنسٹرن سے چل رہی ہو اور ویدیشوں کی کارگر صلاح و مدد بھی مل رہی ہو—بیکاری زیادہ وکراں سو روپ لیتی جارہی ہے۔ اور تو اور، ہمارے کینڈیڈیٹ منسٹر روزگار دلائے کے سینیڈہ میں جو وعدے کرتے ہیں ان پر بھی قائم نہیں رہ پاتے۔ پچھلے دسمبر میں پارلیامینٹ کے کانگریسی سندھیوں کی ایک سہا میں پورہان منتری نے کہا کہ دیہ کے اندر پورے روزگار کی ویشہکر اتنے بڑے پیمانے پر برداشت نہیں کی جاسکتی اور روزگار دینا ایک فرض ہی نہیں سماجک ضرورت بھی ہے۔ اس وجہ سے سرکار ہاتھ کے دھندھوں کی طرف بھی جارہی ہے۔ لگ بھگ تین سال پہلے اس نے ایک اہل بھارت کھادی اور گرومڈیوگ بورڈ بنایا جس کی یوجنائیں کچھ چل رہی ہیں، کچھ شروع ہوئے جارہی ہیں۔ اب یہ تو بیوشیہ ہی بتائیگا کہ بڑے آدیوگ اور کھادی بورڈ کدے سے کدے ملا کر بیکاری دور کر سکتے ہیں یا بڑے آدیوگوں میں ہی اتنی زیادہ سکت ہے کہ پورے روزگار ختم کر دیں یا اگر حالت اور بھی بگڑ جاتی ہے تو پھر نئے سرے سے چار کرنا ہوگا۔

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے آدیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہ میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہ کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ آؤدیو گیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکھداری کرنے کے لئے ہی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرمکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم ’پرگتی‘ کرتے چلے جائیں گے اور آج کے چوٹی کے دیہوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے آدیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہ میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہ کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ آؤدیو گیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکھداری کرنے کے لئے ہی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرمکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم ’پرگتی‘ کرتے چلے جائیں گے اور آج کے چوٹی کے دیہوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے آدیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہ میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہ کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ آؤدیو گیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکھداری کرنے کے لئے ہی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرمکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم ’پرگتی‘ کرتے چلے جائیں گے اور آج کے چوٹی کے دیہوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے آدیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہ میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہ کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ آؤدیو گیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکھداری کرنے کے لئے ہی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرمکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم ’پرگتی‘ کرتے چلے جائیں گے اور آج کے چوٹی کے دیہوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہو جاتا۔
 آسان نہیں ہے۔ پھر بھی چین ہر کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بیچم کے دیشوں جیسا ہو جانا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدرش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمیٹے کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کیوں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، پھر یہی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما رہا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُنم سادھن موجود ہیں، پھر بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، پھر بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور گھبراہٹ ہے۔ کیا سبب
 ہے کہ انہی سببوں ہونے پر بھی آج وہ انہی برباد کن ہتھیاروں کی
 تیاری میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے۔ اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہوجن کے مقصد سے ہے۔ جو بوجھ بھاری سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اور تیسرے
 کے سنگت سے یہ صاف ہے کہ سلہوجن کی پشچمی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسپلٹا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہادیوں کے اَدعا پر وہ چٹا کھڑی ہے وہ مہادیہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ 'نورودا' مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سنگتھپ میں کہیں تو وہ مہادیہ منہائیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

(1) سمیٹے اور اُتھانوں کے سادھنوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔

(2) شاربک شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسمان کا بھید کرنا۔

(3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔

(4) سماج میں وِرج-بھد اور وِرج-بھدھہ کی ستھاپنا۔

(5) جسکی لاٹھی اسکی بئس—ہکھیاون کے مٹھے-
 سچھے ہیت میں وِرجاس کے ہیت کی بلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلنا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہوجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشیہ بہت ہی آندھکر مٹا ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے جائیں گے۔ پشچمی
 راشٹروں کے۔ پچھلے رہینگے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ "پچھلے" ہونے رہیں گے۔
 چھتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ ویکسی کے ایک ہی اُتم ہتھار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چٹ لپٹنا

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہو جاتا۔
 آسان نہیں ہے۔ پھر بھی چین ہر کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بیچم کے دیشوں جیسا ہو جانا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدرش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمیٹے کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کیوں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، پھر یہی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما رہا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُنم سادھن موجود ہیں، پھر بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، پھر بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور گھبراہٹ ہے۔ کیا سبب
 ہے کہ انہی سببوں ہونے پر بھی آج وہ انہی برباد کن ہتھیاروں کی
 تیاری میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے۔ اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہوجن کے مقصد سے ہے۔ جو بوجھ بھاری سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اور تیسرے
 کے سنگت سے یہ صاف ہے کہ سلہوجن کی پشچمی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسپلٹا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہادیوں کے اَدعا پر وہ چٹا کھڑی ہے وہ مہادیہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ 'نورودا' مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سنگتھپ میں کہیں تو وہ مہادیہ منہائیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

- (1) سمیٹے اور اُتھانوں کے سادھنوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔
- (2) شاربک شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسمان کا بھید کرنا۔
- (3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔
- (4) سماج میں وِرج-بھد اور وِرج-بھدھہ کی ستھاپنا۔
- (5) جسکی لاٹھی اسکی بئس—ہکھیاون کے مٹھے-
 سچھے ہیت میں وِرجاس کے ہیت کی بلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلنا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہوجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشیہ بہت ہی آندھکر مٹا ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے جائیں گے۔ پشچمی
 راشٹروں کے۔ پچھلے رہینگے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ "پچھلے" ہونے رہیں گے۔
 چھتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ ویکسی کے ایک ہی اُتم ہتھار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چٹ لپٹنا

پوچھا—کیک اسی طرح جس طرح جرمنی کے آگے فرانس لپٹ گیا یا امریکہ کے آگے جرمنی و جاپان لپٹ گئے۔ اسی صورت میں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سارا نونرمان کس نقطہ نظر سے گزر رہا ہے؟

سم آگیا ہے کہ ہم انہیں کی روشنی میں بہت کمال پر بھی پورزک و چار کریں اور آگے کا صاف نقشہ اپنے سامنے رکھیں۔ دوسروں کی دیکھ کر لے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ کہ دوسروں سے ہم سیکھیں نہیں۔ نہیں، ضرور سیکھیں—اُن کی اچھی باتیں لیتے کے ساتھ ساتھ اُن کی بری باتوں سے بھی بچیں۔ یہ کسی دردناک بات ہے کہ آٹھ سال سے ہمارے یہاں وکس کا کام چل رہا ہے لیکن اس عرصہ میں اپنے نئے کارناموں کا پرتیک ایک شہد بھی ہم چلتا کو نہا نہیں دے سکے۔ کلن کیل بھی ہے کہ ہمارے چٹان کی جڑیں ابھی تک ہمارے دیش میں ہیں ہی نہیں۔ ہمارے گن قلعہ کا دھان بھی انہیں پر دیشی جڑوں کا نمونہ ہے۔ کوشش مار پورٹ کر یہ ہے کہ ویشی پودے کو کسی طرح اپنے دیش میں جمادیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی بیکاری قنکے کی چوٹ پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ ویشی پودے یہاں کی دھرتی میں لگنے سے انکار کر رہا ہے۔ اس ویشی دھانچے میں گراموڈیوک کے لئے کہاں استھان ہے؟

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائیکاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسپیش کرنا چاہئے اور اسی کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیول انہیں پوچھنا یا پوچھتی اکتھا کرنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے منہ موڑیں۔ پونجی اور بہوتایت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائر ہے، سادھیہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پوکار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو رोजگار کی व्यवस्था यानी बेकारी का अस्तित्व ही न रहे।

(2) नई समाज रचना की स्थापना जिसकी आधारभूत वे मान्यतायें न हों (जो ऊपर दी जा चुकी हैं) जिनके कारण परिचम दुःखी है।

(3) शान्तिमय और अहिंसक उपायों का प्रतिष्ठापन जिससे कि हमारे सभी भगवें, राष्ट्रीय हों या अंतराष्ट्रीय, बिला मार-काट के तय हो जायें।

अगर हमारे मकसद यह हैं तब तो प्रामोद्योग के लिये स्थान है। भारत जैसे विशाल और दीन देश में प्रामोद्योग बेकारी दूर करने में कामयाब हो, यह कोई छोटी बात नहीं है। लेकिन हमारा निवेदन है कि बेकारी-निवारण ही प्रामोद्योग का लक्ष्य नहीं है। प्रामोद्योग एक जीवन-पद्धति का संकेत है। वह एक चिन्तनी का तरीका है, एक विचार-धारा का

प्रकार—जो असी طرح جس طرح جرمنی کے آگے فرانس لپٹ گیا یا امریکہ کے آگے جرمنی و جاپان لپٹ گئے۔ اسی صورت میں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سارا نونرمان کس نقطہ نظر سے گزر رہا ہے؟

سم آگیا ہے کہ ہم انہیں کی روشنی میں بہت کمال پر بھی پورزک و چار کریں اور آگے کا صاف نقشہ اپنے سامنے رکھیں۔ دوسروں کی دیکھ کر لے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ کہ دوسروں سے ہم سیکھیں نہیں۔ نہیں، ضرور سیکھیں—اُن کی اچھی باتیں لیتے کے ساتھ ساتھ اُن کی بری باتوں سے بھی بچیں۔ یہ کسی دردناک بات ہے کہ آٹھ سال سے ہمارے یہاں وکس کا کام چل رہا ہے لیکن اس عرصہ میں اپنے نئے کارناموں کا پرتیک ایک شہد بھی ہم چلتا کو نہا نہیں دے سکے۔ کلن کیل بھی ہے کہ ہمارے چٹان کی جڑیں ابھی تک ہمارے دیش میں ہیں ہی نہیں۔ ہمارے گن قلعہ کا دھان بھی انہیں پر دیشی جڑوں کا نمونہ ہے۔ کوشش مار پورٹ کر یہ ہے کہ ویشی پودے کو کسی طرح اپنے دیش میں جمادیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی بیکاری قنکے کی چوٹ پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ ویشی پودے یہاں کی دھرتی میں لگنے سے انکار کر رہا ہے۔ اس ویشی دھانچے میں گراموڈیوک کے لئے کہاں استھان ہے؟

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائیکاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسپیش کرنا چاہئے اور اسی کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیول انہیں پوچھنا یا پوچھتی اکتھا کرنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے منہ موڑیں۔ پونجی اور بہوتایت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائر ہے، سادھیہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پوکار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو رोजگار کی व्यवस्था यानी बेकारी का अस्तित्व ही न रहे।

(2) नई समाज रचना की स्थापना जिसकी आधारभूत वे मान्यतायें न हों (जो ऊपर दी जा चुकी हैं) जिनके कारण परिचम दुःखी है।

(3) शान्तिमय और अहिंसक उपायों का प्रतिष्ठापन जिससे कि हमारे सभी भगवें, राष्ट्रीय हों या अंतराष्ट्रीय, बिला मार-काट के तय हो जायें।

अगर हमारे मकसद यह हैं तब तो प्रामोद्योग के लिये स्थान है। भारत जैसे विशाल और दीन देश में प्रामोद्योग बेकारी दूर करने में कामयाब हो, यह कोई छोटी बात नहीं है। लेकिन हमारा निवेदन है कि बेकारी-निवारण ही प्रामोद्योग का लक्ष्य नहीं है। प्रामोद्योग एक जीवन-पद्धति का संकेत है। वह एक चिन्तनी का तरीका है, एक विचार-धारा का

دیکھ ہے۔ یہ بدعتی یا جہوتی کوئی دنیائوسی یا پوٹیکر یا
 شہل نہیں، بلکہ اہلسنت وجماعت اور دیوبند پورن ہے۔ اس کی
 کچھ صفاتی کی ضرورت ہے۔

گرومادیوگ کے منعمہ مشینوں کا بھسکار نہیں ہے ۔
گرومادیوگ کا دھسیہ ہے اپنی بنیادی ضرورتوں—کھانا، کپڑا اور
مکان میں—سواؤلمین ۔ دکن کی ایکامک کھوجیں یہ کہہ رہی
ہیں کہ یہ بنیادی سواؤلمین تو انسان کو سدھلا چاہئیں ۔ لیکن
ہر آدمی ان تین باتوں میں پورا سواؤلمی اکیٹے نہیں ہو
سکتا ۔ اس لئے وہ پلس پروس کا مادیوگ لے اور ہر گزوں ، یا جن
سلکھا کی چھوٹی سے چھوٹی اگلی ، بنیاداً سواؤلمی ہو ۔
دونوں لڑائیوں نے دکھا دیا کہ بنیادی ضرورتوں میں پروڈولمین
خطرناک اور گھانک ہے ۔ کھانا ، کپڑا اور مکان کے معاملے
میں ، چھوٹی سے چھوٹی اگلیاں اپنے بل پر کھڑی ہونی چاہئیں ۔
باقی کی نیاری نیاری آؤشیکتاؤں میں ہم پرسہولولمین کر سکتے
ہیں ۔ لیکن یہ ابھی سمجھو ہے جب سسٹی پر سواستو ویکٹی
یا سرکار کا نہ ہو کر سماج کا ہو اور شاربیک شرم و مانسک شرم
میں کوئی بھد بھاؤ نہ کیا جائے ۔ یعنی ، نئی سماج رچنا کی
دیکار ہے ۔

آج دگیان بھی نئی سماج رچنا کی مانگ کر رہا ہے ۔ اگر
 آنہادن کے سادھنوں پر نجی سوامتو قائم رہتا ہے تو جیسا آج ہو
 رہا ہے، آنہادن اُن سے ونچت رہیگا اور ان سادھنوں کی پوراہتی
 کی لاسا کے کارن سماج میں اپرشہا، دیویش، انفرت اور خون
 خرابی چلتی رہیگی ۔ ہمارا وشواس ہے کہ اگر دیویش کی وکاس
 یوچنا آج کے سوامتو سببندھوں پر چوت نہیں کرتی تو اُس کے
 دیوارا شریمان لوگ دوکھی دین کا من چاہا شوشن کریںگے ۔ اگر
 آج کی سماج رچنا کو جیہوں کا تیوں برقرار رکھا گیا تو آرتھک
 وشماتا تیڑی سے بڑھیگی اور سنگھارک پرورتھوں کو پراں دان
 ملیگا ۔ آدھونک دگیان مانو کو چیتاوانی دے رہا ہے کہ آج کی
 چالو جیہوں دھارا کو بدل کر، بقولے کی جگہ ہاتھ کی پڑتھا
 قائم کرنی ہوگی، سچے کے بھگائے سمیرن کی ورتی فرمان کرنی
 ہوگی اور اُنی ہلسا کو چھوڑ کر اہنسا کے سادھن اپنانے ہونگے ۔

جو راشٹر پرگتی شیل مانے جاتے ہیں اُن کے اٹھ اپنا پرانا چولا چھوڑ کر کلیا کلب کر لینا ضرور مشکل ہوگا۔ لیکن بھارت کو تو اس میں کوئی دشواری نہیں ہوتی چلئے جس کی جوانی کی پنکھڑی ابھی کھلنا شروع ہی ہو رہا ہے۔ یہ ہم نے اپنی آزادی ہی اُنکے تھنگ سے پراپت کی ہے۔ بھارت میں چرخے کو چھتہ کے بیچوں بیچ میں استھان دیا گیا۔ یہ چرخہ کھول اُتھان کا سادھن نہیں، چڑوں کے نئے مولیوں کا پرتھک ہے، کرائی کی نئی پرکریا کا سنگیت ہے۔ یہ چرخہ اتنی ہنسا کے سامنے اھنسا کا دعویدار ہے۔

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سونپتے ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے ہوں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وہاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکا ہوا آجل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردنا—تینوں کا یہی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تیرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گرامودیوک کو یہ شک چکے ہے۔ لیکن گرامودیوک کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک آدھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گرامودیوک نئے یک کے—شانتی، وہاں اور اہنسا کے یک کے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گرامودیوک پہلے پہلے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گرامودیوک کو بھی چوبیس کریں گے۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آردیوگے پرگتی کے اندر ہوتا آرہا ہے۔ گرامودیوک ہنسک اور بد پرہ چہرچہایا میں پھنسے کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدھیں کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھ کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گرامودیوک کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہوہو سے ناندہ آٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکیانک بدھی سے، نئے دھنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتنگاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلتھک دھانچے کو بنیاد سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولیوں، نئے استھوں، نئے ماتنگاؤں کو پرستھتھا دیکر ان کے آدھار پر بھارت ہون کی رچنا کی تیاری کے لئے کم کر کسنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتھکاری کلم میں، گرامودیوک کا برا مہتوبوں استھان ہوگا جو سور منقل میں سورہ کا ہے۔

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سونپتے ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے ہوں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وہاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکا ہوا آجل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردنا—تینوں کا یہی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تیرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گرامودیوک کو یہ شک چکے ہے۔ لیکن گرامودیوک کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک آدھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گرامودیوک نئے یک کے—شانتی، وہاں اور اہنسا کے یک کے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گرامودیوک پہلے پہلے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گرامودیوک کو بھی چوبیس کریں گے۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آردیوگے پرگتی کے اندر ہوتا آرہا ہے۔ گرامودیوک ہنسک اور بد پرہ چہرچہایا میں پھنسے کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدھیں کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھ کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گرامودیوک کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہوہو سے ناندہ آٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکیانک بدھی سے، نئے دھنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتنگاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلتھک دھانچے کو بنیاد سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولیوں، نئے استھوں، نئے ماتنگاؤں کو پرستھتھا دیکر ان کے آدھار پر بھارت ہون کی رچنا کی تیاری کے لئے کم کر کسنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتھکاری کلم میں، گرامودیوک کا برا مہتوبوں استھان ہوگا جو سور منقل میں سورہ کا ہے۔

ہمارا مادی

ایشیا کی ایکتا کے لیے ہیدراہاد کول ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے देश अभी असन्ध या अर्धसन्ध हालत में थे एशिया और अफ्रीका में बड़ी बड़ी सभ्यताएँ जन्म ले चुकी थीं. उस प्राचीन जमाने में चीन, भारत, ईरान, सुमेर, बाबुल, और मिस्र बड़ी बड़ी और ऊँची सभ्यताओं के गहवारे थे. अमरीका का उस समय की सभ्य दुनिया में कहीं नाम तक न था. इसके बाद यूनान और रोम की सभ्यताओं का समय आया. यूनान एक अर्ध एशियायी देश था और यूनानी सभ्यता अर्ध एशियाई सभ्यता थी. रोम के उभरने के साथ साथ पहली बार एक शुद्ध योरोपीय सभ्यता का आरम्भ हुआ. पर रोमन सभ्यता के अच्छे से अच्छे दिनों में भी आधे से अधिक योरप जिसमें इंग्लैंड, फ्रांस और जर्मनी सब शामिल थे सभ्यता की निगाह से बहुत पिछड़ा हुआ प्रदेश माना जाता था.

जमाने ने पलटा खाया. खासकर भाप और बिजली की ईजाद के साथ साथ योरप के देशों में नई चहल पहल शुरू हुई. योरपियन कौमों की आर्थिक और राजनैतिक लालसाएँ बढ़ीं. एशिया और अफ्रीका की हजारों वर्ष पुरानी सभ्यताओं में कमजोरियाँ आई. उन कमजोरियों में यहाँ जाने की जरूरत नहीं है. एशिया और अफ्रीका के देशों पर योरप वालों के हमले शुरू हुए. यहाँ तक कि अनेक देशों पर योरप वालों का कम या अधिक कब्जा हो गया. लगभग दो सदी तक एशिया और अफ्रीका में योरप वालों का प्रभुत्व रहा.

जमाने ने फिर पलटा खाया. एशिया की बड़ी बड़ी कौमों जागीं. चीन और भारत जैसे बड़े बड़े देश योरप वालों के पजे से आजाद हुए. आजादी की लहर और देशों में भी फैली. आज एशिया और अफ्रीका में जगह जगह इस आजादी की कोशिशें जारी हैं और इसके खिलाफ जगह जगह ही पच्छिम की कौमों खासकर अमरीका, इंग्लैंड, फ्रांस, बेल्जियम, हीलैंड, स्पेन और पुर्तगाल की तरफ से

ایشیا کی ایکتا کے لئے ہیدراہاد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے دیہی اہلی اسبھیا یا اردھ سبھیا حالت میں تھے ایشیا اور افریقہ میں بڑی بڑی سبھیتائیں جنم لے چکی تھیں . اُس پرانے زمانے میں چین، بھارت، ایران، سمیر، بابل اور مصر بڑی بڑی اور اونچی سبھیتاؤں کے گہوارے تھے . امریکہ کا اُس سے کی سبھیا دنیا میں کہیں نام تک نہ تھا . اُس کے بعد یونان اور روم کی سبھیتاؤں کا سہم آیا . یونان ایک اردھ ایشیائی دیہی تھا اور یونانی سبھیتا اردھ ایشیائی سبھیتا تھی . روم کے اُپرنے کے ساتھ ساتھ پہلی بار ایک شدھ یورپیہ سبھیتا کا اُرمیہ ہوا . پر رومن سبھیتا کے اچھے سے اچھے دنوں میں بھی اُدھے سے ادھک یورپ جس میں انگریز، فرانس اور جرمنی سب شامل تھے سبھیتا کی نگاہ سے بہت پچھڑا ہوا پردیہ مانا جاتا تھا .

زمانے نے پلٹا کھایا . خاصکر ہاپ اور بجلی کی ایجاد کے ساتھ ساتھ یورپ کے دیہوں میں نئی چہل پہل شروع ہوئی . یورپین قوموں کی آرتھک اور راجتھک لاسائیں بڑھیں . ایشیا اور افریقہ کی ہزاروں ورش پرانی سبھیتاؤں میں کمزوریاں آئیں . اُن کمزوریوں میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے . ایشیا اور افریقہ کے دیہوں پر یورپ والوں کے حملے شروع ہوئے . یہاں تک کہ انھک دیہوں پر یورپ والوں کا کم یا ادھک قبضہ ہوگیا . لگ بھگ دو صدی تک ایشیا اور افریقہ میں یورپ والوں کا پرہوتو رہا .

زمانے نے پھر پلٹا کھایا . ایشیا کی بڑی بڑی قومیں جاگیں . چین اور بھارت جیسے بڑے بڑے دیہی یورپ والوں کے پنجے سے آزاد ہوئے . آزادی کی لہر اور دیہوں میں بھی پھیلی . آج ایشیا اور افریقہ میں جگہ جگہ اِس آزادی کی کوششیں جاری ہیں اور اِس کے خلاف جگہ جگہ ہی پچھم کی قومیں خاصکر امریکہ، انگلینڈ، فرانس، بلجیم، ہالینڈ، اسپین اور پرتگال کی طرف سے

ایشیا اور افریقہ کے ایک دیکھوں پر اپنا پرہوتو جٹا رکھے اور دوسرے دیکھوں پر سے اپنے کھوئے ہوئے پرہوتو کو پیر سے قائم کرنے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ ٹھیک یہ اس سے کی حالت ہے۔

ایسی حالت میں "ایشیا کی یکتہ" کی آواز یا "ایشیا اور افریقہ کے سب دیکھوں کی ایکتہ" کی آواز اٹھنا ایک قدرتی بات ہے۔ خاص کر جبکہ "فٹ ڈالو اور شاسن کرو" کی اپنی پرانی چال کے انوسار پیچہم کی سامراجیہ پریمی قومیں ایشیا اور افریقہ کی قوموں کو ایک دوسرے سے لڑنے کی بھرسک چالیں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ملکر کھڑے ہونے میں ہی ہم سب کا اور دنیا کا بہلا ہے۔

اسی لئے اپریل سن 1955 میں دہلی میں سب ایشیائی دیکھوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں ایک "انڈین کمیٹی فار ایشین سولڈیریٹی" (ایشیا کی ایکتہ کے لئے بھارتیہ کمیٹی) بنی۔ اس کمیٹی کی طرف سے اکتوبر سن 1955 میں ایشیائی ایکتہ کو اور مضبوط کرنے کے لئے حیدرآباد میں ایک آل انڈیا کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں یورپ سے لیکر پیچہم تک اور آئر سے لیکر دکن تک بھارت کے سب پرانتوں سے ہزارہ سو سے اوپر پرتیندھی شامل ہوئے۔

حیدرآباد کی کانفرنس ایک طرح سے جٹا اور سرکار دونوں کی ملی جلی کانفرنس تھی۔ دیکھ کی سب راجکاجی پارٹیوں کے لوگ اور ان سب پارٹیوں کی طرف سے چنے ہوئے پارلیمنٹ اور دھارا سبھاؤں کے ممبر، یہاں تک کہ دھارا سبھاؤں کے اسپیکر اور سرکاری بکسیر بھی اس میں شامل تھے۔ ان کے ریاستوں کے گورنروں، چیف منسٹروں، بھارت سرکار کے منسٹروں اور یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں نے کانفرنس کی سپہلتا کے لئے اپنے سلیبھیں بھیجے۔ دلی دھان سپہ کے لگ بھگ سب ممبروں نے اور آئر پردیکھ کی دھارا سپہ کے اسی سے اوپر ممبروں نے اپنی سپہنتوں کے پٹر اور تار بھیجے۔

کانفرنس میں جو پرتاب پاس ہوئے ان میں 'پنچ شیل' پر مبنی سب دیکھوں کے ملکر رہنے، ایک دوسرے کی بھنڈتہ اور بھاجادی کی بھدر کرنے اور ایک دوسرے کے بھنڈتہ کے بھنڈتہ میں بھنڈتہ نہ ہونے پر بھور بھیا گیا، دنیا سے پراکھینتہ اور ایک جاتی پر دوسری جاتی کے بھنڈتہ کو بھوروی بھتا گیا، ایقہ ہم اور بھائی بھرجن ہم جیسے بھنڈتہ کی قلعی بھنڈتہ کی مانگ کی گئی، فوجی بھنڈتہ کے خلاف اور ایشیا کے بھنڈتہ میں یورپ اور امریکہ واپس کی بھنڈتہ کے خلاف آرڈر اٹھائی گئی، نئے بھنڈتہ کے راشٹر سپہ میں لٹہ جالے کی بھنڈتہ کو بھورایا گیا، وغیرہ، وغیرہ، یہ بھی اعلان کیا گیا کہ

کانفرنس میں جو پرتاب پاس ہوئے ان میں 'پنچ شیل' پر مبنی سب دیکھوں کے ملکر رہنے، ایک دوسرے کی بھنڈتہ اور آرڈر کی قدر کرنے اور ایک دوسرے کے بھنڈتہ کے بھنڈتہ میں بھنڈتہ نہ دیکھنے پر بھور دیا گیا، دنیا سے پراکھینتہ اور ایک جاتی پر دوسری جاتی کے بھنڈتہ کو بھوروی بھتا گیا، ایقہ ہم اور بھائی بھرجن ہم جیسے بھنڈتہ کی قلعی بھنڈتہ کی مانگ کی گئی، فوجی بھنڈتہ کے خلاف اور ایشیا کے بھنڈتہ میں یورپ اور امریکہ واپس کی بھنڈتہ کے خلاف آرڈر اٹھائی گئی، نئے بھنڈتہ کے راشٹر سپہ میں لٹہ جالے کی بھنڈتہ کو بھورایا گیا، وغیرہ، وغیرہ، یہ بھی اعلان کیا گیا کہ

ہندوستان کے لیے اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

کانگریس میں اس وقت پر بھی زور دیا گیا کہ ایشیا کے
 ممالک کے لیے اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

سماجی معاملوں میں عورتوں اور بچوں کی رکشا اور
 پر خاص زور دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ سائنس کی اُنٹی
 میں بھی ایشیا کے سب دیشوں کو اپنے اپنے بہانے کی کوششوں
 اور ایجادوں سے ایک دوسرے کو مالا مال کرنے کی کوشش
 کرنی چاہئے۔ یہ دکھایا گیا کہ دنیا کی آزادی اور دنیا کی
 شانتی کے لئے ایشیا کی ایکتا سب سے اہم ضروری ہے۔

سوانح سمیٹی کے اہمکھ عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس
 چانسلر ڈاکٹر بھگتتم نے اپنے بھاشن میں بڑی سندرنا کے ساتھ
 کہا کہ اس یک کی سب سے بڑی گھٹنا نہ ایتھ یا ہانڈروجن ہم
 ہیں اور نہ وہ راجکاجی اہل پتل ہے جس نے اُس سے دنیا
 کو ہلا رکھا ہے بلکہ یک کی سب سے بڑی گھٹنا ”سارے مائو
 سماج کی بڑھتی ہوئی ایکتا“ ہے۔ انہوں نے ایشیا کی نئی
 جاگرتی پر کافی زور دیا۔ وہ شانتی کے لئے بھارت کی کوششوں
 کو سراہتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اگر ایشیا کی قومیں اپنے اندر
 کی کمزوریوں کو چھٹا اور اپنے آپ کو فابو رکھتا ہے جائیں تو اُن
 والے زمانے میں وہ سنسار کو پریم اور شانتی کا سچا راستہ دکھا
 سکتی ہیں۔

دوسرے بولنے والوں نے کچھ ایشیائی دیشوں کے ساتھ امریکہ
 اور انگلینڈ کی فوجی گٹ بندیں کو ساری ایشیا اور ساری دنیا
 کے لئے خطرناک بتاتے ہوئے اوگوں کو اُن سے آگاہ کیا۔ اس بات
 پر زور دیتے ہوئے کہ جنگ کو دنیا سے ہمیشہ کے لئے ختم کر
 دینا چاہئے اور دنیا کی سب فوجیں دھیرے دھیرے ختم ہو
 جائیں چاہیں۔ سوویت روس کی اس بات کے لئے سراہنا کی
 گئی کہ اُس نے اپنی خوشی سے اپنی سارے چھ لاکھ فوج کم
 کر دی۔ پنج شل کو ایشیائی قوموں کی ایکتا کا اہم
 بتایا گیا۔ صاف صاف کہا گیا کہ دنیا کی جو قوم بھی
 جہاں بھی اپنی آزادی کے لئے کوشش کر رہی ہے ایشیا
 کی سب قومیں اس کے ساتھ ہیں۔ ہانڈونگ کی

اشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

اشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

اشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

اشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

اشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور

کون کانفرنس کے کھیلوں کو سراہا گیا جس میں ایشیا اور افریقہ کے اکیس دیہوں کی سرگروں کے پرنسپلز نے مل کر ایشیا اور افریقہ کی ایکٹا کی آواز اٹھائی تھی۔ اگست سن 1955 میں جنیوا کے اندر سب دیہوں کے سائنسدانوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں دنیا بھر کے سائنسدانوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ایٹم شکنی اور ہائیڈروجن شکنی کو انسانوں کی ہمت کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ دنیا سے غریبی کو مٹانے اور دنیا بھر کی عام جنتا کے جہوں کو آدھک خوشحال بنانے کے لئے کام میں لیا جائے۔ دنیا کے سائنسدانوں کے اس فیصلے کی تعریف کی گئی۔ ہندوستان میں اور فارمسا میں پچھلی قوموں کی زبردستوں کی فدا کی گئی۔ جاپان کے ہر سے پوری طرح آزاد کیئے جانے پر زور دیا گیا۔ عرب دیہوں میں یورپ والوں کی سازشوں اور افریقہ میں کالے گورے کے بھد پر دم پرکت کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

سدر شریستی رامیشوری نہرو نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جنتا کی پوری آزادی کے لئے بڑے بڑے اڈیوگ دھندوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے اڈیوگ دھندوں اور گھریلو دستکاریوں کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوموں قوموں کے بیچ کی تجارت وہی ہونی چاہئے جس میں سب کا بھلا ہو، وہ نہیں جس میں ایک دیہ دوسرے کو چوسے یا اس سے بیجا نائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

کلچر یعنی سنسکرتی کے سوال پر الگ الگ کلچروں کے ساتھ ساتھ ایک ورلڈ کلچر پر یعنی جگ سنسکرتی کو روپ دینے پر کافی زور دیا گیا۔

حیدرآباد کانفرنس کا شاہد سب سے سندر پرستائ سماجی پرستائ تھاجس میں عورتوں اور بچوں کے سواستہ کی رکشا، عورتوں اور مردوں کے برابر کے حقوق، ویشادرتی کے دنیا سے متائے جانے اور ایشیائی دیہوں میں سماجی میل جول کے بڑھانے پر زور دیا گیا۔ اس پرستائ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی دیہوں کی ایکٹا کی مانگ کیوں ایک راجکاجی چیز ہی نہیں ہے بلکہ سچ مچ دنیا کی ایکٹا، دنیا کی خوشحالی اور دنیا کی شانتی میں ایک بہت بڑا حصہ لینے والی ہے۔

بھارت سے باہر چین، کو ریا اور ویت نام جیسے دیہوں سے جو سہلہوتی کے سندیہ آئے تھے انہوں نے کانفرنس کی ایکٹا اور اس کی شکنی کو اور بڑھا دیا۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا स्वागत کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

بھارت سے باہر چین، کو ریا اور ویت نام جیسے دیہوں سے جو سہلہوتی کے سندیہ آئے تھے انہوں نے کانفرنس کی ایکٹا اور اس کی شکنی کو اور بڑھا دیا۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا स्वागत کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا स्वागत کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا स्वागत کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا स्वागत کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا स्वागत کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

مانव एकता کے شوم پرچم

دنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تباہ کرنے والے اور سب قوموں کی باہمی دوستی کے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ الگ الگ دیہوں میں آنا جانا بڑے اور الگ الگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیہ اور ایک دوسرے کے مہا پوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہا پوروں کی یادگار بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہا پوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنٹ کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لووز آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے ساتھ ساتھ میں ارنجی سے ارنجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہا پورش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈٹس ”ڈان کونکزو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گزرتوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہا پوروں کی یادگار بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہا پوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنٹ کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لووز آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے ساتھ ساتھ میں ارنجی سے ارنجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہا پورش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈٹس ”ڈان کونکزو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گزرتوں میں گنا جاتا ہے۔

پکنگ کے اس جلسہ میں چین کی سب سے بڑی سائنسدانوں کے اور جنٹا کے تھوڑے سو سے اوپر نمائندے موجود تھے۔ منجے کے اوپر والٹ وٹمین اور سرورینٹیز دونوں کی تصویروں سجی ہوئی تھیں۔ سب بولنے والوں نے مانو ایکتا کے اوپر زور دیا اور کہا کہ یہ دونوں مہا پورش کھول امریکہ اور ایسپن کے ہی نہیں ساری دنیا کے مہا پورش تھے۔ دونوں کی کتابوں میں دنیا بھر کی جنٹا کے لئے شانتی اور سکھ کی لالسا پرکٹ کی گئی ہے۔ دونوں ساری دنیا کے سب راشتروں کی آزادی چاہتے تھے۔ بولنے والوں نے امریکہ اور ایسپن کی جنٹا اور سب دیہوں کی جنٹا کے ساتھ اپنا بھائی چارہ اور پریم پرکٹ کیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ان دونوں مہا پورشوں کی اٹیک کرتیوں کا انواد چینی میں چھپ چکا ہے۔ چین کے مشہور نیتا اور کوی کوموجو نے والٹ وٹمین کو ”پریشانیت مہاساکر کی طرح مہان“ بتایا۔ والٹ وٹمین جنٹا کا کوی تھا۔ اُس نے جنٹا اور خاصکر محفلت کرنے والی جنٹا کی بھاشا میں لکھا۔ اسی طرح سرورینٹیز نے اپنے سہ سے اوپر اٹیکر سیکڑوں برس آگے کے مانو سماج کو چترت کرنے کی کوشش کی۔

امریکہ کا ایک مشہور فیکرو وڈوان ابراہم پیلے ہی، جو اُس سہ چین کا دورہ کر رہا تھا، اُس جلسہ

مانو ایکتا کے شوم پرچم

دنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تباہ کرنے والے اور سب قوموں کی باہمی دوستی کے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ الگ الگ دیہوں میں آنا جانا بڑے اور الگ الگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیہ اور ایک دوسرے کے مہا پوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہا پوروں کی یادگار بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہا پوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنٹ کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لووز آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے ساتھ ساتھ میں ارنجی سے ارنجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہا پورش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈٹس ”ڈان کونکزو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گزرتوں میں گنا جاتا ہے۔

پکنگ کے اس جلسہ میں چین کی سب سے بڑی سائنسدانوں کے اور جنٹا کے تھوڑے سو سے اوپر نمائندے موجود تھے۔ منجے کے اوپر والٹ وٹمین اور سرورینٹیز دونوں کی تصویروں سجی ہوئی تھیں۔ سب بولنے والوں نے مانو ایکتا کے اوپر زور دیا اور کہا کہ یہ دونوں مہا پورش کھول امریکہ اور ایسپن کے ہی نہیں ساری دنیا کے مہا پورش تھے۔ دونوں کی کتابوں میں دنیا بھر کی جنٹا کے لئے شانتی اور سکھ کی لالسا پرکٹ کی گئی ہے۔ دونوں ساری دنیا کے سب راشتروں کی آزادی چاہتے تھے۔ بولنے والوں نے امریکہ اور ایسپن کی جنٹا اور سب دیہوں کی جنٹا کے ساتھ اپنا بھائی چارہ اور پریم پرکٹ کیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ان دونوں مہا پورشوں کی اٹیک کرتیوں کا انواد چینی میں چھپ چکا ہے۔ چین کے مشہور نیتا اور کوی کوموجو نے والٹ وٹمین کو ”پریشانیت مہاساکر کی طرح مہان“ بتایا۔ والٹ وٹمین جنٹا کا کوی تھا۔ اُس نے جنٹا اور خاصکر محفلت کرنے والی جنٹا کی بھاشا میں لکھا۔ اسی طرح سرورینٹیز نے اپنے سہ سے اوپر اٹیکر سیکڑوں برس آگے کے مانو سماج کو چترت کرنے کی کوشش کی۔

امریکہ کا ایک مشہور فیکرو وڈوان ابراہم پیلے ہی، جو اُس سہ چین کا دورہ کر رہا تھا، اُس جلسہ

میں سوجھتا تھا۔ اس نے کہا کہ ریاضت و محنت کے بیچاروں نے
امریکہ سے غصے کی پرتھ کو مٹانے میں بہت بڑا حصہ لیا۔

سرورقیز کے ناول 'قانون کوئٹرو' کا انواد دنیا کی اسی سے
اوپر پیشکش میں ہو چکا ہے۔

کئی دور دور کے دیشوں سے خاص خاص لوگوں کے سلیبس
یہ جلسے میں پڑھ گئے۔

کئی دور دور کے देशوں سے خاص خاص لوگوں کے سلیبس
یہ جلسے میں پڑھ گئے۔

امریکہ کے دو دوائیوں نے امریکہ سے آکر اس جلسے میں
حصہ لینا چاہا تھا۔ پر امریکی سرکار سے انہیں پاسپورٹ نہیں
مل سکے۔

چند دنوں میں دنیا کی اس کلچری ایکٹ کو بھالنے کے لئے
ایک اور کام ہو رہا ہے۔ پیننگ لائبریری نے جو چند کی سب سے
بڑی لائبریری ہے، دنیا کے ستائیس دیشوں کے ساتھ دستکوں کا بدلنا
شروع کر دیا ہے۔ سن 1955 کے پہلے چار مہینے کے اندر انہوں
نے پینسٹم ہزار کتابیں دوسرے دیشوں کو بھیجیں اور ان کے
بدلے میں پچھن ہزار کتابیں دوسرے دیشوں کی لائبریریوں نے
چند بھیجیں۔ ان لائبریریوں میں سے بارہ امریکہ کی ہیں اور
گیارہ انگلینڈ کی۔ ان میں لندن کا برٹش میوزیم، نیویارک کی
اسٹیٹ لائبریری، لندن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں،
برائس کی نیشنل لائبریری اور پیرس یونیورسٹی کی لائبریری
شامل ہیں۔

چین میں دنیا کی اس کلچری ایکٹ کو بھالنے کے لئے
ایک اور کام ہو رہا ہے۔ پیننگ لائبریری نے جو چند کی سب سے
بڑی لائبریری ہے، دنیا کے ستائیس دیشوں کے ساتھ دستکوں کا بدلنا
شروع کر دیا ہے۔ سن 1955 کے پہلے چار مہینے کے اندر انہوں
نے پینسٹم ہزار کتابیں دوسرے دیشوں کو بھیجیں اور ان کے
بدلے میں پچھن ہزار کتابیں دوسرے دیشوں کی لائبریریوں نے
چند بھیجیں۔ ان لائبریریوں میں سے بارہ امریکہ کی ہیں اور
گیارہ انگلینڈ کی۔ ان میں لندن کا برٹش میوزیم، نیویارک کی
اسٹیٹ لائبریری، لندن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں،
برائس کی نیشنل لائبریری اور پیرس یونیورسٹی کی لائبریری
شامل ہیں۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

इसके बाद सन् १९५१ की सदी के भारत का उसमें लाया
अच्छा चित्र है। भारत के उस समय के अनेक नगरों और
गांवों का दृश्य दिखाया गया है। उस समय के भारतीय
जीवन, लुही बाग्री के साथ भारतवासियों का प्रेम, भारत
का गाना बजाना, यह सब चीजें उस फ़िल्म में बड़ी सचाई
और सुन्दरता के साथ दिखाई गई हैं। अनेक जगह
अफ़ानासी निकीतिन की भारतवासियों से बात चीत
होती है।

आखीर में “हिन्दी रुसी भाई भाई” से शांति खतम होता है. रुस में लोगों को यह फ़िल्म बहुत पसन्द आई.

मानव एकता को साक्षात् करने और दुनिया में प्रेम बढ़ाने के इस तरह के प्रयत्न बहुत ही सराहनीय हैं। हम इनका हृदय से स्वागत करते हैं और चाहते हैं कि ऐसे प्रयत्न सब देशों में खूब बढ़ें !

21-12-55.

—सुन्दरलाल

बग़दाद का समझौता और पाकिस्तान

इराक़ की राजधानी बग़दाद में टरकी, इराक़, ईरान, पाकिस्तान और इंग्लैंड के बीच पिछले दिनों एक फ़ौजी समझौता हुआ है जिसका राजकाजी दुनिया में काफी ग़ोर मच चुका है. 21 नवम्बर सन् 1955 को बग़दाद ही में इन पाँचों देशों के नुमाइन्दों की एक बैठक हुई थी. कहा जाता है अमरीका अभी इस समझौते में शामिल नहीं है. लेकिन यूरोप के अख़बारों में बराबर निकलता रहा है कि अमरीका इसमें शामिल होगा, और 21 नवम्बर की बैठक में अमरीकी सरकार के नुमाइन्दे “आब्रहमरवर्स” यानी दर्शाक ही हैसियत से मौजूद थे.

अमरीका के मशहूर अखबार “न्यूयार्क टाइम्स” ने इस तैजी समझौते की बाबत साफ लिखा है कि—“यह समझौता हमारी (अमरीका की) कोशिशों का नतीजा है और सोवियत रूस और मिस्र दोनों के खिलाफ किया गया है।” हकीकत यह है कि यह समझौता उसी सिलसिले की एक बीच की कड़ी है जिसकी दो सिरों की कड़ियाँ पच्छिम में ‘नाटो’ और पूरब में ‘सीटो’ हैं।

यह भी ध्यान देने की बात है कि जबकि टर्की, इराक, ईरान और पाकिस्तान चारों एशियाई देश हैं, जिनकी तरह एक दूसरे से मिलती हैं या एक दूसरे के पास हैं, एंग्लैंड और अमेरिका दोनों एशिया से बाहर के देश और इससे हज़ारों मील की दूरी पर हैं।

दुनिया के अखबारों और राजकाजी नेताओं के बयानों में यह बात भी साफ आ चुकी है कि इस समझौते की प्रसली प्रत्यक्ष रूप के उन देशों की सत्ता को अधिकतम परिधा

اس کے بعد پندرہویں صدی کے بھارت کا اُس میں خانہ
اچھا چکر ہے۔ بھارت کے اُس سے کے انہک نیکروں اور گاؤں کا درشہ
دیکھایا گیا ہے۔ اُس زمانے کا بھارتیہ جنوں، روسی پاتری کے ساتھ
بھارت واسیوں کا پریم، بھارت کا گنا بچانا، یہ سب چیزیں اُس
قلم میں بڑی سچائی اور سندرتا کے ساتھ دیکھائی گئیں ہیں۔
انہک چکھہ اناتاسی نکیتن کی بھارت واسیوں سے بات چیت
ہوئی ہے۔

آخر میں ”ہلنی روسی بھائی بھائی“ سے شوختم ہو رہا ہے۔ روس میں لوگوں کو یہ فلم بہت پسند آئی۔

مانو ایمان کو سائنات کرنے اور دنیا میں پریم بڑھانے کے
 اس طرح کے ذریعہ بہت ہی سرائیدہ ہیں۔ ہم ان کا ہر دھڑ
 سے سواکت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے ذریعہ سب دینشوں
 میں خوب بڑھیں !

—سند لال

21. 12. 55

بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان

عراق کی راجدھانی بغداد میں ترکی، عراق، ایران، پاکستان اور انگلینڈ کے بیچ پچھلے دنوں ایک فوجی سمجھوتہ ہوا ہے جس کا راجگڑج دنیا میں کافی شور مچ چکا ہے۔ 21 نومبر سن 1955 کو بغداد ہی میں ان پانچوں دیشوں کے نمائندوں کی ایک میٹھک ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے امریکہ ابھی اِس سمجھوتے میں شامل نہیں ہے۔ لیکن یورپ کے اخباروں میں ہرادر نکلتا رہا ہے کہ امریکہ اِس میں شامل ہوگا، اور 21 نومبر کی میٹھک میں امریکی سرکار کے نمائندے ”آبروس“ یعنی درشک کی حیثیت سے موجود تھے۔

امریکہ کے مشہور اخبار ”نیویارک ٹائمز“ نے اس فوجی سمجھوتے کی بابت صاف لکھا ہے کہ— ”یہ سمجھوتہ ہماری (امریکہ کی) کوششوں کا نتیجہ ہے اور سوویت روس اور مصر دونوں کے خلاف کیا گیا ہے۔“ حقیقت یہ ہے کہ یہ سمجھوتہ اُسی سلسلے کی ایک بیج کی کڑی ہے جس کی دوسرے کی کڑیاں پچھم میں ”نائٹو“ اور یورپ میں ”سٹو“ ہیں۔

یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ جبکہ ترکی، عراق، ایران اور پاکستان چاروں ایشیائی دیس ہیں، جن کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں یا ایک دوسرے کے پاس ہیں، اقلیت اور امریکہ دونوں ایشیا سے باہر کے دیس اور اُس سے ہزاروں میل کی دوری پر ہیں۔

دنیا کے اخیاروں اور راجکاری نیتوں کے ہاتھوں میں یہ بات بھی صاف آچکی ہے کہ اس سمجھوتے کی اصلی غرض یورپ کے اُن دیشوں کی سٹا کو پچھم اُٹھایا

میں فیر سے پککا کرنا ہے جینکا بکسر اس علاقے میں حال میں کچھ کم ہونے لگا تھا۔ اصل غرض یہ ہے کہ ایشیا کے ان دیہیوں کے ترقی پزیرانوں، خاص کر ان کے قیمتی تیل کے کنوں پر قبضہ رکھا جائے اور اس قبضہ کو مضبوط کیا جائے۔

قدرتی طور پر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایشیا کے اس علاقے میں آزادی کی جو تحریکوں جنم لے رہی ہیں انہیں کسی طرح دبا کر رکھا جائے۔

پچھم ایشیا کے جو دیہی بغداد کے اس سمجھوتے کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں ان کے خلاف مالی اور تجارتی بائیکاٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں یا ان کی سرکاروں کو یا ان کے راجگاہی نیتاؤں کو ایک دینہ یا اٹھار پھینکنے کی سازشیں ہوتی لگتی ہیں۔

یورپ کے کوئی کوئی اخبار صاف کہہ رہے ہیں کہ ایشیا کے اس حصہ میں جلدی اور کھلے طور پر دخل دیا جائے۔ ”لندن ٹائمز“ نے لکھا ہے کہ—”یو۔ این۔ او۔ کی کڑی پچھم ایشیا میں مہجی جائے اور وہاں رکھی جائے۔“ ”انگلینڈ کے اخبار ”ٹیلی میل“ نے لکھا ہے کہ—”یہ اعلان ہو جانا چاہئے کہ انگلینڈ نے سوئٹزر پر پھر سے قبضہ کرنا اور کم سے کم سن 1975 تک وہاں رہنا۔“

دنیا ابھی اس چیز کو بھی بھولی نہیں ہے کہ کچھ عرب دیہیوں کو مصیبت میں ڈالنے اور انہیں قابو میں رکھنے کے لئے یہی یہودیوں کو دنیا بھر کے ملکوں سے لا کر اور جمع کر کے فلسطین میں ’اسرائیل‘ نام کا ایک نیا ملک بسایا گیا تھا اور آج انہیں عربوں کو ہرباد کرنے کے لئے عرب اسرائیل جھگڑے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور اس جھگڑے کے بہانے ان ملکوں کے اندرونی معاملوں میں زبردستی دخل دیا جا رہا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپ کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے عربی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

عرب دیہیوں کی جلتا ان چیزوں کو خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔ اسی لئے وہاں کے ایک ایک وچاروں اور ایک ایک پارٹیوں کے لوگ بھی بغداد کے فوجی سمجھوتے کے خلاف ہیں۔

میں اس طرح کی فوجی گت بندی کے سخت خلاف ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر جمال عبدال ناصر نے حال میں کہا ہے:—”ہمارے اس ایشیائی علاقے کے ملکوں کی رکشا ہم نے سمجھ رکھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم اس معاملے میں کسی باہر والے کو اپنا رکشک بنانا منظور نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی ہی فوجوں کی مدد سے اپنی آزادی کی رکشا کر سکتے ہیں اور کرینگے۔“

مصر کے اسٹیت منسٹر انور سعادت نے وہاں کے اخبار ”الجمہوریہ“ میں لکھا ہے کہ—”ہنداد کا سمجھوتہ اُن ملکوں کی جنگ کی مرضی کے خلاف کیا گیا ہے اور اسی لئے سمجھوتہ کرنے والے اپنے اپنے یہاں کی جنگ سے ڈرتے ہیں۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس بہانے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اُس سہ سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہنداد میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے تھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہنداد کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے ویدیشی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اُس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس بہانے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اُس سہ سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہنداد میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے تھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہنداد کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے ویدیشی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اُس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

سیریا کے بڑے بڑے لوگوں نے جن میں جنرل کے راجکاजी नेता, वहां की पालीमेंट के मेम्बर, प्रोफेसर और मजदूरी रहनुमा, सब शामिल थे, हाल में एक बयान निकाला था जिसमें कहा गया है कि—”हमारे यहां की जनता बरादाद के समझौते को एक इस तरह की फांजी गुट-बन्दी समझती है जिस की गरज दूसरों पर हमला करना है. यह समझौता जनीबा की इसपरिट के खिलाफ है.” सीरिया के अखबारों में भी इसी तरह के लेख निकल रहे हैं.

لبنان کی سرکار نے بھی براءاد کے समझौते का विरोध किया है. वहां के बड़े बज़ीर रशीद केरामी ने कहा है कि उनकी सरकार तय कर चुकी है कि वह किसी ऐसे समझौते में शामिल नहीं होगी जिससे अरब दुनिया के टुकड़े हो जाँय. لبنان के अखबार “अल बेरक” ने लिखा है—“हम उनकी फांजी गुट बन्दीयों में शामिल नहीं होंगे, क्योंकि हम अपनी आजादी कायम रखना चाहते हैं और अंगरेजों, तुर्कों या पाकिस्तानियों को कोई इसका मौका देना नहीं चाहते कि वह हमारे यहां के अन्दरूनी मामलों में कोई दखल दें. सन् 1930 में अंग्रेजों और इराक के बीच एक मुलाहनामा हुआ था जिसके अनुसार अंग्रेज जबर-दस्ती इराक के दूस्ती यानी बली बन बैठे थे. बरादाद के फांजी

مصر کے اسٹیت منسٹر انور سعادت نے وہاں کے اخبار ”الجمہوریہ“ میں لکھا ہے کہ—”ہنداد کا سمجھوتہ اُن ملکوں کی جنگ کی مرضی کے خلاف کیا گیا ہے اور اسی لئے سمجھوتہ کرنے والے اپنے اپنے یہاں کی جنگ سے ڈرتے ہیں۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس بہانے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اُس سہ سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہنداد میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے تھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہنداد کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے ویدیشی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اُس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

سیریا کے بڑے بڑے لوگوں نے جن میں جنرل کے راجکاजी नेता, वहां की पालीमेंट के मेम्बर, प्रोफेसर और मजदूरी रहनुमा, सब शामिल थे, हाल में एक बयान निकाला था जिसमें कहा गया है कि—”हमारे यहां की जनता बरादाद के समझौते को एक इस तरह की फांजी गुट-बन्दी समझती है जिस की गरज दूसरों पर हमला करना है. यह समझौता जनीबा की इसपरिट के खिलाफ है.” सीरिया के अखबारों में भी इसी तरह के लेख निकल रहे हैं.

لبنان کی سرکار نے بھی براءاد کے समझौते का विरोध किया है. वहां के बड़े बज़ीर रशीद केरामी ने कहा है कि उनकी सरकार तय कर चुकी है कि वह किसी ऐसे समझौते में शामिल नहीं होगी जिससे अरब दुनिया के टुकड़े हो जाँय. لبنان के अखबार “अल बेरक” ने लिखा है—“हम उनकी फांजी गुट बन्दीयों में शामिल नहीं होंगे, क्योंकि हम अपनी आजादी कायम रखना चाहते हैं और अंगरेजों, तुर्कों या पाकिस्तानियों को कोई इसका मौका देना नहीं चाहते कि वह हमारे यहां के अन्दरूनी मामलों में कोई दखल दें. सन् 1930 में अंग्रेजों और इराक के बीच एक मुलाहनामा हुआ था जिसके अनुसार अंग्रेज जबर-दस्ती इराक के दूस्ती यानी बली बन बैठे थे. बरादाद के फांजी

لبنان کی سرکار نے بھی براءاد کے समझौते का विरोध किया है. वहां के बड़े बज़ीर रशीद केरामी ने कहा है कि उनकी सरकार तय कर चुकी है कि वह किसी ऐसे समझौते में शामिल नहीं होगी जिससे अरब दुनिया के टुकड़े हो जाँय. لبنان के अखबार “अल बेरक” ने लिखा है—“हम उनकी फांजी गुट बन्दीयों में शामिल नहीं होंगे, क्योंकि हम अपनी आजादी कायम रखना चाहते हैं और अंगरेजों, तुर्कों या पाकिस्तानियों को कोई इसका मौका देना नहीं चाहते कि वह हमारे यहां के अन्दरूनी मामलों में कोई दखल दें. सन् 1930 में अंग्रेजों और इराक के बीच एक मुलाहनामा हुआ था जिसके अनुसार अंग्रेज जबर-दस्ती इराक के दूस्ती यानी बली बन बैठे थे. बरादाद के फांजी

سومکریٹے میں جب سے انگلینڈ شامل ہو گیا ہے بغداد کے سمجھوتے کا وہی مطلب ہے جو سن 1930 کے انگریز عراقی صلحنامہ کا تھا۔ آج بغداد کے سمجھوتے کے ایک ذریعہ ہونے کے ناطے نکلوسی اور نوجی سعد دہلے کے بہانے انگلینڈ عراقی میں کھس رہا ہے۔ لہذا کہی بھی دوسری حکومتوں کا پچھلا نہیں بلوگا۔“

ترکی کے پریزیڈنٹ بشار کے ساتھ وہاں کے کچھ नेता نومبر کے شروع میں جارتن گئے تھے۔ انہوں نے جارتن کی سرکار کو یہ سمجھانا چاہا کہ وہ بھی بغداد کے سمجھوتے میں شامل ہو جاوے۔ لیکن عرب اخباروں میں جو کچھ نکلتا رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے نیٹاؤں کو وہاں بھی کامیابی نہیں ملی۔ وہاں کے اخبار ”الاکرم“ نے لکھا تھا کہ ترکی کے نیٹا جہاں جہاں جاتے تھے وہاں وہاں ان کے سامنے بڑے بڑے پردرشن ہوتے تھے جن میں اس طرح کے نعرے لگائے جاتے تھے—”ترکی عراقی سمجھوتہ ختم کرو۔“ 10 نومبر کو رائٹر اخبار ایجنسی نے وہاں سے خبر دی کہ جارتن کے نیٹا سعدالمفتی اور وہاں کے دوسرے نیٹاؤں نے یہ کہا کہ جارتن سب گٹ بندیوں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور اسی لئے بغداد کے سمجھوتے میں شامل نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیشوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیشوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں اپنی دیشوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے —اور ہے— تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ہمارا اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے —اور ہے— تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیشوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیشوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں اپنی دیشوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے —اور ہے— تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے —اور ہے— تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

اور وہاں کے لوگوں کے لیے کسی طرح اور کسی معنی میں ہی مفید نہیں ہو سکتا۔

اٹھ سال پہلے کے ملے جلے ہندوستان کو جن گناہوں کے بدلے میں دیر سے برس سے اور غوروں کی غلامی میں رہنا پڑا ان میں سے ایک بڑا گناہ یہ تھا کہ ہماری ہندو مسلم اور سکھ یعنی ہندوستانی فرجوں نے غوروں کے نظموادار بن کر دوسرے ملکوں میں جا کر رہاں کے بے گناہ اوگوں پر گواہی برسانیں اور غوروں کو ان کی اس ناپاک کوششوں میں مدد دی۔ کہ وہ دوسروں کو اپنا ظلم بنا سکیں۔ ہم سب کو اس گناہ سے یا اس کے امکان سے بھی اب کسوں دور رہنا چاہئے۔ تب سے اب تک دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارا اپنا عقیدہ ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ ان نازک حالات میں ہر ملک، ہر قوم اور ہر آدمی کا فرض ہے کہ دنیا کے حالات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرے اور کم سے کم یہ کہ جب کوئی قدم اٹھارے تو خود اپنے ہاتھ پیر پچھا کر اٹھارے۔

12-12-'55

—سुन्दरलाल

—ساندر لال

12. 12. 55

نئے چین میں زمین کی ویوستہا

نیا چین آج کل کے لیے ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔ کمیونیزم ایک درجے تک نیا چین کا آدھش بھی ہے۔ لیکن چین کے لوگوں کے انوسار چین آج کل بھی کمیونیزم سے کافی دور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کمیونیزم یعنی سامیواد کی پہلی سوسھی سولیزم یعنی سامیواد ہے اور نیا چین ابھی بیس یا تیس برس کے بعد سامیواد کے آدھش تک پہونچے سکتا ہے۔ اس کے بعد سامیواد سے سامیواد تک پہونچنے میں کتنا سیمہ لگے گا یہ آگے کی بات ہے۔

اس بارے میں چین کی آج کل کی स्थिति का खासा अच्छा चित्र हमें वहां की जमीन की व्यवस्था से मिल सकता है। नए चीन में खेती की अधिकतर जमीन की मालिक न सरकार है और न समाज, और न वहां कम्युनिस्ट डक्क की मिलकीयत है। वहां अधिकतर जमीन के मालिक बड़ी अलग अलग किसान हैं जो अपनी-अपनी जमीन में खेती करते हैं। किनोबा जी कहा करते हैं—“सबै भूमि गोपाल की。” संस्कृत की एक कहावत है:—“किसान ही जमीन का मालिक है。” मुहम्मद साहब की एक हदीस है:—“सारी जमीन अल्लाह की जमीन है, और सब मख-लूक अल्लाह के बन्दे हैं: जो कोई किसी परी हुई जमीन को जोखता और जोख है उसी का उस जमीन पर सबसे

نئے چین میں عام طور پر ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔

کمیونیزم ایک درجے تک نئے چین کا آدھش بھی ہے۔ لیکن چین کے لوگوں کے انوسار چین ابھی کمیونیزم سے کافی دور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کمیونیزم یعنی سامیواد کی پہلی سوسھی سولیزم یعنی سامیواد ہے اور نیا چین ابھی بیس یا تیس برس کے بعد سامیواد کے آدھش تک پہونچے سکتا ہے۔ اس کے بعد سامیواد سے سامیواد تک پہونچنے میں کتنا سیمہ لگے گا یہ آگے کی بات ہے۔

اچھا چتر ہمیں وہاں کی زمین کی ویوستہا سے مل سکتا ہے۔ نئے چین میں کھیتی کی ادھکتر زمین کی مالک نہ سرکار ہے اور نہ سماج، اور نہ وہاں کمیونسٹ تھنگ کی ملکیت ہے۔ وہاں ادھکتر زمین کے مالک وہی الگ الگ کسان ہیں جو اپنی اپنی زمین میں کھیتی کرتے ہیں۔ ونوہاجی کہا کرتے ہیں—“سبہ بھومی گوپال کی۔” سنسکرت کی ایک کہوت ہے:—“کسان ہی زمین کا مالک ہے۔” متحد صاحب کی ایک حدیث ہے:—“ساری زمین اللہ کی زمین ہے، اور سب مطبق اللہ کے بندے ہیں: جو کوئی کسی پرزی ہوئی زمین کو چھتا اور پوتا ہے اسی کا اس زمین پر سب سے

کھانا ہرگز ہے، کسی دوسرے کو ہرگز نہیں ہے کہ اسے اس کامیابی سے نیکالے۔" (ابوہاشم، تیرمیزی، مالک) آج کل کے چین کی حالت ابھی یہی ہے۔

لیکن نئے چین کے नेता اس حال سے نکل کر پورے-پورے، بے ساختہ، بے سبب-سبب کر، سماج-वाद کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ-الگ گاؤں یا الگ-الگ علاقوں کے پورے پورے کسان ملکر اپنی-اپنی کامیابیوں اور بے بسی کے اپنے-اپنے دوسرے کامیابیوں کو آپس میں کی شکل میں یعنی ایک دوسرے کے کامیابی سے بے بسی کا سارا کام کریں اور اس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھائیں اور خود بھی ادھک کما سکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑائی نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو کسان چاہیں اس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا کام الگ کرتے رہیں۔ اس طرح کے کامیابی یا بے بسی کے ساتھ، جو اس سے چین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی کمیونسٹ پارٹی یعنی اردہ سماج وادی کہتے ہیں۔ اسی نومبر میں اس طرح کے کامیابیوں کو بڑھانے اور ان کا پرہیز بھیک کرنے کے لئے دیہی کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور ان پر دیہی بھر میں سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ ان قاعدوں سے چینی نیکلوں کے اس بارے میں وجوہات اور ان کے کام کرنے کے ذہن کا خاصہ پتہ چلتا ہے۔

چین کے سب سے بڑے دैनिक "پیپلز ڈیلی" (جن دैनिक) میں، جسکی پراکھ سख्या एक करोड़ سے ऊपर है، इन नए क्रायदों की खास-खास बातें छपी हैं, जिनमें से कुछ हम नीचे देते हैं:—

"नए क्रायदों में सब से पहले किसानों को इस बात का पूरा भरोसा दिलाया गया है कि कोआपरेटिव में शामिल होने से उनके अपने-अपने अलग-अलग हित को कोई नुकसान नहीं पहुँचने पायेगा."

"इनमें वह बुनियादी असूल बयान किये गए हैं जिनके अनुसार अपने हाथ से मेहनत करने वाले किसान जो चाहें खुद अपनी मर्जी से मिलकर काम करना तय कर सकें और काम कर सकें."

"दो बातों को खास तौर से साफ़ कर दिया गया है. एक यह कि कोआपरेटिव में शामिल होना किसी के लिये लाजमी नहीं है, यह पूरी तरह हर एक की अपनी इच्छा पर है, दूसरे यह कि हर कोआपरेटिव में अहाँ पूरे कोआपरेटिव का मिलकर भला और लाभ देखा जायगा वहाँ हर एक मेम्बर के अलग-अलग भले और लाभ का भी उत्तना ही जवाब देखा जायेगा."

زبان حق ہے کسی دوسرے کو حق نہیں ہے کہ اسے اس کامیابی سے نیکالے۔" (ابوہاشم، تیرمیزی، مالک) آج کل کے چین کی حالت ابھی یہی ہے۔

لیکن نئے چین کے नेता اس حال سے نکل کر پورے-پورے، بے ساختہ، بے سبب-سبب کر، سماج-वाद کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ-الگ گاؤں یا الگ-الگ علاقوں کے پورے پورے کسان ملکر اپنی-اپنی کامیابیوں اور بے بسی کے اپنے-اپنے دوسرے کامیابیوں کو آپس میں کی شکل میں یعنی ایک دوسرے کے کامیابی سے بے بسی کا سارا کام کریں اور اس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھائیں اور خود بھی ادھک کما سکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑائی نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو کسان چاہیں اس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا کام الگ کرتے رہیں۔ اس طرح کے کامیابی یا بے بسی کے ساتھ، جو اس سے چین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی کمیونسٹ پارٹی یعنی اردہ سماج وادی کہتے ہیں۔ اسی نومبر میں اس طرح کے کامیابیوں کو بڑھانے اور ان کا پرہیز بھیک کرنے کے لئے دیہی کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور ان پر دیہی بھر میں سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ ان قاعدوں سے چینی نیکلوں کے اس بارے میں وجوہات اور ان کے کام کرنے کے ذہن کا خاصہ پتہ چلتا ہے۔

چین کے سب سے بڑے دैनिक "پیپلز ڈیلی" (جن دैनिक) میں، جس کی گراہک سख्या ایک کروڑ سے اوپر ہے، ان نئے قاعدوں کی خاص خاص باتیں چھپی ہیں جن میں سے کچھ ہم نیچے دیتے ہیں:—

"نئے قاعدوں میں سب سے پہلے کسانوں کو اس بات کا پورا پورا دلا یا گیا ہے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے ان کے اپنے اپنے کامیابی کو کوئی نقصان نہیں پہونچنے پائے گا۔"

"ان میں وہ بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے آئینہ اپنے ہاتھ سے معائنہ کرنے والے کسان جو چاہیں خود اپنی مرضی سے ملکر کام کرنا تھ کر سکیں اور کام کر سکیں۔"

"دو باتوں کو خاص طور سے صاف کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ کوآپریٹو میں شامل ہونا کسی کے لئے لڑائی نہیں ہے، یہ پوری طرح ہر ایک کی اپنی اچھا پر ہے، دوسرے یہ کہ ہر کوآپریٹو میں جہاں پورے کوآپریٹو کا ملکر بھلا اور کامیابی دیکھا جائے گا وہاں ہر ایک میمبر کے کامیابی کے لئے اور کامیابی کے لئے ہی کھال رکھا جائے گا۔"

”اگر وہ ہے تو اس کے پاس کوئی اپنے پاس سے یا اپنی پڑی یا اپنی سڑک کے بل پر کسی دوسرے کی مہنت سے اپنے لیے بے جا کامیابی نہ اٹھا سکے۔“

”ان کاموں میں سب سے زیادہ خیال دہان گریب کسانوں کی بھلائی کا رکھا گیا ہے۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریتو میں شامل کرنا چاہے وہ قبول سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھاوے کہ کوآپریتو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح लाभ ہے، ہائی نہیں ہے۔ کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریتو میں شامل ہو جائیں انہیں اس بات کا بھی حق رہیگا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریتو سے ہر الگ ہو جائیں۔“

”یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریتو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جائیں انہیں اس الگ ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا گھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریتو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق برابر اسی کسان کا رہیگا، اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایڈوگ اس کوآپریتو کے اندر بنا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”جن جن کی زمینوں میں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے علاوہ) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”کسانوں کا کتنا حصہ کسی کسان کو اس کی زمین کی ملکیت کے لئے ملے اور کتنا اس کی محنت کے لئے اس کا ہتھوڑا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین کی ملکیت سے مزدوری کی قیمت زیادہ مانی گئی ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کوئے کا حوالہ سب میں بڑھ سکے، کیونکہ ہر کوآپریتو کے ممبر کی کوآپریتو کے مزدور ہیں۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریتو میں شامل کرنا چاہے وہ قبول سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھاوے کہ کوآپریتو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح लाभ ہے، ہائی نہیں ہے۔ کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریتو میں شامل ہو جائیں انہیں اس بات کا بھی حق رہیگا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریتو سے ہر الگ ہو جائیں۔“

”یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریتو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جائیں انہیں اس الگ ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا گھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریتو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق برابر اسی کسان کا رہیگا، اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایڈوگ اس کوآپریتو کے اندر بنا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”جن جن کی زمینوں میں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے علاوہ) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”کسانوں کا کتنا حصہ کسی کسان کو اس کی زمین کی ملکیت کے لئے ملے اور کتنا اس کی محنت کے لئے اس کا ہتھوڑا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین کی ملکیت سے مزدوری کی قیمت زیادہ مانی گئی ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کوئے کا حوالہ سب میں بڑھ سکے، کیونکہ ہر کوآپریتو کے ممبر کی کوآپریتو کے مزدور ہیں۔“

”کسانوں کا کتنا حصہ کسی کسان کو اس کی زمین کی ملکیت کے لئے ملے اور کتنا اس کی محنت کے لئے اس کا ہتھوڑا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین کی ملکیت سے مزدوری کی قیمت زیادہ مانی گئی ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کوئے کا حوالہ سب میں بڑھ سکے، کیونکہ ہر کوآپریتو کے ممبر کی کوآپریتو کے مزدور ہیں۔“

”کسانوں کا کتنا حصہ کسی کسان کو اس کی زمین کی ملکیت کے لئے ملے اور کتنا اس کی محنت کے لئے اس کا ہتھوڑا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین کی ملکیت سے مزدوری کی قیمت زیادہ مانی گئی ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کوئے کا حوالہ سب میں بڑھ سکے، کیونکہ ہر کوآپریتو کے ممبر کی کوآپریتو کے مزدور ہیں۔“

”جواب ہی جاسا ضرورتوں اور جاسا حالوں کا بھی جھگڑا رہا گیا ہے۔ کسی کسان کی अगर زمین अधिक है या अधिक अच्छी है और उसके यहां काम करने वालों की कमी है तो उसको जमीन के مالिक की हैसियत से मुनाफे का अधिक हिस्सा दिया जायेगा۔ ऐसे ही कहीं पर जमीन कम है और आदमी अधिक हैं۔ अलग अलग हालतों के अनुसार जमीन की मिलकीयत के लिये मुनाफे का हिस्सा कहीं मजदूरी से कम दिया जायेगा और कहीं मजदूरी के बराबर

”कोई बात ऐसी नहीं की जायेगी जिससे किसी किसान की अपनी जमीन की मिलकीयत के हक में कोई फरक आसके۔

”मुनाफे की तकसीम जमीन के घटिया या बढ़िया होने के अनुसार और असल पैदावार के मुताबिक की जायेगी۔

”आम तौर पर शुरू में खेती के कोई जानवर या कोई औजार जिस किसान के होंगे उसी की मिलकीयत रहेंगे۔ वही अपने जानवरों को खिलाए पिलाएगा ताकि जानवर भी ठीक रह सकें और कोआपरेटिव पर भी कर्जा न लवे۔

”जब कभी कोआपरेटिव जानवरों को खिलाने पिलाने और ठीक तरह रखने के क्राबिल होगा तब असल مالिक की रजामन्दी से जानवरों को مالिक से खरीद कर अपना कर लेगा۔

”इस तरह हरेक की निजी मिलकीयत और सबका मिला जुला लाभ दोनों में एक ठीक ठीक समतोल बना रहेगा۔

”अपनी जितनी जमीन कोई किसान कोआपरेटिव को देगा उसी के अनुसार मुनाफे में उसका हिस्सा समझा जावेगा۔

”कुल जमीन और खेती के दूसरे साधनों को मिलाकर सब की रजामन्दी से उनका उपयोग किया जावेगा۔

”कोआपरेटिव के हर मेम्बर की कुछ न कुछ अपनी अलग निजी जमीन भी रह सकेगी जिसे वह जिस तरह चाहे काम में लावे۔

”फसलों के बोने में देश की और खासकर उस इलाके की जरूरतों का खास खयाल रखा जावेगा۔

”पैदावार में से पहले सरकार का हिस्सा अलग कर दिया जावेगा, और फिर खेती के खर्च और लागत के लिये पैदावार अलग कर दी जावेगी जिसमें मजदूरी भी शामिल होगी और फिर कुछ रिजर्व फंड रखा जावेगा और कुछ सब मेम्बरों और उनके बाल बच्चों के आराम और आسائयश के कामों में खर्च किया जावेगा۔

”मेम्बरों को मुनाफे का जो कुछ हिस्सा मिलना है उस की गारन्टी की जायेगी और उसमें से कुछ हिस्सा उन्हें वेशगी दे दिया जावेगा۔

”सामान्य طور پر زمین اور خاص حالتوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ کسی کسان کی اگر زمین ادھک اچھی ہے اور اُس کے ہاں کم کرتے والوں کی کمی ہے تو اُس کو زمین کے مالک کی حیثیت سے ملنے کا ادھک حصہ دیا جائیگا۔ ایسے ہی کہیں پر زمین کم ہے اور آدمی ادھک ہیں۔ ایک ایک حالتوں کے انوسار زمین کی ملکییت کے لئے ملانے کا حصہ کہیں مزدوری سے کم دیا جائیگا اور کہیں مزدوری کے برابر۔

”کوئی بات ایسی نہیں کی جائیگی جس سے کسان کی اپنی زمین کی ملکییت کے حق میں کوئی فرق آسکے۔

”ملانے کی تقسیم زمین کے گھٹیا یا بڑھیا ہونے کے انوسار اور اصل پیداوار کے مطابق کی جائیگی۔

”عام طور پر شروع میں کھیتی کے کوئی جانور یا کوئی اوزار جس کسان کے ہوں گے۔ اُسی کی ملکییت رہیگی۔ وہی اُنکے جانوروں کو کھائے پلائے گا تاکہ جانور بھی ٹھیک رہ سکیں اور کوآپریٹو پر بھی قرضہ نہ لے۔

”جب کبھی کوآپریٹو جانوروں کو کھانے پلانے اور ٹھیک طرح رکھنے کے قابل ہوگا تب اصل مالک کی رضامندی سے جانوروں کو مالک سے خرید کر اپنا کر لے گا۔

”اس طرح ہر ایک کی نجی ملکییت اور سب کا ملا جلا اپنی دونوں میں ایک ٹھیک ٹھیک سمجھ بٹا رہیگا۔

”اپنی جتنی زمین کوئی کسان کوآپریٹو کو دے گا اُسی کے انوسار ملانے میں اُس کا حصہ سمجھا جاویگا۔

”کل زمین اور کھیتی کے دوسرے ساधनों کو ملا کر سب کی رضامندی سے اُن کا آپدوگ کیا جاویگا۔

”کوآپریٹو کے ہر ممبر کی کچھ نہ کچھ اپنی الگ نجی زمین رہ سکیگی جسے وہ جس طرح چاہے کم میں لے۔

”فصلوں کے ہونے میں دیہی کی اور خاص کر اُس علاقے کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جاویگا۔

”پیداوار میں سے پہلے سرکار کا حصہ الگ کر دیا جاویگا۔ پھر کھیتی کے خرچ اور لاگت کے لئے پیداوار الگ کر دی جاویگی جس میں مزدوری بھی شامل ہوگی اور پھر کچھ رزرو فنڈ رکھا جاویگا اور کچھ سب ممبروں اور اُن کے بال بچوں کے آرام اور آسائش کے کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔

”ممبروں کو ملانے کا جو کچھ حصہ ملنا ہے اُس کی گرنٹی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی دے دیا جائیگا۔

“کوآپریٹو اپنے ممبروں کو اس بات میں مدد دے گی کہ ہر ممبر اپنے گھر والوں کے ساتھ ملکر کوئی نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے کوآپریٹو کے کام میں فرق نہ پڑے۔ کوآپریٹو کی آمدنی جتنی بڑھتی جائے گی ممبروں کے آرام اور آسائش کے سادھنوں پر اتنا ہی ادھک سے ادھک خرچ کیا جائیگا۔

”اس کا خاص خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی آدمی اپنے لئے دوسروں کی مصالحت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائیگی کہ دیہی میں پنہنی داد گتہ اور سچا واد بڑھے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی جلنے کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہے گا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”کوآپریٹو میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھیکاری اپنے ادھیکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھیکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھیکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے جن کے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چین کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

21. 12. 55.

—سुन्दरलाल

دिल्ली की नुमायश और ‘नव जीवन’

दिल्ली की उस बड़ी नुमायश में, जिसे देखने को लाखों आदमी भारत के दूर-दूर के भागों से आ रहे हैं, हमें दो बार जाने का मौका मिला। दोनों बार हमने सामने घुसते ही एक ऊँची दीवार पर नागरी अक्षरों में ‘नव जीवन’ शब्द लिखे हुए देखे। ‘नव जीवन’ शब्द भारत भर में प्रसिद्ध है। प्रदर्शनी की उस दीवार पर उन्हें लिखा देखकर हम यह समझे कि वहाँ नव जीवन प्रकाशन की पुस्तकें रखी होंगी। हमें कुछ खुरशी भी हुई यह सोचकर कि सरकार ने और उस नुमायश के अधिकारियों ने महात्मा गांधी के विचारों के खास प्रचारक ‘नवजीवन’ को वहाँ जगह दी है

”कोआपरेटिव اپنے ممبروں کو اس بات میں مدد دے گی کہ ہر ممبر اپنے گھر والوں کے ساتھ ملکر کوئی نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے کوآپریٹو کے کام میں فرق نہ پڑے۔ کوآپریٹو کی آمدنی جتنی بڑھتی جائے گی ممبروں کے آرام اور آسائش کے سادھنوں پر اتنا ہی ادھک سے ادھک خرچ کیا جائیگا۔

”اس کا خاص خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی آدمی اپنے لئے دوسروں کی مصالحت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائیگی کہ دیہی میں پنہنی داد گتہ اور سچا واد بڑھے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی جلنے کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہے گا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”کوآپریٹو میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھیکاری اپنے ادھیکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھیکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھیکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے جن کے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چین کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

21. 12. 55

—سुन्दरलाल

دلی کی نمائش اور ”نوجیون“

دلی کی اُس بڑی نمائش میں، جسے دیکھنے کو لاکھوں آدمی بھارت کے دور دور کے بھاگوں سے آ رہے ہیں، ہمیں دو بار جانے کا موقع ملا۔ دونوں بار ہم نے سامنے کھستے ہی ایک اونچی دیوار پر ناگری اक्षरों میں ’नोजीون‘ شब्द लिखे हुए देखे। ’नोजीون‘ शब्द भारत भर में प्रसिद्ध है। प्रदर्शनी की उस दीवार पर उन्हें लिखा देखकर हम यह समझे कि वहाँ नव जीवन प्रकाशन की पुस्तकें रखी होंगी। हमें कुछ खुरशी भी हुई यह सोचकर कि सरकार ने और उस नुमायश के अधिकारियों ने महात्मा गांधी के विचारों के खास प्रचारक ’नवजीवन‘ को वहाँ जगह दी है

بہار ہوتی ہے۔ دوسری بار جب ہم گئے اور ہمیں ایک نو ماہی کے پاس سے لکے تو ہم نے ایک اور کی دیوار پر 'نیا دنیا' کا انگریزی انشواہ The New Life لکھا ہوا دیکھا۔ ہم نے اس طرح کے انشواہ نہیں کیا جانا۔ ہم نے ایک درشک سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ انشواہ کے اس بھاگ کا 'نوجوان' پرکاشن کے ساتھ کوئی سبب نہ ہے۔ ہم نے اندر جا کر دیکھا تو دیکھا۔ اس گھر کے اندر تھوڑے سے میں بھارت کی اس سیم کی پچھلی ہوئی حالت کو دکھایا گیا ہے اور اس کے ساتھ سداکار کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ سداکار کے معاملہ میں ایک ایک رائے تو میں ہی۔ وہاں ہمیں کچھ چیزیں ٹھیک معلوم ہوئیں اور کچھ ناٹھیک بھی۔ سرکاری یوچناؤں کا پورا پرچار تھا۔ ساری پرورشانی کا ہی یہ خاص پہلو صاف چمکتا ہے۔ بھارت کے بڑے سے بڑے مشہور پونجی پتوں کے فوٹو بھی اس 'نوجوان' گھر میں خاص طور سے دکھائے گئے ہیں۔ ان کی طرف لوگوں کا رشیہ دیکھا آکشت کیا گیا ہے۔ جو 'ہو' اچھا برا یا ملے جلا' پرورشانی کا وہ بھاگ نہ کوئی گاندھی وادی چمکتا ہے نہ کوئی کمپونٹ چیز ہے، وہ ہے شدہ پونجی وادی۔ گاندھی جی کے وچاروں یا نوجوانوں کے وچاروں سے اس کا کوئی سبب نہ ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملا کر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاپور جی گاندھی کے وچار دیکھ سداکار کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہوں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھ دے — "گاندھی جی کے وچار" اور اس پر یہی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی پوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چلتا ہے۔ پر نمائش کے ادھیکاریوں کا "نوجوان" نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے، جو سمجھو ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کہتی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے پرچار کا اور اپنے کام کے وکھاپن کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آؤ لہنا اس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور، جالے یا اٹھانے، جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

نماہی میں بہت سے دیکھوں کے اپنے اپنے الگ الگ نمائش گھر ہیں۔ ویدیشی نماہی گھروں میں ادھیکار پاتری سب سے ادھیکار تریف چینی نمائش گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا، چینی کہتوں کی بدادار، چینی دستکاریوں، نئے چینی کی اودھیکار اٹلتی اور چینی کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سبب پرورشانی ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملا کر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاپور جی گاندھی کے وچار دیکھ سداکار کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہوں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھ دے — "گاندھی جی کے وچار" اور اس پر یہی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی پوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چلتا ہے۔ پر نمائش کے ادھیکاریوں کا "نوجوان" نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے، جو سمجھو ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کہتی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے پرچار کا اور اپنے کام کے وکھاپن کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آؤ لہنا اس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور، جالے یا اٹھانے، جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

نماہی میں بہت سے دیکھوں کے اپنے اپنے الگ الگ نمائش گھر ہیں۔ ویدیشی نماہی گھروں میں ادھیکار پاتری سب سے ادھیکار تریف چینی نمائش گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا، چینی کہتوں کی بدادار، چینی دستکاریوں، نئے چینی کی اودھیکار اٹلتی اور چینی کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سبب پرورشانی ہے۔

نماہی میں بہت سے دیکھوں کے اپنے اپنے الگ الگ نمائش گھر ہیں۔ ویدیشی نماہی گھروں میں ادھیکار پاتری سب سے ادھیکار تریف چینی نمائش گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا، چینی کہتوں کی بدادار، چینی دستکاریوں، نئے چینی کی اودھیکار اٹلتی اور چینی کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سبب پرورشانی ہے۔

ہر کسی نو ماہیگر پر ہے۔ یہی سب کی طبیعی اور فاضلہر
دھاتیک ائنیکی کا سب پر بھوت گھرا پر بھوت ہوتا ہے۔ ہائی گھروں میں سے
بائی جرمی کے سناہی گھر میں دو چیزیں لوگوں کو خاص طور
پر پسند آتی ہیں۔ ایک شہرے کا ایک آدمی جس کے اندر
لہریاں، پھیڑے، دل، کردہ، اور ایک ایک نس صاف دکھائی
دیتی ہے۔ اور یہ سب ایک کام کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے
ہیں، اور دوسرے ایک ہند اندھیرا شامیانہ جس میں تاروں
اور زائت کا سناں اور تاروں اور گھروں کا گھومنا دیکھنے کو ملتا
ہے۔ امریکی سناہی گھر، جس میں ایٹم اور بجلی ادھک ہے،
گھروں کو ایک طرح کا جادو گھر معلوم ہوتا ہے۔ بھارت کے
مالی گھروں میں گھریلو دھندوں کا بھی اچھا پردرشن ہے، پر
دھندل سرکار کی پنچ ورشی یوجنا اور بھارت کے بڑے بڑے
وہجی پٹوں اور کارخانوں کے مالکوں کا بوجھا دکھائیں ہے۔

ایک انٹراشٹریہ پردرشی کی حیثیت سے چیز اچھی ہے۔
وہ جہاں تک اپنے دیہی کا سہلہ ہے ہم نے جگہ جگہ لوگوں
کے منہ سے یہی شہد یا ان سے ملنے جلتے شہد سنے۔ ”بھیا!“
سب سرمایہداروں کا کہل ہے! یہ ہے جنتا پر عام اثر اور
نہیں یہ غلط بھی نہیں معلوم ہوا۔

8-12-55

—مندرلال

—سندرلال

8.12.55

پیلوپیتھی اور دوسرے ہلاک کے طریقے

پچھلے کئی لکھوں میں ہم یہ دیکھا چکے ہیں کہ نئے
چین کی سرکار یورپ کے پیلوپیتھک ہلاک سے پورا پورا
لاہم اٹھانے کے ساتھ ساتھ اپنے دیش کے پورے ہلاک کے ساتھ
تاریکے سے بھی کتنا لاہم اٹھا رہی ہے اور اسے کس طرح
بداوا دے رہی ہے۔ سرکار نے وہاں ایک کھاس مہکمہ کھول
رکھا ہے جسکا کام پورے ہلاک کے تاریکوں کی سائسی
ہنگ سے کھوج کرنا ہے۔ انکے شاہروں میں بڑے بڑے
اسپتال کھولے گئے ہیں جن میں کھول پورے طریقے سے ہی سب
لوگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ پرانی دواؤں کو نئے دواؤں پر
آزمایا جا رہا ہے۔ انیک دواؤں میں انہیں پیلوپیتھک دواؤں اور
پیلوپیتھک علاج کے مقابلے میں پرانی دواؤں اور پرانا علاج
ادھک سہل معلوم ہوا ہے۔

حال میں پیکنگ کے بچوں کے اسپتال کے ڈیپٹی
ڈائریکٹر ڈاکٹر ڈو چینگ-ہن نے کہا ہے کہ بچوں کے لکھنے
کی بیماری میں جسے ’ہنکینڈا ہل پیرلیسیس‘ کہتے ہیں
پچھلے دو سال کے اندر پورے تاریکوں سے انکے یہاں
بیکٹر کیسز (76%) بیمار بیکٹر اچھے ہو گئے۔

ایلوپیتھی اور دوسرے علاج کے طریقے

پچھلے کئی لکھوں میں ہم یہ دیکھا چکے ہیں کہ نئے
چین کی سرکار یورپ کے ایلوپیتھک علاج سے پورا پورا لاہم اٹھانے کے ساتھ
ساتھ اپنے دیہی کے پورے ہلاک کے ساتھ ساتھ کتنا لاہم اٹھا رہی
ہے اور اسے کس طرح بڑھاوا دے رہی ہے۔ سرکار نے وہاں ایک
خاص مہکمہ کھول رکھا ہے جس کا کام پورے ہلاک کے طریقوں کی
سائسی قہنگ سے کھوج کرنا ہے۔ انیک شہروں میں بڑے بڑے
اسپتال کھولے گئے ہیں جن میں کھول پورے طریقے سے ہی سب
لوگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ پرانی دواؤں کو نئے دواؤں پر
آزمایا جا رہا ہے۔ انیک دواؤں میں انہیں ایلوپیتھک دواؤں اور
ایلوپیتھک علاج کے مقابلے میں پرانی دواؤں اور پرانا علاج
ادھک سہل معلوم ہوا ہے۔

حال میں پیکنگ کے بچوں کے اسپتال کے ڈیپٹی ڈائریکٹر
ڈاکٹر وین نے کہا ہے کہ بچوں کے لکھنے کی بیماری میں جسے
’ہنکینڈا ہل پیرلیسیس‘ کہتے ہیں پچھلے دو سال کے اندر پورے طریقے
سے ان کے یہاں بیکٹر فیصدی (76%) بیمار بالکل اچھے ہو گئے۔

میں اس وقت کی لڑکیوں بالکل مٹی کی تھیں وہ چار
سے چار پورے تھے۔ ان میں سے کچھ بچے ایسے بھی
تھے جن کے دو سال سے ہاتھ پیر ختم ہو چکے تھے اور
بائے بالکل بے جان ہو گئے تھے۔ ایک چار برس کا لڑکا جس
کی تھلی سال سے دونوں ٹانگیں ماری جا چکی تھیں اس علاج
کی بدولت ڈیرا سے سہارے کے ساتھ دیر دوو تک چلنے پونے
کا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اُسے اس سہارے کی بھی ضرورت نہ
ہو گئی۔

علج کا یہ پرانا طریقہ چمن میں ایکھوپنچر (Acu- puncture) کہلاتا ہے۔ اِس میں ہارک ہارک سونپوں کے ذریعہ بدن کی نرسوں کو پھر سے چکایا اور چلبایا جاتا ہے، لیکن برقی کو کسی طرح کی پیڑا انور نہیں ہوتی۔

ہمیں 'بڑے' دم کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بھارت سرکار کا
 سراسیمہ رویہ ابلیہیتک علاج کے طریقے پر اتنا ادھک لگو ہے
 کہ یہاں کے 'ریڈیک'، 'یونانی'، 'ہومیوپیتھی' اور 'نچور پیتھی' جیسے
 دوسرے علاج کے طریقوں کو سرکار سے جیسی مدد اور جیسا
 بڑھارا ملنا چاہیئے نہیں مل رہا ہے، یہاں تک کہ جیسا ہم پہلے
 کہہ چکے ہیں راجکماری امرت کور نے چین سے لوٹ کر پرانے
 چینی علاج کے طریقے کی طرف نئی چھلی سرکار کے رخ کو بھی
 غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی علاج کے دوسرے طریقوں
 کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس
 ظاہر کیا !

حال میں دلی کے اندر ایک معاملہ سویم راجکاری جی کے سامنے آیا۔ بھانرا کنگرول بورڈ نئی دلی کے سیکریٹری شری مہربنس لال ودیرا آئی۔ ایس۔ لی۔ کو جنوری سن 1945 میں پاخانے کے ساتھ خون آنا شروع ہوا۔ شری ودیرا معلوم ہوتا ہے انگریزی تہذیب کے ڈاکٹروں کے ہی شہدائی تھے۔ علاج شروع ہو گیا۔ نہ جانے کتنی بار طرح طرح کے امتحان ہوئے۔ بڑے بڑے نام لیکر بھی ایک طرح کی پیچھے ہٹائی گئی کہیں دوسری طرح کی۔ دلی کے ایک مشہور اسپتال میں بھی علاج کے لئے بھرتی ہو گئے۔ اب کہا گیا پیچھے کے ساتھ ہوا ستر ہی ہے۔ کھانے کے لئے ان سے کہا گیا کہ بنا مٹا سہار کے وہ جلدی اچھے نہیں ہوں گے۔ شری ودیرا کا کہنا ہے کہ اُس اُھار نے بھی انہیں نقصان ہی کیا۔ سن 1952 میں بیماری اور زور پڑ تھی۔ کہا گیا کہ نیچے کی آنکھوں میں پھوڑے ہو گئے ہیں۔ ایکس رے نوٹوبھی لیا گیا۔ دلی میں فائدہ نہ ہوا تو بمبئی کے ڈاکٹروں کے پاس پہنچے اور وہاں سے مدراس، پٹنالی، ایسٹن، مائیسور، ٹیرا مائیسور، اور پٹنالی، کورنٹن، کورنٹن، جیسی سب

अंशुवत दवायें - अचार आदिमाई गईं. इलाज में उनका दस हजार से अधिक रुपये खर्च हुआ. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बड़ेरा सिवाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बड़ेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें सूरप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. बेद महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाजुक हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें शरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और दलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

20. 12. 55

—सुन्दरलाल

लोगों को नुकसान की परवाही नहीं. एलज में ली का दस हजार से अधिक रुपये खर्च हो. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बड़ेरा सिवाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बड़ेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें सूरप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. बेद महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाजुक हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें शरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और दलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

20. 12. 55

—सुन्दरलाल

पिछली 19 फरवरी को आचार्य नरेन्द्र देव की लम्बी बीमारी के बाद इरोड (दक्खिन भारत) में अचानक मौत हो गई। उनका शव लखनऊ लाया गया जहाँ हज़ारों रामगीन दोस्त अह्बाबों के आँसुओं के बीच उसे ठीक वही जगह आग की लपटों के सुपुर्द कर दिया गया जहाँ कुछ बरस पहले भीमती सरोजिनी नायडु और डाक्टर बीरबल साहनी के पार्श्व जित्म आग के सुपुर्द किये गये थे।

यूँ तो मौत के वक्त आचार्य जी 65 बरस के थे फिर भी उनका इस तरह आचानक चला जाना न सिर्फ उनके आत्मीयों, दोस्तों और प्रजा सोशलिस्ट पार्टी वालों को अप्सरा बर्कि हिन्दुस्तान के हर समझदार नागरिक को इससे सख्त सदमा पहुँचा. आचार्य जी की शरसीयत में कुछ ऐसी बात थी जिसने उन्हें सबका प्रिय पात्र बना दिया था. वे हम राजनीति में रहते हुये भी राजनीति के तंग नजरिये से ऊपर थे. सीधा-सादा, मधुर, प्रेम से भरा हुआ उनका व्यक्तित्व था जो हर एक को उनका प्रशंसक बनन देता था. उनकी नेकनीयती, ईमानदायी, कर्तव्य निष्ठा, सचाई और साफगोई सब पर असर डालती थी इसीलिये उनके चले जाने का देश के हर गिरोह, हर पार्टी और हर व्यक्ति को रंज है.

भारतीय कल्चर, भारतीय सभ्यता और भारतीय दर्शन के ने बहुत बड़े विद्वान थे. बौध धर्म पर उनके ग्रंथ विद्वत्ता, खोज और सरलता से भरे हुये हैं. आचार्य जी की हिन्दु-स्तान के राजनैतिक और सांस्कृतिक जीवन में एक खास जगह थी जिसे जल्द भर सकना नामुमकिन मालूम होता है. हम भी अपने इस राम में देशवासियों के साथ शरीक हैं.

क्राप्ती मोहम्मद अब्दुल गफ्फार

कुल हिन्दू अजुमन तरक्की-ए-उर्दू के जनरल सेक्रेटरी काजी अब्दुल गफ्फार का पिछले दिसम्बर में लम्बी बीमारी के बाद अलीगढ़ में इन्तकाल हो गया। काजी साहब एक खामोश, सीधे-सादे लेकिन बहुत ऊँचे दर्जे के आलिम, उर्दू ज़बान के सेवक और हिन्दुस्तान की मिली जुली कल्चर के ज़रूरत हामी थे। उनमें आला दर्जे की संगठन की शक्ति थी और उसूलों के लिये तकलीफ़ बरदाश्त करने की शक्ति।

वे हिन्दुस्तानी कल्चर सोसायटी की 'गवर्निंग बॉडी' के मेम्बर और 'नया हिन्दू' के डूम दलों में थे. उनकी मौत से जो जगह खाली हुई है उससे आसानी से नहीं भरा जा सकता. 'नया हिन्दू' की तरफ से उनके खानदान के लोगों के साथ विली इमरवी का इस्तेमाल करते हैं.

25. 2. '66

—विश्वम्भरनाथ पांडे

أجارية نوین در دیو

بجلی 19 فروری کو آجاریہ ٹریڈنگ دیو کی لمبی بیماری کے بعد لاہور (دکن بھارت) میں اچانک موت ہو گئی۔ اُن کا شو لہائی لیا گیا جہاں ہزاروں غمکین دوست احبابوں کے آنسوؤں کے بیچ اُسے ٹھیک اُسی جگہ آگ کی لہٹوں کے سپرد کر دیا گیا جہاں کچھ برس پہلے شریستی سرجنلی فائٹو اور ڈاکٹر بیربل ساہلی کے پارتھو جسم آگ کے سپرد کئے گئے تھے۔

یوں تو موت کے وقت اچاریہ جی 65 برس کے تھے پھر بھی اُن کا اِس طرح اچانک چل جانا نہ صرف اُن کے اُنہوں دوستوں اور پرجا سوشلسٹ پارٹی والوں کو اُٹھا بلکہ ہندوستان کے ہر مسجدار، ناگرک کو اِس سے سخت صدمہ پہونچا ۔ اچاریہ جی کی شخصیت میں کچھ ایسی بات تھی جس نے اُنہیں سب کا پرہ پتر بنا دیا تھا ۔ وہ اگر راجنیتی میں رہتے ہوئے بھی راجنیتی کے تنگ نظریہ سے اوپر تھے ۔ سیدھا - سادہ ، مدھر ، پریم سے بھرا ہوا اُن کا دیکھو تھا جو ہر ایک کو اُن کا پرسنک بنا دیتا تھا ۔ اُن کی ٹھیک نیتی ، ایمانداری ، کوتاہی - نشہا ، سچائی اور صاف گوئی سب پر اثر ڈالتی تھی اِسی لئے اُن کے چلے جانے کا دیکھ کے ہر گروہ ، ہر پارٹی اور ہر دیکھی کو رنج ہے ۔

بھارتیہ کلچر، بھارتیہ سٹیٹ اور بھارتیہ نیشن کے وہ بہت بڑے ودوان تھے۔ ہندو دھرم پر اُن کے گہرے ودوتتا، کوج اور سولتا سے پھرے ہوئے ہیں۔ اُچاریہ جی کی ہندستان کے راجنیک اور سائنسٹرنک جیون میں ایک خاص جگہ تھی جسے جلد پھر سکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنے اِس غم میں دیس واسیوں کے ساتھ شریک ہیں۔

قاضی محمد عبد الغفار

کل ہمد انجمن ترقی اردو کے جنرل سیکریٹری قاضی عبدالغفار کا پچھلے دسمبر میں لمبی بیماری کے بعد علیحدہ میں انتقال ہو گیا۔ قاضی صاحب ایک خاصہ سیدھے سادے لیکن بہت ارنچے درجہ کے عالم، اردو زبان کے سیوک اور ہمدستان کی مٹی جلی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ اُن میں عالی درجہ کی سنگتوں کی شگنی تھی اور اصولوں کے لئے تکلیف برداشت کرنے کی طاقوت۔

وہ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کی گورنگ ہائی کے ممبر اور
نپاہل کے ہمدردوں میں تھے۔ اُن کی موت سے جو چمکے خالی
ہوئی ہے اُسے آسانی سے نہیں بھرا جا سکتا۔ ہم 'نپاہل' کی
طرف سے اُن کے خاندان کے لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا
اظہار کرتے ہیں۔

— شہر نامہ بالقدس .

25. 2. 56

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिद्धत सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—परिद्धत सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय फिराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पेठ

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
عیسائی دھرم کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

مہاتما زر تھستور اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

سمیر، بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی،
قیمت—دو روپیہ

اگ اور انسو

(بھاؤدورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری،
قیمت—ڈیڑھ روپیہ

قرآن اور دھارمک متبھید

لیکھک—مولانا ابولکلام آزاد،
قیمت—ڈیڑھ روپیہ

جھنگار

(پرگتی شیل کویتاؤں کا سنگره)

لیکھک—رگھوپتی سہائے فراق،
قیمت—تین روپیہ

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مٹھی گنج، الہ آباد

145 مٹھی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی مرکز—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھکر—گاندھیवाद کے ماننے جاننے

بیڈوان : श्री मंजरा अली मारुता

सफे 225, क्रीमत दो रुपया

गान्धी वाचा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कुदुमिया जैदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

—:0:—

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

275 सफे, दाम ढाई रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सफे, दाम बारह आने

महاتमा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमत बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमत चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमत दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्दोगंज इलाहाबाद

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لیکھکر—گاندھیवाद کے ماننے جاننے

بیڈوان : شری منجرا علی ماروٹا

صفحة 225 قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھکر—کدومیا جیدی

بھومیکا—پندت جواہر لال نہرو

موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں

دाम دو روپیہ

—:0:—

پندت سندھو لال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دام دسائی روپیہ

ہندو مسالم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145 مٹی گنج اٹھ آباد

نیا چہرہ

اس نمبر کے خاص لیکھ

29

1956

ہند اور ایران کا کلاسیکی میل جول
— شومدر، ذاتم پانڈے —
— شریکرمناث پانڈے —

چینی ادب (ساختہ) پر ایک
سرسری نظر
— ڈاکٹر لطیف دفتری ایم۔ اے۔
— ڈاکٹر لاتیف دفتری ایم۔ اے۔
— ڈی. فیل (آکسن) (آکسن)

نیا مکان (کہانی)
— پروفیسر محمد محبوب
— پروفیسر محمد محبوب

سنگم (ایک جہان کی)
— سرگیت پروفیسر سوہدیندر
— سرگیت پروفیسر سوہدیندر

نئے ہند کی دوسری پانچ برس
یोजना
— شری جے. سی. کمارپا
— شری جے. سی. کمارپا

دیس بدیس کے مسائل پر ہماری راہ میں جھڑی سمپاد کی نوٹ

دیس بدیس کے مسائل پر ہماری راہ میں ضروری سمپاد کی نوٹ

— ان کی کپی سوسائٹی، الہ آباد —
— ان کی کپی سوسائٹی، الہ آباد —



— ان کی کپی سوسائٹی، الہ آباد —

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

1956

ہندستان

نمبر 3 نمبر جلد 21 جلد

مارچ 1956

ہندستانی کلچر سوسائٹی ہندوستان کولچر

145 مڈیگن، کولچر

145 مڈیگن، کولچر

کس سے	صفحہ	کس سے
1. ہند اور ایران کا کلچری میل جول	...	119 ...
—ویربمبھرناتھ پاٹھ
2. چینی ادب (سادھتھ) پر ایک سرسری نظر	...	181 ...
—ڈاکٹر لالوکرپتھری ایم. اے. ڈی. فیل (آکسن)
3. نیا مکان (کہانی)	...	140 ...
—پروفیسر محمد مجیب
4. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں	...	147 ...
—انوار داک : شری مجیب رضوی
5. بلدیہیہر کا مرض	...	150 ...
—شری لیونارڈ رلیس
6. سنگم (ایک جھانکی)	...	156 ...
—سورگیتھ پروفیسر سودھیلندر
7. نئے ہند کی دوسری پانچ برس کی یوجنا	...	159 ...
—شری جے. سی. کمارپا
8. ہماری رائے—	...	170 ...
شانٹ کا بجٹ اور جگ کا بجٹ
—سندرلال؛ آئزن ہاور کے نام
ہنگلین کا پتر—سندرلال؛ علی کا
دھسی طریقہ—موہن لال نہرو

हिन्द और ईरान का कल्चरी मेल जोल

विश्वम्भरनाथ पांडे

ईरान में भारत के राजदूत माननीय डाक्टर ताराचन्द ने भारत और ईरान के कलचरी मेल जोल पर तक्ररीर करते हुये कहा था—

“हिन्दुस्तान और ईरान एशिया के ऐसे दो देश हैं जिन्हें क़दरत ने एक दूसरे से पास पास बसाया है। बीच के पहाड़ी के खिलसिले और फैला हुआ समन्दर कभी भी दोनों तरफ से लोगों के मेल जोल को नहीं रोक सके। इन बीच की क़ाबटों की वजह से दोनों तरफ से साहसी और प्रेमी लोग और भी ज़्यादा एक दूसरे की तरफ खिंचते रहे हैं। जब से इन्सान की तारीख़ या इतिहास शुरू होता है उसके पहले से आज तक लगातार क़ाकिले के क़ाकिले ज़मीन के और पानी के रास्ते पहाड़ों, जंगलों, रेगिस्तानों और समन्दर को पार करते हुए इधर से उधर और उधर से इधर आते जाते रहे हैं।

“मालूम पड़ता है कि इन दो मुल्कों के लोगों ने लगभग एक साथ एक ही वक्त्र इनसानी तहजीब की उन्नति की मंखिलें तय करनी शुरू कीं. यह दोनों मुल्क अरब सागर के दो सिरों पर हैं. पच्छिम के सिरे पर क़ारू नदी दक्खिनी जागरूस में से बहती हुई और उन मैदानों में से होती हुई जहां ईरान की सबसे पहली सभ्यताओं ने जन्म लिया था, ईरान की खाड़ी में जाकर गिरती है. पूर्व में सिन्ध नदी, जिसका निकास हिमालय की बरफ़ानी चाँटियों से है, पंजाब और सिन्ध के मैदानों को सैलाब करती हुई किसी ज़माने में कच्छ की खाड़ी में जाकर गिरती थी. क़ारू और सिन्ध दोनों पहाड़ी के पथरों और तरह तरह की उपजाऊ मिट्टी को अपने साथ ढकेलती, हमेशा अपना रास्ता बदलती और इन मुल्कों के अलग अलग हिस्सों को उपजाऊ बनाती रहीं हैं.

“अरब सागर के इन दोनों सिरों पर इनसानी तहजीब साथ-साथ शुरू हुई. दोनों जगह साथ-साथ शहर आबाद हुए, खेती बाड़ी, पशु पालन और धातु की चीजों के बनने के साथ-साथ दोनों जगह इनसान एक बहुत बड़े दूरी तक क़ुदरत की सुलाभी से एक साथ आजाद हुआ, दौलत और विचारत, सामाजिक संस्थाएं, राज सरकार, इस्लम और इनर दोनों जगह फले फूले और दोनों जगह की सभ्यताओं को तरफ़ाक़ी देने लगे. पच्छिम में तलते जमशीद (परसी पोखी) शहर, कासान और निहाबन्द, बसर में अस्तुराबाद और बग़दाद जैसे शहर, मदीना ईरानी शहरों की आबादी से

ہند اور ایران کا کلچری میل جول

و شد به جهز ناته پاتقده

ایران میں بھارت کے راجدوت ماننے والے تارکے تارا چند نے
بھارت اور ایران کے 'اچھری میل جول پر تقریر کرتے ہوئے کہا

”ہندستان اور ایرانِ ایشیا کے ایسے دو دیہے ہیں جنہیں قدرت نے ایک دوسرے سے پاس پاس بسایا ہے۔ بیچ کے پہاڑی کے سلسلے اور بڑا ہوا سمندر کہی بھی دونوں طرف سے لوگوں کے میل جول کو نہیں روک سکے۔ ان بیچ کی رکاوٹوں کی وجہ سے دونوں طرف سے سادھی اور پریسی لوگ اور بھی زیادہ ایک دوسرے کی طرف کھینچتے رہے ہیں۔ جب سے انسان کی تاریخ یا انہاس شروع ہوتا ہے اُس کے پہلے سے آج تک لگاناؤں، قافلے کے قافلے، زمیوں کے اور پانی کے (راستہ پہاڑوں، جنگلوں، ریگستانوں اور سمندر کو پار کرتے تھوڑے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہے ہیں۔

”معام پڑتا ہے کہ ان دو ملکوں کے لوگوں نے لگ بھگ ایک ساٹھ ایک ہی وقت انسانی تہذیب کی اُفتنی کی منزلوں طے کرنی شروع کیں۔ یہ دونوں ملک عرب ساگر کے دو سرور پر ہیں۔ پچھم کے سرے پر قارون ندی دکھنی راگروس میں سے بہتی ہوئی اور اُن میدانون میں سے ہوتی ہوئی جہاں ایران کی سب سے پہلی سیہیٹاؤں نے جنم لیا تھا، ایران کی کھاری میں جا کر گرتی ہے، یورو میں سندھ ندی، جس کا نکاس ہمالیہ کی ہرفانی چوٹیوں سے ہے، پنجاب اور سندھ کے میدانون کو سیلاب لڑتی ہوئی کسی زمانے میں کچھ کی کھاری میں جا کر گرتی تھی۔ قارون اور سندھ دونوں پہاڑی کے پتھروں اور طرح طرح کی اُبجائو متی کو اپنے ساتھ دھکولتی، ہمیشہ اپنا راستہ بدلتی اور ان ملکوں کے الگ الگ حصوں کو اُپچاؤ بناتی رہی ہیں۔

”عرب ساگر کے این دونوں سروں پر انسانی تہذیب ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ دونوں جگہ ساتھ ساتھ شہر آباد ہوئے، ٹھیکتی باوی، پشو پالان اور دھاتوں کی چیزوں کے بننے کے ساتھ ساتھ دونوں جگہ انسانی ایک بہت بڑے درجے تک قدرت کی غلامی سے ایک ساتھ آزاد ہوا، دولت اور تجارت، مہاجک مسستہائیں، راج سرکار، علم اور ہنر دونوں جگہ پلے پھولے اور دونوں جگہ کی سہولتوں کو ترقی دینے لگے۔ پنچم میں تخت جشید (پرسی پولس) شہر، کاشان اور تہابند، ان میں استر آباد

سونا، کپاس، کانسا، سونا، جواہیرات اور مٹی کے وہ
 حصے ملے ہیں جن سے اس زمانے کی ایرانی تہذیب اور اس کی ترقی
 کی منزلوں کا پتہ چلتا ہے۔ ٹھیک اسی زمانے کی اس طرح کی
 چیزیں مہرہ جودار، ہڑپا اور سندھ ندی کے اس حصے کے
 اور مقاموں کی کھدائی میں ملی ہیں۔ دونوں طرف کی ان
 چیزوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں سیہیٹائیں کئی ملتی
 جلتی تھیں۔

اس کے بعد دونوں دیشوں پر آریہ حملہ آوروں نے جو
 گھوڑوں پر سوار اور لوہے کے ہتھیار لٹے ہوئے تھے، دھاوا بول دیا۔
 انہوں نے ان دونوں ملکوں کو اپنے ادھیں کر لیا۔ دھیرے دھیرے
 پرانے باشندے اور نئے حملہ آور دونوں کی نسلیں ایک دوسرے
 سے مل کر ایک ہو گئیں۔ یہی آجکل کے ایرانیوں اور
 ہندوستانیوں دونوں کے پرکھے تھے۔ ان کی نسل ایک تھی،
 بولی ایک تھی، دھرم ایک تھا اور کلچر ایک تھی۔

ان آریہ لوگوں کے ایران میں بس جانے کے بعد ان پر
 وہاں کے چاروں طرف کی حالتوں کا پورا اثر پڑا۔ ایران میں
 طرح طرح کے بھوہاگ ہیں—کہیں پہاڑ اور کہیں ریگستان،
 کہیں دریاؤں کی گھاٹیاں اور بیچ کے میدان جو آدمیوں
 جانوروں اور ہریالی سے بھرے ہوئے ہیں، اور کہیں ریتیلے صحرا
 میدان، جن میں دور دور تک نہ کوئی جاندار دکھائی پڑتا ہے
 اور نہ کوئی گھاس کا تنکا، جہاں سوائے ہوا کی سائیں سائیں
 کے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ آج کل اور اندھیرے، ٹھکی
 اور بدی کی شکایاں، وہاں صاف الگ الگ کام کرتی دکھائی
 دیتی تھیں۔

ہندستان میں اس کے خلاف پرکرتی زیادہ نرم، میٹھی،
 ملائم اور رحمدل معلوم ہوتی تھی، ایک دوسرے کے بعد کھلے
 ہوئے بڑے میدان تھے جنہیں بہت سے بڑے بڑے دریا سینچتے تھے
 اور ہر سال موسمی بارش جنہیں پھر سے شاداب کر دیتی تھی۔
 ہر سال فنی بہار وہاں آدمی کے دماغ میں یہ خیال ہی پیدا
 ہونے نہ دیتی تھی کہ پرکرتی کی فحاشی کی کہیں حدیں بھی
 ہیں یا آبادی کے مقابلے میں کہیں ویرانہ بھی ہے۔

قدرت کی ان رنگارنگیوں نے ایران اور ہندستان، دونوں
 ملکوں میں انسان کے جذباتوں کو نئی آرائیں اور نئی
 کلیئائیں دیں، جو نہ صرف موجودہ زندگی سے انہیں نجات
 کا اطمینان دلاتی تھیں بلکہ جنم چندرت کے لئے انہیں امیدوں
 سے بھر دیتی تھیں۔ اس آواگن یعنی تناسخ کے بارے میں
 آپ ایرانیوں کے مہان صوفی مولانا جلال الدین رومی کا قلم
 سنیے.....

”ہم کو سب سے بڑا بارہا روئندہ ام،
 ہفت صد ہفتاں قالب دیدہ ام۔“

”ہم کو سب سے بڑا بارہا روئندہ ام،
 ہفت صد ہفتاں قالب دیدہ ام۔“

از جانی مردم و نفسی خشم
 و ز نفس مردم به حیوان سر زدم
 مردم از حیوانی آدم شدم
 پس چه ترسم که ز مردم کم شوم
 حمله دیگر بمردم از بشر
 تا بوارم از ملایک بال و پر
 بار دیگر از ملک پدراں شوم
 آنچه اندر دهم آید آن شوم

یعنی۔ ”میں سبزے یعنی گھاس کی طرح ہار ہار پیدا ہوا ہوں۔ میں نے سات سوستر جسم دیکھے ہیں۔ میں پہلے جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ کی حالت میں تھا۔ اُس کے بعد نباتات یعنی ونسہ کی بنا۔ نباتات سے نکل کر میں پشویروں میں آیا۔ پشو یوں سے نکل کر میں آدمی بنا۔ آدمی کے بعد فرشتہ ہلونا اور فرشتہ کے بعد جس اُنچلی حالت کو پہونچوگا وہ اِس وقت گمان سے باہر ہے۔“

دولوں دیشوں کی مذہبی ایکتا

ایران کے پھمبڑوں میں سب سے چمکتا ہوا نام زرتشت کا ہے۔ زرتشت کی پیدائش کے وقت ایران بہت گرمی ہوئی حالت میں تھا۔ اگنی پوجا نے نرادر ایشور کی جگہ لے لی تھی۔ زرتشت کی ایکشور کی پوجا کا پروہتوں نے پرچند درود کہا۔ لیکن انہیں اپنے مشن پر اگھنڈ وشولس تھا۔ انت میں انہیں کدھابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے ایران کو قبیلوں کے جھگڑوں سے اٹھاکر ایک وشو آتما سرو شکیمان اہرمزد کی ابادی کا اُپدیہ دیا۔ رویندر ناتھ ٹھاکر کے مطابق زرتشت پہلے پھمبڑ تھے جنہوں نے دھرم کو قبیلے کے دیوتا کے بد سے اُپر اٹھاکر اُسے مانوتا کی رستو بنایا۔

زرنشت نے ایرانی مذہب کو جو نہا روپ دیا وہ اپنے ہر پہلو میں صاف صاف یہ بتا رہا ہے کہ ایرانی اور ویدک دھرم دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ ”ایشر ایک ہے، ودوان لوگ اُسے طرح طرح سے بیان کرتے ہیں۔“ ایرانی دھرم بستیگ اوستا کے مطابق ”اھرمزد ہی ایس ساری دنیا کا بنانے والا اور ساری زندگی کا مالک ہے۔“

تین ہزار برس پہلے کے ایرانی اور ہندستانی ورنقر
(ہندو) اگنی، وایو، سوم اور متری جیسے دیوتاؤں کی اپاسنا
کرتے تھے، فاسوں میں بے شک تھوڑا بہت فرق ہو چلا تھا،
جیسے اوستا میں 'ورنقر' کا نام 'ورنقر' ہے۔ اوستا اور
مجموعہ دونوں میں ورنقر کو ایس ساری دنیا کا بنانے والا
قائم رکھنے والا اور رکشا کرنے والا بتایا گیا ہے۔ وہی
سورگھ یعنی 'علیم' ہے، وہی زمین اور آسمان کا بنانے والا ہے

जैसे प्राणमान के अन्दर सारी और उनकी शक्ति को कायम किया और जल और थल को फैला कर उनमें प्राणियों को बसाया है, वही सब कुछ जानने वाला और सब का हाकिम है.

वेदों में इसी वरुण को 'असुर विश्व देवस' या असुर मेघा कहा गया है। अथर्ववेद में उसे 'अहुरमज्द' के नाम से पुकारा गया है। अथर्ववेद का 'अहुर' वेदों का 'असुर' है। ऋग्वेद की शुरु की रिचाओं में 'असुर' ईश्वर के अर्थ में ही आया है। ईरानी 'मज्द' के वही मानी हैं जो संस्कृत 'मेघा' के। ऋग्वेद के मुताबिक वैदिक काल में 'देवगण' और 'पितृगण' सभी 'मेघा' की उपासना करते थे।

‘मित्र’ का नाम अवस्ता में ‘मिथ’ है। संस्कृत में मित्र का अर्थ सूर्य भी है, ईरानी भी सूर्य के रूप में मित्र की पूजा करते थे। वैदिक वायु ईरानी वयु, वैदिक अग्नि अवस्ता का ‘आतरे’ है, जो बाद में फारसी में आतश हो गया। दोनों में अग्नि देवता की पैदाइश बादलों के अन्दर की बिजली से बताई गई है। इन्द्र का नाम ज्यों का त्यों अवस्ता में मौजूद है। वेदों में इन्द्र का नाम ‘वृत्रहन’ है और अवस्ता में ‘वृथहन’ है। यम अवस्ता का ‘यिम’ है, अप्सरा ईरान में ‘पेरिका’ हो गई। दोनों का काम तपस्वियों का योग भ्रष्ट करना है।

ईरानी और हिन्दुस्तानी दोनों ऐसे लोगों में से हैं जो जीवन को सुखी और उमंग के साथ देखते थे, दोनों ऊँची चिन्तनशील और नेकी के उसूलों के सच्चे खोजी थे. दोनों ने इस उसूल को पा लिया था कि सब का खुदा यानी ईश्वर एक है. दोनों यह मानते थे कि दुनिया एक ऐसे अच्छे कानून के सहारे चल रही है जो हमेशा से है और हमेशा तक रहेगा.

इसी ख्याल को ईरान के मशहूर सूफी हाफ़िज़ ने किस ख़ासूरती के साथ अदा किया है—

‘‘खुर्रम आं रोज़ कज़ीं मंजिले बीरां बेरबम्
 राहते आं तख़्तबम् बज़ पय जानां बेरबम्
 ब हवादारिये ऊ ज़रां सिक़त रक्त कुनम
 ब ख़ावे चरमप झुशीदि दरग़ाहां बेरबम्
 फ़ाश भी गोयसो अज़ गुफ़्तए इन्द दिख़ शादम्
 बन्दए इरक़मो अज़ हरदो ज़हां आज़ादम्
 नेस्त बर ख़ीहे दिख़म जुज़ अख़िफ़े क़ामते यार
 ने कुयस हफ़े दिग़र बाद नदाद उस्तादम्’’

बानी मुबारक वह बनी होगी जब मैं दुनिया की इस उजड़ी
साथ ही बिदा होऊंगा, जब दिन मैं रूहानी मुक्त की आज में अपने
जीवन को दूँगा.

ही नहीं।”

फ़ारसी खजान के सबसे पहले रूप देने वाले इंसल-
मादकीसी के, रोदकी को मुत्तान-बस-शोरा कहा जाता है.

فارسی زبان کے سب سے پہلے روپ دینے والے حنظل
بنافسسی ہے۔ رندکی کو ”سلطان احمد“ کہا جاتا ہے۔

دیار کے مغربی سرحدوں پر ایک قلعہ بنوایا، جس کو "قلعہ فارسی" کہا گیا۔
موجودہ اور قلعہ کے مابین، اس زمانے کا سب سے بڑا فارسی
تعمیراتی عمارت ہے، جس نے پراچین ایران کی شان کو پھر سے چمکا
کر دکھایا۔

پراچین ایرانی کلچر کی یہ بیداری محض شعرو شاعری تک
 ہی محدود نہیں رہی۔ فارابی، ابن سینا، ابراہیمکان، ابیہرانی
 جیسے بڑے بڑے فلاسفہ بھی اسی زمانے کے تھے۔ تصوف کے
 پہلے سب سے پہلے ایران میں ہی کھلے۔ شروع کے صوفیوں میں
 ابراہیم اعظم، احمد خروزمی، ابو علی شافعی بھٹائی بن مہمان، قاضی
 بن ایاز، معروف کرخی، عبدالکسین نورانی اور ہایزید ہستامی
 کے نام عزت سے یاد کئے جاتے ہیں۔

روزہوں اور نرم کاندے بندھنوں سے مکت! ان صدیوں کی آزاد خیالی کی ہانسی دیکھئے :

دل بدست آورد که حج اکبر است
از هزاران کعبه یک دل بهتر است

کعبہ بنگاہ خلیل اُذہست
دل گدگاہ جلیل اکبرست !

دلا طواف دلائل کن کہ کعبہ مفتوحہ ہے
کہ اس خلیل بنا کردہ ہیں خدا خود ساخت

یعنی — ”کسی کے دل کو ہاتھ میں لے“
 کیونکہ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔

ہزاروں کمبوں سے ایک دل پر تھکر ۵

”کعبہ تو آذر کے بیٹے خلیل کا قایم کیا ہوا ہے

اور دل اللہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔“

”اے میرے دل دُش کی پروکریا کر: اُن میں ہی کعبہ چھپا ہوا ہے، وہ پتھر کا کعبہ تو خلیل کا بنایا ہوا ہے اور یہ دل کے اندر کا کعبہ خد خدا کا بنایا ہوا ہے۔“

تصوف اور ویدانت

آئفہ اِس تصوف یا ویدانت کے نقطہ دور پر ذرا ہم غور کریں۔ یہ دور گیان کی کھوج کا دور تھا۔ بھارت کے چھ ویدک درشنوں میں سے آخری درشن اُتر مہمانسا یعنی ویدانت ہے۔ ویدانت کے مطابق یہ سارا رُشو مایا سے پیدا ہوا۔ یہ سب ایک دھوکا ہے۔ پرماتما یعنی پرہم ہی اصل حقیقت ہے۔ شروع میں وہی وہ تھا اور اپنی ہی جوت یعنی اپنے ہی نور سے روشن تھا۔ اُسی سے یہ قدرت وجود میں آئی اور لاکھوں کروڑوں روپ بنے۔ پھر یہ سب ملیا۔ یعنی فرہنگ اور اُصل وجود یعنی اصلیت ایک

ہندوستان کی بدانت کیساتھ یہی اصول سے شروع ہوتی ہے کہ آدمی کی آتما ہی سب ہے۔ وہی وہ ہے، وہی وہی تو ہے، وہی وہی ہوں، وہی سب کچھ ہے۔ مایا میں ہمیں کہہ دیا گیا ہے کہ آدمی کو پہل جانی ہے اور بہر جاگتی ہے اور اپنے کو پہچانتی ہے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔ تصوف کے مطابق خدا ایک اور ساتن ہے۔ اُس کا نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ وہ غنی ہے۔ یعنی اُس کو نہ کوئی مدد دیتا ہے اور نہ وہ کسی کی مدد چاہتا ہے۔ وہ اُنکے ہے نہ پہچانتا ہے نہ نیچے ہے نہ اُپر، وہ نزدیک سے نزدیک ہے اور دور سے دور۔ پھر بھی نہ اُس کی کوئی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے اور نہ وہ قیاس میں آسکتا ہے۔

اُس پرمانما میں فنا ہو جاتا ہے مومن یعنی نجات ہے۔ اُس کا ایک ہی راستہ ہے جسے یوگ یعنی سلوک کہتے ہیں۔ جس یوگ کے راستے میں بہت سے مقام ہیں۔ ویدانت میں بن مقاموں کو ہم 'نہم'، 'نپ'، 'چت'، 'پراسام'، 'چت پرانکرم'، 'اُس'، 'پرانام'، 'پرنہار'، 'دھیان'، 'دھارنا'، 'نروکپ' اور 'سمادھی' کہتے ہیں۔ ہمیں کو تصوف کی اصطلاحوں میں تہذیب اَلنفر، 'نصفی دل'، 'نفس کشی'، 'ریاضت'، 'منہیہ قلب'، 'ذکر'، 'نکر'، 'مجاہدہ'، 'اشغال'، 'حسب دم'، 'مراتبہ'، 'مکاشفہ'، 'مشاہدہ'، 'حال'، 'دیداد' اور 'وجد' کہتے ہیں۔ تصوف کہتا ہے—اپنے ہونٹوں کو بند کرو، اپنی آنکھوں کو بند کرو، اپنے کانوں کو بند کرو اور تب تمہیں اپنے اندر حق کی مہرت دکھائی دے گی۔ ویدانت کہتا ہے—جب آدمی کی سب بندیاں یعنی اُس کے سب حواس باہر کی تمام چیزوں سے اپنے سے کھینچ کر اپنے اندر کی طرف مڑے ہیں اور من پوری طرح ثبات اور نشجیل ہو جاتا ہے تب آدمی اپنے کو دیکھ پاتی ہے، تب وہ دیکھتی ہے کہ سب کچھ وہی وہ ہے اور کچھ ہے ہی نہیں، تب آدمی کی آتما پرمانا یا روح کل کے ساتھ ملکر ایک ہو جاتی ہے، تب کوئی غیر نہیں رہ جاتا۔

جب ایرانی تصوف اور ہراتیہ ویدانت ہندستان کی سرزمین پر ملے تو ہندو اور مسلمان دونوں میں تلاش حق کے لئے ایک نیا جوہر پیدا ہوا۔ دونوں میں اتنی صاف سمانتا یعنی مشابہت تھی کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ تصوف کے دائرے میں کفر اور اسلام کے فرق مٹ گئے۔ اِس مہل کو پرم صوفی نویدالدين عطار نے اِن پہاڑوں میں ادا کیا ہے :

”کفر و اسلام در رھت یوہاں
وحدہ لائریک لاگوہاں
کفر کافر را و دین دیندار را
فرق و در دل عطار را۔“

”کفر اور اسلام دونوں اُسی ایک اللہ کی راہ میں دور رہے ہیں۔ دونوں میں کفر ہے کہ وہ اللہ ایک ہے، اُس سا کوئی

جب ایرانی تصوف اور भारतीय वेदान्त हिन्दुستان की सरजमीन पर मिले तो हिन्दू और मुसलमान दोनों में तलाशे हक के लिये एक नया जोश पैदा हुआ। दोनों में इतनी साफ समानता यानी मुशाबहत थी कि दोनों ने एक दूसरे को पहचान लिया। तसव्वुफ के दायरे में कफ़ और इसलाम के फ़क़ मिट गये। इस मेल को परम सूफी फ़रीदुद्दीन अचार ने इन भावों में अदा किया है :

”कुछो इस्लाम दर रहत पोर्षो
बहवहूआशरीक सा - गोर्षो
कुक कफ़िर रा ब दी दीवार रा
जेरे बर्दे दिख अचार रा।“

”कुछ और इस्लाम दोनों उन्ही एक अस्ताद की राह में दीव रहे हैं। दोनों बहुत अहम रहे हैं कि वह अस्ताद एक है, उस सा कोई

میں نے یہی کہہ کر کہا کہ وہ حقیقتی رہے جو دین دیندار کو۔
 ان کے دین کے لیے میں نے یہی کہہ کر کہا کہ وہ حقیقتی رہے جو دین دیندار کو۔

مجاہدہ ہرک اور پریم دھرم

آپس کے ایسی ملاپ سے وہ گہری دھارا بہہ نکلی
 جس سے دنیا مچا رہے ہرک یا پریم دھرم کے نام سے
 پکارا جاتا ہے اور یہ مچا رہے ہرک یا پریم دھرم کے نام سے
 دنیا کی خواہشوں سے دل کو ہٹانا، جو مل گیا اس
 پر سنبھل کرنا، آدمی آدمی سے سنبھل کرنا،
 ہرک یا پریم دھرم کے نام سے دنیا کو
 ہٹا دینا ہے ان کا سب سے بڑا کام، جو یا پھر کی عزت کرنا

ان پریم دھرمی صوفیوں کے سرور مصلحت ہے جو ایک
 ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے وہ کہہ سکتے—”انالطی
 یعنی میں ہی ہرک ہوں۔“ ایسی مقام پر پہنچ کر ہرک یا پریم
 دھرم کے سرتاج مولانا جلال الدین رومی ہنسی تھے۔ ہندستان
 میں کبیر، نانک، دادو، تکارام، معین الدین چشتی، بابا فرید
 رجب، سرمد اور داراشکوہ نے اور ہمارے آٹھ شمس تہریز نے
 اس پریم دھرم کو پہنچایا۔ اس سے سقیم، شوم، سندرم کے وہ
 پلے تیار ہوئے جن کو دیکھ کر آج بھی ہماری رگوں میں خون
 نیزی سے دوڑنے لگتا ہے۔ ایسی دل سے وہ جذبے، وہ دھار
 (وہ ہواؤں نہیں پیدا ہوئیں جنہوں نے کچھ دنوں کے لئے کروڑوں
 ہندستانوں کے دلوں سے دھرم کو مٹا دیا۔

میں نے یہی کہہ کر کہا کہ وہ حقیقتی رہے جو دین دیندار کو۔
 ان کے دین کے لیے میں نے یہی کہہ کر کہا کہ وہ حقیقتی رہے جو دین دیندار کو۔

مجاہدہ ہرک اور پریم دھرم

ان پریم دھرمی صوفیوں کے سرور مصلحت ہے جو ایک
 ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے وہ کہہ سکتے—”انالطی
 یعنی میں ہی ہرک ہوں۔“ ایسی مقام پر پہنچ کر ہرک یا پریم
 دھرم کے سرتاج مولانا جلال الدین رومی ہنسی تھے۔ ہندستان
 میں کبیر، نانک، دادو، تکارام، معین الدین چشتی، بابا فرید
 رجب، سرمد اور داراشکوہ نے اور ہمارے آٹھ شمس تہریز نے
 اس پریم دھرم کو پہنچایا۔ اس سے سقیم، شوم، سندرم کے وہ
 پلے تیار ہوئے جن کو دیکھ کر آج بھی ہماری رگوں میں خون
 نیزی سے دوڑنے لگتا ہے۔ ایسی دل سے وہ جذبے، وہ دھار
 (وہ ہواؤں نہیں پیدا ہوئیں جنہوں نے کچھ دنوں کے لئے کروڑوں
 ہندستانوں کے دلوں سے دھرم کو مٹا دیا۔

پریم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے
 ہیں :

”موسم آداب دانان دیکراند

عاشقان سوز درونان دیکراند

”ہلداں را امتلاخہ دادہ اند

سلاہیاں را امتلاخہ دیکراند

”نو ہوائے وصل کردن آمدی

نے ہوائے فصلی کردن آمدی

”مذہب عشق ازہمہ ملتجد است

عاشقان و مذہب و ملت خداست“

”اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا لائق کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پریمی جن کے اندر ہرے کی آگ لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔“

”ہم نے ہندستان کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لائق
 بنا دیا ہے اور سندھ کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لائق
 بنا دیا ہے۔“

پریم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم
 فرماتے ہیں :

”موسم آداب دانان دیکراند

عاشقان سوز درونان دیکراند

”ہلداں را امتلاخہ دادہ اند

سلاہیاں را امتلاخہ دیکراند

”نو ہوائے وصل کردن آمدی

نے ہوائے فصلی کردن آمدی

”مذہب عشق ازہمہ ملتجد است

عاشقان و مذہب و ملت خداست“

”اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا لائق کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پریمی جن کے اندر ہرے کی آگ لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔“

”ہم نے ہندستان کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لائق
 بنا دیا ہے اور سندھ کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لائق
 بنا دیا ہے۔“

हुके का जो धर्म है कि प्रेम का धर्म है।

एक को दुसरे से कलने के लिए नहीं बेजा गया था।

प्रेम धर्म सब धर्मों से अलग है।

प्रेमी के लिए एक खुदा ही उसका दीन और खुदा ही उसका धर्म है।"

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के लिए प्रोत्साहन दिया। प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर क्रूरवान हो गया।

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था :—

"आशिको इश्क बुतो बुतगरो अरथारे कीस्त काबजो दैरो मसजिद हमजा तारीकीस्त !

गर दरवाई व चमने बहदते यकरंगी बी

गौर कुन आशिको माशको गुलोज़ार बकीस्त !

तर्क कादम चाराहाए जुमला अज माबाए खेश

नूरे इकरा दीवाअम अज जेर ता बाझाए खेश !

गर तू भी इबाही खुनी हमशाँ जुदा अज जाए खुद

ता बबीनी मजदरे हक जुम्ला सर ता पाए खेश !"

"आशिक और इश्क, मूर्ति और मूर्तिकार कौन है ?

काबा, बुतखाना और मसजिद सब जगह अंधेरा है।

अगर तू बहदत की यकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पावेगा कि आशिक और माशक, फूल और कटे सब एक है'.

मैं रुबियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सवाई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो रुबियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सवाई के ज़हर को देख सके."

न्द-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया। सबसे ले मशहूर ईरानी शाहनशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं। चन्द्रगुप्त मौर्य का ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए। ईरान अक्षर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाढ़ने से बाएं को लिखी जाती है। सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें से ईरानी शब्द आते हैं। पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों के खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

सब को मारने के लिए भेजा गया था।

एक को दूसरे से मारने के लिए नहीं भेजा गया था।

"प्रेम धर्म सब धर्मों से अलग है।

प्रेमी के लिए एक खुदा ही उसका दीन और खुदा ही उसका धर्म है।"

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के लिए प्रोत्साहन दिया। प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर क्रूरवान हो गया।

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था :—

"عاشقو عشق بت و يتگرو عیاره کیست

کعبه و دیر و مسجد همه جا تاریکیست !

گر در آئی به چمن وحدت یکرنگی بین

غور کن عاشق و معشوق و گل و خار یکیست !

"ترک کردم چاردهانه جمله از ماوانه خویش

نور حق را دیده ام از زیر نا بالانه خویش !

گر تو می خواهی چنین همه شان جدا از جائه خون

قابه بینی مظهر حق جمله سر تا پائنه خویش !"

"عاشق اور عشق، مورتی اور मूर्तिकार कौन है ?

कعبे, بت خانه اور مسجد सब जगह अंधेरा है।

अगर तू وحدत की यकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पावेगा कि आशिक और माशक, फूल और कटे सब एक है'.

मैं रुबियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सवाई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो रुबियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सवाई के ज़हर को देख सके."

हंद-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया। सबसे ले मशहूर ईरानी शाहनशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं। चन्द्रगुप्त मौर्य का ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए। ईरान अक्षर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाढ़ने से बाएं को लिखी जाती है। सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें से ईरानी शब्द आते हैं। पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों के खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

سلسلہ۔ भारत کی مूर्तिकلا پر بھی ایرانی असर साफ दिखائی देता है, भारत में सर्व की जो सब से पुरानी मूर्ति मिलती है वह पहली सदी ईस्वी की बनी हुई है, उसके शरीर पर ईरानी कुरता, चूड़ीदार पाजामा, पांव में ऊंचे पशियाई जूते, सिर पर इरानी टोपी और कमर से इस्फहानी खंजर लटकता हुआ दिखाया गया है, उससे पहले किसी भी हिन्दुस्तानी देवता का यह लिबास नहीं पाया जाता, हिन्दुस्तान की सरजमीन पर सदियों के बिछड़े ईरानी और हिन्दुस्तानी भाई फिर एक साथ प्रेम और मुहब्बत से गले मिले.

सुरालों के जमाने में ईरानी कलाकारों ने हिन्दुस्तान की कौमी चिन्मयी के सब अंगों को अपनी कला के तोहफे में दे दिए, इस ईरानी और हिन्दुस्तानी कला के संगम के शानदार नतीजे हमें हिन्दुस्तान की फूने तामीर (निर्माण कला) तस्वीर साजी, (चित्र कला), साहित्य और संगीत में देखने को मिलते हैं, ईरानी और भारतीय निर्माण कला ने मिलकर दुनिया की सब से खूबसूरत इमारत ताजमहल को तामीर किया, भारतीय इमारतों में सरो के पेड़, फूलों के गमले, फल, मधु के प्याले, गुलाबजल की सुरहियां सब ईरान की देन हैं, अंगूरी बेल का डिजाइन भी ईरानी है, राजपूत चित्रकला पर हमें बहुत साफ ईरानी असर दिखाई देता है, हिन्दी और फारसी के मेल से एक नई आवाज उठूँ पैदा हुई, हिन्दुओं और मुसलमानों ने मिलकर इसके साहित्य का चमकाया, सुरालों के जमाने में ईरानी संगीत भी भारत आया, दोनों संगीतों के मिलन से नई नई राग रागनियां पैदा हुई, ईरानी और भारतीय कलाकारों ने मिलकर रागों का तरतीब और स्थान मुकर्रर किया—मैरां, परब, सोहनी, सिन्धी, पीलू और भैरवी आदि राग धार्मिक भजनों के लिए और दरबारी, मालकोष, मल्हार और दुर्गा राज दरबारों में गाए जाने के लिए तय हुए, अकबरी दरबार में नृत्य और गान विद्या के अनेकों ईरानी कलाकार थे, भारतीय सप्तक में—सा, रे, ग, म, प, ध, नी हैं तो ईरानी सप्तक में—यक, दो, से, चहार, पंच, शष, हफ्त हैं, गायन में ईरानी स्वर माधुर्य पर जोर देते थे तो भारतीय लय पर, दोनों की मिलाबट से भारत के संगीत में लय और स्वर माधुर्य दोनों चमक उठे.

संगीत के इस आपसी मेलजोल ने ईरानी संगीत पर भी काफ़ी असर डाला.

ईरान का राजकाजी सिलसिला

जिस तरह आध्यात्मिक, सांस्कृतिक, साहित्यिक और दार्शनिक क्षेत्रों में बड़ी से बड़ी हस्तियाँ ईरानी आकाश में चमकी, उसी तरह राजकाजी क्षेत्र में भी अशोक, हर्ष और अकबर की तरह ईरान में कुब, दारा और अबुलसीद

ईरान की मूर्तिकला पर भी ایرانی असر واضح دکھائی دیتا ہے, भारत میں سب سے پورانی مورتی ملتی ہے وہ پہلی صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہے, اس کے شہر پر ایرانی کورتا, چوڑیدار پاجامہ, پاؤں میں اونچے پشیائی جوتے, سر پر ایرانی ٹوپی اور کمر سے اسفہانی خنجر لٹکتا ہوا دکھایا گیا ہے, اس سے پہلے کسی بھی ہندستانی دیوتا کا یہ لباس نہیں پایا جاتا, ہندستان کی سرزمین پر صدیوں کے بچھڑے ایرانی اور ہندستانی بھائی یہ ایک ساتھ پریم اور محبت سے گلے ملے.

منہوں کے زمانے میں ایرانی کلاؤں نے ہندستان کی قومی زندگی کے سب اکتوں کو اپنی کلا کے تحت ہیمنت کئے, اس ایرانی اور ہندستانی کلا کے سنگم کے شاندار نتیجے ہمیں ہندستان کی فن تعمیر (نرمان کلا) تصویر سازی (چتر کلا) سادھتہ اور سنگیت میں دیکھنے کو ملتے ہیں, ایرانی اور بھارتیہ نرمان کلا نے ملکر دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت تاج محل کو تعمیر کیا, بھارتیہ عمارتوں میں سروں کے پتے, پھولوں کے گلے, پل, مچھو کے پیالے, گلاب جل کی صراحیاں سب ایران کی دیں ہیں, انگریزی پیل کا ڈیزائن بھی ایرانی ہے, راجپوت چتر کلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے, ہندی اور فارسی کے مہل سے ایک نئی زبان اردو پیدا ہوئی, ہندوؤں اور مسلمانوں نے ملکر اس کے سادھتہ کو چمکایا, منہوں کے زمانے میں ایرانی سنگیت بھی بھارت آیا, دونوں سنگیتوں کے ملن سے نئی نئی راگ راگنیاں پیدا ہوئیں, ایرانی اور بھارتیہ کلاؤں نے ملکر راگوں کی ترتیب اور استھان مقرر کیا—پھروں, پرج, سروہنی, سندھی, پیلو اور بھدروی اسی راگ دھارمک بھجنتوں کے لئے اور درباری, مالکوہ, ملہار اور درگا راج درباروں میں گائے جانے کے لئے طے ہوئے, اکبری دربار میں نرتیہ اور گن ودیا کے انیکوں ایرانی کلاکار تھے, بھارتیہ سہتک میں—سا, رے, گا, ما, پا, دھا, نی, ہیں تو ایرانی سہتک میں—یک, دو, سہ, چہار, پنچ, شش, ہفت ہیں, گین میں ایرانی سر مادھوریہ پر زور دیتے تھے تو بھارتیہ نے پر, دونوں کی ملوث سے بھارت کے سنگیت میں لہ اور سر مادھوریہ دونوں چمک اٹھے.

سنگیت کے اس آپسی مہل جول نے ایرانی سنگیت پر بھی کافی اثر ڈالا.

ایران کا راجکاجی سلسلہ

جس طرح آدھباتک, سانسکرتک, سادھتک اور دارشنگ چیمبروں میں بڑی سے بڑی ہستیاں ایرانی آکھ میں چمکیں, اسی طرح راجکاجی چیمبر میں بھی اشوک, ہرہ اور اکبر کی طرح ایران میں کرد, دارا اور انوشیروان

نام اپنے سامنے رکھ کر، राजकाज की दृष्टि से، न्याय का और सत्यनिष्ठा के लिए इतिहास में हमेशा याद किये जायेंगे। कुछ ईसा से छः सौ बरस पहले पैदा हुआ। यूनानी के साइरस कहते हैं, उसने उदारता और प्रेम की बुनियादों [अपनी हुकूमत कायम की, वह खूद अग्नि पूजक था, उसने जेरुसलम में यहूदियों के मन्दिर और बाबुल में तबूक के मन्दिर फिर से बनवाए, खूद जीते हुए देशों के तबूक का बर्ताव इतने रहम और मोहब्बत का होता कि जिसकी मिसाल उससे पहले के किसी बादशाह की हुमत में नहीं मिलती।

ईसा से 522 बरस पहले दारा ईरान के तख्त पर बैठा, नानी उसे डेरियस कहते हैं, वह दयावान और रहमदिल दशाह था, राजकाज में वह बहुत होशियार था, रिआया [वह सच्चा हितचिन्तक था, उसने बड़ी बड़ी इमारतें और नहरें बनवाईं, स्वेच की नहर सब से पहले दारा ने तैयार कराई, कला का वह खबरदस्त पोषक था, उसकी हुमत में सबको पूरी पूरी आजादी थी, प्रेम की वह मूर्ति था, रतुश का वह सच्चा अनुयायी था।

ईसा की छठी सदी, सन् 531 ई० में सासानी खानदान [मशहूर बादशाह अनुशीरवां, जिसे नौशेरवां भी कहते, तख्त पर बैठा, अनुशीरवां एक होशियार सिपेहसालार, हमदिल हाकिम, चतुर राजनीतिज्ञ और इन्साफ पसन्द दशाह था, यूनान और हिन्दुस्तान के बड़े बड़े आलिम उसके दरबार में रहते थे, हर मजहब वालों के साथ वह ही उदारता से पेश आता था, क्लीमेंट हार्ट के मुताबिक अनुशीरवां का दरबार जरतुशती, बौद्ध और ईसाई धर्मों का रुमुन्दर मिलाप-घर था, इस्लाम के पैगम्बर हजरत [हम्मद बड़े फख्र के साथ कहा करते थे कि "मैं अब्दुल-जन्द अनुशीरवां की शहनशाहियत के जमाने में पैदा प्रा हूँ"।

632 ई० में ईरान पर अरबों की हुकूमत कायम हुई, [यासी तौर पर ईरान की आजादी चली गई मगर इस्मी और कलचरी निगाह से ईरान अपने हमलावरों के ऊपर छा था, ईरान के आलिमों ने इस्लाम को अपनी उदारता, अपने लसके और प्रेम धर्म से चार चांद लगाए, साइंस, हिकमत, गीत, अदब, धर्मशास्त्र, गणित, व्याकरण सब में ईरानी दिान थोड़े ही दिनों में अरबों से बढ़ गए, अबुसीना, परखैयाम, फिरदौसी, शेख सादी, हाफिज, सुहरावरदी, रूमी और रुमी जैसे महापुरुष इसी जमाने में पैदा हुए, सन् 1500 में सफवी खानदान के ऊँचे के नीचे ईरान में एनियों की आजाद हुकूमत कायम हुई, सन 1907 में एन में जनवर्ग हुकूमत के मातहत एक पार्लिमेंट बनी, सन् 1921 में रजाशाह पहलवी ने ईरान में अपनी आजाद

के तख्त पर बैठा, राजकाज की दृष्टि से, न्याय का और सत्यनिष्ठा के लिए इतिहास में हमेशा याद किये जायेंगे। कुछ ईसा से छः सौ बरस पहले पैदा हुआ। यूनानी के साइरस कहते हैं, उसने उदारता और प्रेम की बुनियादों [अपनी हुकूमत कायम की, वह खूद अग्नि पूजक था, उसने जेरुसलम में यहूदियों के मन्दिर और बाबुल में तबूक के मन्दिर फिर से बनवाए, खूद जीते हुए देशों के तबूक का बर्ताव इतने रहम और मोहब्बत का होता कि जिसकी मिसाल उससे पहले के किसी बादशाह की हुमत में नहीं मिलती।

ईसा से 522 बरस पहले दारा ईरान के तख्त पर बैठा, नानी उसे डेरियस कहते हैं, वह दयावान और रहमदिल दशाह था, राजकाज में वह बहुत होशियार था, रिआया [वह सच्चा हितचिन्तक था, उसने बड़ी बड़ी इमारतें और नहरें बनवाईं, स्वेच की नहर सब से पहले दारा ने तैयार कराई, कला का वह खबरदस्त पोषक था, उसकी हुमत में सबको पूरी पूरी आजादी थी, प्रेम की वह मूर्ति था, रतुश का वह सच्चा अनुयायी था।

ईसा की छठी सदी, सन् 531 ई० में सासानी खानदान [मशहूर बादशाह अनुशीरवां, जिसे नौशेरवां भी कहते, तख्त पर बैठा, अनुशीरवां एक होशियार सिपेहसालार, हमदिल हाकिम, चतुर राजनीतिज्ञ और इन्साफ पसन्द दशाह था, यूनान और हिन्दुस्तान के बड़े बड़े आलिम उसके दरबार में रहते थे, हर मजहब वालों के साथ वह ही उदारता से पेश आता था, क्लीमेंट हार्ट के मुताबिक अनुशीरवां का दरबार जरतुशती, बौद्ध और ईसाई धर्मों का रुमुन्दर मिलाप-घर था, इस्लाम के पैगम्बर हजरत [हम्मद बड़े फख्र के साथ कहा करते थे कि "मैं अब्दुल-जन्द अनुशीरवां की शहनशाहियत के जमाने में पैदा प्रा हूँ"।

632 ई० में ईरान पर अरबों की हुकूमत कायम हुई, [यासी तौर पर ईरान की आजादी चली गई मगर इस्मी और कलचरी निगाह से ईरान अपने हमलावरों के ऊपर छा था, ईरान के आलिमों ने इस्लाम को अपनी उदारता, अपने लसके और प्रेम धर्म से चार चांद लगाए, साइंस, हिकमत, गीत, अदब, धर्मशास्त्र, गणित, व्याकरण सब में ईरानी दिान थोड़े ही दिनों में अरबों से बढ़ गए, अबुसीना, परखैयाम, फिरदौसी, शेख सादी, हाफिज, सुहरावरदी, रूमी और रुमी जैसे महापुरुष इसी जमाने में पैदा हुए, सन् 1500 में सफवी खानदान के ऊँचे के नीचे ईरान में एनियों की आजाद हुकूमत कायम हुई, सन 1907 में एन में जनवर्ग हुकूमत के मातहत एक पार्लिमेंट बनी, सन् 1921 में रजाशाह पहलवी ने ईरान में अपनी आजाद

ہندوستان کا نام کی۔ ایران کے شاہنشاہ شاہنشاہ محمد رضا شاہ پہلی انہیں کے ہاتھ میں۔ دو کروڑ بیس لاکھ آبادی والا یہ پراچین ایشیائی دیہی اپنی 80 فیصدی کسانوں کی آبادی کو ترقی کے راستے پر آگے بڑھا رہا ہے۔ اُس کے ریگستانی علاقوں میں تیل کانے ذخیرہ ہے۔ ہندستان کی طرح یورپ کی سمراجواہی طاقتوں نے اسے جہان اور پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن ہزاروں ورہ کی شاندار زندگی کے قیمتی تجربے اُس کے پاس ہیں، جنکی روشنی میں وہ اپنے لئے صحیح اور مناسب راستہ نکال رہا ہے، اور ضرور نیکالے گا۔ ایران اور ہندستان دونوں کو اپنی قدیم محبت اور دوستی کو پھر سے مضبوط اور تازہ کرنا ہے۔ شاہ ایران کی آمد کے موقع پر ایران کے مشہور عالم اور آجکل ہندستان میں ایران کے راجہ دوت ہز ایکسلیٹنسی ڈاکٹر علی اسمر حکمت کے پیغام کا ایک جز ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

”پچھلی صدیوں میں اگرچہ ہندستان میں ایرانی کلا اور سائنس کی آواز بدقسمتی سے خاموش ہو کر کسی درجہ یاد سے باہر ہو گئی تھی، خدا کا شکر ہے کہ ہندستان کے اکرانوں کی کوششوں سے اُس میں پھر سے ایک جان دہائی دے رہی ہے۔ ہندستان آج پھر سے ایک آزاد اور طاقتور دیہ ہے۔ غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر وہ پھر سے اپنی پرانی پرہیزاؤں، اپنے پراچین ایشوریہ اور اپنی پڑائی متروکا کو نئے سرے سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

ایران کے ماننیہ راجہ دوت ڈاکٹر علی اسمر حکمت کے اس بیان سے ہم پوری طرح سہمت ہیں۔ شاہنشاہ ایران کی اس ملک میں مہتری پاترا کا ہم دل سے سواکت کرتے ہیں۔ ہم اُس دن کے انتظار میں ہیں جب ہماری پرانی دوستی کو پھر سے مضبوط اور تازہ ہوگی اور بھارت اور ایران کی محبت کے توالے ایران کی 19 ہزار فٹ اونچی دیہاند کی چوٹیوں اور ہماہ کے گن چوٹی شہروں پر گونجیں گے اور اُس فی دھونی پرنی دھونی ساری دنیا کو سنائی دیگی۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

(آل انڈیا ریڈیو نئی دلی کے سرجلیہ سے)

شاہنشاہ ایران کی آمد کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

(آل انڈیا ریڈیو نئی دلی کے سرجلیہ سے)

چینی ادب (ساختہ) پر ایک سرسری نظر

چینی ادب (ساختہ) پر ایک سرسری نظر

ڈاکٹر لطف دفتری ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ (ایکس)

ڈاکٹر لطیف دفتری ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ (ایکس)

پچھلے 15 برس سے ایشیائی ملکوں کے لوگ چین کی سیاحتی (سیاحتی) دھندل-پھول کو 'ہمدردی' کے ساتھ دیکھتے رہے ہیں۔ چینی آزادی کی جنگ کے ساتھ ہم یورپ والوں نے ہمیشہ سے ایک اپناپا محسوس کیا ہے۔ سن 1857 میں چین کی ٹیپو سٹریٹ کی جنگ، ہندوستان کی انقلابی بغاوت اور ایران میں ناپیادہ کی سازشیں سامراجی و زنجیر کی مختلف کڑیوں میں باندھ لیا گیا۔ یہ تینوں ہی ملک ہزاروں برس پرانی تہذیب کے دعویدار ہیں۔ تینوں نے ہی ہزاروں برس تک ایک دوسرے کے ساتھ کلچرل لین دین کیا ہے۔ اس لیے وہیں میں چینی کلچر، چینی ادب (ساختہ) چینی جنتا اور چینی علم کے بھندار پر ایک وسیع (وسعت) نظر ڈالنا چاہیے۔ ایشیائی ممالک کے ساتھ یہ اعتقاد (وہو اس) ہے کہ ہندوستان، چین اور ایران کی ایک ایشیائی کلچر کی وہ ترویجی ہے کہ جس کی دھارا میں نہ صرف ایشیا کو بلکہ جہلی ہوئی دنیا کو راحت ملے گی۔ آج دنیا کی کلچرل (سائنس) ہاگڈور پچھم کے خود غرض سامراجی دیشوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ یہ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ ہزاروں برس تک ہندوستان، چین اور ایران دنیا کے اربوں لاکھوں آدمیوں کو راستہ دکھاتے رہے ہیں۔ یہ جو راستہ ایقہم کا نہیں بلکہ انما کو شانتی دینے والا روحانی راستہ تھا۔ چین کے ساتھ آج ہمیں ٹوٹی ہوئی کلچرل کڑی کو پھر سے جوڑنا ہے اور اس کی تہذیب کی وسعت آمیز شکل (روایت روپ) کے درشن کرنے ہوں۔

چینی بولی اور لکھاوت

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہوا جانا ہے۔ چینی زبان دو صنف الگ الگ حصوں میں بنتی ہوئی ہے۔ بولنے کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی دنی کی اپنے آپ الگ پوری بولی نہیں ہے بلکہ کئی صدیوں کی بولوں کی ملاوٹ ہے۔ حالانکہ ان سبھی بولوں کا لکنا ایک ہی سوتے سے ہوا ہے۔

چینی بولی اور لکھاوت

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہوا جانا ہے۔ چینی زبان دو صنف الگ الگ حصوں میں بنتی ہوئی ہے۔ بولنے کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی دنی کی اپنے آپ الگ پوری بولی نہیں ہے بلکہ کئی صدیوں کی بولوں کی ملاوٹ ہے۔ حالانکہ ان سبھی بولوں کا لکنا ایک ہی سوتے سے ہوا ہے۔

چینی زبان میں کلاسیک دور کے سب سے پہلے 'کائٹنی' بولی بولی جاتی ہے۔ اس کے پچاسی سؤے میں 'ہاکا' بولی بولی جاتی ہے۔ جیسے جیسے ہم اتر کی طرف بڑھتے ہیں ہمیں 'کوباو'، 'کوباو' اور 'نیکپو' بولیاں بولنے والے لوگ ملتے ہیں۔ اور زیادہ اتر میں 80 فیصدی چینی 'مندان' زبان بولتے ہیں۔ مندان کی دو خاصیتیں ہیں—(1) یہ کہ 15 ویں صدی سے یہ چینی راجدھانی کی زبان رہی ہے اور (2) سرکاری خط و کتابت میں یہ زبان استعمال کی جاتی رہی ہے۔

اپنے پڑائے میں کے لحاظ سے کھاتی زبان بہت اہم ہے۔ لیکن سرکاری زبان رہنے کی وجہ سے مندان نے بے حد ترقی کر لی ہے۔ یہ بات غور کرنے لائق ہے کہ کھاتی زبان اُس بہت شروع کی 'بابا آدم' کے زمانے کی 'چینی زبان' سے نکلی ہے کہ جس نے موجودہ زمانے کی بول چال کی اور لکھی جانے والی چینی کو جنم دیا۔ چینی زبان میں پہلے ہر خیال کو ظاہر کرنے کے لئے الگ الگ حروف تہہ۔ کلفو سیس کے زمانے میں یہ کوشش کی گئی کہ لکھاوت (لی) کی ایک چھوٹے دائرے میں حد بندی کی جائے۔ اسی زمانے میں کتابی زبان کے پیچ ہوئے گئے۔ لیکن اس سے اصل مقصد دور نہیں ہوا۔ اس کوشش سے ایک ایسی بھاری بھرکم لکھاوت نکلی کہ جس میں بچے گئے دھرم گرفتہ پوتے کے پوتے بن گئے۔ مگر پھر بھی چینی ادب (ساتھ) کی ترقی میں کلفو سیس کے زمانے کی یہ کوشش بڑے کام کی ثابت ہوئی۔

لکھاوت کی اس ترقی کے بعد اور چین میں چھائی کے لئے لکھائی کی چھاپوں کی ایجاد کے بعد ادب (ساتھ) ہمسکاردہ ہو گیا، اُس میں ایک پھیلاؤ اور چستی آگئی مگر اُس کے ساتھ ہی ساتھ دھرم گرفتہوں کی طرف لوگوں کی عزت (شردھا) اس قدر بڑھی کہ ساتھ اور معمولی بول چال کی زبان میں کوئی واسطہ ہی نہیں رہ گیا۔

اسب (وزن مالا)

اسپ (وزن مالا)

چینی لکھاوت ہاوجود اپنے نہ تھے نشانوں اور لگانا سہار کے ایک تصویری لکھاوت ہی کہی جاسکتی ہے۔ کسی حروف کے ٹھیک محلہ نہیں بتائے جاسکتے ہیں جب اُسے بعد کے حروف کے ساتھ جوڑ کر پڑھا جائے۔ ویدیشوں کو یہ ایک بڑی دقت کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے حروف کی بالکل یکساں آوازیں ہیں پر اُن کے مطلب علیحدہ ہیں۔ اُس طرح کے لفظوں کی تعداد پچاس ہزار ہے اور تلفظ (اچار) میں ہی اُن کے مطلب میں فرق آتا ہے۔ موئے طور پر چینی حروف کو ہم پانچ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں—(1) خیالوں کو ظاہر کرنے والے (2) آوازوں کو ظاہر کرنے والے (3) جنس

چینی لکھاوت ہاوجود اپنے نہ تھے نشانوں اور لگانا سہار کے ایک تصویری لکھاوت ہی کہی جاسکتی ہے۔ کسی حروف کے ٹھیک محلہ نہیں بتائے جاسکتے ہیں جب اُسے بعد کے حروف کے ساتھ جوڑ کر پڑھا جائے۔ ویدیشوں کو یہ ایک بڑی دقت کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے حروف کی بالکل یکساں آوازیں ہیں پر اُن کے مطلب علیحدہ ہیں۔ اُس طرح کے لفظوں کی تعداد پچاس ہزار ہے اور تلفظ (اچار) میں ہی اُن کے مطلب میں فرق آتا ہے۔ موئے طور پر چینی حروف کو ہم پانچ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں—(1) خیالوں کو ظاہر کرنے والے (2) آوازوں کو ظاہر کرنے والے (3) جنس

کچھ عرصہ تک رہی، (4) دوسری باتیں ہرکف، (5) پتے ہرکف اور کسی دنیویار کے دوسرے لفظوں سے ملتا ہوں۔

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جنگل کو ہٹا کر انکی جگہ دنیویار کے ہسٹا کی نئی تالیف بنا کر مالا جاری کرنے کی اوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی تھوڑی چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حرف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھتا ہو جاتی۔ چینی کے پہلے ہونے ہر حصے کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

چینی ادب (ساہتیہ)

اور دوسرے پوری ادب (ساہتیہ) کی طرح چینی کے اپنے ساہتیہ کی بھی کوئی تاریخ (انتہاس) نہیں ہے۔ لیکن ادبی تاریخ اور تفسیر (آلچنا) کو چھوڑ کر چینی ساہتیہ نے ہر جانب (دشا) ترقی کی ہے۔ چینی ساہتیہ کو ہم چھ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مثلاً شاعری (کویتا) جس میں پوپ (سالچنا) فلسفہ (دشن) اور مذہبی چیزیں شامل ہیں، انتہاس جس میں ہر طرح کا انتہاس سرکاری اور غیر سرکاری، سوانح عمری (آتم کتا) اور بیوگراف شامل ہیں، آرٹ (کا) اور سائنس (دیکان) تھا زبان کا علم (بہاشا شاستر) جس میں انسائیکلوپیڈیا (وشو کوش) اور لغت (شید سنکرہ) آدی شامل ہیں۔ اب ہمیں اس پر ایک سرکاری نگاہ ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ چینی عالم اور ساہتیوں نے اس میدان میں کس درجہ ترقی کی۔

شاعری (کویتا)

شاعری (کویتا)

دوسری پرانی زبانوں کی طرح چینی ساہتیہ میں بھی گیت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پرانی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گیتوں کا پوتا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گیتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظمیں (کویتائیں) بھی، چلیں ہم مثلاً (کھڈ کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظاروں کی تصویر کھینچنے والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آسمانوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق کھانے والی شاعری میں بھی اس میں کہیں بے ادب دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ یہ تکی شاعری (آلوکات کویتا) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چھوٹوں

کچھ عرصہ تک رہی، (4) دوسری باتیں ہرکف، (5) پتے ہرکف اور کسی دنیویار کے دوسرے لفظوں سے ملتا ہوں۔

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جنگل کو ہٹا کر ان کی جگہ دنیویار کے ہسٹا کی نئی تالیف بنا کر مالا جاری کرنے کی زوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی تھوڑی چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حرف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھتا ہو جاتی۔ چینی کے پہلے ہونے ہر حصے کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

چینی ادب (ساہتیہ)

اور دوسرے پوری ادب (ساہتیہ) کی طرح چینی کے اپنے ساہتیہ کی بھی کوئی تاریخ (انتہاس) نہیں ہے۔ لیکن ادبی تاریخ اور تفسیر (آلچنا) کو چھوڑ کر چینی ساہتیہ نے ہر جانب (دشا) ترقی کی ہے۔ چینی ساہتیہ کو ہم چھ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مثلاً شاعری (کویتا) جس میں پوپ (سالچنا) فلسفہ (دشن) اور مذہبی چیزیں شامل ہیں، انتہاس جس میں ہر طرح کا انتہاس سرکاری اور غیر سرکاری، سوانح عمری (آتم کتا) اور بیوگراف شامل ہیں، آرٹ (کا) اور سائنس (دیکان) تھا زبان کا علم (بہاشا شاستر) جس میں انسائیکلوپیڈیا (وشو کوش) اور لغت (شید سنکرہ) آدی شامل ہیں۔ اب ہمیں اس پر ایک سرکاری نگاہ ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ چینی عالم اور ساہتیوں نے اس میدان میں کس درجہ ترقی کی۔

شاعری (کویتا)

دوسری پرانی زبانوں کی طرح چینی ساہتیہ میں بھی گیت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پرانی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گیتوں کا پوتا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گیتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظمیں (کویتائیں) بھی، چلیں ہم مثلاً (کھڈ کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظاروں کی تصویر کھینچنے والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آسمانوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق کھانے والی شاعری میں بھی اس میں کہیں بے ادب دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ یہ تکی شاعری (آلوکات کویتا) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چھوٹوں

کے کاموں کو توڑ کر جو شاعری لکھی جاتی تھی وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی تھی۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 ای۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلہوسیس نے (551 ای۔ یو۔ - 479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت اکٹھا کئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانت کر 811 گیتوں کا ایک سندھ مجموعہ (سنگو) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب میں مشہور شاعر ای۔ تائی یو (762 ع - 705 ع) اور تو۔ نو (770 ع - 712 ع) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ تائی۔ یو۔ کو لوگ اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹن فرشتہ' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شیلے لیکھوں) پر اناری لکھیں۔

سوجھ دکھمات میں راجاؤں کا بادشاہ پاکر شاعری نے بہت زیادہ ترقی کی۔ یہ زمانہ 960 عیسوی سے شروع ہو کر قریب 300 برس رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے کی شاعری ہر رنگ اور ہر تھلک کی ہے مگر پھر بھی اس وقت شاعری کے جو کچھ قاعدے قانون بن گئے تھے ان کی وجہ سے اس میں جدت پسندی (مواکتا) کی کمی دکھائی دیتی ہے۔

قدردانوں کے لحاظ سے سونگ - تونگ - یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پریم) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ - لیکھ) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں کنگ - ہی اور چئین - لونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

افسانے (ایپالاس)

شاہستانی چینی سادگی کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (ایپالاسوں) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گہری زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واسٹالٹیں) اپنی رنگی شکل میں درج (چترت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینٹا) کے اس میں انسانوں (ایپالاسوں) کا لکھا جانا توڑپھٹا نہیں ہے۔

کے کاموں کو توڑ کر جو شاعری لکھی جاتی تھی وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی تھی۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 ای۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلہوسیس نے (551 ای۔ یو۔ - 479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت اکٹھا کئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانت کر 811 گیتوں کا ایک سندھ مجموعہ (سنگو) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب میں مشہور شاعر ای۔ تائی یو (762 ع - 705 ع) اور تو۔ نو (770 ع - 712 ع) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ تائی۔ یو۔ کو لوگ اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹن فرشتہ' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شیلے لیکھوں) پر اناری لکھیں۔

قدردانوں کے لحاظ سے سونگ - تونگ - یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پریم) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ - لیکھ) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں کنگ - ہی اور چئین - لونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

افسانے (ایپالاس)

شاہستانی چینی سادگی کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (ایپالاسوں) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گہری زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واسٹالٹیں) اپنی رنگی شکل میں درج (چترت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینٹا) کے اس میں انسانوں (ایپالاسوں) کا لکھا جانا توڑپھٹا نہیں ہے۔

شروع ہوتا ہے۔ 17 ویں صدی میں انسانی نوعیت کی پہلی چینی پر پورنچی جب 'ہونگمو' اور 'لہاو چل' جیسے مشہور انسانے لکھے گئے۔ ان میں سے پہلے آپنیاس کے لکھنے والے کا پتہ نہیں چلتا مگر وہ کلا کے لحاظ سے اچھا سمجھا گیا ہے۔ پریم اور شریمنٹر، دولت اور غربت، سادگی اور کھلمبہن آدمی مختلف کیفیتوں کی اننی خوبصورتی کے ساتھ کہانی میں جھلک دکھائی گئی ہے کہ پڑھکر لیکھک کی قلم چومنے کی طبیعت ہوتی ہے۔ آپنیاس میں قریب 400 پاتر ہیں جن کے چتر کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پھر کیا گیا ہے۔ آپنیاس میں جگہ جگہ سطحی گنڈھٹ (گرامینٹا) ضرور دکھائی دیتی ہے پر آجکل کے آپنیاس میں جو ایک جان لہوا سمجھاؤ (کھانک وینجنا) ہوتا ہے وہ ان میں نہ ملے گا۔ 'لہاو چل' کا لیکھک یو سن لن ہے جس نے اے سن 1679ع میں لکھا۔ سائنٹیک لوگ اسے سائنٹیک اسٹائل کے لئے ایک عقلی چیز (وچار کرتی) سمجھتے ہیں۔ اس میں دیہاتی پاتروں کی گہری زندگی کا سندر اور صحیح (واسٹوک) خاکہ ہے۔

ناटक

چین میں اپنیاسوں کے ساتھ ساتھ ہی ناٹکوں کا لکھا جانا بھی شروع ہوا۔ ناٹکوں کا دور منگولوں کا وقت (1368-1260ء) سمجھا جاتا ہے حالانکہ مامولی روم میں ناٹک پورانے ادب (پراچین ساہتیہ) میں بھی ملتے ہیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چینی ساہتیہ میں منگول بادشاہوں نے ناٹکوں کا رواج ڈالا اور اس لئے چینی ناٹکوں کی مدھیہ ایشیائی بنیاد ہے۔ لیکن اس وقت چینی، چنگا ناٹکوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ شائد دنیا میں چینی چنگا کے برابر دوسری چنگا ناٹکوں کو اتنا پسند نہیں کرتی۔ منگولوں کے زمانے کے لئے ہوئے قریب 100 ناٹکوں کا ایک مجموعہ سن 1615ع میں شائع ہوا تھا۔ ایک دوسرا بڑا (ورہت) سنکرہ سن 1845 میں نکلا جس میں ناٹکوں کو ترتیب وار (ورگیکرن) کر کے انہیں شائع کیا گیا۔

ناٹک

چین میں آپنیاسوں کے ساتھ ساتھ ہی ناٹکوں کا لکھا جانا بھی شروع ہوا۔ ناٹکوں کا دور منگولوں کا وقت (1368-1260ع) سمجھا جاتا ہے حالانکہ معمولی روپ میں ناٹک پورانے ادب (پراچین ساہتیہ) میں بھی ملتے ہیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چینی ساہتیہ میں منگول بادشاہوں نے ناٹکوں کا رواج ڈالا اور اس لئے چینی ناٹکوں کی مدھیہ ایشیائی بنیاد ہے۔ لیکن اس وقت چینی، چنگا ناٹکوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ شائد دنیا میں چینی چنگا کے برابر دوسری چنگا ناٹکوں کو اتنا پسند نہیں کرتی۔ منگولوں کے زمانے کے لئے ہوئے قریب 100 ناٹکوں کا ایک مجموعہ سن 1615ع میں شائع ہوا تھا۔ ایک دوسرا بڑا (ورہت) سنکرہ سن 1845 میں نکلا جس میں ناٹکوں کو ترتیب وار (ورگیکرن) کر کے انہیں شائع کیا گیا۔

تاریخ (آپنیاس)

تاریخ (آپنیاس)

قدیم (پراچین) زمانے کے لئے ہوئے چینی آپنیاسوں میں سب سے خاص کنفرمیس کا لکھا ہوا آپنیاس ہے۔ وہ پورانک راجہ یاؤ (2205 ای۔ پو۔ 1357 ای۔ پو۔) سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس وقت ہی چین میں لوگ صرف ایک اللہ (ایکیشور واد) کو مانتے تھے۔ یاؤ کے آٹھ برس بعد عمارت بنانے والا راجہ یو عوا جس نے زبردست ہارہ آلے کے کون راجہ ہر میں ہزاروں میل کے دائرے میں جو پانی پھر گیا تھا اسے بڑی ترکیب سے باہر نکالا۔ پچھلی لیکھک اس قصہ کو ہائل کے Deluge (پولہ) کی کہانی سے ملاتے ہیں۔

قدیم (پراچین) زمانے کے لئے ہوئے چینی آپنیاسوں میں سب سے خاص کنفرمیس کا لکھا ہوا آپنیاس ہے۔ وہ پورانک راجہ یاؤ (2205 ای۔ پو۔ 1357 ای۔ پو۔) سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس وقت ہی چین میں لوگ صرف ایک اللہ (ایکیشور واد) کو مانتے تھے۔ یاؤ کے آٹھ برس بعد عمارت بنانے والا راجہ یو عوا جس نے زبردست ہارہ آلے کے کون راجہ ہر میں ہزاروں میل کے دائرے میں جو پانی پھر گیا تھا اسے بڑی ترکیب سے باہر نکالا۔ پچھلی لیکھک اس قصہ کو ہائل کے Deluge (پولہ) کی کہانی سے ملاتے ہیں۔

دوسری عمری (جینی)

دوسری زبانوں سے ملنے والی جینی زبانیں جینی میں ہی لکھی گئی ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جینیوں پر بڑے بڑے پتے لکھے ہیں۔ جینی جینیوں میں پیداہی کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا۔ موت کی تاریخ سے پیداہی کا وقت نکالنا پڑتا ہے۔ جینی جینیوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے۔

جنرل (ہوگرل)

جنرل (ہوگرل)

جنرل پر جینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔ 16 ویں صدی میں پہلی بار جنرل پر جینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے۔ سن 1745 میں ہوگرل پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں ہوگرل (ہستار) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے۔ اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے۔

یاترا ورتانت

یاترا ورتانت

ملکی حیثیت سے جینی ہمیشہ سے یاترا کے شوقین رہے ہیں۔ اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھڑوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی آہنگ آئی۔ اس آہنگ کو پورا کرنے کی غرض سے سن 1493ع میں فاطمہ گری کے ریگستان کو پار کرتا، مध्य ایشیا کے سونسان بیابان سے گزرتا، ہندوکش پہاڑ کو لانگھتا ہوا ہندستان کے خاص خاص شہروں میں تھرتا، ایک دو برس لگا میں رک کر چین کے لئے روانہ ہوا اور بہت سی کتابیں، تصویروں اور مورثیوں کے لئے 1414ع میں جہازی راستے سے چین واپس پہونچا۔

ہندستان کے نقطہ نظر سے ہوئیں تسانگ کی یاترا نہیں زیادہ پر اثر تھی۔ وہ چین میں سن 629ع میں روانہ ہوا اور 16 برس کے بعد سن 645ع میں چین واپس پہونچا۔ اپنے ساتھ وہ یہاں سے 700 بڑے بڑے، تصویروں اور یادگاریں لے گیا۔ واپس پہونچکر وہ ان تمام بڑے بڑوں کا چینی میں ترجمہ کرنے میں لگ گیا اور اپنی دلچسپ یاترا کو اس نے 'چینی ملکوں کا بیان' کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

راجنیک رتہ شاستر

راجنیک رتہ شاستر

سن 700 لی۔ یو میں چینی راجہ نے وزیر اعظم کو ان چونگ کا پہلی دیہی کے اخلاقی (ارتھک) سوالوں کی

دوسری زبانوں سے ملنے والی جینی زبانیں جینی میں ہی لکھی گئی ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جینیوں پر بڑے بڑے پتے لکھے ہیں۔ جینی جینیوں میں پیداہی کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا۔ موت کی تاریخ سے پیداہی کا وقت نکالنا پڑتا ہے۔ جینی جینیوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے۔

جنرل پر جینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔ 16 ویں صدی میں پہلی بار جنرل پر جینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے۔ سن 1745 میں ہوگرل پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں ہوگرل (ہستار) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے۔ اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے۔

ملکی حیثیت سے جینی ہمیشہ سے یاترا کے شوقین رہے ہیں۔ اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھڑوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی آہنگ آئی۔ اس آہنگ کو پورا کرنے کی غرض سے سن 1493ع میں فاطمہ گری کے ریگستان کو پار کرتا، مध्य ایشیا کے سونسان بیابان سے گزرتا، ہندوکش پہاڑ کو لانگھتا ہوا ہندستان کے خاص خاص شہروں میں تھرتا، ایک دو برس لگا میں رک کر چین کے لئے روانہ ہوا اور بہت سی کتابیں، تصویروں اور مورثیوں کے لئے 1414ع میں جہازی راستے سے چین واپس پہونچا۔

ہندستان کے نقطہ نظر سے ہوئیں تسانگ کی یاترا نہیں زیادہ پر اثر تھی۔ وہ چین میں سن 629ع میں روانہ ہوا اور 16 برس کے بعد سن 645ع میں چین واپس پہونچا۔ اپنے ساتھ وہ یہاں سے 700 بڑے بڑے، تصویروں اور یادگاریں لے گیا۔ واپس پہونچکر وہ ان تمام بڑے بڑوں کا چینی میں ترجمہ کرنے میں لگ گیا اور اپنی دلچسپ یاترا کو اس نے 'چینی ملکوں کا بیان' کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

سن 700 لی۔ یو میں چینی راجہ نے وزیر اعظم کو ان چونگ کا پہلی دیہی کے اخلاقی (ارتھک) سوالوں کی

مصر کا نام۔ مصر کے نام کے 21 حصے تھے جن میں 15 حصے
مصر کا اور باقی 6 حصے مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔
مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔ مصر کے رہائشیوں کے
ہاتھ میں تھے۔ مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔
مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔ مصر کے رہائشیوں کے
ہاتھ میں تھے۔ مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔
مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔ مصر کے رہائشیوں کے
ہاتھ میں تھے۔ مصر کے رہائشیوں کے ہاتھ میں تھے۔

چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں مینیسٹرس نامک
ایک مشہور چینی فلسفہ تھا۔ اس نے ہونگ کی تیجارت
پر ٹیکس لگانے کی سلاہ دی۔ لیکن اس سے اس کی موراہ
کچھ راج کی آمدنی بڑھانا نہیں تھا بلکہ لوگوں کی کٹلی
ہٹا کر ان کی

پورے زمانے کے چینی دارشکون میں ہونگ کا نام سب
سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
اس کی کہانوں اور افسانوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب پھلتی سے
دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشکون ہوئے ان میں
کنفوسیوس (کن فوژے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لکھا
ہوا 'لوراجیہ کا انہاس' ہی اسے انہاسکار کی حیثیت سے امر ہوا
دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفوسیوس انہاسکار کے مقابلہ میں
ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
شہدوں کو دیتے ہوئے اس کے سند پر افسانوں اور اس کی نجی
زندگی کے واقعات کنفوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
ایک میں درج ہیں۔ کنفوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
انسان ہمدردی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے افسانوں کے
مطابق وہ روشناسی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
کا افسانہ تھا—اس دنیا کے رہائشیوں کے لاپس میں نیک چلن
نہ ہوا بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ماں باپ کی خدمت اور پردوس
کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پورے زمانے کے چینی دارشکون میں ہونگ کا نام سب
سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
اس کی کہانوں اور افسانوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب پھلتی سے
دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشکون ہوئے ان میں
کنفوسیوس (کن فوژے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لکھا
ہوا 'لوراجیہ کا انہاس' ہی اسے انہاسکار کی حیثیت سے امر ہوا
دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفوسیوس انہاسکار کے مقابلہ میں
ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
شہدوں کو دیتے ہوئے اس کے سند پر افسانوں اور اس کی نجی
زندگی کے واقعات کنفوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
ایک میں درج ہیں۔ کنفوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
انسان ہمدردی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے افسانوں کے
مطابق وہ روشناسی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
کا افسانہ تھا—اس دنیا کے رہائشیوں کے لاپس میں نیک چلن
نہ ہوا بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ماں باپ کی خدمت اور پردوس
کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پورے زمانے کے چینی دارشکون میں ہونگ کا نام سب
سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
اس کی کہانوں اور افسانوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب پھلتی سے
دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشکون ہوئے ان میں
کنفوسیوس (کن فوژے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لکھا
ہوا 'لوراجیہ کا انہاس' ہی اسے انہاسکار کی حیثیت سے امر ہوا
دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفوسیوس انہاسکار کے مقابلہ میں
ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
شہدوں کو دیتے ہوئے اس کے سند پر افسانوں اور اس کی نجی
زندگی کے واقعات کنفوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
ایک میں درج ہیں۔ کنفوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
انسان ہمدردی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے افسانوں کے
مطابق وہ روشناسی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
کا افسانہ تھا—اس دنیا کے رہائشیوں کے لاپس میں نیک چلن
نہ ہوا بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ماں باپ کی خدمت اور پردوس
کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پورے زمانے کے چینی دارشکون میں ہونگ کا نام سب
سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
اس کی کہانوں اور افسانوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب پھلتی سے
دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشکون ہوئے ان میں
کنفوسیوس (کن فوژے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لکھا
ہوا 'لوراجیہ کا انہاس' ہی اسے انہاسکار کی حیثیت سے امر ہوا
دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفوسیوس انہاسکار کے مقابلہ میں
ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
شہدوں کو دیتے ہوئے اس کے سند پر افسانوں اور اس کی نجی
زندگی کے واقعات کنفوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
ایک میں درج ہیں۔ کنفوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
انسان ہمدردی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے افسانوں کے
مطابق وہ روشناسی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
کا افسانہ تھا—اس دنیا کے رہائشیوں کے لاپس میں نیک چلن
نہ ہوا بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ماں باپ کی خدمت اور پردوس
کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

چینی سائنس میں ویدیک شاستر کے اوپر بہت سی کتابیں ہیں۔ لیکن تمام کتابیں کا مجموعہ (سنگرہ) 'سن شین' کے نام سے سن 2698-2698ء کے درمیان میں کیا گیا۔ چینی میں نیپاشی (ناری پریشا)، و صغرا، سودا، بلغم (ہات، پت، کف) آدمی گلوں، مختلف طرح کے بخاروں (جوروں) اور دل کی حرکت (ہرڈنگ) پر بہت سی پستکیں ہیں۔ چینی ایپروپد شاستر 'سینٹریا مڈیکا'، 'انٹا پوانا' ہے کہ لوگ اُسے تاریخ سے ہی پوانا (پراگ ایپتھاسک کال کا) مانتے ہیں۔ 26 درجوں کی گٹار انٹیک محسوسات کے بعد اُس کا موجودہ ایڈیشن سن 1578ء میں 'یون تساو' کے نام سے پراکٹ ہو گیا۔ یہ ایک اہل غور بات ہے کہ چینی یون تساو میں اصل (مولک) دوائیں 365 ہیں اور ان میں ایک ایک دوا سال کے 365 دنوں میں سے ایک ایک دن کے ساتھ منسوب (سبڈسٹ) ہے۔ ان میں 120 وشادی (سنگھیا، کچلا آدمی، زہریلی دوائیں) ہیں، 120 سورن آدمی (سونا، چاندی، نائبا، موتی، مورگا، لسی کی ہسم) اور 120 کشتادی (جڑی بوٹیاں) ہیں۔

خیتی

حالانکہ راجنیتیک اثر شاخ کے اصولوں پر چین میں ہزاروں سال کی پیدائش سے ساریوں پہلے چرچا ہوتی تھی پر خیتی کے اوپر چینی سائنس میں کوئی مستند (پرامانک) کتاب 1200ء سے پہلے نہیں نکلی۔ سن 1200ء میں یون نے پہلی بار خیتی، جانوروں کا پالان اور ریشم کے کڑوں کے اوپر ایک بڑی سی کتاب لکھی۔ یہ کھیتی پر ویکیانک اور اسٹینڈرڈ کتاب ہو کر ہوئی (1562-1634) نے لکھوائی۔ اس پستک کا نام 'چین-چوان-شو' ہے اور یہ چھ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

چیتراکلا

بہت شروعاتی زمانے سے ہی چینی چیتراکلا کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراکی (شوبنلےکھن) کی بھی چیتراکلا کے ساتھ ہی ساتھ ترکاریوں کی ہیں۔ چیتراکلا پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر 1119 اور 1126ء کے درمیان میں 'چین-چوان-شو' نامک پرچ لکھا گیا۔ اس کے بعد (لےکھ) کے نام کا پتا نہیں چلتا لیکن اس میں 236 چینی چیتراکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چیتروں کا اس میں سمبند ہے۔

چیتراکلا

چینی سائنس کی شروعاتی ترکاری نے یہ ضروری کر دیا کہ چیتراکلا (لےکھ) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا (چیتراکلا) کی رچنا کی جائے۔ 'سائیکس' نے

چینی سائنس میں ویدیک شاستر کے اوپر بہت سی کتابیں ہیں۔ لیکن تمام کتابیں کا مجموعہ (سنگرہ) 'سن شین' کے نام سے سن 2698-2698ء کے درمیان میں کیا گیا۔ چینی میں نیپاشی (ناری پریشا)، و صغرا، سودا، بلغم (ہات، پت، کف) آدمی گلوں، مختلف طرح کے بخاروں (جوروں) اور دل کی حرکت (ہرڈنگ) پر بہت سی پستکیں ہیں۔ چینی ایپروپد شاستر 'سینٹریا مڈیکا'، 'انٹا پوانا' ہے کہ لوگ اُسے تاریخ سے ہی پوانا (پراگ ایپتھاسک کال کا) مانتے ہیں۔ 26 درجوں کی گٹار انٹیک محسوسات کے بعد اُس کا موجودہ ایڈیشن سن 1578ء میں 'یون تساو' کے نام سے پراکٹ ہو گیا۔ یہ ایک اہل غور بات ہے کہ چینی یون تساو میں اصل (مولک) دوائیں 365 ہیں اور ان میں ایک ایک دوا سال کے 365 دنوں میں سے ایک ایک دن کے ساتھ منسوب (سبڈسٹ) ہے۔ ان میں 120 وشادی (سنگھیا، کچلا آدمی، زہریلی دوائیں) ہیں، 120 سورن آدمی (سونا، چاندی، نائبا، موتی، مورگا، لسی کی ہسم) اور 120 کشتادی (جڑی بوٹیاں) ہیں۔

چیتراکلا

حالانکہ راجنیتیک اثر شاخ کے اصولوں پر چین میں ہزاروں سال کی پیدائش سے ساریوں پہلے چرچا ہوتی تھی پر خیتی کے اوپر چینی سائنس میں کوئی مستند (پرامانک) کتاب 1200ء سے پہلے نہیں نکلی۔ سن 1200ء میں یون نے پہلی بار خیتی، جانوروں کا پالان اور ریشم کے کڑوں کے اوپر ایک بڑی سی کتاب لکھی۔ یہ کھیتی پر ویکیانک اور اسٹینڈرڈ کتاب ہو کر ہوئی (1562-1634) نے لکھوائی۔ اس پستک کا نام 'چین-چوان-شو' ہے اور یہ چھ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

چیتراکلا

بہت شروعاتی زمانے سے ہی چینی چیتراکلا کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراکی (شوبنلےکھن) کی بھی چیتراکلا کے ساتھ ہی ساتھ ترکاریوں کی ہیں۔ چیتراکلا پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر 1119 اور 1126ء کے درمیان میں 'چین-چوان-شو' نامک پرچ لکھا گیا۔ اس کے بعد (لےکھ) کے نام کا پتا نہیں چلتا لیکن اس میں 236 چینی چیتراکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چیتروں کا اس میں سمبند ہے۔

چیتراکلا

چینی سائنس کی شروعاتی ترکاری نے یہ ضروری کر دیا کہ چیتراکلا (لےکھ) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا (چیتراکلا) کی رچنا کی جائے۔ 'سائیکس' نے

ہر کسی کتاب کو پیمائش کے لیے (مقائمتی پیمائش) اور یہ 1000 سے لکھا گیا۔ کرویہ چار سو برس کے بعد ہر دوسرا پیمائش کو 'یو یان لو تا تین' سن 1408 سے لکھا گیا۔ اس میں کتب-سب کے پیمائش، تاریخ، زمانہ اور عام ساہتیہ پر مشتمل (مستند) حوالہ ملتا ہے۔ تیسرا بڑا پیمائش 'تو شی پیا' سمراٹ کا کہی نے تیار کرایا پر ہر کے بارے (مستند) سمراٹ کا کہی (1723-1736 سے) نے اسے شایا (مستند) کیا۔ اس میں ہر طرح کے اسلامی حوالہ دینے کی کوشش کی گئی ہے، جیسے—تاریخ، مثنوی، کلا، پیمائش، فلسفہ (زمانہ)، سیاست (مستند) وغیرہ۔

ایک سرسری نظر

چینی ساہتیہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی چار باتیں ظاہر ہوتی ہیں (1) اس کی قدیمیت (مستند)، (2) مستند ہونا (مستند)، (3) مستند ہونا (مستند) اور (4) مستند ہونا (مستند)۔ چینی میں ساہتیہ کی ہزاروں برس کے دور میں جو لگاتار ترقی ہوئی ہے، مختلف شعبوں پر جس ویکارنگ طریقہ سے کتابیں لکھی گئی ہیں، انہماک و اوقات کو جس صحیح صحیح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ہر طرح کے ساہتیہ کو پیمائش سے جس طرح بچایا گیا ہے—یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکی مثال دوسرے شعبوں کی لکھی تاریخ (مستند) میں نہیں ملتی۔

اس لکھ کو ختم کرتے ہوئے ایک ضروری بات یہ کہنی ہے کہ چینی پیمائش اور تاریخیوں نے جو اتنی زبردست ترقی کی اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ سن 105 سے ہی چینی لوگوں کو کارا بنانا آ گیا تھا اور دسویں صدی میں چھاپے کی کلا سے بھی چینی والے باکریاں ہوتی تھیں اور یہ کہ چینی زمانہ تھا جب یورپیہ تہذیب اندھیرے میں غرق ہوئی تھی۔

ایک ایسی طرح کی پیمائش (مستند) اور یہ 1000 سے لکھا گیا۔ تیسرا بڑا پیمائش 'تو شی پیا' سن 1408 سے لکھا گیا۔ اس میں کتب-سب کے پیمائش، تاریخ، زمانہ اور عام ساہتیہ پر مشتمل (مستند) حوالہ ملتا ہے۔ تیسرا بڑا پیمائش 'تو شی پیا' سمراٹ کا کہی نے تیار کرایا پر ہر کے بارے (مستند) سمراٹ کا کہی (1723-1736 سے) نے اسے شایا (مستند) کیا۔ اس میں ہر طرح کے اسلامی حوالہ دینے کی کوشش کی گئی ہے، جیسے—تاریخ، مثنوی، کلا، پیمائش، فلسفہ (زمانہ)، سیاست (مستند) وغیرہ۔

ایک سرسری نظر

چینی ساہتیہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی چار باتیں ظاہر ہوتی ہیں (1) اس کی قدیمیت (مستند)، (2) مستند ہونا (مستند)، (3) مستند ہونا (مستند) اور (4) مستند ہونا (مستند)۔ چینی میں ساہتیہ کی ہزاروں برس کے دور میں جو لگاتار ترقی ہوئی ہے، مختلف شعبوں پر جس ویکارنگ طریقہ سے کتابیں لکھی گئی ہیں، انہماک و اوقات کو جس صحیح صحیح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ہر طرح کے ساہتیہ کو پیمائش سے جس طرح بچایا گیا ہے—یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکی مثال دوسرے شعبوں کی لکھی تاریخ (مستند) میں نہیں ملتی۔

اس لکھ کو ختم کرتے ہوئے ایک ضروری بات یہ کہنی ہے کہ چینی پیمائش اور تاریخیوں نے جو اتنی زبردست ترقی کی اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ سن 105 سے ہی چینی لوگوں کو کارا بنانا آ گیا تھا اور دسویں صدی میں چھاپے کی کلا سے بھی چینی زمانہ تھا جب یورپیہ تہذیب اندھیرے میں غرق ہوئی تھی۔

پروفیسر محمد محبوب

پروفیسر محمد محبوب

انسان کو خدا اسی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی اُنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پیر اُسے کئی برس سے سمجھا رہے تھے، لیکن اُس نے اپنی زندگی کا تھنگ بدلنے کا ارادہ اُسی وقت کیا جب اُس کی جوان لڑکی اور دس برس کا بڑا ایک ہی ہفتے کے زہر انتقال کر گئے اور اُسے اپنی داڑھی میں سفید بال نظر آنے لگے۔

انسان کو خدا اسی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی اُنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پیر اُسے کئی برس سے سمجھا رہے تھے، لیکن اُس نے اپنی زندگی کا تھنگ بدلنے کا ارادہ اُسی وقت کیا جب اُس کی جوان لڑکی اور دس برس کا بڑا ایک ہی ہفتے کے زہر انتقال کر گئے اور اُسے اپنی داڑھی میں سفید بال نظر آنے لگے۔

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اُس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اُس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

پرانے مکان میں اُس نے رات گزارنا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورتِ شکل پر اِنفا بیروسے نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اُس پر راضی ہو گئی اور مچھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اُس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اُسے معلوم ہوتا کہ جیسے اُس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اُس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اُس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اُسے اکثر تعجب ہوتا تھا؛ لیکن وہ اُسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

پرانے مکان میں اُس نے رات گزارنا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورتِ شکل پر اِنفا بیروسے نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اُس پر راضی ہو گئی اور مچھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اُس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اُسے معلوم ہوتا کہ جیسے اُس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اُس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اُس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اُسے اکثر تعجب ہوتا تھا؛ لیکن وہ اُسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

مکان کا بنوانا اُس نے اپنے مختار مومند میاں کے سپرد کیا اور وہ روزِ جاکر اُس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کروادو۔

مکان کا بنوانا اُس نے اپنے مختار مومند میاں کے سپرد کیا اور وہ روزِ جاکر اُس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کروادو۔

’مومند میاں! روپیہ کا بالکل خیال نہ کرو، جتنے مزدور ملیں اُس پر لگادو۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہوں۔ میرا ارادہ اب سیدھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومند میاں، تم پرتی سے کام کرو، مزدور بہت سے لگا دو۔ میں نئے مکان کی ترس میں مرنے لگا ہوں۔‘

’مومند میاں! روپیہ کا بالکل خیال نہ کرو، جتنے مزدور ملیں اُس پر لگادو۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہوں۔ میرا ارادہ اب سیدھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومند میاں، تم پرتی سے کام کرو، مزدور بہت سے لگا دو۔ میں نئے مکان کی ترس میں مرنے لگا ہوں۔‘

ہر صبح کو اُس کی بھانجی اور مومند میاں میں بڑی سفاک و جھگڑا ہوا ہوتا ہے۔

ہر صبح کو اُس کی بھانجی اور مومند میاں میں بڑی سفاک و جھگڑا ہوا ہوتا ہے۔

467

’ہاں بھائی، ٹھیک کہتے ہو؟۔ اُس نے ٹھنڈی سانس پیر کر کہا۔ تم یہاں کوئی ایک مہینہ سے کام کر رہے ہو اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم ہو یہی یا نہیں..... لیکن اب دھڑبھ دھڑبھ پہری طبیعت بدل رہی ہے اب مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے رسول اللہؐ نے کیا ہے کہ انہوں نے لگے جلست میں جان اٹنا ہی مشکل

[illegible]

‘हां बख्श ! जब सारी दुनिया खुदाई की है, तो खुदाय को भूले
है दुनिया कैसे मिले ?’—मिस्त्री ने इतमीनाय से कहा.

‘हां ब्रीक कहते हो.....इसलिये मैंने इरादा कर लिया है कि अपना पुराना मकान, जहां मैं अपनीसें की तरह रहता था, छोड़ दूंगा, और इस नये मकान में बैठकर अपने खुदा की इबादत करूंगा।’

मिस्त्री कुछ कहना चाहता था मगर रुक गया। अग्रदूतों ने शिल-
सिला जारी रखी—‘मैं अब यहाँ बिल्कुल गरीबों की ज़िन्दगी बसर
करूँगा....गरीबों के साथ रहूँगा...सबका दोस्त, सबका भाई...’

अयूबको कुछ देर तक खामोश खड़ा खोचता रहा. दिल की बात ब्रह्मन पर इतनी आसानी से नहीं आती. मिस्त्री ने एक ठंड़ी साँभ ली और काम शुरू कर दिया; लेकिन दोनों को यह माध्यम हो गया कि वनमें दोस्ती हो गई है, और दोनों इससे बहुत खुश हुए. अयूबका मैं अब किसी क्रिस्म की क्रिस्म का ज़ाती नहीं रही.

धूमते-धूमते वह उस जगह पर भी पहुँचा जहाँ वह नौजवान पग्लूरनी काम कर रही थी, जिसकी आँखों और मुसकराहट ने अय्यबख्शों में यह नया जोश पैदा कर दिया था, लबकी ने अय्यबख्शों और सिर्फ एक सरसरी नज़र बाली और अपने काम में लगी रही; लेकिन अय्यबख्शों को यह नज़र भी बहुत प्यारी मालूम हुई, वह रातों की मुहब्बत, हमदर्दी, दिली देस्ती से भरी थी, उसने एकदम में ज़हिर बर दिया, जो महीनों की दोस्ती में नहीं बताया जा सकता और फिर ज़बान में वह कूबते अदा कहाँ जो निगाहों में हुआ करती है, कम-से-कम अय्यबख्शों इसे यों ही समझा, उसने यह नहीं सोचा के मज़दूरनी उसकी राज़दर क्यों बनने लगी, ऐसी बात आज उसके देमाग़ में समा ही नहीं सकती थी, आज वह सच्चा भाई, सब का हेस्त था, उसे एक तरह से आशा थी कि हर मर्द और औरत उससे अपनी मुहब्बत का इज़हार करेगी, और इसमें उसे निराशा नहीं है.

मिस्त्री उसके बेतक़्क़ूफ़ी से बातें करने लगे और हर रोज़ उनसे बातें करने में अग्रगण्य को नया आनन्द आता था; हर रोज़ वह ये जज़्बात दिल में खमेड कर घर बापस जाता, जैसे लोग कोई प्रेमती चीज़ बहुत में दबाकर ले जाते हैं और इस दीसत को अपने हृदय के खानने पेश करता. इबादत उसके लिए एक मुलाकात-खी हो गई, जिसकी वह विलासत और पुरखण्ड बनाने के लिए हर दिन ई ईसी ईसता और नये आँख रोता. मिस्त्रियों से बातचीत करते ए उसे हमेशा कोई-न-कोई ऐसी बात सुनाई देती जो उसे लगाई और इत्फ़ात से लगी हुई आनन्द होती. इस आनन्द अजबदुर्ली की आँखों

ہر چھٹا لڑکتا کاسولی کے نام سے منانا۔ میں نے اپنی
 جوانی بڑی بڑی طرح گذاری۔ ابھی کچھ دین ہوگا
 جب میرے دو بچے ایک ہی مقام کے اندر مر گئے، تب
 مجھے خیال آیا کہ خدا بھی ایک چیز ہے، اور جو خدا کو
 پہنچ جاتا ہے، اس کا نقصان ہی نقصان ہے۔

’ہاں ہجیر ! جب ساری دنیا کھدائی کی ہے تو کھدائے کو پھول سے دنیا کیسے ملے ؟‘ — مستری نے اطمینان سے کہا ۔

’ہاں ٹھیک کہتے ہو..... اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنا پرانا مکان، جہاں میں امیروں کی طرح رہتا تھا، چھوڑ دوں گا اور اس نئے مکان میں بیٹھ کر اپنے خدا کی عبادت کروں گا۔‘

مستری کچھ کہنا چاہتا تھا مگر رک گیا۔ ایوب خاں نے سلسلہ جاری رکھا۔ ’میں اب یہاں بالکل غریبوں کی زندگی بسر کروں گا... غریبوں کے ساتھ رہوں گا... سب کا دوست، سب کا بھائی...‘

ایرب خاں کچھ دیر تک خاموشی کھڑا سوچتا رہا۔ دل کی بات زبان پر اننی آسانی سے نہیں آئی۔ مستری نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کام شروع کر دیا؛ لیکن دونوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُن میں دوستی ہو گئی ہے، اور دونوں اُس سے بہت خوش ہوئے۔ ایرب خاں میں اب کسی قسم کی جھجھک باقی نہیں رہی۔

گھومتا گھومتا وہ اُس جگہ پر بھی پہنچا جہاں وہ نوحوان مزدورنی کلم کر رہی تھی، جس کی آنکھوں اور مسکراہٹ نے ایوب خاں میں یہ تھا جو وہی پیدا کر دیا تھا۔ لڑکی نے ایوب خاں پر صرف ایک سرسری نظر ڈالی اور اپنے کام میں لگی رہی؛ لیکن ایوب خاں کو یہ نظر بھی بہت پیاری معلوم ہوئی۔ وہ بوسوں کی محبت، ہمدردی، دلی دوستی سے بھری تھی، اُس نے ایک دم میں ظاہر کر دیا، جو سہیڈوں کی دوستی میں نہیں بنایا جاسکتا اور پھر زبان میں وہ قوت ادا کہیں جو نگاہوں میں ہوا کرتی ہے۔ کم سے کم ایوب خاں اُسے یہیں ہی سمجھا اُس نے یہ نہیں سوچا کہ مزدورنی اُس کی راؤدار نہیں بلکہ تھی، ایسی بات آج اُس کے دماغ میں سما ہی نہیں سکتی تھی۔ آج وہ سب کا بھائی، سب کا دوست تھا۔ اُسے ایک طرح سے آشنا تھی کہ ہر مرد اور عورت اُس سے اپنی محبت کا اظہار کرے گی، اور اُس میں اُسے نراشا نہیں ہوئی۔

مستربی اُس سے بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے اور ہر روز اُن سے باتیں کرنے میں ایوب خاں کو نیا اُنند آتا تھا؛ ہر روز وہ نئے جذبات دل میں سمیٹ کر گھر واپس جاتا، جیسے لہک کوئی قیمتی چیز ہتل میں دبا کر لے جاتے ہیں اور اُس دولت کو اپنے خدا کے سامنے پیش کرتا۔ عبادت اُس کے لئے ایک ملاقات سی ہو گئی، جسکو وہ دلچسپ اور پر لطف بنانے کے لئے ہر دن نئی ہلسی دھندنا، نئے آئینے، روم، مستریوں سے بات چیت کرتے ہوئے اُسے ہمیشہ کوئی نئی کوئی ایسی بات سنائی دیتے جو اُسے سچائی اور مصیبت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی۔ اُس چاروں مزدوروں کی آنکھیں

میں جتنا کہ ایک ایسا عورت تھا کہ ایوب خاں کے دل میں ہر روز ایک تھا منگامہ پیدا ہوتا اور اسے سکون اسی وقت ہوتا جب وہ عبادت میں اپنے خدا کو سراہا حال سنا دیتا۔

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور مستری اندر دیواروں پر چونا لگا رہے تھے تو بڑے میٹھی نے، جو انیسویں سے ہالنگو کرتا تھا، مسکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہنے لگے؟'

'کب؟'

'ہم کہا کہ پانچ کمرے ہیں، اور، میں کون رہنے لگاؤں؟'

دن رات نچلے پڑتے ہیں۔ ایوب خاں مسکرایا اور کچھ جواب نہ دیا، اس کی بیوی کا دیہانت کوئی پانچ سال پہلے ہو چکا تھا؛ لیکن اس زمانے میں وہ عیاشی میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ اسے دوسری شادی کا خیال کبھی نہیں آیا، اور نہ کوئی ایسا باپ ملا جو اسے بیوی دینے پر راضی تھا۔ مستری کے سوال کو اس وقت تو ٹال گیا، مگر دل میں یہ بات ٹھہر گئی۔ کمرے کا آخری مرتبہ گشت لگاتے ہوئے اس نے سوچا: 'کہتا تو دراصل ٹھیک ہے' مکان خالی خالی سا دیکھا اور پھر دوسری شادی میں گناہ کیا ہے؟ عیاشی تو میرے چہرے دی ہے... پہلی بیوی کو میں جو تکلیف دی ہے، اس کے بدلے ایک دوسری عورت کو اگر خوش کر سکوں، تو...'

اسے ایک بار بھی اس جوان مزدور کی فکر نہ آئی۔ ایوب خاں سے اب وہ اس قدر ہل گئی تھی کہ دونوں میں خوب باتیں ہوا کرتی تھیں لیکن اس کی پہلی نگاہ کا جو اثر پڑا تھا اسے وہ کبھی نہیں بھولا، اور دل میں اس معمولی مزدور کی بہت عزت کرتا رہا۔ آج شادی کی فکر نے اس کے تعلقات کا رنگ بدل دیا، اس نے اپنے آپ کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا نہیں ہے؛ لیکن اس کے پھر اسے بے اختیار اسی کمرے کی طرف لے چلے جہاں وہ مزدور کی کمرہ کر رہی تھی۔ نئے ارادوں کے ساتھ، تازہ دیدار کا شوق پیدا ہوا اور ایوب خاں کی آنکھیں یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ مزدور کی اگر اس کی بیوی ہوئی تو کیسی معلوم ہوگی؟ کمرے میں پہنچ کر اس نے مستریوں سے باتیں شروع کر دیں، کچھ اپنی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے، کچھ اس قدر سے کہ کہیں کسی کو خیال نہ ہو جائے کہ وہ مزدور کی کے لئے آیا ہے؛ لیکن ان ترکیبوں نے زیادہ دیر تک کام نہیں دیا اور چند جملوں کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فٹے مکان اور نئی زندگی کی تصویر تھی۔ وہ دیکھتا کہ خود عبادت میں مشغول ہے اور اس کی بیوی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے میں ایک نظر ڈال جاتی ہے اور ایوب خاں مزدور کی طرف دیکھ کر سوچتا کہ یہ نظر کیسی ہوگی؟ کبھی اسے دونوں کھالے پر بیٹھے دکھائی دیتے، وہ مختلف چیزیں اس کے سامنے پیش کرتی ہوتی اور ایوب خاں اس مزدور کی طرف دیکھتا کہ یہ تواضع کیسی ہوگی؟ کبھی تھوڑی دیر بعد دیکھتا کہ وہ دونوں شام کے وقت سونے کو قریب ہوتے دیکھ رہے ہیں، اس کا

میں جتنا کہ ایک ایسا عورت تھا کہ ایوب خاں کے دل میں ہر روز ایک تھا منگامہ پیدا ہوتا اور اسے سکون اسی وقت ہوتا جب وہ عبادت میں اپنے خدا کو سراہا حال سنا دیتا۔ ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور مستری اندر دیواروں پر چونا لگا رہے تھے تو بڑے میٹھی نے، جو انیسویں سے ہالنگو کرتا تھا، مسکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہنے لگے؟'

'کب؟'

دن رات نچلے پڑتے ہیں۔ ایوب خاں مسکرایا اور کچھ جواب نہ دیا، اس کی بیوی کا دیہانت کوئی پانچ سال پہلے ہو چکا تھا؛ لیکن اس زمانے میں وہ عیاشی میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ اسے دوسری شادی کا خیال کبھی نہیں آیا، اور نہ کوئی ایسا باپ ملا جو اسے بیوی دینے پر راضی تھا۔ مستری کے سوال کو اس وقت تو ٹال گیا، مگر دل میں یہ بات ٹھہر گئی۔ کمرے کا آخری مرتبہ گشت لگاتے ہوئے اس نے سوچا: 'کہتا تو دراصل ٹھیک ہے' مکان خالی خالی سا دیکھا اور پھر دوسری شادی میں گناہ کیا ہے؟ عیاشی تو میرے چہرے دی ہے... پہلی بیوی کو میں جو تکلیف دی ہے، اس کے بدلے ایک دوسری عورت کو اگر خوش کر سکوں، تو...'

इस सबके कारण वह भी अपने को कष्टमय है। फिर मजदूरों की तरफ से कहा कि वह बायोली केनी होनी। मजदूरों की लड़की, उसका भीलापन, इसकी सुदृढता की निगाहें। घर के सजाने और जिन्दगी के सुख करने के लिए इससे क्यादा किस कोश की जरूरत थी। फिर देखा से वह कहानी लगाव, गरीबों से वह दोस्ती, जिसका उसने कुछ दिन पहले ही इस्तेमाल किया था, उन सबके फायदा रखने की और कौन-सी तरीका हो सकती थी। अचानक का जी बाढ़ने लगा कि किसी तरह वह कुछ-फाँदकर अपनी मौजूदा हालत से उस जिन्दगी तक पहुँच जाय जिसकी एक फलक अभी उसे नज़र आई थी, अपनी उम्मीदें पूरी करे और दिल की बेचैनी दूर करे; लेकिन जब वह घर पहुँचा और खाने के बाद आराम करने नमाज़ पढ़ना चाहा, तो उसे एक अजीब सुस्ती-सी महसूस हुई। जहाँ वह सौक से जाता था वहाँ आज मादम होता था कि कोई ज़बरदस्ती लिये जा रहा है। नमाज़ तो उसने किसी तरह से खत्म कर ली, मगर उसे इस तब्दीली पर ड़ेरत हुई।

میں نے اس کے پاس پر گئے اور دونوں حضرات سے یہ کہہ کر چلی
 گئی کہ میں نے یہاں تک پہنچا ہے کہ یہ خطبہ کسی ہوگی ؟ مگر وہیں کی
 سادگی، اُس کا بیوا بن، اُس کی صحبت یہی تھا میں ؟ کہو گے
 جانے اور زندگی کے خوش کرنے کے لئے اِس سے زیادہ کس چیز کی
 ضرورت تھی ؟ پھر دیہے سے وہ روحانی لگاؤ، غریبوں سے وہ
 ہستی جس کا اُس نے کچھ دن پہلے ہی اِقرار کیا تھا، اُن سب
 کے قایم رکھنے کی اور کون سی ترکیب ہو سکتی تھی ؟ اہوب
 خاں کا جی چاہنے لگا کہ کسی طرح سے وہ کون پھاند کر اپنی
 موجودہ حالت سے اُس زندگی تک پہنچ جائے جس کی ایک
 چھانک ابھی اُسے نظر آئی تھی، اپنی آمدیں پوری کرے اور دل
 کی بے چینی دور کرے؛ لیکن جب وہ گھر پہنچا اور کھانے کے
 بعد آرام کر کے نماز پڑھنا چاہا، تو اُسے ایک عجیب سستی سی
 محسوس ہوئی۔ جہاں وہ شوق سے جاتا تھا وہاں آج معلوم
 ہوتا تھا کہ کوئی زبردستی لٹے جا رہا ہے۔ نماز تو اُس نے کسی
 طرح سے ختم کر لی، مگر اُسے اِس تبدیلی پر حیرت ہوئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ایوب خاں کی طبیعت میں جہنجاہت سی پیدا ہو گئی۔ اُس کی خیالی تصویریں سب دعوائں بن کر اُڑ گئیں اور اُس کے دماغ میں اِس مسئلہ پر بحث چھڑ گئی کہ اُسے مزدورنی سے شادی کرنی چاہئے یا نہیں۔ اُس کی اپنی رائے تو شادی کے موافق تھی، لیکن پھر اُس نے سوچا کہ اور لوگ کیا کہیں گے؟ رشتہ داروں اور عزیزوں کی زبان سے خدا بچائے، وہ تو بے گناہوں کو بھی روزِ مولیٰ پر چڑھاتے ہیں، ایسی حرکت پر تو وہ اُس کی دھجیل اُڑا دینگے، نام مٹی میں ملا دینگے۔ رشتہ دار تو خیر خدا نے اِسی لٹم پیدا کئے ہیں، اُن کو چھوڑ دینگے، مزدورنی سے نکاح ہونے کی خبر سن کر کون چپ رہیگا؟ گلی گلی لوگ ہلسی لڑائیں گے اور یہ نوکر چاکر، بھی لوگ جو اسوقت خونزدہ اور

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”پہلی بیوی جس سے کسی سے کو فائدہ نہ پہونچے اُس حوالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”اُسی دینا جس سے کسی دوسرے کو فائدہ نہ پہونچے اُس حوالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابو ہریرہ، احمد: دارمی۔

— ابو ہریرہ، احمد: دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”بُورے سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دُلوں ہوتے ہوئے بھی برائی کرتے ہیں اور اُس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”بُورے سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دُلوں ہوتے ہوئے بھی برائی کرتے ہیں اور اُس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”سب مومن کرامت کے دن رزے ک لہجہ سے اُٹھیں گے اور ان میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”سب مومن کرامت کے دن رزے ک لہجہ سے اُٹھیں گے اور ان میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی اس لیے اُٹھتا ہے کہ اس سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی اس لیے اُٹھتا ہے کہ اس سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جس کسی آدمی سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”جس کسی آدمی سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

सुदामा ने कहा :—“तब तुम सुन्दारे लिये सब को अपनी पीछ खाने की कह है आं तुमने अपनी मेहनत से कहा है.”

—आयशा, अबुदाऊदः नसारिः इब्न मनाह.

मुहम्मद साहब ने कहा :—“सारी जमीन अल्लाह की जमीन है और सब मखलूक अल्लाह की मखलूक है; जो कोई किसी परती जमीन को जोत बाँकर उपजाऊ बनाता है उसी का उस जमीन पर सब से अधिक हक है।

—ઉરવા, અબુદાઝદ.

मुहम्मद साहब ने कहा :—‘जो आदमी अपने हाथ की मजदूरी से कमाया हुआ खाना खाता है उस से बढ़कर खाना आज तक किसी ने नहीं पाया.’

—मिक्रदाम, बुखारी.

सुहृन्मव साहब ने कहा :—जो कोई किसी पदी हुई जमीन का जोत बाँकर उस से पैदा करता है वहही उस जमीन का मालिक है, उसे उस जमीन से निकालने का किसी को हक हासिल नहीं है।”

—उरवह बिन जुवैर, अबुदाऊदः तिरमिजीः मालिक.

मुहम्मद साहब ने कहा कि :—“जो कोई किसी ऐसी ज़मीन को ज़ांतता है और उसका आबाद करता है जिसे उस ज़मीन का मालिक न ज़ांत सकता है और न आबाद कर सकता है बल्कि उसे ऐसी ही छाड़ देता है, वह ज़मीन उसी ज़ांतने वाली की हो जायगी.”

—समुरह बिन जन्दब, मालिक.

मुहम्मद साहब ने कहा :—“जो कोई किसी ऐसी जमीन को जातता है या आबाद करता है जो किसी की मिल्कायत नहीं है, उस जमीन की मिल्कायत का उसे हा सब से ज़ियादा हक होगा.”

محمد صاحب نے کہا:—”جو کوئی کسی ایسی زمین کو چورتا ہے یا آباد کرتا ہے جو کسی کی ملکوت نہیں ہے، اُس زمین کی ملکوت کا اُسے ہی سب سے زیادہ حق ہوگا۔“

मुहम्मद साहब ने कहा :—“जो कोई अन्याय से किसी की एक बालिशत जमीन भी छीन लेता है, क्रयामत के दिन उसके गले में एक तौक होगा जिसका बोझ सात जमीनों के बोझ के बराबर होगा.”

—عائشہ بخاری۔

—अबुसलमा बिन अबदुर्रहमान, बुखारी : मुसलिम.

محمد صاحب نے کہا:—”جو کوئی انہماک سے کسی کی ایک ہالفت زمین بھی چھین لیتا ہے، قیامت کے دن اُس کے لئے میں ایک غریق ہوگا جس کا ہوجہ سات زمینوں کے ہوجہ کے برابر ہوگا۔“

सुहृन्मद साहब ने कहा :—“दूसरों को धान देने वाला
अपनी कान्हाई के नकदीक होता है, जन्म के करीब होता

محمد صاحب نے کہا: ”دوسروں کو دلی دعاؤں والا
 آدمی اللہ کے نزدیک ہوتا ہے، جنت کے قریب ہوتا

ہے، لوگوں کے دلوں کے پاس رہتا ہے، اور ہوشیار کی آماج سے دور رہتا ہے، اور کچھس آبادی سے دور رہتا ہے، جنت سے دور رہتا ہے، لوگوں کے دلوں سے دور رہتا ہے اور ہوشیار کی آماج کے پاس رہتا ہے، ابلاہدات یا نی پڑا کرنے والے کچھس آبادی کے مکتاوتلے مے جاہل دان دےنے والے آبادی کو جیواوا پکار کرتا ہے۔"

—ابو ہریرہ، تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہوگے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پکار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا:—"کچھ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں جسے کرنے سے تم ایک دوسرے سے پکار کر لے لو؟ وہ چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اللہ کہتا ہے کہ جو لوگ میرے (ابلاہد کے) لیے ایک دوسرے سے پکار کرتے ہیں، قیامت کے دن انہیں نور کے تخت بیٹھنے کے لئے ملینگے یہاں تک کہ یہمیرے (پیشوا) اور شاہیہ بھی ان سے رشک (پیشوا) کریں گے۔"

—معاذ بن جبل، تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ یہمیرے (پیشوا) اور نہ شاہیہ، لیکن قیامت کے دن اللہ جو انہیں کچھ دینا آئے دیکھ کر یہمیرے (پیشوا) اور شاہیہ بھی ان سے رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو دوسروں سے پکار کرتے ہیں، کدول اپنے رشتہ داروں سے ہی نہیں بلکہ سب سے۔ ایسے لوگ اللہ سے رحم کی امید کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے چمکیں گے اور وہ خود اللہ کے نور میں دکھائی دیں گے۔ جب کہ اور لوگ قرینکے انہیں کوئی قدر نہ ہوئے اور جب کہ اور لوگ دیکھیں انہیں کوئی قدر نہ ہوئے۔"

—عمر بن الخطاب، ابو داؤد۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہوگے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پکار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا:—"کچھ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں جسے کرنے سے تم ایک دوسرے سے پکار کر لے لو؟ وہ چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اللہ کہتا ہے کہ جو لوگ میرے (ابلاہد کے) لیے ایک دوسرے سے پکار کرتے ہیں، قیامت کے دن انہیں نور کے تخت بیٹھنے کے لئے ملینگے یہاں تک کہ یہمیرے (پیشوا) اور شاہیہ بھی ان سے رشک (پیشوا) کریں گے۔"

—معاذ بن جبل، تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ یہمیرے (پیشوا) اور نہ شاہیہ، لیکن قیامت کے دن اللہ جو انہیں کچھ دینا آئے دیکھ کر یہمیرے (پیشوا) اور شاہیہ بھی ان سے رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو دوسروں سے پکار کرتے ہیں، کدول اپنے رشتہ داروں سے ہی نہیں بلکہ سب سے۔ ایسے لوگ اللہ سے رحم کی امید کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے چمکیں گے اور وہ خود اللہ کے نور میں دکھائی دیں گے۔ جب کہ اور لوگ قرینکے انہیں کوئی قدر نہ ہوئے اور جب کہ اور لوگ دیکھیں انہیں کوئی قدر نہ ہوئے۔"

—عمر بن الخطاب، ابو داؤد۔

محمّد صاحب نے کہا:—"اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ یہمیرے (پیشوا) اور نہ شاہیہ، لیکن قیامت کے دن اللہ جو انہیں کچھ دینا آئے دیکھ کر یہمیرے (پیشوا) اور شاہیہ بھی ان سے رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو دوسروں سے پکار کرتے ہیں، کدول اپنے رشتہ داروں سے ہی نہیں بلکہ سب سے۔ ایسے لوگ اللہ سے رحم کی امید کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے چمکیں گے اور وہ خود اللہ کے نور میں دکھائی دیں گے۔ جب کہ اور لوگ قرینکے انہیں کوئی قدر نہ ہوئے اور جب کہ اور لوگ دیکھیں انہیں کوئی قدر نہ ہوئے۔"

—عمر بن الخطاب، ابو داؤد۔

آئی لیونارڈ ویلیامس

شری لیونارڈ ویلیامس

مہاتما گاندھی دُنیا کے ان بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خرچ کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا 'خون کا دباؤ' کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لیکچر میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

مہاتما گاندھی دُنیا کے اُن بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خرچ کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا 'خون کا دباؤ' کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لیکچر میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

❖

❖

❖

❖

❖

❖

بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کی شایانہ آجکل ایک فیشن بن چکی ہے۔ یہ فیشن خاص طور پر اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شمار ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک بھروسہ کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سنئے سنئے تھک جائیں گے کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلنے میں سہولت اور ڈانٹر نے اُن سے کہا کیا کہا مگر وہ اپنے دانت کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کریں گے اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں بچہ کہیں گے۔ اس سے کہیں ہی بچہ کہیں نہ ہوں۔ کسی ایکسپریس یا درگت کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھروسہ یا نیاں رہتا ہی ہے لیکن دانت یا پیٹ کے درد کی وجہ اور اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گھبراہٹ کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے دے پر کچھ جو خراب کھاتے پیتے تھے اور خراب بچے پیدا کرتے تھے، گھبراہٹ کے برابر ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گھبراہٹ کا ہمنوا ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرو سے کہیں گے کہ 'مجھے بلاڈ پریشر ہے' وہ اتنی ہی سنجائی اور زور کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھیں میں خون چلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چاہیے ہیں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کے ساتھ ہی خون کا اُن نالیوں کی

بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کی شایانہ آجکل ایک فیشن بن چکی ہے۔ یہ فیشن خاص طور پر اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شمار ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک بھروسہ کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سنئے سنئے تھک جائیں گے کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلنے میں سہولت اور ڈانٹر نے اُن سے کہا کیا کہا مگر وہ اپنے دانت کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کریں گے اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں بچہ کہیں گے۔ اس سے کہیں ہی بچہ کہیں نہ ہوں۔ کسی ایکسپریس یا درگت کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھروسہ یا نیاں رہتا ہی ہے لیکن دانت یا پیٹ کے درد کی وجہ اور اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گھبراہٹ کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے دے پر کچھ جو خراب کھاتے پیتے تھے اور خراب بچے پیدا کرتے تھے، گھبراہٹ کے برابر ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گھبراہٹ کا ہمنوا ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرو سے کہیں گے کہ 'مجھے بلاڈ پریشر ہے' وہ اتنی ہی سنجائی اور زور کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھیں میں خون چلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چاہیے ہیں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کے ساتھ ہی خون کا اُن نالیوں کی

ہیڈروں پر دباؤ ڈالنا جن میں سے ہونے والی خون کے شریروں میں چکر لگانا ہے۔ یہ شریروں کا ایک ایسا کام ہے جس میں کوئی بھید کی بات نہیں ہے۔ بھید کی بات اگر ہو بھی تو تب ہو سکتی ہے جب ہم اس دباؤ کے پتہ بڑھانے اور اس کے کاربوں کی جانچ کرنے لگیں۔

بلاڈ پریشر کا ناپنا

بلاڈ پریشر کے ٹوک ٹوک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کلائی کے روبرو کی ناڈی میں خون کے چال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتا لگایا کرتے تھے اور مامولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی ان کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنٹلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خون کسی طرح دوڑ رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں مانپ سکتیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خون کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے پینٹر ایجاد کئے گئے جن سے خون کا بالکل صحیح دباؤ نکالا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خون کی کسی بھی نازی کی مانپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ پینٹر ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمامیٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا بے معنی ہے اسی طرح ہمارے پینٹر کے بلت پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا بے کار ہے۔

بلت پریشر کا ناپنا

بلت پریشر کے ٹھیک ٹھیک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کلائی کے اوپر کی نازی میں خون کے چال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتہ لگایا کرتے تھے اور معمولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی ان کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنٹلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خون کسی طرح دوڑ رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں مانپ سکتیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خون کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے پینٹر ایجاد کئے گئے جن سے خون کا بالکل صحیح دباؤ نکالا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خون کی کسی بھی نازی کی مانپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ پینٹر ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمامیٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا بے معنی ہے اسی طرح ہمارے پینٹر کے بلت پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا بے کار ہے۔

پہلا تجربہ

پہلا تجربہ

بلاڈ پریشر کو ٹوک ٹوک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کی کسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کیے تھے، بلکہ ایک اینگلیکن پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چوہ پھاڑ کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورینڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سینٹ میری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک چوہی پر نیچے لیٹا کر جانچ کر دیکھا کہ

بلت پریشر کو ٹھیک ٹھیک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کی کسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کیے تھے، بلکہ ایک اینگلیکن پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چوہ پھاڑ کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورینڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سینٹ میری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک چوہی پر نیچے لیٹا کر جانچ کر دیکھا کہ

چوہی کو اس کی کمر زمین سے ملا کر اُلٹا پٹاک سے باندھ دیا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نلی کو اس کی ہاتھوں پر کی خون کی نازی میں گھسیڑ دیا گیا۔ فوراً نلی میں خون 8 فٹ 3 انچ کی اونچائی تک چڑھ گیا اور جب تک خون جم نہیں گیا تب تک برابر

چوہی کو اس کی کمر زمین سے ملا کر اُلٹا پٹاک سے باندھ دیا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نلی کو اس کی ہاتھوں پر کی خون کی نازی میں گھسیڑ دیا گیا۔ فوراً نلی میں خون 8 فٹ 3 انچ کی اونچائی تک چڑھ گیا اور جب تک خون جم نہیں گیا تب تک برابر

خون کے بہانے اور دھوکے کے ساتھ ساتھ نلی میں کمر بڑھاتا اور بڑھتا رہا۔ ظاہر ہے کہ جتنی اونچائی تک خون نلی میں اُپر چڑھا تھا وہی اس جانور کے خون کا دباؤ تھا۔

بلاڈ پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تब سے اب تک बहुत तरक्की हो चुकी है और अब हमारे पास ऐसे यन्त्र हैं जिनकी मदद से हम किसी भी आदमी का ब्लड प्रेशर बिल्कुल ठीक ठीक बता सकते हैं चाहे वह आदमी किसी भी हालत में क्यों न हो। शायद सबसे दिलचस्पी की बात जो लोगों के ब्लड प्रेशर नापने के दौरान में मालूम हुई है वह यह है कि किसी भी तरह का खरा सा भी जोश ब्लड प्रेशर को बढ़ा देता है। यह बात ध्यान देने के काबिल है। क्योंकि अगर किसी भी जल्दी से बबड़ानेवाले आदमी का खून का दबाव मालूम किया जा रहा हो तो आप देखेंगे कि उस आदमी का ब्लड प्रेशर महज उसके इस खयाल से बढ़ जायगा कि 'मेरा ब्लड प्रेशर नापा जा रहा है' और यन्त्र में उसका ब्लड प्रेशर जो बढ़ जायगा वह उसके असली ब्लड प्रेशर से कहीं ज्यादा होगा। सर क्रिफोर्ड आलबर्ट एक मरीज का क्रिस्सा बतलाते हैं जिसका ब्लड प्रेशर मामूली से बहुत ही ज्यादा निकला क्योंकि वह आदमी ब्लड प्रेशर नापनेवाले यन्त्र को बिजली की बैटरी समझ बैठा था और उसे यह डर हो गया था कि 'मुझे एक जोर का धक्का लगाने वाला है'। उसे समझा दिया गया कि डर गलत है और जब उसकी समझ में पक्की तौर से आ गया कि वह बिजली की बैटरी नहीं है तब उसका ब्लड प्रेशर लिया गया और मामूली निकला। आम तौर पर ब्लड प्रेशर के थोड़े से बढ़ जाने पर आदमी को बहुत ही अच्छा मालूम होने लगता है। खाना खाने के बाद मामूली तौर पर ब्लड प्रेशर बढ़ता है और इसलिए भरे पेट आदमी के दिमाग में जो मस्ती और खुशी होती है उसकी एक वजह प्रेशर का बढ़ना भी है। आँख, नाक, कान किसी भी इन्द्रिय के जोश में आने से भी प्रेशर बढ़ता है। जोर की बढ़वू या खुशबू से खून का दबाव बढ़ जायगा। इसी तरह रौरमामूली नजारों, चाहे अच्छे हों या बुरों, प्रेशर को बढ़ा देंगे। कहा जाता है कि सबक पर किसी भी दुर्घटना को देखने के लिए आदमी जो झुकता हा जाता है वह लोगों की एक कमजोरी या बीमारी है। एक दर्जे तक यह बात ठीक हो सकती है लेकिन ज्यादातर लोगों के बारे में होता यह है कि कोई रौर मामूली बाव देखने से, खासकर जब वह डरावनी भी हो, लोगों का ब्लड प्रेशर बढ़ जाता है। उसे रोमांच कहते हैं और रोमांच आम तौर पर लोगों को अच्छा लगता है, जिसके लिए लोग हमेशा उत्सुक रहते हैं। इसीलिए ज्यादातर लोग किसी भी दुर्घटना को देखने के लिए बड़े शौक से जमा हो जाते हैं।

اس کے چھل اور دل کی دھوکے کے ساتھ ساتھ نلی میں خون اُپر چڑھا رہا۔ ظاہر ہے کہ جتنی اونچائی تک خون نلی میں اُپر چڑھا تھا وہی اس جانور کے خون کا دباؤ تھا۔

پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے بلٹر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا پریشر بالکل ٹھیک ٹھیک بتا سکتے ہیں چاہے وہ آدمی بھی حالت میں کیوں نہ ہو۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔ اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم کیا جا رہا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اُس آدمی کا پریشر محض اُس کے اس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور بلٹر میں اُس کا بلڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔

میرڈ آلبٹ ایک مریض کا قصہ بتاتے ہیں جس کا بلڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلڈ پریشر والے بلٹر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ڈر تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے' اُسے سمجھا گیا کہ تر غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلڈ پریشر کے تھوڑے سے بڑھ پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلڈ پریشر بڑھتا ہے اور اس لئے ہمارے آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنکھ، ناک، کان کسی اندریہ کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اسی طرح غیر لی نظارے، چاہے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دیتے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھا ہو جاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں ہمارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، کو جب وہ قزاونی بھی ہو، لوگوں کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔

मार्च '५६

1990

اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کر لینا ضروری اور فائدہ مند ہے۔ یہ مقابلہ اپنے دانتوں کی جانچ کرانے کے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے دانت کے ڈاکٹر کے پاس سال ہر میں کم سے کم ایک بار ضرور جاتے ہیں لیکن بہت سے کم لوگ ایسے ملہائے جو ڈاکٹر سے اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرانے کے آئے درست دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پچاس برس کے خوب تندرست آدمی کے لئے جسے اس بات کا گمان ہے کہ وہ زندگی میں کبھی بھی اتنا اچھا نہیں رہا، اس کا بہت بڑا قدر ہے کہ کہیں وہ اس درجہ کے نزدیک نہ ہو۔

سوسٹ بلیڈ پریشر

جس یانتر سے بلیڈ پریشر ماپا جاتا ہے اسے سفاگنومانیومیٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس یانتر سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے سفاگنومیٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ लाखों آدمیوں کا بلیڈ پریشر اس یانتر سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا سوسٹ بلیڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ آنکڑہ اوسط بلیڈ پریشر اور مناسب بلیڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی بلیڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چورس دیں تو اس کا بلیڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم سفاگنومیٹر میں دیکھیں تو یہی بلیڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلیڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے ڈاکٹر اس بات سے متاثر نہیں ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلیڈ پریشر بڑا ہوتا جاتا ہے وہ مناسب بلیڈ پریشر ہوتا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ جیسے جیسے ناریاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور بھی ہوتی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اُن کی دیواروں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتا رہنے والے بلیڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلیڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھا جاتا۔ اس کا بلیڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس حالت میں اسے بڑھانے نہیں دینا چاہئے۔

اوسط بلیڈ پریشر

جس یانتر سے بلیڈ پریشر معلوم کیا جاتا ہے اسے سفاگنومانیومیٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس یانتر سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے سفاگنومیٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ लाखों آدمیوں کا بلیڈ پریشر اس یانتر سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا اوسط بلیڈ پریشر کیا ہونا چاہئے۔ یہاں پر اوسط دباؤ کا مطلب تھیک یعنی تندرست آدمی کا بلیڈ پریشر نہیں ہے۔ اُن پر جو تجربے بتائے گئے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تندرست بوس برس کے جوان آدمی کا بلیڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ آنکڑہ اوسط بلیڈ پریشر اور مناسب بلیڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی بلیڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چورس دیں تو اس کا بلیڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم سفاگنومیٹر میں دیکھیں تو یہی بلیڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلیڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے ڈاکٹر اس بات سے متاثر نہیں ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلیڈ پریشر بڑا ہوتا جاتا ہے وہ مناسب بلیڈ پریشر ہوتا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ جیسے جیسے ناریاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور بھی ہوتی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اُن کی دیواروں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتا رہنے والے بلیڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلیڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھا جاتا۔ اس کا بلیڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس حالت میں اسے بڑھانے نہیں دینا چاہئے۔

स्वर्गीय प्रो० सुधीन्द्र

سرگیتھ پرورنيسر سونديندر

[स्थान—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

[स्थान—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

(भक्त कबीर, घन्ना जाट, रैदास चमार, वैष्णव धर्माचार्य भगवान् रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है)

कीर्तन

बिसर गई सब तात पराई जब से साधू संगत पाई !
ना कोई बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !

[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द:—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—शंकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास:—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर गल्ल-फस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द:—राम ! राम !! राम ! राम !!

सबै भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके भव में अटक है सोई अटक रहा ?

(भक्त कबीर, देहा जाट, रैदास चमार, वैष्णव धर्माचार्य भगवान् रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है)

कीर्तन

बस कौन सब तात पराई जब से साधु संगत पाई !
ना कौन बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !
[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—शंकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर गल्ल-फस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द:—राम ! राम !! राम ! राम !!

सबै भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके भव में अटक है सोई अटक रहा ?

कबीर—बन्ध है प्रभु ! तभी तो गागरून गढ़ के राजा प्रतापसिंह आज उस राम-नाम के राज्य में अपने राज को मिलाने के लिए यहाँ आये हैं, इससे बढ़कर भगवान्, आपकी विजय और क्या होगी ?

रैदास—महाराज! राजा प्रतापसिंह को श्री-चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजा प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यहाँ तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राजमुकुट रखकर प्रणाम करता है। राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजा प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानंद—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं। आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके),
वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को झूत लग जाती है.

जाति भी छोड़ी करम भी छोड़ा

मोड़ा कसब हमारा ।

नीचे से प्रश्न ढूँढ किये हैं

कवि विद्याधर चम्पारण ।

کیا سمجھتا ہے پرہوا؟ یہی تو لاکھوں گتہ کے راجہ
پوناب سکھ آج اُس رام نام کے راجہ میں اپنے راج کو ملانے کے
لئے یہاں آئے ہیں، اِس سے بڑھکر یہوں، آپ کی وجہ اور کیا
ہوگی؟

ویداس—مہاراج ! راجہ پرتاپ سنگھ کو شری چروٹوں کی
سہوا اور 'رام' نام کا ملتر دیجئے ۔

راجہ پرتاپ سنگھ (سوامی رامانند کے چرنوں میں پرنام کر)
 یہ نقشہ سیوک بھگوان رامانند کے چرنوں میں اپنا راج سنگھ
 دیکھ کر پرنام کرتا ہے۔ راج سنگھاسن میں وہ پرمانند کہل جو آج
 رامانند کے چرنوں میں ہے ؟

(سوامی رامانند اشہرواد کا ہاتھ دیتے ہیں)

ویداس—تم دھنیہ ہو راجہ پرتاپ سنگ !

پرنایب سنگھ—آبِ راجہ نہیں ہوں بہکت! اب تو میں
امانند مہاراج کے دربار میں ایک چاکر ہوں۔

واماند۔ اِس دہار میں رام کو چھوڑ اور کوئی راجہ نہیں۔
آج سے تم پیدا ہوکتا ہوئے راجہ پرناپ !

پہچا—مہاراج! میرے ساتھ آیا ہوا ایک یورک سیٹا بھی
شہری چرنوں کا اشرش پانا چاہتا ہے۔ پرنتو وہ تو نانی ہے
مہاراج! بدی چرنوں کو نہ چوسکے تو دور سے ہی درشن کی
بھیک دیں۔ باہر ہی تھہرا ہے۔

ویداس—رامانند بھکوان کے یہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے
 پیدا ہوکتا ! یہاں تو پرتاپ راجہ بھی پیدا ہوکتا بن کر سونا
 ہوکتا کے ساتھ بیٹھ کر بھکوان کے پریم کا پان کر سکتا ہے ۔

کبھی دیکھتے ہو (دھنا بھکت کی اور اشارہ کر کے) 'وہ دھنا بھکت جاتے ہیں'۔

وہنا۔۔۔ ہاں، یہی بہکت !

کبیر—اور جانتے ہو میں کون ہوں ؟

تَنَا بَنَّا تَجِيَّا كَبِير

نام لکھ لیا سرپر

جائے جو لہا، متی، کو دھور

هرشی، هرشی، گن رمے کبوتر

وہ اس—اور پیہا بہت! جانتے ہیں میں کون ہوں؟
میں وہ ہوں جس کی چہایا تک سے نلک دھاریوں کو چہرت
لگ جاتی ہے۔

جانتی ہے اوجھل کرم ہے اوجھا

اُچھا کسبِ ہمارا .

نہجہ سے پرہیز اونیہ کردہ

کیتہ ویڈیو اس جملہ

कबीर—बमड़े के टुकड़ों को राम नाम के बागों से जोड़कर जिस पर पहनने लायक तो बनावे हो तुम रैदास !

धन्ना—भगवान रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर तो अपवित्र भी पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दरबार तो सबके लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई !

हरि को भजै सौ हरि का होई !

आज तो धन्ना चाहे जाट हों तो भी भगत हैं, सेना मारि हों तो भी भगत हैं, कबीर मुसलमान हों तो भी भगत हैं, रैदास बमार हों तो भी भगत हैं और पीपा राजपुत्र हैं तो भी भगत हैं. यहाँ सब एक हैं. रामानन्द का यही सन्देश है भगवान रामानुज ने जो नहीं किया वह मैं आज कर रहा हूँ. मेरा यह सन्देश तुम सब घर-घर पहुँचा दो. हिंदू और मुसलमान कबीर के शब्दों में दो आँखें हैं—दो आँखें भगवान का रूप तो अलग-अलग नहीं देख सकतीं और हिन्दुओं ! यह ऊँच-नीच का भेद यदि राम का नाम भी न मिटा सके तो फिर वह नहीं मिटेगा ! मुसलमानों के खुदा के दरबार में भी तो सब एक हैं और राम और खुदा तो एक ही हैं. नाम के भेद के पीछे लड़-लड़ कर मरते हैं. कबीर, तुम गाओ तो अपना वह पद—सन्तो, देखत जग बौराना !

(कबीर पद गाते हैं)

सन्तो देखत जग बौराना ।

सौँच कहौ तौ मारन धावै, भूटे जग पतियाना ।

हिन्दु कहै मोहि राम प्यारा, तुरुक कहै रहमाना ।

आपस में दोउ लरि लरि मूये, मरम न काहू जाना ।

कहत कबीर सुनो हो सन्तो, ई सब भरम भुलाना ।

केतिक कहौ कहा नहिं मानै, आपुहि आप समाना ।

(पटाक्षेप)

कबीर—चरणों के फेरों को राम नाम के दहागों से जोड़ कर
जस पर पहनै ली तो भलै हो न रैदास !

हेल—बेकौन, रमलान के कदमों का अमृत पीकर तो अपवित्र भी
पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दरबार तो सब
के लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई !

हरि को भजै सौ हरि का होई !

आज तो देना चाहे जात हो तो भी भगत हैं, सिनाना
हों तो भी भगत हैं, कबीर मुसलमान हों तो भी भगत हैं,
रैदास चमार हों तो भी भगत हैं और पीपा राजपुत्र हों तो भी भगत हैं.
यहाँ सब एक हैं. रामानन्द का यही सन्देश है भगवान रामानुज ने जो नहीं किया वह मैं आज कर रहा हूँ. मेरा यह सन्देश तुम सब घर-घर पहुँचा दो. हिंदू और मुसलमान कबीर के शब्दों में दो आँखें हैं—दो आँखें भगवान का रूप तो अलग-अलग नहीं देख सकतीं और हिन्दुओं ! यह ऊँच-नीच का भेद यदि राम का नाम भी न मिटा सके तो फिर वह नहीं मिटेगा ! मुसलमानों के खुदा के दरबार में भी तो सब एक हैं और राम और खुदा तो एक ही हैं. नाम के भेद के पीछे लड़-लड़ कर मरते हैं. कबीर, तुम गाओ तो अपना वह पद—सन्तो, देखत जग बौराना !

(कबीर पद गाते हैं)

सन्तो देखत जग बौराना ।

सौँच कहौ तौ मारन धावै, भूटे जग पतियाना ।

हिन्दु कहै मोहि राम प्यारा, तुरुक कहै रहमाना ।

आपस में दोउ लरि लरि मूये, मरम न काहू जाना ।

कहत कबीर सुनो हो सन्तो, ई सब भरम भुलाना ।

केतिक कहौ कहा नहिं मानै, आपुहि आप समाना ।

(पटाक्षेप)

نئے ہند کی دوسری پانچ برس کی योजना

نئے ہند کی دوسری پانچ برس کی योजना

جی جے. سی. کمارپا

شری جے. سی. کمارپا

دوسری پانچ برس کی योजना کا مسودہ دہش کے سامنے ہے۔ اس کے مطالب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اسے دھیان سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔

دوسری پانچ برس کی योजना کا مسودہ دہش کے سامنے ہے۔ اس کے مطالب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اسے دھیان سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔

ہمارا دہش ایک غریب کھیتبر دہش ہے اس لئے ہم یہ اُمداد کر رہے تھے کہ اس یوجنا میں سب سے زیادہ خیال کسانوں کی ضرورتوں اور ان کی بھلائی کا کیا گیا ہوگا۔ باقی سب باتوں کو اسی لحاظ سے دیکھا گیا ہوگا کہ ان سے کسانوں کی ترقی میں مدد ملے۔ یہی ایسا کیا جانا چاہیے کہ اس کے خلاف یہ سارا مسودہ بڑے بڑے پونجی بکنوں اور بڑے بڑے کل کارخانے والوں کی ضرورتوں سے ہی رنگا پڑا ہے۔ دہش کے ہائی لوگوں کی ضرورتوں کا بھی وہاں تک ہی خیال رکھا گیا ہے جہاں تک کہ وہ اس پونجی وادی وپستھا کو بھلے بھولے میں مدد نہ سکیں اس طرح کے مسودے کو ہم ایک 'ترکیب' یا 'تدبیر' کہہ سکتے ہیں، دہش کے یوجنا نہیں کہہ سکتے۔ اس سارے مسودے میں اسی بات کی تدبیریں کی گئی ہیں کہ کس طرح دہش کا ادھک سے ادھک مال باہر کے دیشوں میں بیچا جاسکے، باہر کے دیشوں سے ادھک سے ادھک دھن مل سکے جس سے دہش کے کارخانوں کے مالکوں کی ضرورتیں پوری ہوں اور کس طرح دہش میں ادھک بڑے سے بڑے کارخانے کھل سکیں۔

کمونیٹی پروجیکٹس یا نی سہکار یोजनाؤں، کمنیوٹی ڈیولپمنٹ یا نی سہکار یोजना یا نیشنل ایکشن پلان یا نی سہکار یोजना کے نام سے جو کچھ بھلائی کی چیز ہے۔ بچہ جب دودھ مانگا ہے تو ربر کی چوسلی اس کے منہ میں دے دی جاتی ہے۔ بچہ اُسے چوستا رہتا ہے لیکن اُس سے بچے کا بیک نہیں بھرتا۔ ہمارا دہش چلا چلا کر یہ مانگ رہا ہے کہ ہمارے دیہاتوں کا یہر سے سلگتوں کیا جاوے۔ اس مانگ کے جواب میں کچھ توڑے سے چلے ہوئے علاقوں میں یہ مہنگی "کلیانکاری" یوجنائیں دہش کی جاتی ہیں جن سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس طرح کی یوجناؤں کو بنیادی طور پر کھیتی کے کام کے ساتھ اور کھیتی کسانوں کے دوسرے ادھوک دھندوں کے ساتھ اس طرح چرونا چاہئے کہ جس سے لوگوں والوں کی دھن پیدا کرے

ہمارا دہش ایک غریب کھیتبر دہش ہے اس لئے ہم یہ اُمداد کر رہے تھے کہ اس یوجنا میں سب سے زیادہ خیال کسانوں کی ضرورتوں اور ان کی بھلائی کا کیا گیا ہوگا۔ باقی سب باتوں کو اسی لحاظ سے دیکھا گیا ہوگا کہ ان سے کسانوں کی ترقی میں مدد ملے۔ یہی ایسا کیا جانا چاہیے کہ اس کے خلاف یہ سارا مسودہ بڑے بڑے پونجی بکنوں اور بڑے بڑے کل کارخانے والوں کی ضرورتوں سے ہی رنگا پڑا ہے۔ دہش کے ہائی لوگوں کی ضرورتوں کا بھی وہاں تک ہی خیال رکھا گیا ہے جہاں تک کہ وہ اس پونجی وادی وپستھا کو بھلے بھولے میں مدد نہ سکیں اس طرح کے مسودے کو ہم ایک 'ترکیب' یا 'تدبیر' کہہ سکتے ہیں، دہش کے یوجنا نہیں کہہ سکتے۔ اس سارے مسودے میں اسی بات کی تدبیریں کی گئی ہیں کہ کس طرح دہش کا ادھک سے ادھک مال باہر کے دیشوں میں بیچا جاسکے، باہر کے دیشوں سے ادھک سے ادھک دھن مل سکے جس سے دہش کے کارخانوں کے مالکوں کی ضرورتیں پوری ہوں اور کس طرح دہش میں ادھک بڑے سے بڑے کارخانے کھل سکیں۔

کمونیٹی پروجیکٹس یا نی سہکار یोजनाؤں، کمنیوٹی ڈیولپمنٹ یا نی سہکار یोजना یا نیشنل ایکشن پلان یا نی سہکار یोजना کے نام سے جو کچھ بھلائی کی چیز ہے۔ بچہ جب دودھ مانگا ہے تو ربر کی چوسلی اس کے منہ میں دے دی جاتی ہے۔ بچہ اُسے چوستا رہتا ہے لیکن اُس سے بچے کا بیک نہیں بھرتا۔ ہمارا دہش چلا چلا کر یہ مانگ رہا ہے کہ ہمارے دیہاتوں کا یہر سے سلگتوں کیا جاوے۔ اس مانگ کے جواب میں کچھ توڑے سے چلے ہوئے علاقوں میں یہ مہنگی "کلیانکاری" یوجنائیں دہش کی جاتی ہیں جن سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس طرح کی یوجناؤں کو بنیادی طور پر کھیتی کے کام کے ساتھ اور کھیتی کسانوں کے دوسرے ادھوک دھندوں کے ساتھ اس طرح چرونا چاہئے کہ جس سے لوگوں والوں کی دھن پیدا کرے

کی شکتی بڑھے۔ ہمارے اس مسودے میں یہ نہیں کیا گیا۔ دیہی ضرورت اس بات کی ہے کہ دیہات کی ترقی کا ایک جال ہر طرف پور دیا جاوے جس میں گلوں کے اچھی طرح بکھڑے ہوئے کم کرنے والے ہوں اور ان کی مدد کے لئے ایک بڑے ادھیکار والی سرکاری کمیٹی ہو جس کے آرڈر ایک بوجھنا ملے ہو۔ آجکل کی یہ بوجھنائیں قبول راجکاجی بوجھنائیں ہیں۔ ان کی غرض راجکاجی پر دیکھنا ہے۔ ان میں گلوں کی ہٹی کے لئے جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ کھول آنسو بوجھنے والی چیز ہے۔ چلتا کا دھیرچ اور چلتا کا صبر دھیرے دھیرے اس سے ٹوٹ سکتا ہے۔

ہم پہلے ہی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ ہمارے دیہات کا بڑی بڑی نالیوں کے بہاؤ کے حساب سے، پھر سے بتوارہ ہونا چاہئے اور ان نالیوں سے ایسی نہریں نکالنی چاہئیں جو ہمالیہ کے ہرنانی اسی کو سونپے ہوئے کہنتوں میں سے لے جاتی ہوئی کنیا کماوی تک پہنچا دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی بھی پارٹی ورنسٹ یا ان کے مددگاروں اور نیتاؤں کے مقابلے میں کسانوں کی مالی ضرورتوں کا کہیں ادھک خیال رکھا جاوے۔ راجکاجی ہمارے لئے اب ایک دوسرے درجے کی چیز ہوئی چاہئے۔ پہلے درجہ ہمیں چلتا کی مالی ضرورتوں کو دینا چاہئے۔ ہمیں اپنے ملاری منڈاؤں کو بھی اسی طرح نئے سرے سے بدلنا چاہئے جس سے فام چلتا کی مالی حالت کو ہم سمجھ بوجھ کے ساتھ آرڈر لے سکیں اور سارے راشٹر کا نئے سرے سے سنگتیں کرسکیں۔

ہم اب بھی آشا کرتے ہیں کہ اس دوسری پانچ برس کی وجہ پر بحثیں ہونگی اور ان میں ان باتوں کا خیال کیا جائیگا کہ اس مسودے کو اس طرح بدل دیا جائیگا کہ جس سے عام منٹا کی ضرورتوں اور ان کی ترقی پر پورا پورا دھیان دیا جاسکے۔

نئی بوجھنا کے اس مسودے میں ضلع کو کام کی اکائی مانا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اکائی بہت چھوٹی ہونی چاہئے تھی۔ ایک کام کرنے والا ایک گاؤں کو یا اس پاس کے تھوڑے سے گلوں کو زیادہ اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تھوڑے سے علاقے میں وہ سب کو سمجھ سکتا ہے اور سب سے مہل چول رکھ سکتا ہے۔ ان والوں کے ہلے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اس میں بہت سے بکھڑے ہوئے گرام سہوکیوں کی ضرورت ہوگی۔ پر بدی ہمیں ہارت کی دروزھا چلتا کو آرڈر اٹھانا ہے تو یہ کرنا ہی ہوگا۔

اس بوجھنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے ادیوکیں اور بڑے بڑے گرانٹوں کو پڑھایا جاوے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے آرڈر جو کروڑوں آدمیوں کا بوجھ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے خلاف ہم سب کا پڑھنا ہے کہ اس طرح کے بڑے ادیوکیں کے بوجھ سے ان کی چھوٹے دھندلے ہوئے والے پیرنگ

ہم اب بھی آشا کرتے ہیں کہ اس دوسری پانچ برس کی وجہ پر بحثیں ہونگی اور ان میں ان باتوں کا خیال کیا جائیگا کہ اس مسودے کو اس طرح بدل دیا جائیگا کہ جس سے عام منٹا کی ضرورتوں اور ان کی ترقی پر پورا پورا دھیان دیا جاسکے۔

نئی بوجھنا کے اس مسودے میں ضلع کو کام کی اکائی مانا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اکائی بہت چھوٹی ہونی چاہئے تھی۔ ایک کام کرنے والا ایک گاؤں کو یا اس پاس کے تھوڑے سے گلوں کو زیادہ اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تھوڑے سے علاقے میں وہ سب کو سمجھ سکتا ہے اور سب سے مہل چول رکھ سکتا ہے۔ ان والوں کے ہلے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اس میں بہت سے بکھڑے ہوئے گرام سہوکیوں کی ضرورت ہوگی۔ پر بدی ہمیں ہارت کی دروزھا چلتا کو آرڈر اٹھانا ہے تو یہ کرنا ہی ہوگا۔

اس بوجھنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے ادیوکیں اور بڑے بڑے گرانٹوں کو پڑھایا جاوے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے آرڈر جو کروڑوں آدمیوں کا بوجھ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے خلاف ہم سب کا پڑھنا ہے کہ اس طرح کے بڑے ادیوکیں کے بوجھ سے ان کی چھوٹے دھندلے ہوئے والے پیرنگ

اس بوجھنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے ادیوکیں اور بڑے بڑے گرانٹوں کو پڑھایا جاوے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے آرڈر جو کروڑوں آدمیوں کا بوجھ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے خلاف ہم سب کا پڑھنا ہے کہ اس طرح کے بڑے ادیوکیں کے بوجھ سے ان کی چھوٹے دھندلے ہوئے والے پیرنگ

جائے۔
 اس کا مطلب ہے کہ اس میں ایک بڑا ہے اور بڑا بڑا ہے کہ گاؤں
 کے چوڑے-بڑے گھر بنائے جائیں اور انہیں سرکاری دی جائے۔
 اس لیے کہ اس وقت اس بات کو مان لیا گیا ہے کہ
 اس لیے کہ بنانے والے اس مسئلہ پر عمل کرنے کے لیے
 اس لیے تیار نہیں ہیں کہ اس سے آگے دین کی ضرورت کی
 چیزوں کو پیدا کرنے والے بڑے بڑے کارخانوں کے رُپ میں
 اس سے بڑے بڑے پُوجی پتیلیوں کا کام کم ہو
 جائے گا۔

ہم اپنے دیش کی समस्याؤں کو بڑا کر یا
 ان سے بام کر انہیں حل نہیں کر سکتے۔ ہمیں دیش سے
 بیکاری مٹانی ہے تو
 ہمیں لوگوں کے دھندوں اور لوگوں کے کاریروں کو بڑے پونجی
 پتیلیوں اور بڑے بڑے کارخانوں کی گھانٹے ہوئے سے بچانا ہی ہوگا۔

اس یوجنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ آٹھ دن کی ضرورت
 کی چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے بڑی بڑی پونجی لگا کر جو
 کارخانے کھولے جائیں گے ان سے جو بہت سا مال پیدا ہوگا اس
 مال سے لوگوں کے رہن سہن کا تھنگ اور اُونچا ہو جائیگا۔
 رہن سہن کا تھنگ جتنا کہ تب اُونچا ہوتا ہے جب وہ مزدور
 یا وہ کاریگر جو محنت مزدوری کرتا ہے زیادہ مال خرید سکے۔
 بڑی پونجی والے کارخانے سے دھن کا پھیلاؤ بند ہو جاتا ہے اور وہ
 پونجی بن کر تھوڑے سے ہاتھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس سے
 کروڑوں جتنا کہ رہن سہن کا تھنگ اور نوجھ جاتا ہے۔ کپڑا
 تیل، چمچے کا سامان، شکر وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جنکی
 پیداوار میں زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو کام ملنا چاہئے اور جن سے
 پیدا ہوا دھن زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پھیل جانا چاہئے۔ ہم
 اپنے دھندوں کو اس طرح چلاویں تو کارخانے کے مال کی ہمیں
 ضرورت ہی نہیں رہیگی، نہ کارخانوں میں پونجی لگانے کی ضرورت
 رہیگی اور جتنا کہ رہن سہن کا تھنگ اپنے آپ اُونچا چلا
 جائیگا۔ سب کے پاس پیسہ ہوگا اور سب اس سے اپنے سہ کے
 سامان خرید سکیں گے۔

اس یوجنا میں ان پونجی پتیلیوں کو مدد دینے کے لیے جو
 اپنے نجی کارخانے چلا رہے ہیں یا چلانا چاہتے ہیں 560 کروڑ
 روپیہ دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں لوگوں کے دھندوں کو
 مدد دینے کے لیے جن کا تعلق کروڑوں جتنا ہے، صرف 200
 کروڑ رکھا گیا ہے، یعنی اس کے ادھے سے بھی کم۔ لگ بھگ
 تین چوتھائی میں کچھ ہزار پونجی پتیلی اور ایک چوتھائی میں
 کروڑوں چھوٹے دھندے والے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امیروں اور
 غریبوں، پیسہ والوں اور ناداروں کے بیچ کی کھلی اور بڑھتی
 چلی جاتیگی۔

اس योजना میں اس بات کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ہمارے دیہی علاقوں میں بہت سا مال دوسرے دیہوں کو بیچا جاوے گا۔ اس طرح کے واپار سے زیادہ تر فائدہ پونجیوں کو ملے گا اور بڑے کارخانے والوں کو ہی ملے گا۔ انہیں تو اپنے کارخانوں کی ضرورت کا مال اور اپنے عیش آرام کا مال دیشوں سے خریدنے کے لئے دیشی سکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کے واپار سے کسی دیہی میں اپنے پیسوں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں آسکتی۔ دنیا میں شانتی نہیں قائم ہو سکتی ہے اور کروڑوں چلتا نہیں خوشحال ہو سکتی ہے جب ہر دیہی کم سے کم اپنی آٹے دن کی ضرورتوں کی چیزیں خود بناوے اور اس معاملے میں اپنے پیسوں پر کھڑا ہو۔ ہم اپنے دیہی علاقوں سے ادھرتا کچا مال باہر بھیجتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے یہاں سے پروڈکٹری دور کرنی ہے تو ہمیں اس طرح کے سب کچھ مال کو اپنے یہاں روک کر خود اس سے اپنی ضرورت کی چیزیں تیار کرنی چاہئیں۔ جب تک ہم کچا مال باہر بھیجتے رہیں گے اور ہلی ہوتی چیزیں باہر سے منگاتے رہیں گے تب تک دیہی میں پروڈکٹری ہلی رہے گی۔ اس سلسلے کو ہماری یہ حالت ہے کہ دیہیوں میں ہلی چیزیں اور دیہی پونجیوں سے ہلی چیزیں ہمارے بازار پر آ رہی ہیں۔ "لکس" جیسے دیہی صاحب ہمارے دور دور کے گاؤں تک پہنچ گئے ہیں۔ کیا پاکستان کے کسی گاؤں میں ہندستان کا ہلا صاحب آپ بھول سکتا ہے؟ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کے چیلوں کو پھر سے اوجھلے جانیں، اسے سولہوی بنائیں اور اپنے پیسوں پر کھڑا ہونے کا موقع دیں تو ہمیں ہمت سے کام لینا ہوگا۔ دیہی کی جنتا کو دوسرے دیہیوں کے سکوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی گروہی محنت کی پیداوار کا ہمیں اس طرح کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے کہ جس سے پونجیوں کو دیہی مال خریدنے کے لئے دیہی سکے مل سکیں۔

کھیتی

یہ ٹھیک ہے کہ کھیتی ہمارے یہاں اتنا ہی فیصدی بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ پیداوار ان چیزوں کی بڑھی ہے جنہیں دیہیوں میں بیچ کر دھن کھایا جاسکتا ہے۔ ناچ یا ان چیزوں کی پیداوار جن سے پیٹ بھرا جاسکتا ہے بڑھی نہیں بلکہ اور گھٹی ہے۔ یہ ہم اگلی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں لوگوں کو شادی بیاہ کے لئے جیسا چاہیئے بوجھ نہیں ملتا۔ بھیکرے لگ بھگ بڑے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں ناچ کی پیداوار پر سارا زور دینا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ ہمارے کھانے کے لئے ناچ

बाहर کے علاقے۔ ہمارے देश کے ساتھ اس طرح کی تجارت جس میں ہم اپنا سستا مال ہم باہر بیچیں اور ان کی قیمتی مال ان سے خریدیں یہ بھی کو اور زیادہ غریب کر دیتی ہے۔ ہمیں ناچ کی پیداوار بڑھانی چاہیئے۔ ہمارے دیہے کے اندر کی تجارت کا تعلق بھی اسی طرح کا ہوگا۔ گاؤں والے کھیتی کی پیداوار جیسے دھان، تیل، روئی اور چمڑا شہروں کو بھیجتے ہیں اور تیار مال جیسے مل کے کوٹہ چارل، مل کا تیل مل کا سوپ، مل کے کپڑے، جوڑے وغیرہ شہروں سے خریدتے ہیں۔ اگر گاؤں والوں کی مالی حالت کو سدھارنا ہے تو اس پہاڑ کو روکنا ہوگا۔

اگر ہم آبپاشی کے چھوٹے چھوٹے ذریعوں کو ٹھیک رکھنے کی طرف دھیان دیں تو آبپاشی کی زمین کی پیداوار آسانی سے چوگنی ہو سکتی ہے۔ بیسیوں برس سے ہم نے گاؤں کے تالابوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ان میں سے بہت سوں میں مٹی اور تک بھر گئی ہے۔ اکثر میں تو بارش ہونے پر بھی مشکل سے ایک نم پانی نکلتا ہے۔ دیہے میں جگہ جگہ بڑے بڑے تالاب موجود ہیں، پر ان میں ایک فصل کے لائق بھی پانی نہیں رہتا۔ اگر ہم ان کی مٹی نکالوا کر انہیں چار پانچ فٹ گہرا کر دیں، تو وہ مٹی کھیتوں میں سندر عباد کا کام دے سکتی ہے، تالابوں میں دو دو اور تین تین فصل کے لائق پانی رہ سکتا ہے اور آبپاشی کی کھیتی اچھے سے دوگنی ہو سکتی ہے۔ ہم گاؤں والوں کے ساتھ اس طرح کا پروگرام رکھیں تو وہ ہر طرح سے مدد دینے کو تیار ہیں۔ مٹی نکالنے کے لئے ہم بلڈوزروں سے کام لے سکتے ہیں۔ کھیتی کی آبپاشی کے لئے نہروں میں پانی پہنچانے کے واسطے ہم پہلی کے پیموں سے بھی کام لے سکتے ہیں۔

بارش کی روک تھام

تالابوں کی مٹی نکال دینے سے ہم ایک درجہ تک ندیوں کی بازوؤں اور ان بازوؤں سے اچھی مٹی اور مٹی کے ٹکڑوں کے بہ جانے کو بھی روک سکتے ہیں۔ ندیوں کا بہت سے فالتو پانی، جو آہستہ آہستہ جاتیں لیتا ہوا اور گاؤں کے گاؤں پر بارش کرتا ہوا سندر میں جا کرتا ہے، تب گہرے تالابوں میں بھر جائیگا اور گاؤں والوں کے کام آئیگا۔

ہر جگہ یہ بھی کوشش ہونی چاہیئے کہ گاؤں کا سب گندا پانی ایسے گڑبڑوں میں پہنچ جائے جہاں اس سے اچھی کمپوسٹ تیار ہو سکے۔ اس سے بھی دھرتی کی پیداوار بڑھتی، اور ہمیں اسٹک ناچ اور ہمارے جانوروں کو ادھک چارہ مل سکتا۔

کھیتی میں سب سے کم لہجہ کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس بات کی طرف دھیان دیں کہ کس پہاڑ سے کتنی

ہر جگہ یہ بھی کوشش ہونی چاہیئے کہ گاؤں کا سب گندا پانی ایسے گڑبڑوں میں پہنچ جائے جہاں اس سے اچھی کمپوسٹ تیار ہو سکے۔ اس سے بھی دھرتی کی پیداوار بڑھتی، اور ہمیں اسٹک ناچ اور ہمارے جانوروں کو ادھک چارہ مل سکتا۔

کھیتی میں سب سے کم لہجہ کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس بات کی طرف دھیان دیں کہ کس پہاڑ سے کتنی

शराब बन्दी

शराब बन्दी अगर हम समझदारी के साथ करें तो उस से हमें बजट में घाटा नहीं होना चाहिये, विदेशी सैलानियों या खास सरकारी मुलाजिमों वगैरह के लिये छूट की शकल में भी कोई कमजोरी हमारे शराब बन्दी के प्रोग्राम में नहीं होनी चाहिये, शराब सब किसी के लिये कानून बन्द होनी चाहिये और उसके साथ समाज में हर तरह की शराब के पीने को बुरा समझा जाना चाहिये, चाहे कोई कम पिये और चाहे अधिक, डरते किभकते शराब बन्दी करने से हमारी कठिनाइयाँ बढ़ जायंगी, जैसा कि आजकल कहीं कहीं देखने में आ रहा है.

विदेशी सिक्के

میں نے پہلے وہ سب اچھے دوست تھے مگر اب وہ بھی میرے لئے بد ہو گئے۔
 ان کے خلاف اگر ہم باہر کی مدد کے سہارے رکھتے اور
 ان کے اندر چیزوں کی کھتا تو سمجھداری کے ساتھ
 انہیں نہیں رکھتے تو اس دیکھ میں جہاں لوگوں کے
 دلوں میں اب بھی معمولی آدمی کی ضرورتیں
 ہیں گرا ہوا ہے اور ہم مہنگائی اور بڑھا دینے اور پیسے کے دام
 میں کھتا دیتے۔

مہرآپ بندی

شراب بندی کے ساتھ ساتھ ہمیں خالص کو تازی تیار کرنے والی کو
 کم دینے کا بھی پروا پر بندہ کر دینا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں
 اپنا کو اور چینی تاز کے رس سے تیار کرنی چاہئے۔ تاز سے
 ہمیں اپنی ضرورت کا پیرا کو اور پوری چینی مل سکتی ہے۔
 گلابوں میں بھی ہم کھیتی کے سادھنوں کا غلط آپدوگ کرتے
 ہیں۔ شکر یا چینی ادھنکر ہوا اور پانی سے ہلتی ہے، زمین سے
 کوئی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے گنے کی زمین کو ہمیں دوسری
 فصلوں پیدا کرنے کے کم میں لانا چاہئے۔ جو لوگ گنے کی
 چینی کی ماروں سے لاکھوں روپے کساتے ہیں وہ اس کے لئے
 دیکھیں، واقعی نہ ہونگے کہ ہم اسی زمین کا آپدوگ ادھک
 سنبھاری کے ساتھ دوسرے کاموں کے لئے کریں۔ چینی کی
 ماروں کی پیداوار پر اگر ہم حد باندھ دیں کہ وہ انہ سے زیادہ
 چینی پیدا نہ کریں تو اس سے بھی ہمارے سمسما حل نہ
 ہوگی۔

شراب بندی اگر ہم سمجھداری کے ساتھ کریں تو اس سے ہمیں بھگت میں گھٹانا نہیں ہونا چاہئے۔ ویدیشی سوانیوں یا خاص سرکاری ملازموں وغیرہ کے لئے چھوٹ کی شکل میں بھی کوئی کمزوری ہمارے شراب بندی کے پروگرام میں نہیں ہونی چاہئے۔ شراب سب کسی کے لئے قانوناً بند ہونی چاہئے اور اُس کے ساتھ سماج میں ہر طبقہ کی شراب کے پینے کو برا سمجھا جاتا چاہئے، چاہے کوئی کم پینے اور چاہے ادھک۔ قدرے چوبھگتے شراب بندی کرنے سے ہماری کلڈائیاں بڑھ جائیگی، جیسا کہ آجکل کہیں کہیں دیکھنے میں آ رہا ہے۔

وہابی

ویدیو سکوں کے لیے میں ہی ہم دیہی میں رہی ہوں
کی خاطر داری ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ انگریزی محاورہ
کہ نکھرات گھر سے شروع ہوتی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ
خطر داری بھی گھر سے شروع ہوتی چاہئے۔ ہم جو
دیہیوں کی خاطر داری کرتے ہیں اس کی چیز میں ہمارا
دیہی سکوں کا لیے ہے اور ویدیو مکہ میں کھول مل
انہیں کی ضرورت کا سامان خریدنے کے لیے چاہتے ہیں۔
مطرحہ فریم گھر جو کہ سیکھا رہا ہے، ہمارے دل کی بات

मिलों की बनी जितनी चीजें गाँव के धन्दों से टक्कर लेती हैं और उन्हें नुक़सान पहुँचाती हैं वह केवल तब ही एक गाँव में जानी चाहियें जब तक कि गाँव के उसी तरह के धन्दों में फिर से जान न पड़ जावे. उसके बाद किसी पूँजीपति को कारख़ाना खोलकर गाँव के इस तरह के धन्दों को मिटाने का मौक़ा नहीं दिया जाना चाहिये. सरकारी योजना का मसौदा तैयार करने वालों ने जो अपनी नीति बताई है वह हमारी इस बात के खिलाफ़ है. उनकी नीति है—“आजकल के ढंग की एक ऐसी आर्थिक व्यवस्था क़ायम करना जिसमें बहुत सी पूँजी के तरह तरह की चीजें तैयार की जा सकें.” इस तरह की चिन्तने की साम्राजवाद पैदा होता है, इससे सामाजवादी प्रथा (सोशलिस्ट पैटर्न) तैयार नहीं हो सकता. हम में से जो लोग ‘सर्वोद्ध’ के असूल के अनुसार मानव समाज का एक आर्थिक ढाँचा और आदमी आदमी की बराबरी

ملوں کی ہلی چٹنی چیزیں گڑوں کے دھندوں سے تکر لیتی ہیں اور انہیں نقصان پہونچاتی ہیں وہ کیہل تب ہی تک گڑوں میں چائی چاہئیں جب تک کہ گڑوں کے اُسی طرح کے دھندوں میں پھر سے جان نہ پڑ جاوے۔ اُس کے بعد کسی پونجی پتی کو اپنا کارخانہ کھولکر گڑوں کے اِس طرح کے دھندوں کو ملانے کا موقع نہیں دیا جانا چاہئے۔ سرکاری یوجنا کا مسودہ تیار کرنے والوں نے جو اپنی نہتی بتائی ہے وہ ہماری اِس بات کے خلاف ہے۔ اُن کی نہتی ہے—”اُچل کے تھنگ کی ایک ایسی آرٹھک ویسٹھا قائم کرنا جس میں بہت سی پونجی سے طرح طرح کی چیزیں تیار کی جاسکیں۔“ اِس طرح کی نہتی سے ہی سامراجیاد پیدا ہوتا ہے، اِس سے ساج وادی ڈھانچہ (سوشلسٹ پیٹرن) تیار نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے جو لوگ ”یورپسٹ“ کے اصول کے انہماک مابو سماج کا ایک نمائندہ ڈھانچہ اور اُسی اُسی کی پونجی

کا اسی طرح کے کام کرنا چاہئے۔ ہمیں وہ کسی طرح ہی ایسی ہو جائے گا جس سے نہیں دیکھ سکتے۔

ہم ایشیائیوں کے جن اصولوں کا، اور جس اہلیسا اور سچائی کا ہم بھرتے ہیں اس کے ساتھ ہی اس یोजना کی یہ نیت نہیں ملتی۔ ہم دنیا بھر میں شانتی چاہتے ہیں۔ ہم اپنے دیہات میں ہمیں اسی آدھار پر آرٹھک رچنا کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنے آدھاروں کو ٹیک ٹیک کرنا چاہئے اور ان کے آدھار ٹیک ٹیک سوچنا اور عمل کرنا چاہئے۔

جو مال ہمارے دیہات میں پیدا ہو وہ ایک خاص اچھی قسم کا ہو (ایسٹائڈائزیشن) مال کے درجے بھی ملے ہیں (گریڈنگ) یہ سب ٹیک ہے۔ پر ان کے ساتھ اشتہار بازی پر بھی سرکار کی روک تھام دروڑی ہے، خاص کر کھانے پینے کی چیزوں اور دواؤں کے سب اشتہاروں پر مناسب سرکاری محکموں کی یوری روک تھام ہونی چاہئے۔

ہمیں اپنی ویدیسی تجارت کی بھی دھیان کے ساتھ جان بیکار کرنی چاہئے۔ کچے لوہے، کچے مینگنیوز، کچے باکسائٹ جیسی چیزوں کا دیہات سے باہر بھیجنا ہمیں بالکل بند کر دینا چاہئے، اس طرح کے کچے مادیوں کا ٹھیک ٹھیک ایڈجسٹ کر کے ہم ان بڑے بڑے دھندوں کو خوب بڑھا سکتے ہیں جو سرکار کی طرف سے چلائے جا رہے ہیں، پبلک سیکٹر، کمرے ہیں۔ ہم ابھی چاہتے ہیں اس کے لئے تیار نہ ہوں پر ہمیں اسے نگاہ میں رکھنا اور جلدی سے جلدی کرنا چاہئے۔ جیسا بھی کوئلہ ہمارے پاس ہے اسے ہمیں اپنے کام کے لئے دیہات کے اندر رکھنا چاہئے، تاکہ کم سے کم ہمیں باہر سے کوئلہ نہ منگانا پڑے اور باہر سے کوئلہ آنا بند ہو جائے۔ شروع شروع میں اس سے کچھ اسویدھا ہو سکتی ہے، پر ہم سائنسی کھوج سے پوا کم لیں تو اپنے ہی کوئلے سے کافی 'کھلری' پیدا کر سکتے ہیں۔

آئے جانے کے سادھن

آئے جانے کے ساधन

آئے جانے اور مال کو لانے لے جانے کے لئے ہمیں پانی کے راستے بڑھانے کی طرف زیادہ دھیان دینا چاہئے۔ اتر، دکن، پورب اور پچھم چاروں طرف جانے والی نہروں کا ایک ایسا جال ہمیں پور دینا چاہئے جو دیہات کے سب گلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جڑ دے۔ اس سے آب-پاشی اور پیداوار بھی بڑھے گی۔ آئے جانے کا یہ ساधन بہت سستا ہوتا ہے، اور جب کھیتوں میں کم نہیں دھتا تو اس سے لاکھوں کو کام اور روزگار مل جاتا ہے۔

مکان

ہر کارخانے کے مکانوں کے لئے مکان بنانے اور مکان دینے کی ذمہ داری کارخانوں کے مالکوں

ہمیں اپنے دیہات کی تجارت کی بھی دھیان کے ساتھ جان بیکار کرنی چاہئے۔ کچے لوہے، کچے مینگنیوز، کچے باکسائٹ جیسی چیزوں کا دیہات سے باہر بھیجنا ہمیں بالکل بند کر دینا چاہئے، اس طرح کے کچے مادیوں کا ٹھیک ٹھیک ایڈجسٹ کر کے ہم ان بڑے بڑے دھندوں کو خوب بڑھا سکتے ہیں جو سرکار کی طرف سے چلائے جا رہے ہیں، پبلک سیکٹر، کمرے ہیں۔ ہم ابھی چاہتے ہیں اس کے لئے تیار نہ ہوں پر ہمیں اسے نگاہ میں رکھنا اور جلدی سے جلدی کرنا چاہئے۔ جیسا بھی کوئلہ ہمارے پاس ہے اسے ہمیں اپنے کام کے لئے دیہات کے اندر رکھنا چاہئے، تاکہ کم سے کم ہمیں باہر سے کوئلہ نہ منگانا پڑے اور باہر سے کوئلہ آنا بند ہو جائے۔ شروع شروع میں اس سے کچھ اسویدھا ہو سکتی ہے، پر ہم سائنسی کھوج سے پوا کم لیں تو اپنے ہی کوئلے سے کافی 'کھلری' پیدا کر سکتے ہیں۔

ہم اپنے دیہات میں ہمیں اسی آدھار پر آرٹھک رچنا کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنے آدھاروں کو ٹیک ٹیک کرنا چاہئے اور ان کے آدھار ٹیک ٹیک سوچنا اور عمل کرنا چاہئے۔

جو مال ہمارے دیہات میں پیدا ہو وہ ایک خاص اچھی قسم کا ہو (ایسٹائڈائزیشن) مال کے درجے بھی ملے ہیں (گریڈنگ) یہ سب ٹیک ہے۔ پر ان کے ساتھ اشتہار بازی پر بھی سرکار کی روک تھام دروڑی ہے، خاص کر کھانے پینے کی چیزوں اور دواؤں کے سب اشتہاروں پر مناسب سرکاری محکموں کی یوری روک تھام ہونی چاہئے۔

ہمیں اپنی ویدیسی تجارت کی بھی دھیان کے ساتھ جان بیکار کرنی چاہئے۔ کچے لوہے، کچے مینگنیوز، کچے باکسائٹ جیسی چیزوں کا دیہات سے باہر بھیجنا ہمیں بالکل بند کر دینا چاہئے، اس طرح کے کچے مادیوں کا ٹھیک ٹھیک ایڈجسٹ کر کے ہم ان بڑے بڑے دھندوں کو خوب بڑھا سکتے ہیں جو سرکار کی طرف سے چلائے جا رہے ہیں، پبلک سیکٹر، کمرے ہیں۔ ہم ابھی چاہتے ہیں اس کے لئے تیار نہ ہوں پر ہمیں اسے نگاہ میں رکھنا اور جلدی سے جلدی کرنا چاہئے۔ جیسا بھی کوئلہ ہمارے پاس ہے اسے ہمیں اپنے کام کے لئے دیہات کے اندر رکھنا چاہئے، تاکہ کم سے کم ہمیں باہر سے کوئلہ نہ منگانا پڑے اور باہر سے کوئلہ آنا بند ہو جائے۔ شروع شروع میں اس سے کچھ اسویدھا ہو سکتی ہے، پر ہم سائنسی کھوج سے پوا کم لیں تو اپنے ہی کوئلے سے کافی 'کھلری' پیدا کر سکتے ہیں۔

آئے جانے اور مال کو لانے لے جانے کے لئے ہمیں پانی کے راستے بڑھانے کی طرف زیادہ دھیان دینا چاہئے۔ اتر، دکن، پورب اور پچھم چاروں طرف جانے والی نہروں کا ایک ایسا جال ہمیں پور دینا چاہئے جو دیہات کے سب گلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جڑ دے۔ اس سے آب-پاشی اور پیداوار بھی بڑھے گی۔ آئے جانے کا یہ ساधन بہت سستا ہوتا ہے، اور جب کھیتوں میں کم نہیں دھتا تو اس سے لاکھوں کو کام اور روزگار مل جاتا ہے۔

مکان

ہر کارخانے کے مکانوں کے لئے مکان بنانے اور مکان دینے کی ذمہ داری کارخانوں کے مالکوں

ہر ہونی چاہیے، چاہے مالیات سرکار ہو اور چاہے کوئی پرائیویٹ ہو۔ ماحدروں اور ان کے بال بچوں کی تندرستی، ان کی تالیف اور ان کی بہبودی کا سب خرچ اسی ادیوگ یا اسی اے پر ہونا چاہئے۔ جو مزدور اسی کرخانے میں کام کرتا ہے اور حق ہے کہ اُس کی اور اُس کے بال بچوں کی ہوں اور اُن کی حفاظت کا اُس سے کام لینا والا پورا پورا ہے کریں۔

تالیف

چودہ سال کی عمر تک بنیادی تعلیم کی ضرورتی سرکار کو اپنے اوپر لینی چاہیے۔ یونیورسٹی کی تالیف کے لیے بھی سب کو سب سوبیادے سرکار سے ملنی چاہیے۔ اہلگ اہلگ پشوں کی تالیف اور سکری کی ڈنگ کی تالیف کا پربندھ لوگوں کو ساربانجمنک سنبھاؤں دوا یا نیجی ڈنگ سے کرنا چاہیے۔

موزن

کھیتی کے کام کو، اس ترہ بڈانا چاہیے کہ اس سے گاؤں والوں کو جیتنا چاہیے اتنا، اذیت اور شافیک دینے والا موزن مل سکے۔ گاؤں کے لوگوں میں جیس کمری، کمزوری اور اذیوگیتا کی ہم شیکاوت کرتے ہیں اس کا ایک بہت بڑا کارن یہ ہوتا ہے کہ بچوں میں انہیں ٹھیک طرح کا اور پیٹ پر موزن مل پاتا۔ اسی سے وہ ہمیشہ کے لئے کمزور رہ جاتے ہیں۔ لئے درود، آنتس، پیل، سبزی، مچھلی جیسی چیزیں اہم ادھک پیدا کریں اُس پر سب سے پہلے حق لوگوں کے کا ہونا چاہئے، اُس کے بعد یہ چیزیں شہر کے بچوں کو چاہئیں۔ شہروں کی ضرورت کے لئے درود معمولی طور پر سے نہیں آنا چاہئے۔ لوگوں کا درود لوگوں کے بچوں کے لئے چاہئے، اور شہروں کے لئے شہروالوں کے دھن سے انک گوشالائیں تھریاں ہونی چاہئیں جہاں سے شہر والوں کو درود ملے۔ سے لوگوں کے بچوں کا درود اُن سے چھن کر شہر نہیں آویگا۔ طور پر لوگوں کے لوگوں کی غریبی انہیں مجبور کر دیتی ہے کہ اپنے بچوں کی ضرورت کا درود تھن کے بدلہ میں شہر کے ہاتھ لاکر بیچ ڈالیں۔ اُن کی یہ غریبی دور ہونی

سنگٹن اور ویشٹا

کرے کمری نے یہ سچایا تھا کہ لوگوں کے ادیوگ دھندوں اہلے کے لئے ایک الگ سلسلہ ہونی چاہئے جو اسی کام کے ہمارے لاکھوں لوگوں اور کروڑوں لوگوں والوں کی مالی ت کو پورے ہلانے کے لئے یہ بڑے مہتمم کا اور ضروری سچاؤ اپنی سنبھال میں ہم نے اسی ضرورت کام کی طرف سے

چودہ سال کی عمر تک بنیادی تعلیم کی ضرورتی سرکار کو اپنے اوپر لینی چاہیے۔ یونیورسٹی کی تالیف کے لیے بھی سب کو سب سوبیادے سرکار سے ملنی چاہیے۔ اہلگ اہلگ پشوں کی تالیف اور سکری کی ڈنگ کی تالیف کا پربندھ لوگوں کو ساربانجمنک سنبھاؤں دوا یا نیجی ڈنگ سے کرنا چاہیے۔

کھیتی کے کام کو، اس ترہ بڈانا چاہیے کہ اس سے گاؤں والوں کو جیتنا چاہیے اتنا، اذیت اور شافیک دینے والا موزن مل سکے۔ گاؤں کے لوگوں میں جیس کمری، کمزوری اور اذیوگیتا کی ہم شیکاوت کرتے ہیں اس کا ایک بہت بڑا کارن یہ ہوتا ہے کہ بچوں میں انہیں ٹھیک طرح کا اور پیٹ پر موزن مل پاتا۔ اسی سے وہ ہمیشہ کے لئے کمزور رہ جاتے ہیں۔ لئے درود، آنتس، پیل، سبزی، مچھلی جیسی چیزیں اہم ادھک پیدا کریں اُس پر سب سے پہلے حق لوگوں کے کا ہونا چاہئے، اُس کے بعد یہ چیزیں شہر کے بچوں کو چاہئیں۔ شہروں کی ضرورت کے لئے درود معمولی طور پر سے نہیں آنا چاہئے۔ لوگوں کا درود لوگوں کے بچوں کے لئے چاہئے، اور شہروں کے لئے شہروالوں کے دھن سے انک گوشالائیں تھریاں ہونی چاہئیں جہاں سے شہر والوں کو درود ملے۔ سے لوگوں کے بچوں کا درود اُن سے چھن کر شہر نہیں آویگا۔ طور پر لوگوں کے لوگوں کی غریبی انہیں مجبور کر دیتی ہے کہ اپنے بچوں کی ضرورت کا درود تھن کے بدلہ میں شہر کے ہاتھ لاکر بیچ ڈالیں۔ اُن کی یہ غریبی دور ہونی

کرے کمری نے یہ سچایا تھا کہ لوگوں کے ادیوگ دھندوں اہلے کے لئے ایک الگ سلسلہ ہونی چاہئے جو اسی کام کے ہمارے لاکھوں لوگوں اور کروڑوں لوگوں والوں کی مالی ت کو پورے ہلانے کے لئے یہ بڑے مہتمم کا اور ضروری سچاؤ اپنی سنبھال میں ہم نے اسی ضرورت کام کی طرف سے

ان اور ویشٹا

کرے کمری نے یہ سچایا تھا کہ لوگوں کے ادیوگ دھندوں اہلے کے لئے ایک الگ سلسلہ ہونی چاہئے جو اسی کام کے ہمارے لاکھوں لوگوں اور کروڑوں لوگوں والوں کی مالی ت کو پورے ہلانے کے لئے یہ بڑے مہتمم کا اور ضروری سچاؤ اپنی سنبھال میں ہم نے اسی ضرورت کام کی طرف سے

بیماریوں کی ہے۔ سبب بآسانی میں آکر سہکار
 ناہی (کنٹریبیوٹ) اور راشیہ (کمیونٹی ڈیولپمنٹ)
 نل (کنٹریبیوٹ) کے رپ میں، بیداری ایجنٹوں کی
 مدد کے سارے کھ بھری اور رکھی رکھی کانشیوں
 دہا کے سامنے رکھی جا رہی ہیں۔ اس तरह کی کانشیوں
 بکثیرت کانس کانس بونے دپ ہلاکوں یا کینڈوں میں کی
 جا رہی ہیں۔ ان کانشیوں اور یोजनाہوں سے سمی کی
 کھرت پوری نہیں ہو سکتی۔ اک تو سیکھے دپ کام کرنے
 بالوں کی کمی ہے اور دوسرے دن کی بھی بھد کمی رہتی
 ہے۔ اس کام میں بگر لیتی کو اور لیتی سے اور گاں
 سے سمبندھ رکھنے بالے سب دھوگ دھنوں کو بدانے اور
 ترککی دینے کا پورا پورا کھال رکھا جاوے اور اسنے
 بڈے کام کے لیے کافی دھن لگایا جائے اور کام
 کرنے بالوں کو ٹیک ٹیک بکھار ملے دپ ہوں تو کھ
 ٹیک کام ہو سکتا ہے۔

اک یोजना مینسٹری ہمارے یھاں مایود ہے۔ اسکے
 ساٹھ اک بکھ ڈیپٹی مینسٹر ہونا چاہیے جو سب
 پھلوں کو بھان میں رکھکر اس کام کو پورا کرے۔
 اس ڈیپٹی مینسٹر کو پورا بکھار ہونا چاہیے کی
 جین جین سرکاری مھکموں کا اس کام سے واسٹا پڈتا
 ہے ان سب کے اس तरह کے کاموں کو ماکر ٹیک
 तरह کلا سکے۔ سماج سبکوں کا اس तरह کا کام
 جیسا سرکاری مسودے میں بتایا گیا ہے کھل کھل سے
 لیا پوتی اور بھلا ہے۔ ہمیں کرنا یہ ہے کہ گاں
 بالوں کی ماکلی کھلت کو پوری तरह ماکھوت بنا دے۔ یہ کام
 بکھسکے سماج سبک نہیں کر سکتے۔ یہ پوری بھمباری
 کا کام ہے۔ سرکار کو بپنا پورا اور اس کام میں
 لگانا چاہیے۔

سبب بھاری کی ہے۔ اب بھر میں اگر سبک بھاریوں
 (کمیونٹی ڈیولپمنٹ) اور راشیہ بھاری (نیشنل ایکسٹینشن)
 کے رپ میں، ودیشی بکھاریوں کی مدد کے سارے کھ
 بھری اور رکھی رکھی کوششیں دیں کے سامنے رکھی جا رہی
 ہیں۔ اس طرح کی کوششیں بکھار کھال کھال چلے ہوئے
 بکھوں یا کینڈوں میں کی جا رہی ہیں۔ ان کوششوں اور
 یोजनाوں سے سم کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ ایک تو
 سیکھے ہوئے کام کرنے والوں کی کمی ہے اور دوسرے دھن کی بھی
 بھد کمی رہتی ہے۔ اس کام میں اگر بھاری کو اور بھاری سے اور
 گوں سے سمبندھ رکھنے والے سب ادھوگ دھنوں کو بھارتے اور
 دیکھ ترقی کا پورا پورا کھال رکھا جاوے اور اتنے بڑے کام کے لئے
 کافی دھن لگایا جائے اور کام کرنے والوں کو بھیک بھیک ادھوگ
 ہوئے ملے ہوں تو کھ بھیک کام ہو سکتا ہے۔

ایک یोजना مینسٹری ہمارے یھاں موجود ہے۔ اس کے ساتھ
 ایک الگ ڈیپٹی مینسٹر ہونا چاہئے جو سب پھلوں کو دھیان
 میں رکھ کر اس کام کو پورا کرے۔ اس ڈیپٹی مینسٹر کو پورا
 ادھوگ ہونا چاہئے کہ جن جن سرکاری مھکموں کا اس کام سے
 واسطہ پڑتا ہے ان سب کے اس طرح کے کاموں کو ملا کر بھیک
 طرح چلا سکے۔ سماج سبکوں کا اس طرح کا کام جیسا سرکاری
 مسودے میں بتایا گیا ہے کیول ادھر سے لیا پوتی اور دھوگا ہے۔
 ہمیں کرنا یہ ہے کہ گوں والوں کی مالی کھالت کو پوری طرح مضبوط
 بنا دیں۔ یہ کام انھیں سماج سبک نہیں کر سکتے۔ یہ پوری
 بھمباری کا کام ہے۔ سرکار کو اپنا پورا زور اس کام میں لگانا
 چاہئے۔

ہماری رائے

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس সময় دنیا میں دو तरह کی کوششوں साथ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر विश्वास बढ़ाने और दुनिया के साधनों को करोड़ों जनता की भलाई के कामों में लगानے की کوششوں में ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، अवিশ्वास और नफرتوں को बढ़ानے और جنگ की तैयاریوں में अربों खर्च करने में लगे हैं। सोवियत रूस में और अमरीका में सन् 1956-57 के जो नए सालाना बजट तैयार हुए हैं उन से यह बात अच्छी तरह चमक उठती है कि कौन किस कौशिश में है।

सोवियत रूस में जो नए साल का बजट बना है उसे उस देश में "शान्तिमय तामीरी बजट" कहा जा रहा है और बहुत से दूसरे देशों के लोग भी उसे ऐसा ही समझते हैं। बजट में अगले साल का कुल खर्च 56,960 करोड़ रूबल रखा गया है। एक रूबल मोटे तौर पर एक रुपये के बराबर होता है। इस कुल रकम में से 10,250 करोड़ रूबल यानी कुल बजट का अठारह फीसदी से कुछ कम फौज और हथियारों पर खर्च होगा। पिछले साल रूस में फौज के ऊपर जो खर्च हुआ था अगले साल उस से 1,000 करोड़ रूबल कम खर्च किया जायगा। बजट की बाकी रकम ऐसे तामीरी कामों में खर्च की जायगी जिन से जनता का सुख और उनकी खुशहाली बढ़े इसमें लोगों की समाजी और कलचरी जरूरतों का खास खयाल रखा गया है। खेती की तरक्की पर माल को लाने सेजाने की अधिक सुविधाओं पर, उद्योग धन्दों पर, नए मकानों पर और रोशनी के अधिक प्रबन्ध पर 23,730 करोड़ खर्च किया जावेगा। इसके अलावा 10,970 करोड़ नई आर्थिक योजनाओं में लगाया जावेगा। तालीम पर, साइंस के तजरबों पर, पुस्तकालयों, किताबों, अखबारों, असाधकों, जनता की तन्दुरुस्ती के दूसरे कामों और नई और अराक लोगों की पेशानों पर साल में 16,180 करोड़ खर्च होगा।

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس سمہ دنیا میں دو طرح کی کوششیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر دشواریں بڑھانے اور دنیا کے سادھنوں کو کروڑوں چنٹا کی پھلتی کے کاموں میں لگانے کی کوششوں میں ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، اوشوایں اور نفرتوں کو بڑھانے اور جنگ کی تیاریوں میں اربوں ٹریوں خرچ کرنے میں لگے ہیں۔ سوویت روس میں اور امریکہ میں سن 1956-57 کے جو نئے سالانہ بجٹ تیار ہوئے ہیں ان سے یہ بات اچھی طرح چمک اُٹتی ہے کہ کون کس کوشش میں ہے۔

سوویت روس میں جو نئے سال کا بجٹ بنا ہے اسے اُس دیس میں "شانیت سے تعمیری بجٹ" کہا جا رہا ہے اور بہت سے دوسرے دیسوں کے لوگ بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بجٹ میں اگلے سال کا کل خرچ 56,960 کروڑ روپل رکھا گیا ہے۔ ایک روپل موٹے طور پر ایک روپے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کل رقم میں سے 10,250 کروڑ روپل یعنی کل بجٹ کا اٹھارہ فیصدی سے کچھ کم فوج اور ہتھیاروں پر خرچ ہوگا۔ پچھلے سال روس میں فوج کے اوپر جو خرچ ہوا تھا اگلے سال اس سے 1,000 کروڑ روپل کم خرچ کیا جائیگا۔ بجٹ کی باقی رقم ایسے تعمیری کاموں میں خرچ کی جائیگی جن سے چلتا کا سم اور ان کی خوشحالی بڑھے۔ اس میں لوگوں کی سماجی اور تلجوری ضرورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کھیتی کی ترقی پر مال کو لانے لیجانے کی ادھک سوویدہ ڈس پر، ادھک دھندوں پر، نئے مکانات پر اور روشنی کے ادھک پر بندہ پر 23,730 کروڑ خرچ کیا جاویگا۔ اس کے علاوہ 10,970 کروڑ نئی آرتھک پوجناؤں میں لگایا جاویگا۔ تعلیم پر، سائنس کے تجربوں پر، پسنکالوں، کتابوں، اخباروں، کسرت ٹھروں، چلتا کی تندرستی کے دوسرے تجربوں اور بڑھنے اور لشت لوگوں کی پینسلوں پر سال میں 16,180 کروڑ خرچ ہوگا۔

سفر 1955-56 کے دوران میں نے امریکی فوج کے مالیاتی کمیشن پر 2,000 کروڑ روپے کی رقم اور فوج پر 1,490 کروڑ روپے خرچ کیا جائے گا۔ کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔

کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔ کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔ کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔

دوسری طرف اب ہم 1956-57 کے امریکی بجٹ پر ایک سرسری نظر ڈالتے۔ پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے امریکی کانگریس کے سامنے اپنے اس بجٹ کو "ٹنڈی جگ اور ہتھیاروں کی دھڑ کا بجٹ" کہا ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس بجٹ کا اسی طرح دیکھتے ہیں۔ کل سال کا خرچہ 6,590 کروڑ ڈالرز رہا ہے۔ ایک ڈالر برابر لگ بھگ چار روپے کے ہے۔ اس سے 4,240 کروڑ روپے یا کل بجٹ کے چوتھائی سے کم خرچ کیا جائے گا۔ کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔

پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اگلے سال امریکی فوج کی تعداد بڑھائی جائے گی اور ہتھیاروں کی تیاری پر اور زیادہ رقم خرچ کی جائے گی۔ امریکی فوج میں کل 24,000 آدمی بڑھائے جائیں گے جس سے امریکی فوج کی تعداد 28,38,000 تک پہنچ جائے گی۔ 630 کروڑ ڈالرز اس طرح کے نئے ہتھیاروں کے بنانے پر خرچ کیے جائیں گے جو آج کل کے ہتھیاروں کے مقابلے میں زیادہ مہلک ہوں گے۔ 490 کروڑ ڈالرز کوئٹہ، پاکستان اور ترکی کے لئے ہتھیاروں کی تیاری کے لئے خرچ کیے جائیں گے۔ یہ رقم بھی پچھلے سال کی طرح کی رقم سے 10 کروڑ ڈالرز کم ہے۔

اس بجٹ سے امریکی فوج کی تیاری اور اس کی ہتھیاروں کی تیاری پر زیادہ خرچ ہوگا۔

1955-56 کے مالیاتی سال میں امریکی فوج پر 2,000 کروڑ روپے خرچ کیا جائے گا۔ کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔

فوجی خرچہ کو بڑھانے اور تعمیراتی کاموں کے خرچہ کو بڑھانے کے لئے امریکی فوج کا خرچہ بڑھا دیا ہے۔ پچھلے سال کے مقابلے میں سوویت روس نے اپنی فوج میں بھی 6,40,000 آدمی کم کر دیئے ہیں۔ یہ سب مائیکرو سسٹم اور اس سے متعلق تعمیراتی کاموں میں لگادی گئی ہے۔ اس سے پہلے اپنے دیہات سے باہر روس کا کپول ایک فوجی اڈا تھا اور وہ فلینڈز کے پاس پروک ٹون نام کا جہاز تھا۔ سوویت روس نے اب اپنی سب کاربار وہاں سے اٹھا لیا اور وہ جگہ فلینڈز کو واپس دی ہے۔

دوسری طرف اب ہم 1956-57 کے امریکی بجٹ پر ایک سرسری نظر ڈالتے۔ پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے امریکی کانگریس کے سامنے اپنے اس بجٹ کو "ٹنڈی جگ اور ہتھیاروں کی دھڑ کا بجٹ" کہا ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس بجٹ کا اسی طرح دیکھتے ہیں۔ کل سال کا خرچہ 6,590 کروڑ ڈالرز رہا ہے۔ ایک ڈالر برابر لگ بھگ چار روپے کے ہے۔ اس سے 4,240 کروڑ روپے یا کل بجٹ کے چوتھائی سے کم خرچ کیا جائے گا۔ کئی کے لئے جو 1,000 کروڑ روپے بچاوا گیا ہے۔ یہ سب ان کے لئے کے انہی کاموں میں خرچ ہوگا۔

پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اگلے سال امریکی فوج کی تعداد بڑھائی جائے گی اور ہتھیاروں کی تیاری پر اور زیادہ رقم خرچ کی جائے گی۔ امریکی فوج میں کل 24,000 آدمی بڑھائے جائیں گے جس سے امریکی فوج کی تعداد 28,38,000 تک پہنچ جائے گی۔ 630 کروڑ ڈالرز اس طرح کے نئے ہتھیاروں کے بنانے پر خرچ کیے جائیں گے جو آج کل کے ہتھیاروں کے مقابلے میں زیادہ مہلک ہوں گے۔ 490 کروڑ ڈالرز کوئٹہ، پاکستان اور ترکی کے لئے ہتھیاروں کی تیاری کے لئے خرچ کیے جائیں گے۔ یہ رقم بھی پچھلے سال کی طرح کی رقم سے 10 کروڑ ڈالرز کم ہے۔

اس بجٹ سے امریکی فوج کی تیاری اور اس کی ہتھیاروں کی تیاری پر زیادہ خرچ ہوگا۔

یہ ایک بڑے بڑے کام کے پورا کرنے کے لیے ایک طرف سے ایک طرف سے، کلاں، کلاں کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

दोनों देशों के बजट की यह कुछ मोटी मोटी बातें हैं. इनसे बाहर है कि जहां तक दुनिया के अमन का सम्बन्ध है दोनों देशों की निगाहें दो तरफ हैं. रूस जहां तक बन पड़े दुनिया को जंग से बचाना चाहता है, देशों देशों के बीच शान्ति चाहता है और अपने यहां की आम जनता को अधिक सुखी और अधिक खुशहाल बनाने में अपनी सारी शक्ति खर्च करना चाहता है. दूसरी तरफ़ अमरीका की आजकल की सरकार अपनी कौजी शक्ति को अधिक से अधिक बढ़ाकर, दूसरे देशों में ताड़ फोड़ करके, कुछ को धन और हथियारों का लालच देकर और कुछ को जंग की धमकी देकर, और अगर जरूरत पड़े और मौका मिल सके तो एक को दूसरे से लड़ाकर अपने असर और अपनी शक्ति को बढ़ाना चाहती है. पहला रास्ता दुनिया भर के लिये अमन और सलामती का रास्ता है. दूसरा रास्ता दुनिया के लिये जंग और बरबादी का रास्ता है.

—सुन्दरलाल

आइज़नहावर के नाम बुलगानिन का पत्र

23 जनवरी सन् 1956 को सोवियत रूस के प्रधान मंत्री बुलगानिन ने अमरीका के प्रेजीडेंट आइज़नहावर को एक पत्र लिखा जिसमें उन्होंने अमरीका के प्रेजीडेंट को सुझाया कि कम से कम बीस बरस के लिये अमरीका और रूस की सरकारों में दोस्ती और मिलके काम करने का सम्झौता हो जाय ताकि एक दूसरे पर विश्वास पैदा हो, आमों को मेल मिलाप की राहें खुलें और विश्व शान्ति की नींव पक्की हो सके.

इस सुन्दर और लम्बे पत्र में प्रधान मंत्री बुलगानिन ने लिखा है कि दुनिया के अमन को कायम रखने की सब से बड़ी जिम्मेदारी इस समय अमरीका और रूस पर है. और अगर वह दोनों आपस में अमन से रहने का फैसला कर लें तो सारी दुनिया जंग के खतरे से बच सकती है.

پہ اس طرح کے ایک طرف سے ایک طرف سے، کلاں، کلاں کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

دونوں دیشوں کے بچت کی یہ کچھ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ جہاں تک دنیا کے امن کا سمبندھ ہے دونوں دیشوں کی نگاہیں دو طرف ہیں۔ روس جہاں تک بن پڑے دنیا کو جنگ سے بچانا چاہتا ہے، دونوں دیشوں کے بیچ شانتی چاہتا ہے اور اپنے یہاں کی عام جلنا کو ادھک سکھی اور ادھک خوشحال بنانے میں اپنی ساری شکتی خرچ کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف امریکہ کی آجکل کی سرکار اپنی نوچی شکتی کو ادھک سے ادھک بڑھا کر، دوسرے دیشوں میں توڑ پھڑ کر کے، کچھ کو دھن اور ہتھیاروں کا لالچ دیکر اور کچھ کو جنگ کی دھمکی دیکر، اور اگر ضرورت پڑے اور موقع مل سکے تو ایک کو دوسرے سے لڑا کر اپنے اثر اور اپنی دھاک کو بڑھانا چاہتی ہے۔ پہلا راستہ دنیا بھر کے لئے امن اور سلامتی کا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ دنیا کے لئے جنگ اور بربادی کا راستہ ہے۔

—سندر لال

آئزن ہاور کے نام بلگانین کا پتر

23 جنوری سن 1956 کو سوویت روس کے پردھان منتری بلگانین نے امریکہ کے پریزیڈنٹ آئزن ہاور کو ایک خط لکھا جس میں انھوں نے امریکہ کے پریزیڈنٹ کو سچایا کہ کم سے کم بیس برس کے لئے امریکہ اور روس کی سرکروں میں دوستی اور مل کے کام کرنے کا سمجھوتہ ہو جائے تاکہ ایک دوسرے پر دشواری پیدا ہو، آگے کو میل ملاپ کی راہیں کھولیں اور دشواری کی نہیں پکی ہو سکیں۔

اسی سندر اور لمبے پتر میں پردھان منتری بلگانین نے لکھا ہے کہ دنیا کے امن کو قائم رکھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری اس جمے امریکہ اور روس پر ہے۔ اور اگر یہ دونوں آپس میں امن سے رہیں تو ساری دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ ویسے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لہذا کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کوئی خاص مگنا نہیں ہے، نہ کبھی دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ کسی علاقے کو امریکہ اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگانی نے یو بی ڈی ٹی آئزن ہاور کو ان کے جونیوا کے یہ شد یاد دلائے ہیں:—”امریکا کے لوگ، سوویت روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں، دونوں देशوں کے لوگوں میں کوئی کدورتی فرق نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا جھگڑا ہے، نہ کوئی تجارتی رگ ذات ہے۔ پچھلے لہاس میں ہمارے دونوں دیشوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔“

انہوں نے یاد دلا دیا ہے کہ پچھلے دونوں مہادیوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے ایک ہی میدانوں میں ساتھ ساتھ بہا ہے۔

انہوں نے اس بات پر دھک پرکھ کیا ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔

انہوں نے یہ بھی دکھایا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکچی، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پریم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو لہ ہو۔

انہوں نے سوئیڈن کیا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوال پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پر ہدی ایک ہار امریکہ اور روس میں ملج سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہوا تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگانی نے یہاں پر ایلم ہم اور مائٹروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اُسے فرمایا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

انہوں نے یاد دلا دیا ہے کہ پچھلے دونوں مہادیوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے ایک ہی میدانوں میں ساتھ ساتھ بہا ہے۔

انہوں نے اس بات پر دھک پرکھ کیا ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔

انہوں نے یہ بھی دکھایا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکچی، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پریم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو لہ ہو۔

انہوں نے سوئیڈن کیا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوال پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پر ہدی ایک ہار امریکہ اور روس میں ملج سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہوا تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگانی نے یہاں پر ایلم ہم اور مائٹروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اُسے فرمایا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

انہوں نے یاد دلا دیا ہے کہ پچھلے دونوں مہادیوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے ایک ہی میدانوں میں ساتھ ساتھ بہا ہے۔

انہوں نے اس بات پر دھک پرکھ کیا ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔

انہوں نے یہ بھی دکھایا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکچی، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پریم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو لہ ہو۔

اور پھر آپس کے کچھ معاملوں کا جماعتی تنظیمی رابطہ سب کے کچھوں کے अनुसार ملحد سے پھر آپس کی بات چیت سے ہی کیا جانی۔

انہوں نے اس خط میں دیکھا ہے کہ ہتھیاروں کی دھڑ میں دونوں کا کتنا نقصان ہے اور اس دھڑ کو بند کر دینے سے دونوں دھڑوں کی جنمیت کا کتنا کام ہے۔ جو کچھ اس وقت اس وقت لگا رہی ہے تیاریوں میں کچھ ہو رہی ہے اسے کچھ دیکھ کر دنیا کی جنمیت کی خرابی کے بدنامی میں کچھ کیا جا سکتا ہے۔

شی بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکا اور روس میں دوستی کا معاملہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ امریکا اور روس کے اندر دونوں ممالکوں میں داخل نہ دینے کے اصولوں پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر لے کی کوشش نہ کر کے سلیمت راستہ کے چارٹر کے अनुसार صلح سے ہی ملے کہا جارہے۔

شی بولگانی نے لکھا ہے کہ دونوں دھڑوں میں مالی، تجارتی، کھیتی باڑی اور سائنسی لین دین بھی بڑھنا چاہئے جس سے دونوں کو لگے ہو۔

شی بولگانی نے اس پتر کے ساتھ ایک عارضی صلحنامہ کا مسودہ بھیجا ہے جس میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ برابری اور دونوں کے فائدے کے اصول پر دونوں میں کھیتی باڑی اور تجارتی میل جول بڑھایا جارہے اور کم سے کم بیس برس کے لئے دونوں یہ ملے کر لیں کہ ایک دوسرے سے لڑنے نہیں اور جو بھی آپس میں جھگڑے رہ گئے ہیں وہ صلح اور بات چیت سے ہی ملے کر پکے۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر سلمہ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکا کے جو پونجی پتی آریں اور کچھ سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کما رہے ہیں، یا جن کے بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مل اور دور دور کی منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کچھ سے دنیا کے بڑے کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری ہے کہ امریکا کی جنگ اور امریکا کے شاکس جنگ کے خطروں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر ملے ہی لگے، امریکا کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوتا۔

भाई सुन्दरलाल जी !

आपका पत्राचार राजकुमारी अमृतकौर के देहली वाले व्याख्यान पर पढ़ने में आया. यह तो मानना ही पड़ेगा कि हर सिसटम में कुछ न कुछ अच्छाइयाँ हैं. मगर किसी मिनिस्टर से यह आशा नहीं की जा सकती कि हरेक की हर समय अच्छाइयाँ ही दिखाया करे.

यों तो मैं अपना ही एक केस बताता हूँ. मैं कोई 12 साल का था जब मुझे लमवैगो और बुखार आया. कई महीने यह दर्द और बुखार चला. रोज सिविल सरजन ओब्रायन और कई देसी डाक्टर आते थे और उस सस्ते जमाने में बाइस रुपये रोज फीस उन्हें दी जाती थी. कोई फायदा न हुआ. हमारे घर के एक मित्र ने मेरी माता से कहा कि सदारा मियाँ जर्नाह के पास कोई दवा है जो फायदा करेगी. मेरे चाचा की आज्ञा लेकर जर्नाह को बुलाया गया. उसने कहा 6 दिन में अच्छा हो जावेगा. उसे इजाजत मिलने पर उसने अपनी मैली थैली से दवा निकाल कर मेरी जाँघ पर मली. बाकई सातवें दिन न बुखार था, न दर्द. उसे 10) इनाम देकर रहस्यत किया गया और वह खुश होगया.

मिनिस्ट्रों को कहां इतनी फुरसत कि इन छुटभयों की करामात को देखें और उसका बखान करें. यही क्या कम है कि उनपर रोक न लगाई जावे.

—मोहन लाल नेहरू.

भाई सुन्दरलाल जी !

आप का اعتراف राजकुमारी अमृत कौर के देहली वाले व्याख्यान पर पढ़ने में आया. यह तो मानना ही पड़ेगा कि हर सिसटम में कुछ न कुछ अच्छाइयाँ हैं. मगर किसी मिनिस्टर से यह आशा नहीं की जा सकती कि हर एक की हर समय अच्छाइयाँ ही दिखाया करे.

यों तो मैं अपना ही एक केस बताता हूँ. मैं कोई 12 साल का था जब मुझे लमवैगो और बुखार आया. कई महीने यह दर्द और बुखार चला. रोज सिविल सरजन ओब्रायन और कई देसी डाक्टर आते थे और उस सस्ते जमाने में बाइस रुपये रोज फीस उन्हें दी जाती थी. कोई फायदा न हुआ. हमारे घर के एक मित्र ने मेरी माता से कहा कि सदारा मियाँ जर्नाह के पास कोई दवा है जो फायदा करेगी. मेरे चाचा की आज्ञा लेकर जर्नाह को बुलाया गया. उसने कहा 6 दिन में अच्छा हो जावेगा. उसे इजाजत मिलने पर उसने अपनी मैली थैली से दवा निकाल कर मेरी जाँघ पर मली. बाकई सातवें दिन न बुखार था, न दर्द. उसे 10) इनाम देकर रहस्यत किया गया और वह खुश होगया.

मिनिस्ट्रों को कहां इतनी फुरसत कि इन छुटभयों की करामात को देखें और उसका बखान करें. यही क्या कम है कि उनपर रोक न लगाई जावे.

—मोहन लाल नेहरू.

ہندوستان کی تاریخ اور تہذیب

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	قیمت	نام کتاب	لکھک	قیمت
1. شہر و شہری	شری ابودھیا پرساد گنڈاپہ	8 0 0	1. شہر و شہری	شری ابودھیا پرساد گنڈاپہ	8 0 0
2. شہر و شہری	"	8 0 0	2. شہر و شہری	"	8 0 0
3. گھرے پانی پتہ	"	2 8 0	3. گھرے پانی پتہ	"	2 8 0
4. ہمارے آراध्य	شری بنارسی داس چترودی	3 0 0	4. ہمارے آراध्य	شری بنارسی داس چترودی	3 0 0
5. سنسکرت	"	3 0 0	5. سنسکرت	"	3 0 0
6. دو ہزار ورہی پرانی کہانیاں	شری جگدیش چندر جھن	3 0 0	6. دو ہزار ورہی پرانی کہانیاں	شری جگدیش چندر جھن	3 0 0
7. ج्ञान गंगा	شری نارائن پرساد جھن	6 0 0	7. ج्ञान गंगा	شری نارائن پرساد جھن	6 0 0
8. पंच चिन्ह	شری शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0	8. पंच चिन्ह	شری शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0
10. आकाश के तारे धरती के फूल	شری कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0	10. आकाश के तारे धरती के फूल	شری कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0
11. मुक्ति दूत	شری बीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0 0	11. मुक्ति दूत	شری बीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0 0
12. मिलन यामिनी	شری बच्चन	4 0 0	12. मिलन यामिनी	شری बच्चन	4 0 0
13. रजत रश्मि	डाक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	13. रजत रश्मि	डाक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0
14. मेरे बापू	شری तन्मय बुलारिया	2 8 0	14. मेरे बापू	شری तन्मय बुलारिया	2 8 0
15. विश्व संघ की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	15. विश्व संघ की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0
16. भारतीय अर्थशास्त्र	شری भगवानदास केला	0 0 0	16. भारतीय अर्थशास्त्र	شری भगवानदास केला	0 0 0
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	17. भारतीय शासन	"	3 0 0
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0
19. साम्राज्य और वनका पत्तन	"	2 8 0	19. साम्राज्य और वनका पत्तन	"	2 8 0
20. भारतीय स्वाधीनता अन्वोलन	"	1 4 0	20. भारतीय स्वाधीनता अन्वोलन	"	1 4 0
21. सर्वोद्यय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	21. सर्वोद्यय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0
22. हमारी आदिम जातियां	شری भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0	22. हमारी आदिम जातियां	شری भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0
23. अर्थशास्त्र सम्भावली	شری दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अभिवृष्ट, श्री भगवानदास केला	2 0 0	23. अर्थशास्त्र सम्भावली	شری दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अभिवृष्ट, श्री भगवानदास केला	2 0 0
24. नागरिक शिक्षा	شری भगवानदास केला	1 8 0	24. नागरिक शिक्षा	شری भगवानदास केला	1 8 0
25. राष्ट्र मंडल शासन	شری दयाशंकर दुबे	1 8 0	25. राष्ट्र मंडल शासन	شری दयाशंकर दुबे	1 8 0
26. जवानी	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	26. जवानी	महात्मा भगवानदीन	3 0 0
27. मारवे की हिम्मत !	"	1 0 0	27. मारवे की हिम्मत !	"	1 0 0
28. छलोन सच	"	0 8 0	28. छलोन सच	"	0 8 0
29. मेरे साथी	"	1 0 0	29. मेरे साथी	"	1 0 0

میتھنے کا پتا—

مینیجر 'نیا ہند'

145, سٹیٹ گنج, لاہور۔

مینیجر 'نیا ہند'

145, سٹیٹ گنج, لاہور۔

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

चीन मित्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मिस्र बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुन हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पते

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145 मथी कंज, अलाहाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پندت سندر لال، مولا—دین روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بیارنیہ، بیارنیہ میں اس سے
سندر دوتی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پندت سندر لال، مولا—دین روپیہ

مہاتما زر توستور اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—شومہر تاپہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—شومہر تاپہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبیتا اور سنسکرتی

لیکھک—شومہر تاپہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

سیر بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—شومہر تاپہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبیتا اور سنسکرتی

لیکھک—شومہر تاپہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بھاپورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—دو روپیہ

قرآن اور دھرمک متبہید

لیکھک—مولانا ابوالکلام آزاد، قیمت—دو روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کہانیاں کا سنہ)

لیکھک—رگپتی سہائے فراق، قیمت—تین روپیہ

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی کےन्द्र—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لکھک—گاندھیवाद کے ماننے جانے
विद्वान : श्री मंजर अली सोरठा
सफे 225, क्रीमत दो रुपया

— : ० : —

गान्धी बाबा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)
लेखिका—क्रुदमिया जैदी
भूमिका—पण्डित जवाहरलाल नेहरू
मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें
दाम दो रुपया

— : ० : —

पण्डित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गीता और कुरान

275 सफे, दाम ढाई रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सफे, दाम बारह आने

महاتमा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमत बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमत चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमत दो आने

हमारी नئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لیکھک—گاندھی واد کے ماننے جانے
دوان : شری منظر علی سوختہ
صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)
لیکھک—کرسیمہ زیدی
بھومکا—پنڈت جواہر لال نہرو
موتا کاغذ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دام دو روپیہ

— : 0 : —

پنڈت سندھ لال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دام ڈھائی روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145، مٹی گنج آباد

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुटुगंज इलाहाबाद

نیا حصہ

اس نمبر کے خاص لیکھ اس نمبر کے تمام لکھ

حضرت محمد اور ان کا پیغام
—شومہر ناتھ پانڈے

پ্রেام اور بیاہ

—شری چکرورتی راجکوبالاچاریہ

زندگی اور حقیقت

—شری گوبند سنگھ

پہلے وچار

—مہاتما بھگوان دین

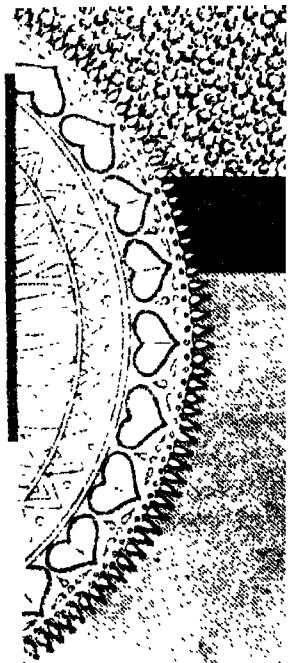
نیلام کا ہار (کہانی)

—شومہر ناتھ پانڈے

اس کے علاوہ

دیس بدیس کے مسئلوں پر ہماری راہ میں جاری سمپادکی نوٹ

دیس بدیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سمپادکی نوٹ



نی کلتھر سوسائٹی، دہلی (کلی) سوسائٹی، الہ آباد

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

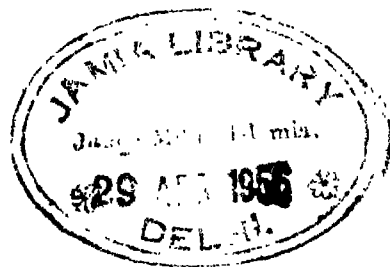
Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کا ہندوستانی

نمبر 4 نمبر جلد 21 جلد



اپریل 1956

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کولچر سوسائٹی

145 بھٹی گنج، دہلی

145 بھٹی گنج، دہلی

اپریل 1956

<u>کتابا کس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کتاب کس سے</u>
1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھرناتھ پانڈے	... 177 ...	1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھرناتھ پانڈے
2. ایلوہی	... 185 ...	2. ایلوہی —ڈاکٹر یونانی سرکار
3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०	3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०
4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०	... 189 ...	4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०
5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य	... 196 ...	5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य
6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह	... 200 ...	6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह
7. बय्या —आई मदन गोपाल जी	... 204 ...	7. बय्या —आई मदन गोपाल जी
8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी	... 207 ...	8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी
9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी	... 212 ...	9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी
10. कुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन	... 216 ...	10. कुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन
1. नीलम का हार (कहानी) —बिरबमबھरनाथ पान्डे	... 217 ...	11. नीलम का हार (कहानी) —बिरबमबھरनाथ पान्डे
2. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरसाह	... 226 ...	12. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरसाह

محکمات محمد اور ان کا پرشام

وہم و ہر نام بالذی

اسلام کے پیغمبر حضرت محمد کی گنتی دنیا کی یہاں سے
 پہلی آفتابوں میں کی جاتی ہے۔ وہ ایک معمولی غریب گور
 میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی موت سے پہلے سوچے عرب کے
 صحابہ تھے، برسوں کی دوسرا لمحہ لمحہ دروزوں اور ایکسٹ
 کے بعد عرب کی اُس زمانے کی گری ہوئی حالت میں ابھور
 نے انہیں اُن کے دیہات اور تمام دنیا کی بیانی کا راستہ دکھایا۔
 اُس دھرم کا پرچار شروع کرنے کے وقت وہ 40 برس کے تھے اور
 60 برس کی عمر میں وہ اِس دنیا سے کوچ کر گئے۔

محمّد صاحب کے اُپدیشیوں نے عربوں کے اندر سے بہت سی برائیوں کو، جیسے شراب خوری، جوا، سود خوری، لڑکیوں کو سزا دلانا وغیرہ جز سے مٹا دیا۔ سیکڑوں اور ہزاروں الگ الگ دیوبی دیوتاؤں کے پوجنے والوں کو اپنے اُن الگ الگ دیوبی دیوتاؤں کو چھوڑ کر، ایک نراکڑر ایشور، ایک اللہ کی پوجا کرنا سکھا دیا۔ ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک دھاکہ میں ہاتھ کر اُن سب کی ایک قوم بنادی۔ ساری قوم کے چلن اور رهن سہن کو پاک اور ارنچا کر دیا۔ اُن میں علم اور بھان کی چاہ پیدا کر دی۔ عرب کے اُن سب ٹکڑوں کو جو الگ الگ ویشی طاقتوں کے ماتحت تھے آزاد کر کے سارے بھی پر ایک خودمختار عرب حکومت قائم کر دی۔ اور یہ سب عام 28 برس کے بیتر پورا ہو گیا۔

محمّد صاحب کے مرنے کے سو برس کے اندر اندر عرب کا
پورا مذهب چھن کی دیوار سے لیکر آٹلانٹک مہاساگر تک
پھیل گیا، افریقہ اور یورپ، تہاں میں پھول گیا۔ تمام پچھم ایشیا
اور افریقہ اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہو گئی۔
طرح طرح کے بے علم اور مذہب میں اُن دنوں کے عرب پشیمانی
دنیا کی سب سے بڑھی چڑھی قوم مانے جانے لگے۔ آج دنیا میں
بیس کروڑ سے زیادہ آدمی اسلام دھرم کے سانچہ والے ہیں اور
پچھلے کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ
اسلام محمد کی زندگی اور اسلام سے اپنی نئی زندگی کے
نئے دھرم کا راستہ اور انسانی تعلیم کا سبق نہ سیکھتے ہوں۔

کس سے کہہ دوں مڑھیں سہری راج و تھوں اور
وہاں کی قوم دل بدلیں دینا ہو کٹر نہیں ہو مذہب

کے ماننے والا समझता था कि सचाई सिर्फ मेरे ही हिस्से
की है और जो मेरे मजहब के मानने वाले हैं जन्नत में
वस उन्हीं के लिये जगह है, दूसरे मजहब वालों के लिये नहीं।
हर मजहब ऊपरी कर्मकाण्डों और रीत रिवाजों को ही धर्म की
असलियत समझता था, जैसे उपासना का एक खास
तरीका, कुरबानियों का रिवाज, खास तरह का खान-
पान और एक खास तरह का लिबास. ये रीत-रिवाज हर
मजहब के मानने वालों में अलग-अलग थे. इसलिये हर
मजहब वाला विश्वास करता था कि दूसरे मजहब वालों के
पास मजहबी सचाई नहीं है, हर मजहब का दावा यही नहीं
था कि वह सच्चा है, यह भी था कि दूसरे मजहब इनसानों को
शुमराही की तरफ ले जाते हैं. नतीजा यह था कि धर्म और
ईश्वर के नाम पर हर मजहब दूसरे मजहब वालों से नफरत
करता था और उनका खून बहाना तक जायज समझता था.

इसलाम ने उस जमाने की इस मजहबी गिरोह बन्दी के
खिलाफ लोहा लिया. उसने नए सिरे से इस उसूल को पेश
किया कि न सिर्फ इसलाम में बल्कि दुनिया के सब मजहबों
में सचाई मौजूद है. कुरान में एक सूरा है—

“ये, पैगम्बर ! हमने हर गिरोह के लिये उपासना की
एक खास बिधि तय कर दी है, जिस पर वह अमल करता
है. इसलिये लोगों को चाहिये कि इसके बारे में झगडा न करें.
ये पैगम्बर ! तुम लोगों को अपने अल्लाह की तरफ बुलाओ”
(सू० 22, आ० 66).

जब इसलाम के पैगम्बरों ने बैतुल मुक़द्दस (जेरुसेलम)
के बदले काबे की तरफ मुँह करके नमाज पढ़ानी शुरू की तो
यह बात यहूदियों और ईसाइयों को अखरी, क्योंकि वे इन
बाहरी और ऊपरी बातों पर ही मजहब का दारमदार
समझते थे और इन्हीं को सच और झूठ की कसौटी मानते
थे. लोगों ने एतराज किया और पूछा कि आपने अपनी पूजा
की दिशा क्यों बदल दी ? कुरान के सूरे बक्रर में इसका
जबाब दिया गया है—“पूरब और पच्छिमछ दोनों अल्लाह के
हैं. इसलिये जिधर भी तुम मुँह उधर ही अल्लाह का मुँह
है” (2-115). मुहम्मद साहब ने इस मामले को बिलकुल
दूसरी नजर से देखा. इसलाम कहता है कि इस तरह की
बातों को इतनी अहमीयत ही क्यों देते हो ? यह न तो सच
और झूठ की ही कसौटी है और न इनका धर्म के बुनियादी
उसूलों से ही कोई ताल्लुक है. कुरान में लिखा है—

“हर गिरोह के लिये कोई न कोई दिशा है जिसकी
ओर उपासना करते समय वह अपना मुँह कर लेता है,
इसलिये इसे तुल न देकर नेकी की राह में एक दूसरे से
आगे बढ़ने की कोशिश करो. चाहे तुम जिस जगह भी हो,
अल्लाह तुम्हें दूँद लेगा. बेशक अल्लाह की ताकत से कोई
भीज बाहर नहीं है.” (सू० 2 आ० 148).

ले. वह मजहबों को सच्चाई के लिये ही
है. हर मजहब के मानने वाले हैं जन्नत में
वस उन्हीं के लिये जगह है, दूसरे मजहब वालों के लिये नहीं।
हर मजहब ऊपरी कर्मकाण्डों और रीत रिवाजों को ही धर्म की
असलियत समझता था, जैसे उपासना का एक खास
तरीका, कुरबानियों का रिवाज, खास तरह का खान-
पान और एक खास तरह का लिबास. ये रीत-रिवाज हर
मजहब के मानने वालों में अलग-अलग थे. इसलिये हर
मजहब वाला विश्वास करता था कि दूसरे मजहब वालों के
पास मजहबी सचाई नहीं है, हर मजहब का दावा यही नहीं
था कि वह सच्चा है, यह भी था कि दूसरे मजहब इनसानों को
शुमराही की तरफ ले जाते हैं. नतीजा यह था कि धर्म और
ईश्वर के नाम पर हर मजहब दूसरे मजहब वालों से नफरत
करता था और उनका खून बहाना तक जायज समझता था.

इसलाम ने उस जमाने की इस मजहबी गिरोह बन्दी के
खिलाफ लोहा लिया. उसने नए सिरे से इस उसूल को पेश
किया कि न सिर्फ इसलाम में बल्कि दुनिया के सब मजहबों
में सचाई मौजूद है. कुरान में एक सूरा है—

“ये, पैगम्बर ! हमने हर गिरोह के लिये उपासना की
एक खास बिधि तय कर दी है, जिस पर वह अमल करता
है. इसलिये लोगों को चाहिये कि इसके बारे में झगडा न करें.
ये पैगम्बर ! तुम लोगों को अपने अल्लाह की तरफ बुलाओ”
(सू० 22, आ० 66).

जब इसलाम के पैगम्बरों ने बैतुल मुक़द्दस (जेरुसेलम)
के बदले काबे की तरफ मुँह करके नमाज पढ़ानी शुरू की तो
यह बात यहूदियों और ईसाइयों को अखरी, क्योंकि वे इन
बाहरी और ऊपरी बातों पर ही मजहब का दारमदार
समझते थे और इन्हीं को सच और झूठ की कसौटी मानते
थे. लोगों ने एतराज किया और पूछा कि आपने अपनी पूजा
की दिशा क्यों बदल दी ? कुरान के सूरे बक्रर में इसका
जबाब दिया गया है—“पूरब और पच्छिमछ दोनों अल्लाह के
हैं. इसलिये जिधर भी तुम मुँह उधर ही अल्लाह का मुँह
है” (2-115). मुहम्मद साहब ने इस मामले को बिलकुल
दूसरी नजर से देखा. इसलाम कहता है कि इस तरह की
बातों को इतनी अहमीयत ही क्यों देते हो ? यह न तो सच
और झूठ की ही कसौटी है और न इनका धर्म के बुनियादी
उसूलों से ही कोई ताल्लुक है. कुरान में लिखा है—

“हर गिरोह के लिये कोई न कोई दिशा है जिसकी
ओर उपासना करते समय वह अपना मुँह कर लेता है,
इसलिये इसे तुल न देकर नेकी की राह में एक दूसरे से
आगे बढ़ने की कोशिश करो. चाहे तुम जिस जगह भी हो,
अल्लाह तुम्हें दूँद लेगा. बेशक अल्लाह की ताकत से कोई
भीज बाहर नहीं है.” (सू० 2 आ० 148).

ایسی صورت میں آگے چل کر کہا ہے۔

دھرم یا نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم نے اپنے منہ (نساۃ
کی طرف) یا یورپ کی طرف کو لٹے یا پیچھے کی طرف . دھرم یہ
ہے کہ آدمی اللہ کو مانے ، آخرت یعنی کورسوں کے پہل کو مانے ،
مذہبوں کو مانے ، سب مذہبی کتابوں اور سب زمینوں یا دریاؤں
کو مانے ، اللہ کے پرہیز کے ناطے یعنی اُس کے نام پر اپنے مال اور
دولت میں سے اپنے ناطے داروں کو ، یقیموں کو ، ضرورت مندوں کو ،
دستہ چلتوں کو اور ماتحتیہ والوں کو دان دے اور غلاموں کو آزاد
کرائے میں اپنی دولت خرچ کرے . اللہ سے دعا ماتحتیہ رہے ، ذکاۃ
(اپنے کل مال کا کم سے کم 40 واں حصہ ہر سال اللہ کے نام
پر غریبوں کو خیرات) دیتا رہے ، جب کبھی کسی سے وعدہ کرے .
تو اُسے پورا کرے ، اور مصیبتوں میں ' تعاف میں ' اور سختی
کے دنوں میں صبر کرے — جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہی سچے
ہیں اور وہ ہی متقی یعنی پرمہزگا ہیں (سو . 2 ، الف 177) .

دھرموں کی اس گروہ بندی کا نتیجہ، یہ ہوا کہ پرماتما کے پوجا گھر تک الگ الگ ہو گئے سب دھرموں کے ماننے والے ایک ہی پرماتما کا دہہ دیتے ہیں، یہ بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک دھرم کے ماننے والے دوسرے دھرم والوں کے پوجا گھروں میں جا کر اپنے ذہنگ سے پرماتما کا نام لے سکیں۔ کبھی کبھی لوگ دھرم کے نام پر دوسروں کے پوجا گھروں کو ہر بات نک کر دیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے اس سے بڑھ کر بے انصافی انسان اور کیا کر سکتا ہے کہ خدا کے بندوں کو اس کی عبادت سے روکے، کیوں اس لئے کہ وہ کسی دوسرے مذہب میں شامل ہیں، کیا مذہبوں میں فرق سے ایشور میں بھی ترقی ہو گیا ! قرآن میں لکھا ہے —

’اُس سے بڑھکر انبیائی اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے پوجا گھروں میں کسی کو اللہ کی عبادت اور اُس کا کُن گُن کرنے سے روکے، یا اُن پوجا گھروں کو ہربان کرنے کی کوشش کرے! جو لوگ ایسے ظالم اور زیادتی کرتے ہیں وہ اِس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کے پوجا گھروں میں بیٹھ رہیں‘ سوا اِس کے کہ جتنے ہوئے جانیں۔ ایسے آدمیوں کو اِس دنیا میں بدنامی اور دوسری دنیا میں زبردست عذاب پہونگا پڑیگا‘ (سو. 2)‘

الف (114) .

قرآن پر ماموں کے ہٹانے اِس نذیم کا اعلان کرتا ہے کہ— ”جس کسی نے بھی اپنے کمرے سے ہوائی کمائی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس کسی نے بھی بھائی کمائی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا نہیں نہ ہو اور دہ پیٹنے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ ایشوری دھرم کی جڑ بھی ہے نہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں آج سب سے زیادہ کون سا مذہب ہے اور اس کے پیروں کی تعداد کتنی ہے۔ اگرچہ یہ بات بالکل سیدھی ہے مگر اس کا جواب دینا بھی کچھ مشکل ہے۔ کیونکہ ہر مذہب کے پیروں کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن اگرچہ اس کا جواب دینا مشکل ہے، مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ اس کے پیروں کی تعداد تقریباً 2.5 ارب ہے۔ دوسرے بڑے مذہبوں میں ہندو مت، مسیحیت، بونہائی اور جین مت شامل ہیں۔

اسلام کے مطابق ایشور کا دھرم اس لئے نہیں ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نفرت کرے بلکہ اس لئے ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان سے محبت کرے اور سب ایک ہی پروردگار کی عبادت کے دھاکے میں بندھ کر ایک ہو جائیں۔ سب سب کا پائن ہار ایک ہے، سب کا مقصد ایک اسی کی عبادت ہے، ہر انسان کو اچھے اور برے کاموں کا ہی بدلہ ملنا ہے تو پھر اللہ اور مذہب سے نام پر یہ بھد بھاؤ اور لڑائیاں کیوں ہیں؟

اسلام نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ سب مذہب بچے ہیں کیونکہ بھادی مذہب ایک ہے اور وہ ہے مذہب انسانیت یعنی پریم دھرم؛ پر انسانوں نے اپنی گمراہی سے الگ لگ ٹولیاں بنا لی ہیں۔ اس گمراہی سے لوگ ہٹ جائیں و سب مذہبی جھگڑے خود بخود مٹ جائیں۔ ہر گروہ دیکھ لگا کہ اُس کا راستہ بھی وہی ہے جو دوسرے گروہ والوں کا ہے۔ محمد صاحب کے مطابق یہی 'اسلام' ہے۔

موتے طور پر محمد صاحب کی تعلیم کا نیچر یہ ہے—

(1) "اللہ ایک ہے" اس کی کوئی شکل صورت نہیں ہے۔ "وہ سب دنیاؤں کا مالک" اور "سب کو اُس کے کاموں کا بدلہ دینے والا" ہے۔ اُس ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ سجدنا چاہیئے۔

(2) سب آدمی اسی ایک ایشور کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آدمیوں میں سب سے بڑھ کر عزت کے اہل وہ ہے جو برائی سے بچے اور نیکی کے کاموں میں لگا رہے۔

(3) دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کا نکاس اسی ایک اللہ سے ہے، ان سب مذہبوں کے قائم کرنے والوں کو ایک طرح می اُسی اللہ سے روشنی ملی ہے، اس لئے یہ سب دھرم سچے ہیں اور جو میں "سب دھرم ایک ہیں۔"

(4) الگ الگ مذہبوں میں اپنے اپنے زمانے، ملک اور حالات کے فرق سے ریت رواج اور پرجا بندی

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں آج سب سے زیادہ کون سا مذہب ہے اور اس کے پیروں کی تعداد کتنی ہے۔ اگرچہ یہ بات بالکل سیدھی ہے مگر اس کا جواب دینا بھی کچھ مشکل ہے۔ کیونکہ ہر مذہب کے پیروں کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن اگرچہ اس کا جواب دینا مشکل ہے، مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ اس کے پیروں کی تعداد تقریباً 2.5 ارب ہے۔ دوسرے بڑے مذہبوں میں ہندو مت، مسیحیت، بونہائی اور جین مت شامل ہیں۔

اسلام کے مطابق ایشور کا دھرم اس لئے نہیں ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نفرت کرے بلکہ اس لئے ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان سے محبت کرے اور سب ایک ہی پروردگار کی عبادت کے دھاکے میں بندھ کر ایک ہو جائیں۔ سب سب کا پائن ہار ایک ہے، سب کا مقصد ایک اسی کی عبادت ہے، ہر انسان کو اچھے اور برے کاموں کا ہی بدلہ ملنا ہے تو پھر اللہ اور مذہب سے نام پر یہ بھد بھاؤ اور لڑائیاں کیوں ہیں؟

اسلام نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ سب مذہب بچے ہیں کیونکہ بھادی مذہب ایک ہے اور وہ ہے مذہب انسانیت یعنی پریم دھرم؛ پر انسانوں نے اپنی گمراہی سے الگ لگ ٹولیاں بنا لی ہیں۔ اس گمراہی سے لوگ ہٹ جائیں و سب مذہبی جھگڑے خود بخود مٹ جائیں۔ ہر گروہ دیکھ لگا کہ اُس کا راستہ بھی وہی ہے جو دوسرے گروہ والوں کا ہے۔ محمد صاحب کے مطابق یہی 'اسلام' ہے۔

موتے طور پر محمد صاحب کی تعلیم کا نیچر یہ ہے—

(1) "اللہ ایک ہے" اس کی کوئی شکل صورت نہیں ہے۔ "وہ سب دنیاؤں کا مالک" اور "سب کو اُس کے کاموں کا بدلہ دینے والا" ہے۔ اُس ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ سجدنا چاہیئے۔

(2) سب آدمی اسی ایک ایشور کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آدمیوں میں سب سے بڑھ کر عزت کے اہل وہ ہے جو برائی سے بچے اور نیکی کے کاموں میں لگا رہے۔

(3) دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کا نکاس اسی ایک اللہ سے ہے، ان سب مذہبوں کے قائم کرنے والوں کو ایک طرح می اُسی اللہ سے روشنی ملی ہے، اس لئے یہ سب دھرم سچے ہیں اور جو میں "سب دھرم ایک ہیں۔"

(4) الگ الگ مذہبوں میں اپنے اپنے زمانے، ملک اور حالات کے فرق سے ریت رواج اور پرجا بندی

ई कि उन्होंने पुरानी सांस्कृतिक और कलात्मक की आधारवादी के जड़े धारों से निकाल कर रोशनी में रखा और तोंहके के तौर पर उसे यूरोप को भेंट किया. उसी का नतीजा था कि यूरोप में ज्ञान और विज्ञान की नई लहर पैदा हुई जिसने बेकन को जन्म दिया. ईसा की सातवीं सदी में जबकि पुरानी दुनिया मौत के जवड़े में कैसी हुई तबप रही थी अरबों ने उसमें इस्लम और कलाचर का नया खून डाला और उसे जिन्दा किया. उन्होंने अरस्तू, अफलातून, उकलैदस और आर्किमीडीज को भूली हुई याद की खन्डक से बाहर निकाला और उनकी रचनाओं के अरबी तरजुमे यूरोप को भेंट किये.०"

“यह बात बिला शुबहा कही जा सकती है कि तेरहवीं सदी के बीच तक पच्छिमी दुनिया का अपनी तहजीब की जिस तरक्की का नाज है वह तरक्की इसलाम के जरिये से हुई।”†

एच० जी० वेल्स ने इस्लाम की कामयाबी का जिक्र करते हुए लिखा है—

“एक नई निगाह और नए जोश के साथ मुसलिम अरबों ने ज्ञान विज्ञान की वह सिलसिलेवार तरक्की जारी की जिसे यूनानियों ने शुरू करके छोड़ दिया था. अगर यूनानी वैज्ञानिक खोजों का जन्म देने वाली मां थे तो अरब उन्हें दूध पिलाकर पालने वाली धाय मां. आजकल की दुनिया ने जो रोशनी और ताकत पुराने जमाने से पाई है वह रोमियों के जरिये नहीं बल्कि अरबों के जरिये.”

ایک دوسرا ایتھاسکار ہوکمین لکھتا ہے۔

एक दूसरा इतिहासकार बेकमैन लिखता है—

“मुहम्मद के अनुयाइयों ने दुनिया के भले के लिये जा बहुत सी काम की खाजें कीं और ज्ञान विज्ञान को तरक्की दी उसके लिये हम यूरोप के रहने वाले उनके एहसानमन्द हैं, इसमें दो राय नहीं हो सकती कि इमलाम की राशनी पच्छिमी दुनिया के लिये एक बहुत बड़ी धरकत साबित हुई जिसके लिये हमें मुहम्मद और इसलाम दोनों का मशकूर होना चाहिये।”

इस तरह मुहम्मद साहब की जिन्दगी और उनके उपदेशों से न केवल अरबों की ही काया पलट हाँ गई, बल्कि यूरोप और दुनिया के लिये भी इसलाम ज्ञान-विज्ञान की एक नमकती हुई मशाल साबित हुआ. आजकल की यूरोप की तहजीब बहुत दूरजे तक इसलाम की ही देन है.

† W. E. Hocking: *the Spirit of World Politics*, pp. 458-59.

History of Inventions by Beckman.

کی روئے رانی میں کیا گیا تھا۔ اسلام دھرم کے بنیادی اصولوں نے اسلام کو
 مذہب، اسی کی بنیاد پر دھرم کا روپ دیا۔ اس میں شہ نہیں
 کہ سرور عالم، پہلو، علی سب مذہبوں کو ایک آدم کی نگاہ سے
 دیکھیں۔ اس اصول کا مصدق صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار
 طریقہ سے پرچار کیا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ
 جگہ مذہبی آزادی کا نمونہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
 اپنے جنم کے سو برس کے اندر چین سے لیکر اسی میں تک پہنچ
 گیا اور اس نے تھوڑے وقت کے اندر سیکڑوں بڑے سے بڑے
 منہوں، نقبروں، فلسفوں، دیکھانکوں، ایتھاس لیکھوں، کوجہوں
 اور دیوانوں کو جنم دیا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا
 دی ہوئی ہے۔

کی روئے رانی میں کیا گیا تھا۔ اسلام دھرم کے بنیادی اصولوں نے اسلام کو
 مذہب، اسی کی بنیاد پر دھرم کا روپ دیا۔ اس میں شہ نہیں
 کہ سرور عالم، پہلو، علی سب مذہبوں کو ایک آدم کی نگاہ سے
 دیکھیں۔ اس اصول کا مصدق صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار
 طریقہ سے پرچار کیا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ
 جگہ مذہبی آزادی کا نمونہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
 اپنے جنم کے سو برس کے اندر چین سے لیکر اسی میں تک پہنچ
 گیا اور اس نے تھوڑے وقت کے اندر سیکڑوں بڑے سے بڑے
 منہوں، نقبروں، فلسفوں، دیکھانکوں، ایتھاس لیکھوں، کوجہوں
 اور دیوانوں کو جنم دیا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا
 دی ہوئی ہے۔

700 PAGES,
 32 ILLUSTRATIONS
 2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SU DARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.

—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known

—Leader, Allahabad.

Encyclopaedia...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.

—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.

—Vigil, Delhi

डाक्टर यशुनाथ सरकार

ذاکتر بعدو قائم سبرگر

आज यहूद पैसा महान विजेता भी अपनी काज में गहरी नज़रें खो रहा है। उसकी अजीमुरशान राजधानी, जो किसी समय अज्जामी खलीफ़ाओं की राजधानी, ब्रवावाद से टककर लेवी थी, आज महज एक मामूली सा सुबाई शहर रह गया है। यहूद के दरबार के आलिमों में ससार का मशहूर बिद्वान फिरदौसी और अलबेरुनी थे, जिनकी बजह से आज भी यहूद का नाम इतिहास में रोशन है। फिरदौसी महान कवि था और अलबेरुनी मशहूर इतिहासकार, साइसवां और किलासफ़र, कहा जाता है कि अलबेरुनी का नाम सुनकर उसका समकालीन महान बिद्वान इब्न सीना उसकी हांक से डर गया था।

यह बात अकसर देखी गई है कि बहुत कम लोग एक ही बक में साइसदां और फिलासफर हुये हैं। इन्हीं गिने चुने कुछ लोगों में अलबेरूनी की भी गिनती है। भारत में अलबेरूनी की यादगार मनाने का मन्वय यह है कि हमने भारत पर 'तहकीकुल-हिन्द' नामक मशहूर ग्रन्थ लिखा है। इस ग्रन्थ में ईसा से 1000 बरम बाद वाले भारत का वर्णन है। इस पुस्तक को लिखकर अलबेरूनी ने संसार के सामने उस समय के भारत की कस्बर, इतिहास, भूगोल, सामाजिक दशा, फलसफा और इस्लम का बसीअ और वास्तविक चित्र पेश किया है। यह पुस्तक सातवीं सदी वाले भारत तथा अकबर कालीन भारत को मिलाने में कड़ी का काम करती है। सातवीं शताब्दी में प्रसिद्ध चीनी यात्रियों ने भारत की सैर की थी और उन्होंने उस समय की भारत की हालत तथा इतिहास का वर्णन किया है। उसके बाद 'तहकीकुल-हिन्द' के अलावा कोई दूसरी पुस्तक नहीं जिससे हमें भारत के इतिहास का पता चले। अकबर के समय में स० 1591 में 'आईने-अकबरी' लिखी गई। इस तरह सातवीं सदी से ग्यारहवीं सदी तक के भारत का असली पता संसार को अलबेरूनी की पुस्तक से ही मिलता है।

असवेरूनी की जिन्दगी और काम

अलबेलुनी का पूरा नाम अबु रैहान मुहम्मद था, उसका जन्म 862 हिजी या सितम्बर 973 ई० में खीब नामक स्थान पर हुआ था, यह स्थान मध्य एशिया में बुराल सागर का किनारा है, पचहत्तर वर्ष का उम्र में 13 सितम्बर सन् 1048 का अलबेलुनी का तीव्र है, यह अलबेलुनी के

آج محمود جیسا مہمان وجھتا بھی ایلی قبر میں گہن
 قہر میں سو رہا ہے۔ اُس کی عظم الشان 'اجدہائی' جو کسی
 سے ہمسطی خلیفہاؤں کی 'اجدہائی' بغداد سے نکل اہتی تہ
 آج محض ایک معمولی سا عربائی شہر رہ گیا ہے۔ محمود کے
 تہذیب کے عالموں میں سلسلہ کے مشہور ودوان فردوسی اور البہرونی
 تھے جن کی وجہ سے آج بھی محمود کا نام اِتہاس میں روشن
 ہے۔ فردوسی مہمان کوئی تھا اور البہرونی مشہور اِتہاسکار
 ماتلسدای اور نقسفر۔ کہا جاتا ہے کہ البہرونی کا نام سنکر اُس
 کا مکان میں مہمان ودوان ابن سینا اُس کی ہوز سے قہر گیا تھا۔

یہ بات اکثر دیکھی گئی ہے کہ بہت کم لوگ ایک ہی وقت میں سائنسداں اور فلسفر ہوئے ہوں۔ انہیں گلے چلے گئے۔ لوگوں میں ابھرونی کی بھی گنتی ہے۔ بھارت میں ابھرونی کی یادگار ملالے کا سبب یہ ہے کہ اُس نے بھارت پر 'تحقیق البلد' نامک مشہور گرنتھ لکھا ہے۔ اِس گرنتھ میں عیسوی سے 600 برس بعد والے بھارت کا ورنن ہے۔ اِس بستک کو ہم کہ ابھرونی نے سنسار کے سامنے اُس سٹم کے بھارت کی 'کچر'، 'انہاس'، 'ہوگول'، 'سامراجک دشا'، فلسفہ اور علم کا وسیع اور راستہ چکر پیش کیا ہے۔ یہ بستک ساتویں صدی والے بھارت تھا ابور کالین بھارت کو ملالے میں لکھی کا کام کرتی ہے۔ ساتویں شتাবدی میں برصغیر چینی ہاتھیں لے بھارت کی سڑ کی تھی اور انہوں نے اُس سٹم کی بھارت کی حالت تھا انہاس کا ورنن کیا ہے۔ اُس کے بعد 'تحقیق البلد' کے علاوہ کوئی دوسری بستک نہیں جس سے ہمیں بھارت کے انہاس کا پتہ چلے۔ ابور کے سمہ میں (159) میں "آئین اکبری" لکھی گئی۔ اِس طرح ساتویں صدی سے گیارہویں صدی تک کے بعد کا اصلی پتہ سنسار کو ابھرونی کی بستک ہے ہی ملتا ہے۔

الہیرونی کی زندگی اور کام

الہورنی کا پورا نام ابوریحان محمد تھا۔ اُس کا جنم 362 ہجری یا ستمبر 973ء میں خیر نامک استہان پر ہوا تھا۔ یہ استہان مدینہ ایشیا میں ہواں ساگر کے کنارے ہے۔ پچھتر برس کی عمر میں 13 ستمبر سن 1018 کو الہورنی کی موت ہوئی۔ جب الہورنی کے

محمود کے پاس پہنچا اور اس کے پاس سے اس کی خدمت میں بھیجا گیا۔ سلطان نے اہل عربی کو محمود کے پاس اپنا اہلی بلا کر بھیجا۔ محمود کے پاس سے اہل عربی بھی بھیجا گیا۔ محمود کی بھارت وچھ سے پہلے پہلے مسلمانوں کے لئے کھل گیا تھا۔ پہلے پہلے بھارت میں آ رہے کا پہلا نوٹس اسٹھان تھا۔ اہل عربی پہلے پہلے کئی دہائی تک رہا اور وہاں کے بھارتوں سے مسکرت، ہندو درشن شاستر، دھرم اور دھرم شکھا کی تعلیم لی۔ اس نے بھارتوں کو عربی ہستکوں کے ذریعہ پراچین یونانی وگھان تھا درشن شاستر کی شکھا دی۔ اہل عربی خود یونانی بھاشا نہیں جانتا تھا پر سیدیا اور اسپین کے راجاؤں کے سم میں یونانی ہستکوں کے عربی بھاشا میں جو انواد ہوئے تھے ان کے ذریعہ اس نے پراچین یونانی وگھان تھا درشن شاستر کا گھان پراپت کیا تھا۔ عربی بھاشا میں لکھی گئی اپنی ہستک 'تحقیق اہند' میں اس نے بھارتیہ دھرم، درشن شاستر، بھاشا، کال وگھان، کھول، جھونش، (یعنی راج) قانون اور پھلت جھونش ادی کا پورا پورا اور ٹھیک بیان کیا ہے۔ یہ ہستک 1030ع کے قریب لکھی گئی تھی۔ اس ہستک کا ادواد ڈاکٹر سچایو نے انگریزی بھاشا میں سن 1888 میں کیا ہے۔ اہل عربی جب 421 ہجری (1030ع) میں لوکر غزنی گیا تو اس نے 'قانون مسعودی' نامک ہستک لکھی جو ایک پرکاری ہوکرلوک تھا کھول جھونش سمبندی انسائیکلوپڈیا ہے۔ اس ہستک کا حوالہ بعد کے لیکھوں اور خاصکر ابو الغدا نے دیا ہے۔ ابو الغدا پرمدہ ہوکرلوک تھا جھونش شاستری تھا۔

اہل عربی کو سائنس کے دایرے میں جتنا ادھک گھان حاصل تھا اس کا پتہ ہم کو اس کی لکھی گئی ہستکوں سے ملتا ہے۔ وگھان سمبندی ہستکوں میں 'کتاب السیاسان'، 'کتاب الجواہر' اور الکھفیم ہیں۔ 'سیدان' میں علاج میں پریرک ہونے والی ارشدیہوں کا بیان ہے، 'کتاب الجواہر' میں منتری اور مہرے جواہرات آس کا دیکھانک ورنن اور الکھفیم میں پھلت جھونش کا وسیع ذکر ہے۔ الکھفیم کا انگریزی ترجمہ رائٹ (Wright) نے 1934 میں کیا ہے۔ ان گرنہوں کے علاوہ اس نے اپنے آتم چوتر پر ایک ہستک لکھی ہے اور ریکھانترت تھا جھونش پر کئی چھوٹی چھوٹی قیمتی ہستکیں لکھی ہیں۔ اس کی سب سے مشہور ہستک 'انزالباقی' ہے جس کا ترجمہ ڈاکٹر سچایو نے 1879ع میں کیا ہے اور اس کا نام 'ویسٹیجیوز آف دی پاسٹ' یا 'کرونولوجی آف دی اینٹھنٹ نہشس' ہے۔ اس ہستک میں ایشیا، افریقہ اور یورپ کے دیہوں کا صاف اور پورا ہوکرلوک تھا اوتھسک ورنن ہے۔

محمود کے پاس پہنچا اور اس کے پاس سے اس کی خدمت میں بھیجا گیا۔ سلطان نے اہل عربی کو محمود کے پاس اپنا اہلی بلا کر بھیجا۔ محمود کے پاس سے اہل عربی بھی بھیجا گیا۔ محمود کی بھارت وچھ سے پہلے پہلے مسلمانوں کے لئے کھل گیا تھا۔ پہلے پہلے بھارت میں آ رہے کا پہلا نوٹس اسٹھان تھا۔ اہل عربی پہلے پہلے کئی دہائی تک رہا اور وہاں کے بھارتوں سے مسکرت، ہندو درشن شاستر، دھرم اور دھرم شکھا کی تعلیم لی۔ اس نے بھارتوں کو عربی ہستکوں کے ذریعہ پراچین یونانی وگھان تھا درشن شاستر کی شکھا دی۔ اہل عربی خود یونانی بھاشا نہیں جانتا تھا پر سیدیا اور اسپین کے راجاؤں کے سم میں یونانی ہستکوں کے عربی بھاشا میں جو انواد ہوئے تھے ان کے ذریعہ اس نے پراچین یونانی وگھان تھا درشن شاستر کا گھان پراپت کیا تھا۔ عربی بھاشا میں لکھی گئی اپنی ہستک 'تحقیق اہند' میں اس نے بھارتیہ دھرم، درشن شاستر، بھاشا، کال وگھان، کھول، جھونش، (یعنی راج) قانون اور پھلت جھونش ادی کا پورا پورا اور ٹھیک بیان کیا ہے۔ یہ ہستک 1030ع کے قریب لکھی گئی تھی۔ اس ہستک کا ادواد ڈاکٹر سچایو نے انگریزی بھاشا میں سن 1888 میں کیا ہے۔ اہل عربی جب 421 ہجری (1030ع) میں لوکر غزنی گیا تو اس نے 'قانون مسعودی' نامک ہستک لکھی جو ایک پرکاری ہوکرلوک تھا کھول جھونش سمبندی انسائیکلوپڈیا ہے۔ اس ہستک کا حوالہ بعد کے لیکھوں اور خاصکر ابو الغدا نے دیا ہے۔ ابو الغدا پرمدہ ہوکرلوک تھا جھونش شاستری تھا۔

اساتذہ کرام کے ہاتھ سے لکھا گیا ہے۔
 ہے—’’کتاب کے ہاتھ سے کبھی باہر نہیں رہتی اور
 اسکی آگے کبھی بھی ’’پوستہ کے باہر نہیں ہوتی اور
 اسکا ہاتھ ہرےسا آکھن کی آہر لگا رہتا ہے۔‘‘
 بھائی نامک ساجنی کا ہاتھ ساجر لکھتا ہے—’’ابو
 ریدان (ابلہرہنی) سولنا سے پرے تھا، وہ ابھ، پن
 تھا ہسم میں اپنے سمی کے سبھی لوگوں سے بھکر تھا، وہ
 بھدا سچھا تھا، وہ جو کھڑ بھی لکھتا تھا اسے کسوتی پر
 کسکر لکھتا تھا، ایک سچھے سچو کی یہی سچھی نشانی ہے۔‘‘
 آئیسویں صدی کا ایک
 آئیسویں سالوک لکھتا ہے—’’ابو ریدان ہی کھول ایسا عرب
 لکھک ہے جس نے ابھاسک چھان ہدی کی اعلیٰ ہاڑنا سے ہرو
 کی قدیمی کھچر کی کھچ کی ہے، ابو ریدانی کی سادگی، علم تھا
 آجوں کا پتہ اس بات سے بھلی بھانکی چلتا ہے کہ جب اس نے
 سلطان مسعود کو اس کی جہونی ’’فانوں مسعودی‘‘ لکھ کر بھینڈ
 کی تو مسعود نے ہانہ کی بوجھ ہر چاندی کے سکے اسے انعام
 میں دیئے ہیں ابو ریدانی نے اسے شامی حوالے میں واپس کر دیا۔

’’تھکری کھل-ہند‘‘ کے آنت میں ابلہرہنی نے لکھا ہے—
 ’’میں ہر باں میں دو سنسکرت کی پھنکوں کا ترجوم کیا ہے،
 ہنم سے ایک کا نام ’’ساہی‘‘ ہے جس میں سنسار کی مہیووا
 سبھی چیزوں کی پیدائش اور گھنوں کا بھرنن ہے اور دوسری
 پھنک ’’پاتلجلی‘‘ ہے جس میں جرم سے روح کس پرکار
 مکتی پاتی ہے اس کا ذکر ہے۔‘‘

’’تھکری کھل-ہند‘‘ میں ابلہرہنی نے ہتھر ہریمہ
 ہناب، کابل اور ہتھری ہارت کے ہن مھتلیکھ راج-
 ہرانوں کا بھان کیا ہے جن سے مھمھ کو تالٹلکھ ہوا۔
 ہس نے سولٹان مھمھ کے ہملے کو ٹاک تھی دی ہے اور
 سوامناک کے مھندر کے ہسلی سٹان کا بھرنن کیا ہے،
 ہس نے اس کھا کا بھی بھرنن کیا ہے جس کے مھتابیکھ سوام-
 ناک کا مھندر بنا، اس کے باء ہندو ہوں کی اس سمی کی
 ہارنیکھ ہرسمپراہوں تھ ریت-رہاؤں، ہارمیک ہرہاسوں،
 آہار-ہہاروں تھ ہسلی ریتوں کا بھرنن کیا ہے جیسی
 کہ وہ 1030 میں تھ، پھنک میں جن مہیوولک ہہان ہے
 وہ ہڑے کام کا ہے، ہمیں ابو ریدانی کے ہریمہ اس تھلیف دہ
 ہہانی کا پتہ چلتا ہے، کس طرک، ہواروں ہندو مھمھ ہوارا
 علم ہناکر ہہارت سے جہر اے جانے کھ اور ہر دہ کھہ ہرشوں کے
 ہمد کس دشا میں ہہارت لوٹہ اور ہر کس طرک ہنچکرہ سے ان
 کی شھی ہوئی اور دہ ہر ہندو ہمر میں داحل ہونہ۔

ابلہرہنی اور ابوالفضل

ابلہرہنی کے کھریہ 600 ہرے باء ابھکھل کی لکھی
 ’’ہاڑنے ہکھری‘‘ نامک پھنک میں ہندو آہوہی، ہتھہا

ابلہرہنی کا سب سے پہلے ہندی لکھک ہوتا ہے۔
 کے ہاتھ سے، ہر ہنر نہیں ہتی اور اس کی آکھن کھن ہے۔
 ہنک کے ہاتھ نہیں ہتھ اور اس کا دھان ہمبھہ آکھن
 کی اور کھتا ہے، ’’ہندی نامک غونی کا آکھن لکھتا ہے۔
 ’’ابو ریدان (ابو ریدانی) ہولنا سے پرے تھا، وہ ادب، فن تھا علم
 میں اپنے سم کے سبھی لوگوں سے ہڑے کر تھا، وہ ہوا سچھا تھا،
 وہ جو کھڑ بھی لکھتا تھا اسے کسوتی پر کس کر لکھتا تھا، ایک
 سچھے کھچر کی یہی سچھی نشانی ہے۔‘‘ آئیسویں صدی کا ایک
 آئیسویں سالوک لکھتا ہے—’’ابو ریدان ہی کھول ایسا عرب
 لکھک ہے جس نے ابھاسک چھان ہدی کی اعلیٰ ہاڑنا سے ہرو
 کی قدیمی کھچر کی کھچ کی ہے، ابو ریدانی کی سادگی، علم تھا
 آجوں کا پتہ اس بات سے بھلی بھانکی چلتا ہے کہ جب اس نے
 سلطان مسعود کو اس کی جہونی ’’فانوں مسعودی‘‘ لکھ کر بھینڈ
 کی تو مسعود نے ہانہ کی بوجھ ہر چاندی کے سکے اسے انعام
 میں دیئے ہیں ابو ریدانی نے اسے شامی حوالے میں واپس کر دیا۔

’’تھکری الہند‘‘ کے آنت میں ابو ریدانی نے لکھا ہے—’’میں
 نے عربی میں دو سنسکرت کی پھنکوں کا ہریمہ کیا ہے، ان
 میں سے ایک کا نام ’’ساہی‘‘ ہے جس میں سنسار کی موجود
 سبھی چیزوں کی پیدائش اور گھنوں کا ورنن ہے اور دوسری
 پھنک ’’پاتلجلی‘‘ ہے جس میں جسم سے روح کس پرکار
 مکتی پاتی ہے اس کا ذکر ہے۔‘‘

’’تھکری الہند‘‘ میں ابو ریدانی نے آہری ہشیمہ ہناب
 کابل اور آہری ہہارت کے ان مھتلیکھ، راج گھنوں کا بھان
 ہے جن سے مھمھ کو ہعلق ہوا، اس نے سلطان مھمھ کے
 ہملے کی ٹھیک تھنی دی ہے اور ہومنانہ کے مھندر کے اصلی
 اسٹون کا ورنن کیا ہے، اس نے اس کھا کا بھی ورنن کیا ہے
 جس کے مطابق سولٹان کا مھندر بنا، اس کے ہمد ہندو کی
 اس سم کی دھرتیکھ ہرہاڑوں کھ ریترواجوں، ہمارمک
 وشواسوں، آچار وچاروں کھ علی ریتوں کا ورنن کیا ہے جیسی
 کہ وہ 1030 میں تھیں، پھنک میں جو ہوگولک ہہان ہے
 وہ ہڑے کام کا ہے، ہمیں ابو ریدانی کے ہریمہ اس تھلیف دہ
 ہہانی کا پتہ چلتا ہے، کس طرک، ہواروں ہندو مھمھ ہوارا
 علم ہناکر ہہارت سے جہر اے جانے کھ اور ہر دہ کھہ ہرشوں کے
 ہمد کس دشا میں ہہارت لوٹہ اور ہر کس طرک ہنچکرہ سے ان
 کی شھی ہوئی اور دہ ہر ہندو ہمر میں داحل ہونہ۔

ابلہرہنی اور ابوالفضل

ابلہرہنی کے فریب 610 ہڑے ہمد ابو الفضل کی لکھی
 ’’آہری نامک پھنک میں ہندو جہونہ، آہلیس‘‘

विद्यालय, विद्यालय, वैदिक विद्यालय, अथर्व विद्यालय और विद्यालयों का पहिलाना बचाना हमें पढ़ने का मित्रता है। अथर्वविद्यालय की अपनी पुस्तक आईने अथर्वरी के लिखने में अथर्व अथर्वरी की पूरी मदद हासिल की जबकि अथर्वविद्यालय ने अपनी मर्जी से महज अपने बूते पर 'तद्विद्यालय अथर्व' लिखा था।

कमल जोरेट, जो 'आईने-भकबरी' का होशियार
सर्जनाकार माना जाता है, लिखता है—

“मुझे इसका पूरा पेटक़ाद है कि अबुल फ़जल ‘आईने-अक़बरी’ के लिये अलबेरुनी का रिखी है। अलबेरुनी का अध्ययन पारिस्थितिक था। उसने हर स्थान पर अपने पाठों में संस्कृत की उन पुस्तकों का हवाला दिया है जहाँ से वह लिखे गये हैं। चूँकि वह अरबी भाषा में अनुवादित यूनानी साहित्य से भी भली भाँति वाकिफ़ था। इसलिये वह यूनानी और संस्कृत दोनों में भली प्रकार तुलना कर सकता था और ठीक नतीजे पर पहुँच सकता था। अबुल फ़जल इसके बरखिलाफ़ था। अलबेरुनी ने जो कुछ लिखा है वह अध्ययन पारिस्थितिक और वैज्ञानिक तर्क वितर्क के आधार पर लिखा है पर अबुल फ़जल ने या तो सीधे किसी पुस्तक का अनुवाद किया है या सुनकर कोई बात बिना तर्क पर कसे हुए ही लिख डाली है। अबुल फ़जल संस्कृत या यूनानी भाषा को में से किसी को भी नहीं जानता था। डब्लू क्रुक ने लिखा है कि अलबेरुनी के चतुर दिमाग ने इस बात का पता लगाने में उस समय भी कामयाबी हासिल की थी कि भौगोलिक रूप से अलग होने के कारण भारतीयों में अपने धर्म, राष्ट्रीयता तथा रीति-रिवाजों के तरफ़ अधिक विश्वास बसता हो गया है। उसने इस बात को उसी समय भांप लिया था कि ‘हिन्दुओं का विश्वास है कि उनके देश से बढ़कर दूसरा देश नहीं, उनके राष्ट्र का भाँति कोई दूसरा राष्ट्र नहीं और उनके विज्ञान जैसा कोई दूसरा विज्ञान नहीं।’

अलबेहनी के मुताबिक आखरी फ़ैसला

बहुत बड़ा आलिम और पंडित होते हुए भी अलबेरूनी ने इस्लाम में नई रूढ़ नहीं फँकी और अलमांमू के समय की सुन्नतों की सम्प्रदाय की भांति बुद्धिवाद का प्रचार नहीं किया। यदि इस्लाम में कभी भी बुद्धिवाद (Rationalism) पहुँचा तो उलेमाओं ने उसे खिदकी के बाहर फेंक दिया। इसी तरह अलबेरूनी की गिनती केवल ज्यामितीय, इतिहासकार, गणितज्ञ और जादूगर की ही बनी रही जो कि अपनी प्रकृति से मरिफत की घटनाओं की सचाई बताता रहा। मुसलमान महमूद उसकी अजीबो गरीब तालूत से परेशान थे और उसे मार डालना चाहता था।

इस भी हो जलवेहनी खुले दिमारा का साफगो आदमी
 या इस सम्बन्ध में इसलाम के इतिहास में इसका कोई

[illegible]

کونسل چورسٹ، جو 'آئین اکبری' کا ہوشیار ترجمہ کار مانا جاتا ہے، کہتا ہے—

”نتیجہ اُس کا پورا اعتقاد ہے کہ ابو الفضل ’اُنہیں اکہری‘ کے لئے الہیورنی کا رنی ہے۔ الہیورنی کا ادمہین پانڈتہ پورن تھا۔ اُس نے ہر استھان پر اپنے ہاتھوں میں سنسکرت کی اُن پستکوں کا حوالہ دیا ہے جہاں سے وہ لٹے لٹے ہیں۔ چونکہ وہ عربی بھاشا میں انوادت یونانی ساتھ سے بھی بھلی بھانت واقف تھا اِس لئے وہ ہونٹائی اور سنسکرت دونوں میں بھلی پکار کر تولنا کر سکتا تھا اور ٹھیک نتیجے پر پہنچ سکتا تھا۔ ابو الفضل اِس کے برخلاف تھا۔ الہیورنی نے جو کچھ لکھا ہے وہ ادمہین پانڈتہ اور ویکیانک ترک و ترک کے اُدھار پر لکھا ہے یہ ابو الفضل نے یا تو سودے کسی پستک کا انواد کیا ہے یا ملکر کوئی بات ہذا ترک پر کسے ہوئے ہی لکھ ڈالی ہے۔ ابو الفضل سنسکرت یا یونانی بھاشا دو میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ قہلو کر دکھ لے لکھا ہے کہ الہیورنی کے چتور دماغ نے اِس بات کا پتہ لگائے میں اُس سمے بھی کلمہابی حاصل کی تھی کہ بھوگونک روپ سے انگ ہونے کے کارن بھارتوں میں اپنے دھوم راشٹرنیتا نکھا ریت رواجوں کے طرف ادھک وشواس اُنہیں ہو گیا ہے۔ اُس نے اِس بات کو اسی سمے بھانپ لیا تھا کہ ’ہندوؤں کا وشواس ہے کہ اُن کے دیہں سے بڑھکر دوسرا دیہں نہیں‘ اُن کے راشٹر کی بھانت کوئی دوسرا راشٹر نہیں اور اُن کے وکیان جیسا کوئی دوسرا وکیان نہیں۔“

البیرونی کے متعلق آخری فیصلہ

ہرمت بڑا عالم اور بلذت ہوتے ہوئے بھی الیورونی نے اسلام میں نئی روح نہیں پونکی اور اماموں کے سمے کی مرزلی سمہدائے کی بہانت بدھی وان کا پرچار نہیں کیا۔ بدی اسلام میں کبھی بھی بدھی وان (Rationalism) پہونچا تو علماؤں نے آسے کھڑی کے باور پہونک دیا۔ اسی طرح الیورونی کی گنتی قبول جھونشی، انہاسکار کلونیکہ اور جادوگر کی ہی بلی رہی جو کہ اپنی گولتا سے ہوشیہ کی گولتاؤں کی سچائی بقا رہا۔ سلطان محمود آس کی عجیب و غریب طاقت سے پرہی تھا اور گولتاؤں کا چاہتا تھا۔

کچھ بھی ہو البتہ دینی کلمے دماغ کا صف کو آدمی تھا۔
اس جملہ میں اسلم کے ایتلیں میں اُس کا کوئی

जानी नहीं है। — जहाँ जहाँ मैंने मुसलमानों के साथ
की बाँह बढ़ाया और दूसरा हाथ धातन की बाँह और वह
काम उसने यहाँ तक लोगों से ही किया असमवेदनी ने जिस
दिली व्यास के आजीवन अवकाश मेइन्स के साथ काम
किया है उसकी दूसरी मित्रता शायद ही इसलामी दावरे
में कोई मिले.

भारतीय संस्कृति

श्री कृष्णदत्त बाजपेयी, एम० ए०

हमें यहां भारतीय संस्कृति (हिन्दुस्तानी कल्चर) के बारे में कुछ विचार करना है। भारतीय संस्कृति में रूढ़ानियत को मादी पहलू के मुकाबले में ज्यादा अहमीयत दी गई है। यदि हम अपने विशाल प्राचीन साहित्य को देखें तो मालूम होगा कि हमारे यहां आत्मज्ञात का स्थान बहुत ऊंचा रहा है। 'आत्मनं विजानीहि' (आत्म को खास तौर मे जानो)— यही भारतीय विषियों का असली पैगाम था। लेकिन इसके साथ ही जिस्मानी और मानसिक तरक्की की ओर से भी हम बेबहुरा नहीं रहे। रूढ़ानी तरक्की के साथ जिस्मानी और मानसिक तरक्की हमारी संस्कृति का मकसद रहा है। कर्मेन्द्रिय, मन और बुद्धि की लोंक कल्याणकारी व्यवस्था पर हमारी संस्कृति की इमारत खड़ी हुई। सत्य, अहिंसा, त्याग और सेवा—ये इस इमारत के चार बड़े खम्भे रहे हैं, जिन्होंने युग-युगों तक उसे मजबूती और स्थायित्व दिया और उसे नष्ट होने से बचाया है।

भारतीय संस्कृति का मूलसद संकुचन न होकर व्यापक रहा है। भारत के प्राचीन इतिहास को छठाकर देखिये। हजारों वर्ष के लम्बे काल में कितनी ही अन्दरूनी और बाहरी विचार धाराओं को लेकर भारतीय संस्कृति ने उन्हें पचा लिया। विचारों की इतनी आजादी और कहां मिलेगी ? हमारे धर्म, दर्शन, कला, साहित्य सभी में इस आजादी की गुंथापरा मिलेगी। दृष्टवर्मी को हमारे यहां अच्छी बात नहीं माना गया है। नीला में श्री कृष्ण अर्जुन को ज्ञान-विज्ञान का उपदेश देने के बाद भी उससे कहते हैं कि 'हे अर्जुन ! मैंने तुम्हें गहरा से गहरा ज्ञान का मम' बताया इस पर तू विचार कर और विचार करने के बाद मुझे जो ठीक जान पड़े वह कर।

विचारों की इस भावना के कारण ही हमारे यहाँ
भक्ति, स्मृति, परमदर्शन, बौद्ध एवं जैन दर्शन, लोकायत,
अद्वैत, विशिष्टाद्वैत, शुद्धाद्वैत, द्वैताद्वैत आदि कितने ही
दर्शनों और मत मतान्तों की रचना हुई। आधुनिक काल
में भी अनेक महात्माओं और विद्वानों ने विचारों के अपने
अपने नजरिये पेश किये हैं। लेकिन जीवन-दर्शन के इन
मुक्तलिफ नजरियों के हांते हुए तथा इस विशाल देश में
आबादवा की विविधता के कारण बाहरी रूप में अन्तर
होते हुए भी हमारी संस्कृतिकी आत्मा एक रही है। कश्मीर
से लेकर कन्याकुमारी तक तथा सौराष्ट्र से लेकर असम
तक सारा देश एक ही कस्वर से जिन्दगी का रस लेता
रहा है। विविधता में एकता की यह भावना भारत की विशेष-
ता है।

इतिहास से पता चलता है कि एक दीर्घकाल तक संसार के अन्य देशवासियों ने भी इससे लाभ उठाया। बहुत प्राचीन समय में भारत ने मिस्र, असीरिया और बेबीलोन से तिजारती और कस्चरी मेलजोल कायम किये। मौर्य सम्राट् अशोक ने असीरिया, मिस्र, मेसीडोनिया, एवीरस, तात्रपर्या, सुवर्णभूमि आदि अनेक देशों को अपनी 'धर्म-विजय' का संदेश भेजा। ई० पू० दूसरी शताब्दी के अन्त से मध्य एशिया में भारतीय नवावादियों की शुरुआत हुई। धीरे-धीरे वहाँ काक़ुद, ख़ातन, कस्मद, भरुक, कूची, अग्निदेश आदि राज्यों में भारती धर्म, कला, भाषा और साहित्य का विकास हुआ। इनमें से कूची और ख़ातन (कुस्तन) भारतीय संस्कृति के प्रधान केन्द्र हुए। ख़ातन के राजाओं के नाम विजयसंभव, विजयवीर, विजयजय, विजय धर्म आदि मिलते हैं। वहाँ का 'गोमति बिहार' बौद्ध शिक्षा का बहुत बड़ा केन्द्र था। चौथी शताब्दी के अन्त में जब चीनी यात्री फाहियान वहाँ गया तब महायान मतौवलम्बी 8,000 बौद्ध भिक्षु उस बिहार में रहते थे, तथा वहाँ धर्म सम्राट् बड़े समारोह के साथ चलती थीं।

ईसा की पहली छै सदियों में दक्षिण-पूर्वी एशिया में कई भारतीय बस्तियों की स्थापना हुई. हिन्द चीन के एक बड़े भाग का नाम 'सुवर्ण भूमि' तथा हिन्देशिया के द्वीपों का नाम 'सुवर्ण द्वीप' प्रसिद्ध हुआ. वहां जिन भारतीय राज्यों की स्थापना हुई उनके नाम कम्बुज चपा. काठार पांडुरंग, श्री विजय, मालव, दशार्ण, गंधार आदि मिलते हैं. इसी तरह अनेक नगरों के नाम अयोध्या, वैशाली, मथुरा, मीरुआ तक्षशिला, हलावती, कुसुमनगर, रामावती, धान्यवती, इन्द्रवती, विक्रमपुर आदि मिलते हैं. सुवर्णभूमि तथा सुवर्ण द्वीप में भारतीय रहन-सहन रीति रिवाज, लिपि, भाषा और कला का प्रचार हुआ. वहां के आदिम निवासियों के साथ भारतीयों ने जिस प्रेम और सहिष्णुता का बर्ताव किया

हमारे देश में प्राचीन काल से ही विदेशी सांस्कृतिक प्रभावों का प्रभुत्व है। प्रवेश्य सांस्कृतिक संस्कृति के रूप में यूनान, रोम तथा और अनेक विदेशी 'सुन्दर भारत' के सुन्दर को जाने लगी। वे उपनिवेश भारतीय संस्कृति के दो केन्द्र बने ही, साथ ही उनके चारों ओर भारत कोषीन, जापान, कोरिया आदि देशों के साथ भी अपने सांस्कृतिक सम्बन्धों को मजबूत बनाने में सक्षम मिली।

भारतीय संस्कृति का इन दूर दूर के देशों में प्रचार करने का अर्थ हमारे पुरखों को है। वैरोचन, काश्यप, मार्तण्ड, आर्यकाल, धर्मकाल, धर्मरक्ष, धर्मप्रिय, कुमारजीव, गुण-वर्मा, बोधिधर्म, गुणभद्र शांतिरक्षित, पथसंभव, जिनमित्र, दीपकर श्री ज्ञान आदि कितने ही विद्वानों ने सफर की तकलीफों की परवाह न कर संसार के अनेक भागों में भारतीय संस्कृति का सन्देश फैलाया। मुस्लिम देशों के साथ हमारे पूर्वजों ने संस्कृति, राजनैतिक और आर्थिक सम्बन्ध कायम कर उन्हें मजबूती प्रदान करने के लिये जिस उदारता और बरदाश्त का परिचय दिया वह मानव इतिहास की एक शानदार कहानी है।

प्राचीन भारत में जब तक चिन्द्गी की तरफ वसीअ नजरिया रहा, जब तक बसुधैव कुटुम्बकम् की उदार भावना यहां के लोगों में रही तब तक हम संसार में ऊँचे उठे रहे. हमने ज्ञान विज्ञान के विविध क्षेत्रों में अनेक देशों के साथ आदान प्रदान करने में संकोच नहीं किया. कल्याणकारी भावना से हम अपने अगाध ज्ञान और अनुभव को उदारता के साथ दूसरों में बांटते रहे, साथ ही दूसरों की उपयोगी बातों को ग्रहण करने में भी हमने संकोच नहीं किया. आर्य भट्ट, बराहमिहिर आदि विद्वानों ने अपने समय के इस व्यापक दृष्टिकोण की ओर इशारा किया है. और बराहमिहिर ने लिखा है कि ज्ञान की कुछ दिशाओं में ग्लेच्छ कहे जाने वाले यवन अर्थात् यूनानी लोगों की अच्छी गति है, वे लोग रिषियों के तुल्य ही पण्य हैं—

“म्लेच्छ हि यवनास्तेषु सम्यक् शास्त्रमिदं स्थितम्-
रिषिबन्धेपि पूजन्ते... (इत्संहिता 2, 4).”

विदेशियों की तरफ़ इससे अधिक इज्जत का भाव और न्याय हो सकता है। बद्धकिस्मती से इस विचारधारा को हम आगे बहुत समय तक कायम नहीं रख सके, जब आपसी फूट, झगड़न्दी, कुदृष्टांश और राहुर की बढ़ती होने लगी तब इस देश के पतन का दरवाज़ा खुल गया। जनता की तंग खयाली से नये विचारों के आवाज़ प्रदान की परम्परा भी खूब हो गयी। आइए इसी सदी में जब अलबेरुनी भारत आया तो उसने हिन्दुओं में ये बुराईयाँ देखीं, उसने लिखा है कि 'ये लोग अपने को सामाजिक और धार्मिक दायरे में बहुत ऊँचा समझते हैं और अपने आगे बाकी सभी लोगों को इक़्कीर

[illegible]

بھارتیہ سنسکرتی کا اِن دور دور کے دیشوں میں پرچار
 کا شرف ہمارے پرکھوں کو ہے ۔ پوروجن ، کشپ ، ماتنگ ،
 ارجن ، دھرم رکھی ، دھرم پزیر ، کمارچو ، گن دوما ، ہودھی دھرم ،
 گئی پندر ، شانت رکشت ، پدم سمبو ، جن مگر ، دینگر شری گنان
 اُسی کلمہ ہی ودوانوں نے سفر کی تکلیفوں کی پرواہ نہ کر
 سنسار کے انہک بھاگوں میں بھارتیہ سنسکرتی کا سندھیں
 مضبوط دیشوں کے ساتھ ہمارے پوروجوں نے سانسرتک
 اور آرتھک سبندھ قائم کر اُنہیں مضبوطی وِردان
 کے لئے جس اُدارتا اور برداشت کا پرہیچہ دیا وہ مانو
 انہاس کے ایک شاندار کہانہ ہے ۔

پراچین بھارت میں جب تک زندگی کی طرف وسیع نظریہ رہا، جب تک 'ہسودہوگنیکم' کی آداب بھارتیہاں کے لوگوں میں رہی تب تک ہم سنسار میں اُنکے اُٹھے رہے۔ ہم نے گیان، دیکان کے درودہ چھتروں میں اُنکے دیشوں کے ساتھ آداب پر دان کرنے میں سکوچ نہیں کیا۔ کلیانکاری بھارتیہاں سے ہم اپنے اُگدھ گیان اور اُنہو کو آدات کے ساتھ دوسروں میں بانٹتے رہے، ساتھ ہی دوسروں کی اُپدوگی باتوں کو گرہن کرنے میں بھی ہم نے سکوچ نہیں کیا۔ اُریہ بہت براہ سہر اُدی دوانوں نے اپنے سم کے اِس ویاپک درشتی کون کی اور اُشارہ کیا ہے۔ براہ سہر نے لکھا ہے کہ گیان کی کچھ دشاؤں میں سلیچہ کہ جاتے راہ یوں ارنہات یونانی لوگوں کی اچھی لگی ہے، وہ لوگ رشیوں کے نولہہ ہی پوجتے ہیں۔

“مليچي هي پوناستشو سميک شاسته، مدنِ اِستهم .
 رشتني پوچهنه..... (رهتساها 142).“

دیکھیں۔ کی طرف اس سے ادھک عزت کا بھاؤ اور کیا ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے اس وچار دھارا کو ہم آگے بہت سے تک و نام نہیں دے سکے۔ جب آپسی بیہوشی، دل بندگی، خود غرضی اور غرور کی بڑھتی ہوئی لگی تب اس دیکھ کے یقین کا دروازہ کھل گیا۔ چنانچہ تنگ خیالی سے نئے وچاروں کے اُگلے پودوں کی پرہیزا بھی ختم ہو گئی۔ کیا مہربان صدی میں جب انگریزی بھارت آیا تو اُس نے ہندوؤں میں یہ برائیلی دیکھیں۔ اُس نے لکھا ہے کہ یہ لوگ اپنے کو سناچک اور دھارمک دائرہ میں بہت اُلوچھا سمجھتے ہیں اور اپنے آگے پانی بھی لوگوں کو 'نظر' دیکھیں۔

اپریل 56ء

ہاں، مہاراجا ہرپ کے باد سے ہرم کی باہری تھک-
مکھ بدنے لگی تھی اور ہندوؤں کی جگہ
کھچور پکھنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो धारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लूकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा. इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णवर्गीय बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा. उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया. किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर के बाद वेदांत का युग लगभग समाप्त हो गया
और सन्यासियों के एक बेकार वर्ग ने समाज में जन्म लिया.
इतिहास की इसी पृष्ठभूमि में भारत में मुसलमानों का
आगमन हुआ. इस समय दो संस्कृतियों का आमना-
सामना हुआ. दोनों में आदान-प्रदान हुआ. इस्लाम और
हिन्दू धर्म में मेल की बातें नजर आईं, जिनके परिणाम
स्वरूप रामानन्द, कबीर, चैतन्य और नानक आदि सन्तों
के सम्प्रदायों का जन्म हुआ. उन्होंने बाहरी आडंबरों की
उपेक्षा करके आंतरिक श्रद्धा, एकेश्वरवाद, निराकारवाद,
मानव में समता तथा मानव-प्रतिष्ठा पर ध्यान दिया.

एक ओर तो हिन्दुओं में सहिष्णु प्रवृत्तियाँ चल रही
थीं, तो दूसरी ओर यही प्रवृत्तियाँ मुसलमानों में भी थीं.
मुसलमानों का असहिष्णु वर्ग हिन्दुओं को इस्लाम धर्म में
दीक्षित करने, मन्दिर तोड़ने और हिन्दुओं पर अत्याचार
करने का पक्षपाती था, जिसका प्रतिनिधि था—औरङ्गजेब,
ता इन्हीं के दूसरे वर्ग में सूफी, इलाही, तिनसुखिय, चिरती
औलिया आदि थे, जो सहिष्णु थे और संकुचित मनोवृत्ति
से दूर थे. भारत में सूफियों ने वेदान्त के आधार पर अपना
मत चलाया. इस वर्ग का प्रतिनिधि था—दाराशिकोह,
जिसने संस्कृत का अध्ययन करके उपनिषदों का तर्सी
में अनुवाद किया था. दुर्भाग्य से औरङ्गजेब की विजय
हुई और असहिष्णुओं को खुलकर अत्याचार करने का
अवसर मिल गया. इस प्रकार तत्कालीन भारत में हिन्दू
और इस्लाम दोनों ही धर्मों में दो विरोधी प्रवृत्तियों ने जन्म
लिया था. हिन्दू संस्कृति में ही यह क्षमता थी कि उसने
इन विरोधी प्रवृत्तियों का समन्वय किया और यह समन्वय
हमें साहित्य, कला-कौशल, ज्योतिष, विज्ञान, वास्तुकला,
मन्दिरों, मस्जिदों आदि सभी में दृष्टगोचर होता है.
रसज्ञान, खानखाना आदि मुसलमान कवियों ने कृष्ण
तथा उनकी लीला के सम्बन्ध में काव्य लिखे. बङ्गाल में

ہاں، مہاراجہ ہرپ کے بعد سے ہرم کی باہری تھک-
مکھ بدنے لگی تھی اور ہندوؤں کی جگہ
کھچور پکھنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो धारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लूकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा. इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णवर्गीय बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा. उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया. किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर کے بعد وہانت کا یک لک یکک سمپت ہو گیا
تھا اور سنیاسیوں کے ایک بے کار درگ نے سماج میں جنم لیا.
انہاس کی اسی پرستشہر میں ہمارے میں مسلمانوں کا
آگم ہوا. اس سمے دو سنسکرتیوں کا آما سامنا ہوا. دونوں
میں آدان پران ہوا. اسلام اور ہندو دھرم میں ممل کی
باتیں نظر آئیں، جن کے پرنام سرورپ راماند، کبیر، چمکنہ
ر ناتک آدی سنکوں کے سمورادیوں کا جنم ہوا. انہوں نے
ہامی آسمبروں کی آپکھا کو کے آنترک شردھا، ایشکھرواد،
نراکرواد، مانو میں سمنا تھا مانو پرستھا پر زور دیا.

ایک اور تو ہندوؤں میں سہشون پرورتنیل چل رہی
تھی، تو دوسری اور بھی پرورتنیل مسلمانوں میں بھی تھیں.
مسلمانوں کا اسہشون درگ ہندوؤں کو اسلام دھرم میں دیکشت
کرنے مندر توڑنے اور ہندوؤں پر انیچار کرنے کا پکھتی تھا. جس
کا پرتندھی تھا—اورنگزیب، تو انہوں کے دوسرے درگ میں
ہرنی، ایل، نسرنکھ، چشتی، اولیا آدی تھے جو سہشون
تھے اور سنکوجت ملورتنی سے دور تھے. ہمارے میں صوفیوں نے
وہانت کے آدھار پر اپنا مت چلایا. اس درگ کا پرتندھی تھا
—دارالشکوہ جس نے سنسکرت کا ادھون کر کے آپلشوں کا
نارسی میں انولہ کیا تھا. درہاکھ سے اورنگزیب کی وجہ ہرنی
اور اسہشون کو کل کر انیچار کرنے کا اوسر مل گیا. اس
پرکر تنکالین ہمارے میں ہندو اور اسلام دونوں ہی دھرموں
میں دو وروڈھی پرورتنوں نے جنم لیا تھا. ہندو سنسکرتی میں
ہی یہ شمتا تھی کہ اس نے ان وروڈھی پرورتنوں کا سمونہ کیا
اور یہ سمونہ ہمیں ساتھیہ، کانکشل، چورتھی، دیکان، واستوک
مندر، مسجیدوں آدی سمی میں درشکوچر ہونا ہے.
دیکان، خانکشاں آدی مسلمان کویوں نے کوشن تھا
ان کی لہ کے سمونہ میں کارہ تھے. بنگال میں

موسلمانوں کے سرکاری میں مہاراجہ کا کاروبار میں انہوں نے
بادشاہ، انہوں نے भारतीय मन्त्रि शास्त्र और व्यवस्था
विज्ञान का अनुवाद अपनी भाषा में किया और अनेक
मुक्त बादशाहों ने रामायण और महाभारत का अनुवाद
फारसी में कराया. एक काल में मुसलमान अपनी रचनाओं
का प्रारम्भ गयेश-सरस्वती से करते थे.

बादशाहों में भी दोनों सम्प्रदायों की विशेषताएँ पाई
जाती थीं. यहां की इमारतें फारस की भांति न थीं. मुसलमान-
नों द्वारा बनाई गई इमारतों में हिन्दू तत्वों का मिश्रण
रहा था. ताज के शुभद पर आज भी पंचरत्न और कमल
देखे जा सकते हैं, परन्तु यह मुसलमानी आप इस्लाम
भारत के मन्दिरों में नहीं पाई जाती, क्योंकि देश का यह
भाग किसी भी समय मुसलमानों के सांस्कृतिक असर में
नहीं आया.

भारतीय संगीत में तब, स्वर, ध्वनि, नृत्य आदि
पर इस्लामी संगीत का प्रभाव पड़ा. धर्म के क्षेत्र में अकबर
ने 'दीन इस्लामी' का प्रचार किया, जिसका उद्देश्य हिन्दू
और इस्लाम धर्मों का समन्वय था. 'सत्यपीर' नामक एक
ऐसे ईश्वर तक की कल्पना की गई जिसे हिन्दू और मुसल-
मान दोनों ही मानें. मुसलमान शासक हिन्दू पर्वों में भाग
लेते थे, वो हिन्दू मुसलमानी त्योहार में. जहाँगीर और
शिराजुद्दीन की होली तो प्रसिद्ध थी ही. फैरान और
पोशाक में भी दोनों धर्मों का एक दूसरे पर प्रभाव पड़ा.
शेरबानी, अकबर, पैजामे, कोट, घोड़ी सभी के लिए एक
ही पोशाकें बन गईं. हिन्दू और मुसलमान दोनों को ही
व्यापार, व्यवसाय, व्यापार तथा पदार्थों के निर्माण के
सम्बन्ध में एक-दूसरे से बहुत कुछ हासिल हुआ. बाबर
तो अपने साथ बाबरखाना भी लाया था, जिसका प्रयोग
आज भी हम करते आ रहे हैं. औषधियों के क्षेत्र में
यूनानी और आयुर्वेदिक दवाइयों का समन्वय हुआ. इस
प्रकार जब दो संस्कृतियों का एक दूसरे से साक्षात्कार हुआ,
दोनों ही पुष्ट हुई.

मुसलमानों के सरकारी में मہاراجہ کا کاروبار میں انہوں نے
بادشاہ، انہوں نے भारतीय मन्त्रि शास्त्र और व्यवस्था
विज्ञान का अनुवाद अपनी भाषा में किया और अनेक
मुक्त बादशाहों ने रामायण और महाभारत का अनुवाद
फारसी में कराया. एक काल में मुसलमान अपनी रचनाओं
का प्रारम्भ गयेश-सरस्वती से करते थे.

बादशाहों में भी दोनों सम्प्रदायों की विशेषताएँ पाई
जाती थीं. यहां की इमारतें फारस की भांति न थीं. मुसलमान-
नों द्वारा बनाई गई इमारतों में हिन्दू तत्वों का मिश्रण
रहा था. ताज के शुभद पर आज भी पंचरत्न और कमल
देखे जा सकते हैं, परन्तु यह मुसलमानी आप इस्लाम
भारत के मन्दिरों में नहीं पाई जाती, क्योंकि देश का यह
भाग किसी भी समय मुसलमानों के सांस्कृतिक असर में
नहीं आया.

भारतीय संगीत में तब, स्वर, ध्वनि, नृत्य आदि
पर इस्लामी संगीत का प्रभाव पड़ा. धर्म के क्षेत्र में अकबर
ने 'दीन इस्लामी' का प्रचार किया, जिसका उद्देश्य हिन्दू
और इस्लाम धर्मों का समन्वय था. 'सत्यपीर' नामक एक
ऐसे ईश्वर तक की कल्पना की गई जिसे हिन्दू और मुसल-
मान दोनों ही मानें. मुसलमान शासक हिन्दू पर्वों में भाग
लेते थे, वो हिन्दू मुसलमानी त्योहार में. जहाँगीर और
शिराजुद्दीन की होली तो प्रसिद्ध थी ही. फैरान और
पोशाक में भी दोनों धर्मों का एक दूसरे पर प्रभाव पड़ा.
शेरबानी, अकबर, पैजामे, कोट, घोड़ी सभी के लिए एक
ही पोशाकें बन गईं. हिन्दू और मुसलमान दोनों को ही
व्यापार, व्यवसाय, व्यापार तथा पदार्थों के निर्माण के
सम्बन्ध में एक-दूसरे से बहुत कुछ हासिल हुआ. बाबर
तो अपने साथ बाबरखाना भी लाया था, जिसका प्रयोग
आज भी हम करते आ रहे हैं. औषधियों के क्षेत्र में
यूनानी और आयुर्वेदिक दवाइयों का समन्वय हुआ. इस
प्रकार जब दो संस्कृतियों का एक दूसरे से साक्षात्कार हुआ,
दोनों ही पुष्ट हुई.

شری چکرورتی راجگوبالاچاریہ

شری چکرورتی راجگوبالاچاریہ

‘اےک تو گنجا سر’ اور بچے بچے ہال سفید ! آپ پریم کے بارے میں کیا جانتے ہیں ؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے ۔ آپ اپنے اُن پرانے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں ؟ بس کیجئے مہاراج ! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی ؟ اُن دنوں آپ پریم کا کیا مزہ چکھا ہوگا ؟ وہ دن تو دھاتوسی کے تھے ۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں ؟ اس قسم کے سوالوں کی جڑی خاصکر شہری یوک یوتھ کی ہنسی میرے کانوں میں بار بار بونی رہتی ہے ۔

دوسرے کے من کی باتوں کو میرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پتھر میرے پاس ہے ۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے ۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیکھنا دینا یا لہجہ لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آئلڈوٹھن’ نامک مذاقہ رسالہ میں اُنکے شخص پر ایک مضمون لکھنے کا مہمہ اُرادہ کیا ۔ پریم کا راستہ بہت تنگ ہے ۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پریم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا میرا وچار ہے ۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں ۔ بیڑ میں گھس اور لو پڑ کر ٹکٹ لینا ضروری طاقت کے باہر کی بات ہے ۔ پھر بھی کس جگہ کے اچھے کون سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں ۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پریم پیدا ہی نہیں ہونے پاتا؟ کیونکہ اُس نئے زمانے میں روز کے آپس کے برتاؤ میں بھی استری اور پرہی دل کھول کر ملتے جلتے نہیں ۔ من کی تسلی کے لئے بیلے ہی کوئی کچھ کہے؟ پر یہ ہے کہری سچائی ۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا ؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے ۔ اگر ہم اس کے ساتھ پریم کی تبدل دین یا اسے پریم کی کسوٹی پر کسٹیں تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح متعین کر سکتے ہوں ۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لاگو ہوتی ہے، پریم دونوں طرف سے اُنہیں ہونے والا ایک دلی جذبہ ہے ۔ ایک پرہی ایک استری سے پریم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اُسی طرح

‘اےک تو گنجا سر’ اور بچے بچے ہال سفید ! آپ پریم کے بارے میں کیا جانتے ہیں ؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے ۔ آپ اپنے اُن پرانے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں ؟ بس کیجئے مہاراج ! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی ؟ اُن دنوں آپ پریم کا کیا مزہ چکھا ہوگا ؟ وہ دن تو دھاتوسی کے تھے ۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں ؟ اس قسم کے سوالوں کی جڑی خاصکر شہری یوک یوتھ کی ہنسی میرے کانوں میں بار بار بونی رہتی ہے ۔

دوسرے کے من کی باتوں کو میرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پتھر میرے پاس ہے ۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے ۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیکھنا دینا یا لہجہ لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آئلڈوٹھن’ نامک مذاقہ رسالہ میں اُنکے شخص پر ایک مضمون لکھنے کا مہمہ اُرادہ کیا ۔ پریم کا راستہ بہت تنگ ہے ۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پریم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا میرا وچار ہے ۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں ۔ بیڑ میں گھس اور لو پڑ کر ٹکٹ لینا ضروری طاقت کے باہر کی بات ہے ۔ پھر بھی کس جگہ کے اچھے کون سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں ۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پریم پیدا ہی نہیں ہونے پاتا؟ کیونکہ اُس نئے زمانے میں روز کے آپس کے برتاؤ میں بھی استری اور پرہی دل کھول کر ملتے جلتے نہیں ۔ من کی تسلی کے لئے بیلے ہی کوئی کچھ کہے؟ پر یہ ہے کہری سچائی ۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا ؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے ۔ اگر ہم اس کے ساتھ پریم کی تبدل دین یا اسے پریم کی کسوٹی پر کسٹیں تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح متعین کر سکتے ہوں ۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لاگو ہوتی ہے، پریم دونوں طرف سے اُنہیں ہونے والا ایک دلی جذبہ ہے ۔ ایک پرہی ایک استری سے پریم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اُسی طرح

اس بربادی کے لیے پرم نہیں ہوتا۔ اگر ایک پرم یا استری نے پرم پیدا کر لیا، اور کوئی دوسرا ذریعہ حاصل کیا ہو تو اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے کہ لوگ اس پرم یا استری کو چاہتے ہیں۔ اس کے لئے کیا کیا جائے؟ کم دہر استری پرشوں کی ایک ایک چیزیں بنا کر ان پر اپنے پرموں کے ہاتھ سے پرم نہیں کرنا۔ اگر سب لوگ پرم دوا ہی کرنا چاہیں تو نتیجہ آپس کا کلمہ، دیر کا لڑائی چھکوا ہوا، کچھ ہاتھ نہ لگتا اور بھرتوں کو دوا کے ہاتھوں کو لڑنا پڑے گا۔ اس لئے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرم کی شرط یہ نہیں مل سکتی۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پرم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں یہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پرم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کبھی کبھی دونوں (استری اور پرم) پرم کا انہیں کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کبھی کبھی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے، جس کا لہا تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ بھی یہ کوئی اٹل ٹیم نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں بڑی ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پانی تو ہر سہا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پرم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں یہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پرم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کبھی کبھی دونوں (استری اور پرم) پرم کا انہیں کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کبھی کبھی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے، جس کا لہا تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ بھی یہ کوئی اٹل ٹیم نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں بڑی ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پانی تو ہر سہا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

وولہت استری پرشوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی عزت کریں، آپس میں پرم بڑھائیں، سہوگ اور دوستی سے اپنی زندگی بٹانا سیکھیں۔ اس میں پرم کی کمی ہے؛ یہ تو ماں باپ کی رچی ہوئی شادی ہے؛ یہ تو اپنے مزہ کھانا ہے؛ اس طرح چاروں میں قرب جالے یا چنگا گرسٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے دیکھیں کی کئی ہی پرم کہانیاں ہم پڑھتے ہیں، سلیم دیکھتے ہیں، بس، یہی چیزیں ہیں، اسی میں سچا سچ زندگی کا سما ہوا ہے۔ اسی پر کار کھلا میں پڑ کر نہ لہی ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے دیہی میں بھی استری پرم اور سندر چھوٹے ہوتا سیکھتے ہیں۔

اے نوجوان! تمہارے گوتے آئی ہوئی استری ہے، تم نے کبھی اس پر وچار کیا؟ کمسلی میں اپنا مایا چھوڑ کر ایک یوتی کسمہ سائنس اور کسمی پرسنل کے ساتھ ایک اجنبی نئے پریٹر میں آکر مل جاتی ہے۔ کس پرکار آشا باندھ کر، کس کے ہاتھ پر اتنا سائنس، اتنی خوشی اور اتنا آلود محسوس کرتی ہے؟ ہو ایک وچاران نوجوان گہواگی کے ساتھ سوچنا، تو اے صعب ہوگا۔ ایسی صعب اور ایسی مضبوطی آج تک کسی پرم نے ہتھی ہے یا بنا سکتا ہے؟ کم عمر کی ذہن کے اس

خاندان اور سماج کی طرف سے ہر نوجوان اپنی اس زندگی کے طرف اپنے نفس کو متوجہ کر سکتا ہے۔ اس کے اس بعد وہ اپنے جسمانی سکس ہوگ کے لئے ملے ہوا ایک ہنر، کبھی نہیں سمجھتا۔ وہ اسے اپنے لئے حاصل کرتا ہے، بہت بڑے منہ بھرنے کے روپ میں پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی پتنی کے ساتھ ایک سچے مگر کے سامان آئے، شوق اور شرمیلا ہوا سے ہوتا ہے۔ وہ من مانی کبھی نہ کرے گا۔ وہ اپنے نفس مالک، اپنی لستری کو اپنا نظم یا پیر کی جوتی کبھی نہ سمجھتا۔

جسمانی ہوگ مگر کو رواہ کا مقصد نہیں سمجھتا چاہئے؛ پر لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔ دہشتوں کو شریہ میں آتے ہوئے والی قدرتی امنوں کی، ان کا پرسہ کے ساتھ بڑھانے کا سادھن سمجھ کر رکشا کرنی چاہئے۔ وہ پریم کو بڑھا کر ایک کر بکا کرے والی ایک مضبوط اور قدرتی شکتی ہے۔ اسے کبھی نہ ہولنا چاہئے کہ وہ لوگوں کا ایک ایوگی اور پونہ سادھن ہے، نہ کہ جنہیں کا سکس۔ اس طرح کا دھوکا کھانے سے سارا جنوں نشٹ ہو جاتا ہے، وہ دھمکے بن جاتا ہے۔

ہو جاتا ہے، وہ دھمکے بن جاتا ہے۔

آج سے سیکڑوں برس پہلے ہمارے دکشن بھارت کے ایک مہاکوی اور سنت پڑھی 'تیرپور' نے پتنی کو جنہیں سنگتی کے نام سے پکارا تھا۔ دہشتوں کو اس سنت مہاکوی کی وانی کا مرم سمجھ کر اپنے جنوں میں اسے قتالہ کی کوشش کرنی چاہئے۔ پتی اور پتنی کو آپس میں ساتھ بھاؤ بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جنوں کی ہر ایک بات پر آپس میں ملح کر کے پھر فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کے بتوارے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ گھر کی دیکھ ریکھ لستری کے ذریعہ ہو اور باہر کا سارا دیوہار پرشن کرے۔ اہمیاں اور سادھن سے یہ بہت سہل ہو سکتا ہے۔ دونوں کی بدمی، بھاؤ اور شکتی بڑھ کر پریم اور آند میں بدل جائیگی۔ آجکل کے زمانے میں اسکولوں اور کالجوں میں ہم جس قسم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر ہمیں اس جنوں شکشا سے فائدہ

نہ تو پریم مرض ہے اور نہ بھلا اس کی دوا، پریم کے آردنہ ہونے کے بعد پتی پتنی بنتا کہیں بہتر ہے۔ ہم دونوں ملکر پریم اور مہوگ بھاؤ سے گھر کرہستی چلتے ہیں، اس طرح کا نشیہ، کر پریم کے آویگ کے بنا ہی بہت معمولی طور سے ملے ہوئے دو پتنی ہی اسی طرح اپنا جنوں بٹھا سکتے ہیں۔ میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ پریم کو مرض اور دواہ کو اس کی دوا سمجھنا بھول ہے؛ کیونکہ ایسا سمجھ لیا جائے تو دوا کے سینوں سے جیسے بھٹا بھاگ جاتا ہے، ٹھیک اسی پرکار دواہ ہونے پر پریم کو بھی غایب ہو جاتا ہے۔ تب تو جبر اور دوا کا ٹھیک ٹھیک جمع خرچ ہو جاتا ہے، یہ بالکل غلط ہے پریم تپ نہیں

यह समझ बैठना कि विवाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

یہ سمجھ رہے تھے کہ وہاں سے ہمارا کرتوبہ پورا ہو

جاتا ہے۔ ایک غریب بچہ ہے، رولہ کے بعد ہی دھڑکے بیٹھے
 کوڑ چھترے۔ بچوں ایک مہمان چنگ ہے۔ اس بھونٹ
 میں من کی پھونکا کی گئی گوی ہے کڑی پرہیزگاری ہمارے
 اُنک آپسٹ ہوئی۔ رات میں 'ریل گری میں' یار دوستوں کے
 بہل' دھوت میں، کبھی نہ کسی موقع پر پریم کے ادھک لہجے
 روپ رنگ' کن آکر میں لہجے میں دکھائی دے۔ لیلی دواخت
 لہجے کو فاجہز ثابت کرنے والے کئی خیالات ہمارے دل میں
 پہچ ہی میں آئے۔ لہجے کی طرح اُن سے لوگوں آئیں لہجے
 قابضوں کو نہا جائے۔ چاہے پریم دواخت ہو، چاہے سادھان رولہ سنگرام
 تو بعد تو ہی شروع ہوتا ہے۔ اُس میں جہ پائے ہوا' لہجے حاصل
 لہجے ہوتے' سک نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ سب جیوانا ایک ہیں۔ اُس میں
 پرش ایک اُنھی ہے، دوسرا اُنھی استی ہے۔ دونوں ملکر
 ادبیت ہوا کے سادھن کے لئے آواز پڑتے ہیں۔ یہی پریم کی
 ہمارے وجدی شکتی ہے؛ لیکن اُسے سوا کے بیغتر ہی رکھنا
 چاہئے۔ سوا کو لانگھنے سے سب جل کر خاک ہو جائیگا۔ ہم
 اُننی اُلج سہہ نہیں سکتے۔ الگ الگ انکیٹی اور دیہک ہی
 جہن ہے؛ اِس لئے ہم اپنا اپنا چولہا اور دیہک جلا کر اُسی کی
 کشا کر سک شکتی سے جہن بنائیں۔

زندگی اور حقیقت

شرعی گریہچین سنگ

دوبگ دوبگ کرتی ہوئی قلندر کے قدمرو کی دھن بھج بازار میں لوگوں کو اپنی اور بھینچ لیتی ہے۔ بازار کے آوارہ لڑکے جب اس دھن کو سنتے ہیں تو تماشہ دیکھنے کے لئے قلندر کی اور لپکتے ہیں۔ شاید بندروں کا تماشہ دیکھنے میں انہیں براؤزا ملتا ہے۔ عموماً بڑی عمر کے لوگ بھی بندروں کا تماشہ بڑی دلچسپی سے دیکھا کرتے ہیں۔ تماشہ کی جگہ سب کا ٹھہر لگا رہتا ہے۔ بچے وہاں قلندر کے چاروں اور گھبرا ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ طالبان بیتکہ اور ہنسٹے ہیں۔ وہ لوگ جو بچوں کے پیچھے چمکتے ہاتھ کھڑے رہتے ہیں ان چہرہ بچوں کا کرتوعل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ بچے اور بندر سبھی تو تماشہ ہے۔

دنیا تو ہمیشہ سے تماشہ دیکھنے کی عادی ہے۔ دنیا تماشہ ہے، دنیا کے لوگ تماشا بہن ہیں۔ وہ کبھی خود تماشہ بنتے ہیں اور کبھی تماشا بہن؛ وہ خود کھڑی ہیں اور کھل بھی لیتیں وہ بہت کم اپنے آپ کو دیکھتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان کی اپنی کمزوریوں نے اسے خودغرض اور منور ہونا دیا ہے۔ اس کی شان، اس کی شخصیت، اس کی اُملگ، اس کے چار سب کے چار نہ ہو کر، کوئل نجی و چار ہو گئے ہیں۔ یہ ماتو کا بڑی نہیں، ویلیک نہیں، غور ہے، خودغرضی ہے۔ اس کی بھی خودغرضی دھرتی کو بہشت نہیں بنانے دیتی۔ دنیا تماشہ دیکھتی ہے، یہ بھی تو بتاتا مشکل ہے۔

اُس دن قلندر کا تماشہ دیکھنے کے لئے میں بھی ہزار میں
 پہنچنے کے ہیچ جا کر کھڑا ہو گیا۔ قلندر قمر بجا رہا تھا
 اور منہ سے کچھ بول بھی رہا تھا۔ تماشہ دیکھنے کے لئے
 پہنچنے کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ قلندر قمر بجانا
 ہوا مجمع کے پاس سے ہو کر ایک چکر لگاتا ہوا ہوا۔
 ”بچو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ“ سامنے کھڑے بچوں کو
 ہدایت دیکر وہ اپنے چہرے کے نزدیک آیا۔ ”بچو بیٹھ جاؤ“
 سب بیٹھ جاؤ۔ ”کچھ دیر تک پہنچنے کو اور زیادہ اُکھا کرنے کے
 لئے قمر بجانا رہا۔ کچھ رٹہ رٹا ہوا بول بھی بولتا رہا۔ اُتار
 میں کچھ اور خاص بین آ کھڑے ہوئے۔ اُس نے کہا۔ ”بچو“
 ذرا زور سے تالی بجاؤ۔“ بچے خوشی سے تالیاں پیٹنے لگے۔
 لیکن اُسے تسلی نہیں ہوئی اور انہیں بڑھاوا دیتے ہوئے ہوا۔
 ”جو بچہ زور سے تالی نہیں بجانا“ اُس کے ہاتھ میں پھڑپھڑا
 ہوا ٹکا۔ اُس پر سب بچے زور سے تالیاں پیٹنے لگے۔
 لوگوں کی اور زیادہ دلچسپی بڑھی۔ قلندر نے بندروں کی
 دسی تھامی۔ اُن میں ایک نرتا اور دوسری مادہ۔ مادہ کے
 ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جو اُس کی پیٹھ پر سوار دکھائی دیتا
 تھا۔ لیکن جیوں ہی بندرپا قلندر کے اشارے سے ایک لڑکی
 پھاند کر فلپازاں دکھانے لگی، بچہ اُس کی پیٹھ پر سے اتر کر
 ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ دو پہروں کے سہارے اکڑوں بیٹھے
 دیکھ کر بچے کھلکھلا کر ہنس دینے۔ وہ ننھا سا چھو عجیب قری
 ہوئی نگاہوں سے اُن بچوں کی اور دیکھتا رہا۔

فلنڈر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہا
دہن کو بیاہ کر لایا، پھر اُن کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔
سمہ، دنم کا جین، جس میں خوشی اور غم کی مورت تھی۔
وہ کبھی ہنستے اور ہنرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روکتے اور
پھر ایک دوسرے کو مٹاتے تھے۔ دن بیتے، راتیں اور کہانی
ختم ہونے کو آتی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی
ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی درشوں کے بعد جوانی

के दिन बिताकर बूढ़ा हो जाता है, चूंकि यह सिन्दगी भेकार है, बूढ़ा बन्दर अपनी आयु भोग कर इस संसार से उठ जाता है, उसका शव मिट्टी में दफना दिया जाता है, बूढ़ी बन्दरिया पति के शोक में पागल हो उठती है और वह उसके सिरहाने बैठकर बिलाप करती है।

तमाशाबीन तमाशा देख रहे थे। वे मरे हुए बन्दर के शव को देख रहे थे और साथ ही रोती हुई बन्दरिया को भी, जो अपनी दोनों इथेलियां गालों पर रखे रोने की नक़ल उतार रही थी। तमाशाबीन देख-देख कर हँस रहे थे—“बाद क्या मजे का तमाशा है। किसने सहाये हुए बन्दर हैं।”

अकस्मात् बन्दरिया का बच्चा किसी अनजाने दर के सबब नीख उठा—“यक ! यक !! यक !” बंदरिया रोने की नक्राल उतारती उतारती एकाएक चौंक उठी, वह रोना मूल गई. उसने ममता भरी निगाहों से डरे हुए बच्चे की ओर देखा. बच्चा फिर नीख उठा—“यक ! यक !! यक !” वह ब्याकुल हो उठी और बन्दर से दृढ़ उसकी ओर लपकी. बच्चा उचक कर उसकी छाती से चिमट गया. बन्दरिया. उसे सीने से लगाए कलन्दर की मोली के पीछे सिमट कर बैठ गई.

कलन्दर की कहानी और कहने की शरय्य अधूरी ही रह गई. बन्दर की मौत के बाद वह संसार की निस्सारता पर कुछ रोशनी डालता. शायद वह रोती कलगी बदरिया को चुप कराता हुआ कहता—“बेटी जाने दे, अब मत रो ! यह संसार निस्सार है ! दुनिया में एक आता और एक जाता है ! संसार एक सराय फानी है, जहां लोग कुछ दिन ठहर कर फिर अपनी-अपनी राह लगते हैं. जहान में रहकर पेट की फिक्र करनी पड़ती है बेटी ! पेट का धन्धा तो हमेशा ही साथ लगा रहता है. पेट में अन्न पड़े तो आदमी जिन्दा रहता है. जब मौत आती है तो सारी चिंताएँ चली जाती हैं. फिर बता तो भला हमने यह तमाशा किस लिए किया…!!” वह अपना पेट थपथपाती हुई दिखाती—“पेट के लिए ।”

“हां बेटी! पेट की भूख बहुत बुरी होती है. तेरा तमाशा देखने वाले तुम पैसा, दा पैसा, इकब्री, दुश्मनी जिससे जो कुछ बन पड़ेगा, खरूर देंगे.” फिर कलन्दर अपनी चादर धरती पर फैला देता ताकि लोग उस पर पैसे फेंकते. खुदा आपकी आल-औलाद का भला करे... खुदा आपकी हर मुराद पूरी करे...” कहता हुआ बन्दरिया की रस्सी ढीली कर देता. वह लोगों तक जाती और हाथ फैला कर पैसे मांगती. खरूर कुछ न कुछ मिलता. कुछ पैसे पा जाने पर कलन्दर खुश हो जाता. इस प्रकार इस तमाशे का अन्त होता.

लेकिन इस तमाशे के अन्त से पहले ही बंदरिया ने अपना खेल खत्म कर दिया था. वह अपने मुर्खी पति के

کے دیں ہٹا کر ہڑوا ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ زندگی بے فکر ہے، ہڑوا ہنر انہیں آویس ہو کر اس سلسلہ سے اٹھ جاتا ہے۔ اُس کا شمار مٹی میں دنیا دہا جاتا ہے۔ ہڑوہی ہندو یا پتی کے شریک میں پاگل ہو اُٹھتی ہے اور وہ اُس کے سر ہالے پیٹھ پر لپکتی رہتی ہے۔

تماشا بین تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ مزے ہوئے بندے کے شو
کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی روتی ہوئی بندیا کو بھی جو اپنی
دبڑوں سے بیلوں گلوں پر رکھے روئے کی نقل اُتار رہی تھی۔
تماشا بین دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ”واہ کیا مزے کا تماشا
ہے۔ کتنے سدھانے ہوئے بندے ہیں۔“

انکسٹ بندریا کا بچہ کسی اٹھالے قو کے سبب چنچ
 اٹھا۔ ”یک! یک! یک!“ بندریا رونے کی نقل اُتارنی
 اُتارتی یکایک چوٹک اُٹھی، وہ رونا بھول گئی۔ اُس نے ممقا
 پوری نگاہوں سے قورہ ہونہ بچے کی اور دیکھا۔ بچہ پور چنچ
 اٹھا۔ ”یک! یک! یک!“ وہ بیباکل ہو اُٹھی اور بندر سے
 ہٹ اُس کی اور لپکی۔ بچہ اُچک کر اُس کی چپتی سے
 چمٹ گیا۔ اُسے سینہ سے لگانہ فلندر کی چوولی کے پوچھ
 سٹ کر بپتہ گئی۔

فلندز کی کہانی اور کہنے کی فرض ادھوری ہی رہ گئی ۔
 بڈر کی موت کے بعد وہ سنسار کی نساارتا پر کچھ روشنی
 ڈالتا ۔ شاید وہ دوتی کلہتی بندیا کو چپ کراتا ہوا کہتا۔
 ”بیٹی جالے دے“ اب مت رو ! یہ سنسار نسا رہے ! دنیا میں
 ایک آنا اور ایک جانا ہے ! سنسار ایک سرائے فانی ہے، جہاں
 ہر کچھ دن ٹھہر کر پھر اپنی اپنی راہ لگتے ہیں ۔ جہاں
 میں رہ کر پیٹ کی فکر کرنی پڑتی ہے بیٹی ! پیٹ کا دھندھا تو
 ہمیشہ ہی ساتھ رہتا ہے ۔ پیٹ میں آن پڑے تو آدمی زندہ
 رہتا ہے جب موت آتی ہے تو سارے چلتا پھرتا چلی جاتی ہیں ۔
 پھر بتا تو ہوا ہم نے یہ تماشا کس لئے کیا...!!“ وہ اپنا پیٹ
 ٹھوٹھاتی ہوئی دیکھتی۔ ”پیٹ کے لئے!“

”ہاں بیٹا! پیٹ کی بھوک بہت بڑی ہوتی ہے۔ توہا
تماشہ دیکھنے والے تھے پیسے، درپیسے، لکڑی، دونی جس سے جو
کچھ بن پڑتا، فروز دیتے۔“ یہ فائدہ اپنی چاند دھرتی پر پہنچاتا
تاکہ لوگ اُس پر پیسے پہنچتے۔ ”خدا آپ کی آل اولاد کا پیسہ
کرے... خدا آپ کی مراد پوری کرے...“ کہتا ہوا بندہ باکی دسی
دھمکی کر دیتا۔ وہ لوگوں تک جاتی اور ہاتھ پیسے کر پیسے مانگتی۔
فروز کچھ نہ کچھ ملتا۔ کچھ پیسے پا جائے پر فائدہ خوشی ہو
جائے۔ ایسے بڑے ایسے تماشہ کا انتہا ہوتا۔

لیکن اس واقعہ کے آنت سے پہلے ہی ہندو
نے ان کے کھل ختم کر دیا تھا ، وہ اپنے مرنے والے کے

سیرہانے بٹھانے کے بجائے اپنے سہمے بچے کو چھاتی سے لٹامے قلندر کی جھولی کے پیچھے سٹی بیٹھی تھی۔ اصلی سکا ہلاؤٹی موہ اور شوٹ پر چھا گئی تھی۔ قلندر نے ایک بار اُس کی رسی کھینچی۔ وہ اور بھی سمٹ کر گھڑی کے اوٹ ہو گئی۔

قلندر نے پچکارا۔ ”اُ بیٹی! قر گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

ابھی ہندیا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چھاتی گئی۔ قلندر نے اُس کی گردن سے ہلکی رسی کو ایک دو جھٹکے دیئے اور اونچی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بچیں۔ تماشہ بینوں نے داچسہی ظاہر کی۔ کنتو تماشہ آگے نہ بڑھ سکا۔ قلندر اُس بار ہندیا کو قہقہہ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہنسی کے ہواڑ لگے اُس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اُس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ ”مالک! کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پانیکا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اُسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اُس نے تراق سے چھڑی اُس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارے چوت سے تلمہ اُٹھی اور اُچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ قہقہہ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلتی ہوئی اُس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اُچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اُسے بری طرح پیٹنے لگا! لوگ اُس کا پٹنا اور قلندر کا پٹنا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے قہقہے لگائے اور سب آپس میں منور لچک باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناؤٹی نند سوچا ہوا ہنر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ بیچارا سہما سہما سا ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارے مار مار کر اُچھل رہی تھی اور ہنر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڈوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

سہما میں گھمبیر ہو گیا اور اُنہاس کے اُنہاس خمری ہلکے مہرے دماغ میں گھوم گئے۔ اُس تماشے کے پیچھے مانو یک کے قدیم زمانے کا اُنہاس چھپا تھا۔ جب مانو اُنکی کر کے ہائر سے آدم بنا تھا، جنگلوں میں رہتا تھا بشوں اور ہلسک جڈوں کے بیچ میں۔ تب اُس کے اور پشوں کے جھون میں کوئی آثار نہ تھا۔ دھیرے دھیرے اُس میں بدھی اور کہاں ہوا۔ اُس نے نئی شکتی حاصل کی، اُس میں شرمہا اور پرہم کی بھارتا چاکی۔ اُس نے چٹن، نفرت اور دشمنی سیکھی۔

سیرہانے بٹھانے کے بجائے اپنے سہمے بچے کو چھاتی سے لٹامے قلندر کی جھولی کے پیچھے سٹی بیٹھی تھی۔ اصلی سکا ہلاؤٹی موہ اور شوٹ پر چھا گئی تھی۔ قلندر نے ایک بار اُس کی رسی کھینچی۔ وہ اور بھی سمٹ کر گھڑی کے اوٹ ہو گئی۔

قلندر نے پچکارا۔ ”اُ بیٹی! قر گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

ابھی ہندیا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چھاتی گئی۔ قلندر نے اُس کی گردن سے ہلکی رسی کو ایک دو جھٹکے دیئے اور اونچی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بچیں۔ تماشہ بینوں نے داچسہی ظاہر کی۔ کنتو تماشہ آگے نہ بڑھ سکا۔ قلندر اُس بار ہندیا کو قہقہہ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہنسی کے ہواڑ لگے اُس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اُس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ ”مالک! کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پانیکا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اُسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اُس نے تراق سے چھڑی اُس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارے چوت سے تلمہ اُٹھی اور اُچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ قہقہہ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلتی ہوئی اُس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اُچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اُسے بری طرح پیٹنے لگا! لوگ اُس کا پٹنا اور قلندر کا پٹنا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے قہقہے لگائے اور سب آپس میں منور لچک باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناؤٹی نند سوچا ہوا ہنر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ بیچارا سہما سہما سا ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارے مار مار کر اُچھل رہی تھی اور ہنر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڈوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

سہما میں گھمبیر ہو گیا اور اُنہاس کے اُنہاس خمری ہلکے مہرے دماغ میں گھوم گئے۔ اُس تماشے کے پیچھے مانو یک کے قدیم زمانے کا اُنہاس چھپا تھا۔ جب مانو اُنکی کر کے ہائر سے آدم بنا تھا، جنگلوں میں رہتا تھا بشوں اور ہلسک جڈوں کے بیچ میں۔ تب اُس کے اور پشوں کے جھون میں کوئی آثار نہ تھا۔ دھیرے دھیرے اُس میں بدھی اور کہاں ہوا۔ اُس نے نئی شکتی حاصل کی، اُس میں شرمہا اور پرہم کی بھارتا چاکی۔ اُس نے چٹن، نفرت اور دشمنی سیکھی۔

نشاہ

اسمیں خوددار، لالچ اور غرور پیدا ہوا۔ پھر اس کے کل اور قبیلے بے اور قبیلوں کے سردار بنے۔ پھر قبیلوں کے آپسی بددعہ شروع ہوا۔ ایک وجہتا ہوتا اور دوسرا داس، ایک مالک اور دوسرا نوکر۔ ایک کی زبان پر حکم ہوتا، دوسرے کی زبان پر نوبت۔ ایک کی تلوار ہوتی اور دوسرے کی گردن۔ سماج میں نئی پرکار کے بیڑے ہو گئے۔ انہیں بیڑوں کو لیکر مانو سماج گرا گیا اور کیا یہ بندر کا تماشا مانو جہوں کی ایک لمبی کہانی نہیں ہے!

اب بھی ممتا سے بھری اس بے بس بندریا پر مداری کی چوڑی تواتر پڑ رہی تھی۔ اس کا شیر ذمہ پڑ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے آگے بڑھ کر اس تواتر کے ساتھ پیڈل رہی تھی مانو دعوتی اور اکٹھی کو اپنی ممتا سے ڈھک لیتی!

لیا

اب بھی ممتا سے بھری اس بے بس بندریا پر مداری کی چوڑی تواتر پڑ رہی تھی۔ اس کا شیر ذمہ پڑ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے آگے بڑھ کر اس تواتر کے ساتھ پیڈل رہی تھی مانو دعوتی اور اکٹھی کو اپنی ممتا سے ڈھک لیتی!

بھیا

بیا

بائی مدن گوپال جی

بائی مدن گوپال جی

بائی کا پوسلا کرودت کا ایک ایسا انجمنہا ہے جس کی وجہ سے بے نام سے تو سب واقف ہیں پر بے کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اس کی شکل بہت کچھ گوروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چیزوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بے کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گوروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور کراد بیلکول چڑیا جیسا، پوروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے بے اندیشہ دیکھ کر رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھوں کے آس پاس کھیتی باڑی کے نزدیک، چہل

بائی کا پوسلا کرودت کا ایک ایسا انجمنہا ہے جس کی وجہ سے بے نام سے تو سب واقف ہیں پر بے کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اس کی شکل بہت کچھ گوروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چیزوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بے کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گوروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور کراد بیلکول چڑیا جیسا، پوروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے بے اندیشہ دیکھ کر رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھوں کے آس پاس کھیتی باڑی کے نزدیک، چہل

پانی کی کمی نہ ہو، کبھے کبھے درختوں کی ٹہنیوں سے بھڑ اپنے پھوسلے بھاؤں لٹکاتا ہے جہاں بیللی، ساپ بریڑا کی پھنڈ نہ ہو۔ پھوسلے کے پاس پاس بٹھنے کی گؤجاڑا نہ ہونے کی وجہ سے کسی پرندے کا بھی ڈر نہیں رہتا۔ پھوسلا ہوا میں اس طرح لٹکتا ہے کہ نہ کوئی اس پر ایک سکے، نہ اس میں ٹھونکیں مار سکے۔ اُڑنے اُڑنے پھوسلے میں گھس گھس کر تو کھس جاؤ ورنہ باہر ملے ناکم رہو۔ اندر چالے اور باہر نکلنے کے راستے بھی اُنکے ننگ کے پٹے جیسا چھوٹا جانور ہی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر برڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھوسلے کو دیکھتا ہے بھڑ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے کسی نے ان پھوسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا پھوسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پر مستر سالام علی شادی پہلے آدمی تھا جس نے ان کے دھن دھن کو اچھی طرح دیکھا اور چاہتا تھا کہ اس کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالام علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اٹھار کرنا ہے۔

بیرتے ہیں اور پھر چونچ سے ہی انہیں بن کر اور ان میں قرہ ڈاکٹر
 دے اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ شروع میں ہر ایک بیا اپنے اپنے گھونسلے
 کے لئے ایک الگ مضبوط شاخ چنتا ہے۔ پھر گھاس کی رسیوں سے
 بنا کر اس شاخ پر اس طرح کس کر اویٹتا ہے کہ ہلنے نہ پائے۔
 پھر ان رسیوں میں اور رسیاں جوڑ کر ایک لمبا جھولا بناتا ہے
 اور پھر اس جھولے کی رسیوں کے دھاگیں میں اور دھاگے جوڑ کر
 ایک تمبھری کی شکل کا کمر بناتا ہے۔ اس کے بیچ کے حصہ
 میں وہ اندر کے لئے اور اپنے رہنے کے لئے ایک الگ خانہ
 بناتا ہے جس کی وجہ سے یہ درمیانی حصہ ہماری ہڈیوں سے
 جاتا ہے۔ تو مہربی کے دونوں طرف وہ آگے جاتے کے راستہ
 پہتا ہے، تاکہ آگے آگے آگے آگے تو نیچے سے گھس کر اوپر سے
 سیدھا نکل جائے۔ گھونسلے کا یہی مطلب ہے تو اس میں لپٹا اور
 پانچ چھ انچ موٹا ہوتا ہے۔ اس بیان سے یہ تو صاف ہے کہ
 کارکنوں کے علاوہ بہت محنت اور طاقت چاہئے۔ کئی دنوں کی
 متواتر محنت سے ایک گھونسلہ بناتا ہے۔ کوئی بیا دوسرے بیوں
 کو گھونسلے بنانے میں مدد نہیں دیتا۔

جب یہ بیاں کھڑی بن چکے ہیں تو، کھڑی
 نہیں، مادیان بیاں کو کس طرح، اس کی کھڑی پھنچ جاتی ہے۔
 بہر حال ان کی ایک پارٹی کی پارٹی وہاں ان کو دیتی ہے۔
 نہ بہت انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں خوش کرنے کے
 لئے گانے ناچتے بھی ہیں۔ لیکن مادیانیں ان کے گانے ناچنے کو
 شائد دیکھتی بھی نہیں۔ وہ تو گھونسلے دیکھتی ہیں۔ کونسا اچھا
 اور خوب تیار ہے۔ نہ تو گھونسلے چھوڑ کر الگ شاخوں پر بیٹھ کر
 گانے ہیں اور مادیانیں ایک ایک گھونسلے کو اندر اور باہر سے
 خوب اچھی طرح دیکھتی ہیں اور اپنے اپنے لئے ایک گھونسلہ
 چنتی ہیں، نہ آپس میں نہیں لڑتے اور نہ مادیانوں کی
 لڑائی میں شریک ہوتے ہیں۔ اچھے گھونسلے کے لئے مادیانیں
 میں کبھی کبھی لڑائی ہو جاتی ہے، 'گھونسلے اس کا جو دوسری
 کو ہرا دے۔ جو گھونسلہ کافی اچھا نہ بنا ہو اسے کوئی مادیان
 نہیں پسند کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ گھونسلے بن بسے
 ہی رہ جاتے ہیں۔ جب وہ اپنا اپنا گھونسلہ چن لیتی ہیں
 تب وہ اپنے اپنے گھونسلے بنانے والے نہ تو کو ہلتی ہیں—اؤ، اب ہم تم
 ملکر اس میں رہیں۔ جن کے گھونسلے کسی کو پسند نہیں
 آتے وہ نہ بن رہے ہیں وہ رہ جاتے ہیں۔ جوڑا چنے جانے کے بعد
 رہانے کے کمرے کی سجاوٹ وغیرہ کا کام مادیان کے سپرد اور باہر
 کے حصہ کی صفائی کا کام نہر کا۔ تھوڑے دن تو یہ جوڑے ملکر
 خوشی خوشی گزارتے ہیں، لیکن جہاں مادیانیں اندر سے
 پہنچیں اور نہ رہیں سے غائب۔ اندر کو سینہ اور پیٹوں کو
 چگانے کا کام صرف مادیانیں کرتی ہیں۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دُور کوئی اور مونسلیہ
رہنے کی جگہ ڈھتے ہیں اور وہاں مونسلیہ بناتے ہیں۔
اگر مونسلیہ بنا چکے ہیں تو وہاں ایک اور نئی مونسلیہ کی کہیں سے
مادریں کی کہیں سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح مونسلیہ اور جڑے
مادریں جنتی ہیں اور اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ
جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال آندے
دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک کھلے جاتا ہے۔ ایسے سال
کارگر ہٹے ایک سال میں تین تین مونسلیہ بنائے ایک سال میں
ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا
مکمل نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں
اور اُس ائمہ ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دُور کوئی اور مونسلیہ
رہنے کی جگہ ڈھتے ہیں اور وہاں مونسلیہ بناتے ہیں۔
اگر مونسلیہ بنا چکے ہیں تو وہاں ایک اور نئی مونسلیہ کی کہیں سے
مادریں کی کہیں سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح مونسلیہ اور جڑے
مادریں جنتی ہیں اور اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ
جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال آندے
دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک کھلے جاتا ہے۔ ایسے سال
کارگر ہٹے ایک سال میں تین تین مونسلیہ بنائے ایک سال میں
ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا
مکمل نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں
اور اُس ائمہ ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

بھگوان بودھ اور ان کے اصول

بھگوان بودھ اور ان کے اصول

جنم-کال

جنم-کال

جین تیرتھنکر مہاویر سوامی کے ہی سہے میں پرنتو ان
سے کچھ بعد ع . پو . چھتویں شتাবدی میں بودھ دھرم کا پرورتون
کرنے والے بھگوان گوتم بودھ ہوئے، ان کے سہے تک پراچین وید
دھرم انیک پرورتون (پھریار—آئیل پھل) دیکھ چکا تھا .
ایک اور جن سماج میں کسی کسی جگہ گہاں، بھکتی اور
وہراگہ کے ابدیش کا ذخیرہ تھا، تو اُسی کے ساتھ دوسری اور
پرچا کے بہت بڑے بھاگ میں کرم کا گند کا گہنا جال بچھا ہوا
تھا اور کوئی، بھکت، گیانی اور سادھوں کا استھان ٹیکا گاروں
وادیوں، کرم گاندیوں اور تھسویوں نے لے لیا تھا . ایسے سہے میں
دھرم پرورتون کے مہاندیم کے انوسار شری گوتم بودھ کا اوتار ہوا .

بودھ—بودھ پراپت، جاگرت، گیانی . اِس سنسار میں
سب اگہانی جنوں کو سوچا سمجھنا اور گیانی کو ہی جاگتا
سمجھنا . اِس لہ گوتم کل میں آئیں مہاپرش 'سہارتہ' کو بودھ
کہتے ہیں . جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس
اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس
تیرتھنکر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب
ملاکر چوبیس بودھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے . پرنتو اِن سب
میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہوچکی ہے، وہ
بودھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بودھ ہی
ہیں .

بودھ—بودھ پراپت، جاگرت، گیانی . اِس سنسار میں
سب اگہانی جنوں کو سوچا سمجھنا اور گیانی کو ہی جاگتا
سمجھنا . اِس لہ گوتم کل میں آئیں مہاپرش 'سہارتہ' کو بودھ
کہتے ہیں . جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس
اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس
تیرتھنکر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب
ملاکر چوبیس بودھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے . پرنتو اِن سب
میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہوچکی ہے، وہ
بودھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بودھ ہی
ہیں .

بودھ—بودھ پراپت، جاگرت، گیانی . اِس سنسار میں
سب اگہانی جنوں کو سوچا سمجھنا اور گیانی کو ہی جاگتا
سمجھنا . اِس لہ گوتم کل میں آئیں مہاپرش 'سہارتہ' کو بودھ
کہتے ہیں . جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس
اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس
تیرتھنکر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب
ملاکر چوبیس بودھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے . پرنتو اِن سب
میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہوچکی ہے، وہ
بودھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بودھ ہی
ہیں .

بৌद्ध دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شعبہ بنائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بدھ شرنن گچھامی—میں بدھ کی شرنن جاتا ہوں۔
- (2) دھمن شرنن گچھامی—میں دھرم کی شرنن جاتا ہوں۔
- (3) سنگھ شرنن گچھامی—میں سنگھ کی شرنن جاتا ہوں۔

اس 'رتنتر' میں بدھ دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے، وہ سب ہلا دیا گیا ہے۔

بودھ دھرم کے گرنتم

بودھ دھرم کے بہت سے گرنتم پالی بھاشا میں ہیں اور بہت سے سنسکرت میں ہیں۔ اس میں پالی بھاشا کے گرنتم بہت پراچین ہیں۔ بعد میں بودھ دھرم تبت، چین، جاپان وغیرہ دیشوں میں پھلا۔ اس لئے اس دیہ کی بھاشا میں بھی اس دیہ کے پالی اور سنسکرت گرنتموں کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس طرح الگ الگ بھاشا کی پسٹوں سے ہمیں بودھ دھرم کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے۔

بودھ دھرم کا سب سے پرانے گرنتم—جو پالی بھاشا میں ہے—تیرپٹک نام سے مشہور ہے۔ تیرپٹک کا معنی ہے پتلی، پٹارا، ٹوکری۔ ایک نے دوسرے کو دی، دوسرے نے تیسرے کو دی، اس طرح پرمپرا سے دی جاتی رہی۔ دھرم کی ٹوکریاں، ارنہات، تبت سمیت گرنتموں کا سمرہ ورگ ہوا تبت۔ تبت کے تین ورگ ہیں، اس لئے تینوں ملکر تیرپٹک کہلاتے ہیں۔ ان تین کے نام تین تہمت (حسب ذیل) ہیں۔

- (1) وینے تبت۔
- (2) سوتر تبت۔
- (3) ابھدھرم تبت۔

وینے تبت میں خاص کر پوکشوں کو (سادھوؤں کو) کسے چلنا چاہئے، اس کے بارے میں انہی سمادوں اور کتاؤں دوارا ابدیش کیا گیا ہے۔ سوتر تبت میں بودھ دھرم کے تبت وکھان کے اصولوں کا اسی طرح سے پرنتم ادھک سرس رہتی ہے ابدیش کیا گیا ہے۔ اور ابھدھرم تبت میں ان سمادوں کا ادھک باریکی سے اور ہروروار (تفصیل سے) وچار کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سدھرم پونڈریک، لٹ وستر، سکھادی وپوہ وغیرہ انہی سنسکرت گرنتموں کو بھی بہت سے بودھ دھرمی مانتے ہیں۔

سوتر تبت میں سے بودھ دھرم کا ساروہ سے 'دھم (دھرم) بد' نام ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتھم کے پور اور آرتوں (بودھستو) کی کتاؤں کا ایک 'جانک مالا' نام کا گرنتم ہے۔ اس میں سرل قہنگ سے بودھ دھرم کے تکتوکیاں اور لیتی کا اچھا ورنن ہے۔

بودھ دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شعبہ بنائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بدھ شرنن گچھامی—میں بدھ کی شرنن جاتا ہوں۔
- (2) دھمن شرنن گچھامی—میں دھرم کی شرنن جاتا ہوں۔
- (3) سنگھ شرنن گچھامی—میں سنگھ کی شرنن جاتا ہوں۔

اس 'رتنتر' میں بدھ دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے، وہ سب ہلا دیا گیا ہے۔

بودھ دھرم کے بہت سے گرنتم پالی بھاشا میں ہیں اور بہت سے سنسکرت میں ہیں۔ اس میں پالی بھاشا کے گرنتم بہت پراچین ہیں۔ بعد میں بودھ دھرم تبت، چین، جاپان وغیرہ دیشوں میں پھلا۔ اس لئے اس دیہ کی بھاشا میں بھی اس دیہ کے پالی اور سنسکرت گرنتموں کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس طرح الگ الگ بھاشا کی پسٹوں سے ہمیں بودھ دھرم کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے۔

بودھ دھرم کا سب سے پرانے گرنتم—جو پالی بھاشا میں ہے—تیرپٹک نام سے مشہور ہے۔ تیرپٹک کا معنی ہے پتلی، پٹارا، ٹوکری۔ ایک نے دوسرے کو دی، دوسرے نے تیسرے کو دی، اس طرح پرمپرا سے دی جاتی رہی۔ دھرم کی ٹوکریاں، ارنہات، تبت سمیت گرنتموں کا سمرہ ورگ ہوا تبت۔ تبت کے تین ورگ ہیں، اس لئے تینوں ملکر تیرپٹک کہلاتے ہیں۔ ان تین کے نام تین تہمت (حسب ذیل) ہیں۔

- (1) وینے تبت۔
- (2) سوتر تبت۔
- (3) ابھدھرم تبت۔

وینے تبت میں خاص کر پوکشوں کو (سادھوؤں کو) کسے چلنا چاہئے، اس کے بارے میں انہی سمادوں اور کتاؤں دوارا ابدیش کیا گیا ہے۔ سوتر تبت میں بودھ دھرم کے تبت وکھان کے اصولوں کا اسی طرح سے پرنتم ادھک سرس رہتی ہے ابدیش کیا گیا ہے۔ اور ابھدھرم تبت میں ان سمادوں کا ادھک باریکی سے اور ہروروار (تفصیل سے) وچار کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سدھرم پونڈریک، لٹ وستر، سکھادی وپوہ وغیرہ انہی سنسکرت گرنتموں کو بھی بہت سے بودھ دھرمی مانتے ہیں۔

سوتر تبت میں سے بودھ دھرم کا ساروہ سے 'دھم (دھرم) بد' نام ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتھم کے پور اور آرتوں (بودھستو) کی کتاؤں کا ایک 'جانک مالا' نام کا گرنتم ہے۔ اس میں سرل قہنگ سے بودھ دھرم کے تکتوکیاں اور لیتی کا اچھا ورنن ہے۔

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गांव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोद्भूत उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े असें तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गोत्र (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर मुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा राज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ चौसठ लोगों से सुक्कलिक भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गाँव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोद्भूत उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े असें तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गोत्र (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर मुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा राज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ चौसठ लोगों से सुक्कलिक भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

یہ سنبھالی ہے۔ سنبھالی کون ہوتا ہے؟—سंसार کو दुःखरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है. गौतम ने यह सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों: से छुट-कारा पाने का तरीका हूँ निकालने का निश्चय किया. रोखाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई. रानी यशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे. उनके पास गये. बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो फिर वह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न छोड़ने दे तो फिर क्या होगा? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा ह्रादे होने लगे. आखिर-कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये. यह महान घटना बौद्ध धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है.

गौतम रात-ही-रात घोड़े पर बहुत दूर चले गये, एक नदी के किनारे घोड़े से उतरे, तलवार निकाली और उससे अपने सुन्दर बाल काटे और अपनी पोशाक उतारकर साईस को दे दी और उसको कपिलवस्तु की ओर रवाना किया. खुद साधु के भेस में आगे बढ़े. कुछ समय पास के आश्रम (आवावाही, अमराई) में रह कर, मगध की राजधानी राजगृह की ओर गये. वहाँ बिम्बि- (बिन्दु) सार नाम का राजा राज करता था. राजा ने इनकी इज्जत की और इनसे आचार्य-पद लेने को कहा. परन्तु वैसा न करते हुए उन्होंने आहार (आराह) कालाम और उरुद्रुकर रामपुत्र नाम के दो ब्राह्मण विद्वानों के पास तत्वज्ञान का अभ्यास शुरू किया. परन्तु उनके सिद्धान्त सिद्धार्थ को सन्तोष-जनक (तसल्ली देने वाले) नहीं लगे. इसलिए उनको छोड़कर ये आगे चले. कितनी ही जगह पुजारियों को यज्ञ में जानवर की क्रूरबानी करते देखा. यह इनकी दयालु आत्मा को बिलकुल विपरीत ही लगा. गया पहुँचकर पास के वन में कौडिन्य वरौरा पाँच चेलों के सामने इन्होंने जोरदार तप किया. छः वर्ष कठिन तपस्या करने से बदन काठ की तरह सूख गया और कमखोरी बढ़ गई. एक बार फल्गु (नैरंजना) नदी में नहाने गये तो वहाँ इनको पानी में से निकलना मुश्किल हो गया. आखिर किनारे पर के पेड़ की डाल पकड़कर खड़े हुए और आश्रम की ओर मुड़े, परन्तु चल नहीं सके. रास्ते में वेसुष होकर गिर पड़े.

एक गोप-कन्या (नन्द बाला) पास से जा रही थी. उसने इनको दूध पिलाया, खड़ा किया और आश्रम पहुँचाया.

یہ سنبھالی ہے۔ سنبھالی کون ہوتا ہے؟—سंसार کو दुःखरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है. गौतम ने यह सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों: से छुट-कारा पाने का तरीका हूँ निकालने का निश्चय किया. रोखाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई. रानी यशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे. उनके पास गये. बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो फिर वह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न छोड़ने दे तो फिर क्या होगा? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा ह्रादे होने लगे. आखिर-कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये. यह महान घटना बौद्ध धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है.

گوتم رات ہی رات گھوڑے پر بہت دور چلے گئے . ایک نئی کے گھر سے اُترے ' گھوڑے' تلوار نکالی اور اُس سے اپنے مندر بال کاٹا اور اپنی پوشاک اُتار کر سائیس کو دیدی اور اُس کو کھل دستو کی اور روانہ کیا . خود سادھو کے بھیس میں آگے بڑھے . کچھ سمے پاس کے آسروں (آسواوی، امرائی) میں رہ کر، مکھ کی راجدھانی راجکرا کی اور گئے . وہاں ہمیں (بندو) سار نام کا راجا راج کرتا تھا . راجا نے اُن کی عزت کی اور اُن سے آچاریہ پد لینے کو کہا . پورنتو ویسا نہ کرتے ہوئے اُنہوں نے آڈار (آرقہ) کلام اور اودورک رام پتر نام کے دو براہمن دیوانس کے پاس نت وگیاں کا ابھاس شروع کیا . پورنتو اُن کے سدھانت سدھارت کو سنووش جنک (تسلی دینے والے) نہیں لگے . اِس لئے اُن کو چھوڑ کر یہ آگے چلے . کتنی ہی جگہ بھاریوں کو یکے میں جانور کی قربانی کرتے دیکھا . یہ اُن کی دہالو اُتار کو بالکل وپریت ہی لگا . کیا پھرنچکر پاس کے بن میں کوندنیہ وغیرہ پانچ چٹلوں کے سامنے اُنہوں نے زوردار تپ کیا . چھ ورہی کھن تپسہ کرنے سے بدن کاٹھ کی طرح سوک گیا . اور کمزوری بڑھ گئی . ایک بار پھلو (نونچیل) بنی میں نہاتے گئے تو وہاں اُن کو پانی میں سے نکالنا مشکل ہو گیا . آخر کٹارے پر کے پھو کی ڈالی پکو کر کھڑے ہوئے اور آشرم کی اور مقررے پورنتو چل نہیں سکے . راستہ میں بے سندھ ہو کر گر پڑے .

ایک گچپ کنیا (نند بالا) پاس سے جا رہی تھی . اُس نے اُن کو دودھ پلایا، کھڑا کیا اور آشرم پھرنچایا .

इतना देह-कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की जाति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त देह-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर 'मध्यम प्रतिपदा' (बीच के मार्ग) की खूबी इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास पेड़ के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मशगुल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

'मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है'—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्सिन्य वरौरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से उठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको 'चार आर्य सत्य' जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इज्जाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वरौरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और उदारता को शोभा देती है।

"आनन्द (शिष्य का नाम) रोना नहीं, शोक नहीं करना। शाक्य ! क्या मैंने तुमसे नहीं कहा कि वस्तु-मात्र का

इतना दिव्य कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की जाति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त देह-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर 'मध्यम प्रतिपदा' (बीच के मार्ग) की खूबी इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास पेड़ के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मशगुल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है'—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्सिन्य वरौरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से उठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको 'चार आर्य सत्य' जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इज्जाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वरौरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और उदारता को शोभा देती है।

سواभाव ہی ہے کہ ہم کو وہ چاہے جتنی پروہ نہیں نہ ہو، پرنتو آخر میں ہمیں اس کو چھوڑ کر جانا ہی پڑتا ہے۔ آئندہ ! جو چہ جنما ہے؟ ہوا ہے، وہ ناش پائے بنا کیسے رہ سکتا ہے ؟

”آئندہ ! میں تم کو کچھ بھی کہت رہے ہوں دھرم کا اُپدیشہ ہا ہے تھا گت (بندہ) نے کبھی بھی دھرم کو مٹی میں باندھ کر نہیں رکھا۔ سنگ مجھ پر اولیت ہے، ایسا اُس نے کبھی نہیں مانا۔ اُس کے بعد اِس کو کیا سوچنا دینے کو رہ جاتی ہے ؟ دھرم اپنا دیپ سمجھ کر چلنا، دھرم کی شرن پکڑے رکھنا۔ اپنی جاتی کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر اس دشنے میں آدھار نہیں کھنا۔ جو اِس پر گھر چاہیگا وہ مہا پرینزدان—اُنم نردانا وستھا ایتھا۔“

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگ کو مدوری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیشہ دیکر تھا ششوں کو ہوسپر کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے؟ س کے سببندہ میں ششہا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پروہروان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگ کو مدوری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیشہ دیکر تھا ششوں کو ہوسپر کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے؟ س کے سببندہ میں ششہا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پروہروان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگ کو مدوری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیشہ دیکر تھا ششوں کو ہوسپر کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے؟ س کے سببندہ میں ششہا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پروہروان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگ کو مدوری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیشہ دیکر تھا ششوں کو ہوسپر کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے؟ س کے سببندہ میں ششہا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پروہروان پایا۔

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ:—”محمد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھ سے کہا:—’خبردار ! عیث (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیث کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ:—”محمد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھ سے کہا:—’خبردار ! عیث (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیث کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

—معاذ بن جبل، احمد۔

—معاذ بن جبل، احمد۔

محمد صاحب نے کہا کہ:—”جو آدمی کسی بھی چھوٹے بولنے والے کا آدم کرنا ہے وہ ایسا کر کے اسلام کی عمارت کو تھالے میں مدد دیتا ہے۔“

محمد صاحب نے کہا کہ:—”جو آدمی کسی بھی چھوٹے بولنے والے کا آدم کرنا ہے وہ ایسا کر کے اسلام کی عمارت کو تھالے میں مدد دیتا ہے۔“

—ابراہیم، بھٹی۔

—ابراہیم، بھٹی۔

محمد صاحب نے کہا کہ:—”وہ آدمی جو دو آدمیوں میں صلح کرتا ہے اور اس

محمد صاحب نے کہا کہ:—”وہ آدمی جو دو آدمیوں میں صلح کرتا ہے اور اس

مُحَمَّدِ سَاہِب کی کُجھ ہدایتیں

کے لیے ان سے اچھی اچھی باتیں کہتا ہے، اور ان سے کُجھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔“

—بڑے فضلسم، بخاری : مسلمان : ابوداؤد : تیرمیزی۔

میں نے پوچھا :—“یہ املاہ کے رسول ! آدمی کو سب سے اچھی بات کیا دے گا؟“ پیرامبر نے جواب دیا :—“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔“

—بسامہ، بھکری، بامیہ۔

محمد صاحب نے کہا :—“تم میں سے کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے ہڑا کر دو؛ بلکہ سب کو جگہ دو، تو املاہ تمہیں جگہ دے گا۔“

—بڑے بام، بخاری : مسلمان : ابوداؤد : تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا :—“جب کبھی کہیں پر تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلمان : ابوداؤد : مالک۔

محمد صاحب نے کہا :—“خبردار ! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو !“ لوگوں نے جواب دیا :—“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔“ پیرامبر نے فرمایا :—“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔“ لوگوں نے پوچھا کہ :—“ہاتھ کس طرح کرنی چاہئیں؟“ محمد صاحب نے جواب دیا :—“اپنی ناکا میں نیچے زمین کی طرف رکھو“ کسی کا بھی دل نہ دھڑکے جو کوئی اُٹا جاتا تو اس سے سلام کرے اِس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بری باتوں سے روکو، دیکھو کہ دُعا دو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابو سعید، بخاری : مسلمان : ابوداؤد۔

محمد صاحب نے کہا :—“سچم سچ شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بدچلنی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سچم سچ روزہ رکھنے سے اُس کے لیے اپنے آپ کو دُعا دو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—عبداللہ بن مسعود، بخاری : مسلمان۔

محمد صاحب کی کُجھ ہدایتیں

محمد صاحب نے کہا :—“تم میں سے کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے ہڑا کر دو؛ بلکہ سب کو جگہ دو، تو املاہ تمہیں جگہ دے گا۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلمان : ابوداؤد : تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا :—“جب کبھی کہیں پر تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلمان : ابوداؤد : مالک۔

محمد صاحب نے کہا :—“خبردار ! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو !“ لوگوں نے جواب دیا :—“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔“ پیرامبر نے فرمایا :—“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔“ لوگوں نے پوچھا کہ :—“ہاتھ کس طرح کرنی چاہئیں؟“ محمد صاحب نے جواب دیا :—“اپنی ناکا میں نیچے زمین کی طرف رکھو“ کسی کا بھی دل نہ دھڑکے جو کوئی اُٹا جاتا تو اس سے سلام کرے اِس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بری باتوں سے روکو، دیکھو کہ دُعا دو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلمان : ابوداؤد : مالک۔

محمد صاحب نے کہا :—“سچم سچ شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بدچلنی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سچم سچ روزہ رکھنے سے اُس کے لیے اپنے آپ کو دُعا دو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—عبداللہ بن مسعود، بخاری : مسلمان۔

محمد صاحب نے کہا :—“سچم سچ شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بدچلنی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سچم سچ روزہ رکھنے سے اُس کے لیے اپنے آپ کو دُعا دو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابو سعید، بخاری : مسلمان : ابوداؤد۔

محمد صاحب نے کہا :—“سچم سچ شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بدچلنی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سچم سچ روزہ رکھنے سے اُس کے لیے اپنے آپ کو دُعا دو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—عبداللہ بن مسعود، بخاری : مسلمان۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اُس کی دولت کی وجہ سے، یا اُس کی نسل کی وجہ سے، یا اُس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اُس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان وچاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں سنان لو گے!“

— ابوہریرہ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ مع قیامت کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قرتے ہیں، یہی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گمراہوں میں گھرے کئے جائیں گے۔“

— رفیعہ بن رافع، ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بےچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہوں تب تک اُنہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے مفق جاتی ہے۔“

— حکیم بن نظام، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

لکڑی کے کچھ قیدی پیمبر کے سامنے آئے۔ اُن میں ایک عورت تھی جس کا بچہ اُس سے کہیں بھٹک گیا تھا۔ اُس کی چھاتی سے دودھ ٹپک رہا تھا اور وہ بیچینی کے ساتھ بچے کو ادھر ادھر تھوٹھتی رہ رہی تھی۔ جب اُسے بچہ مل گیا تو اُسے اُسے چھاتی سے چپٹا لیا اور اُسے دُھ پیلانا شروع کر دیا۔ اس پر پیمبر نے اس کو گالوں سے کہا: — ”تو کجا سوچتے ہو؟ کجا یہ عورت کبھی اپنے بچے کو آگ میں پھینکی؟“ وہ نے جواب دیا: — ”نہیں، اگر اِس میں شکتی ہے تو کبھی نہیں پھینکی۔“ اِس پر پیمبر نے کہا: — ”جتنی اِس عورت کو اپنے بچے پر دیا ہے، اُس سے نہیں ادھک دیا اللہ کو اپنے بندوں پر ہے۔“

— عمر بن الخطاب، بخاری: مسلم۔

ایک بار ہم پیرامبر کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے پاس سے گذرے۔ پیرامبر نے ان سے پوچھا: — ”تم لوگ کون ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم مسلمان ہیں۔“ وہیں پر ایک عورت اپنا کھانا بٹانے کے لئے آگ جلا رہی تھی۔ اُس کا بیٹا اُس کے پاس بیٹھا تھا۔ جب آگ کی لہٹیں اُٹھنے لگیں تو اُس نے اپنے بیٹے کو دُور ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر پیرامبر اُس کے پاس گئے۔ اُس نے پیرامبر سے پوچھا: — ”کیا تم ہی اللہ کے رسول ہو؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! کیا اللہ سب دیا کرے والوں سے بڑھ کر دیا کرے والا نہیں ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں! ہم“ اُس عورت نے پھر پوچھا: — ”کیا اللہ اپنے بندوں پر اُس سے زیادہ دیا نہیں کرتا جتنی ماں اپنے بچے پر کرتی ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں! کرتا ہے۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”سچ میں کوئی ماں اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں پھینکتی۔“ اُس پر پیرامبر نے اپنا سر نہج کر لیا اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے اپنا سر اُپر اُٹھا کر اُس سے کہا: — ”سچ میں اللہ اپنے کسی بندے کو سزا نہیں دیتا سوائے اُن کے جو گمراہ کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ فساد کرتے ہیں، جو اللہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اور جو یہ کہنے سے انکار کرتے ہوں کہ سوائے ایک اللہ کے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔“

—عبداللہ بن عمرؓ ابن ماجہ۔

مُحَمَّد ﷺ نے کہا: — ”دیا اس رحمان (اللہ) کا ایک جز (انگ) ہے۔ اِس لئے جو کوئی دیا کریگا وہ اللہ کے نزدیک پہنچے گا۔ اور جو کوئی اپنے کو دیا سے کٹ دے گا اللہ اُسے اپنے سے کٹ دے گا۔“

—ابن عمروؓ ابوداؤد: ترمذی۔

مُحَمَّد ﷺ نے کہا: — ”وہ رحمان (اللہ) اُن پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ تم اُن پر دیا (رحم) کرو جو زمین پر رہتے ہیں تو آسمان پر رہنے والا اللہ تم پر دیا کریگا۔“

—ابن عمروؓ ابن العاصؓ ابوداؤد: ترمذی۔

مُحَمَّد ﷺ نے کہا: — ”اللہ اُن پر دیا نہیں کرتا جو افسوس پر دیا نہیں کرتے۔“

—جریر بن عبداللہؓ بخاری: مسلم۔

—جریر بن عبداللہؓ بخاری: مسلم۔

—انوارک: شری محبوب رضوی۔

—انوارک: شری محبوب رضوی۔

साधु करें नहिं चाकरी, पंडित करें न काज,
आखिर हैं यह किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो ?

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परख लीजे, समझ लीजे.

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

बही तो हिन्द है, बहीं तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
बह मेरी चान्दनी की बाल्दा है.

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी बे घड़ी हरदम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं ?

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गोंबी की आँबी का फल है, वह खुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

साधु करें नहिं चाकरी, पंडित करें न काज,
आखिर हैं यह किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो ?

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परख लीजे, समझ लीजे.

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

बही तो हिन्द है, बहीं तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
बह मेरी चान्दनी की बाल्दा है.

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी बे घड़ी हरदम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं ?

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गोंबी की आँबी का फल है, वह खुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

نیلم کا ہار

نیلم کا ہار

بیربمبھرناتھ پاٹھ

شومبھیر ناتھ پاتھ

کئی مہینے ہوئے جب میں نے نیا ہلد کے پاٹھوں سے ملکا مومتا بمبھل اور نرگس کے فلوں کی بٹنا کا بیک کیا تھا۔ ان سدا بہار نرگس کے پھولوں کو دیکھ کر میرے دل میں یہ یقین پختہ ہوتا جاتا تھا کہ کسی نے جنت کے چمن سے ہی یہ پھول توڑے ہونگے۔ جہاں یہ چمن ہوگا وہاں نہ موسم کا کوئی اثر ہوگا، نہ خزاں کا، اور نہ موت کا، نہیں تو یہ پھول اس طرح ہمیشہ کیلے ہوئے کیسے اپنی مادک خوشبو پھیلاتے رہتے؟

شرمیلی جی کو چہرہ زکو میں نے کسی اور سے ان پھولوں کی چوچا نہ کی تھی۔ میرے نزدیک یہ پھول ایک بیش قیمت خزانے کی طرح تھے۔ شاید کوشش بھگوان کو کوسٹوں سے ملوں کی مالا سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی مجھے ان پھولوں سے ہے۔ ان کے کیلے ہوئے پائل دیکھ کر میرا دل آسٹوں سے بھر جاتا ہے۔ کسی دن یہ پھول مرجھا جائینگے، اس خدشہ سے ہی میرے من میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میرا دماغ بھر گیا تھا اور شاید لوگوں کا نظریہ بھی ٹھیک ہو، لیکن اگر کسی نے ہونم کی روپہلی رات میں ناچ محل کے اُس باغ میں وہ اچانک سے بھرا ہوا نظارہ دیکھا ہوتا، وہ مدھوش بنا دیلے والا سلگیت سنا ہوتا، گھونگروں کی جھلکار پر، دل کو پے چوں کر دلیہ والے ناچ پر لپنے پلجوں سے قال دی ہوتی، جمن کے اُس بار سنگ مرمر کے محراب سے جوا ہوا دوسرا ناچ محل دیکھا ہوتا، تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایسے شخص کا دماغ سو فیصدی بھر گیا ہوتا۔ تب یہ نرگس کے پھول اُس پر اُسے کم و بیش اتنا ہی اثر ضرور ڈالتے۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خرا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بھگارتھی، دے بنا پانی دیئے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

میں نے فُل جی-جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بیت چکے تھے اور مجھے خرا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بھگارتھی، دے بنا پانی دیئے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

فیر بکایک سونے آگرا چورزور مہوار آنا پڑا۔ جس دن میں آرمے پر میں تھا اس دن بھی پونم کی رات تھی۔ ناچ محل کی اس پونم کی رات کے بعد، کہ چھٹی رات شاید ۱۴ برس میں صرف ایک بار آئی ہے، آج ٹھیک ایک مہینہ بیت چکا تھا۔ میں چورزور کی فتح مہار کے سامنے کھڑا تھا۔ کئی ہی صدیوں سے آزادی کی یہ انوکھی یادگار پہاڑی کی چوٹی پر غور سے سر اٹھاتا کھڑی ہوئی ہے۔ شہر دیا خاندان کے کئی ہی راناؤں کو اس نے دیکھا ہے اور کتنوں ہی کی کہانی اس نے سنی ہے۔ اس کے پتھر دل میں ایسی ایسی نازک اور خوبصورت نیوونا راجپوت مہاروں کی پریم کہانی چڑی ہوئی ہے جنہوں نے سہاگ رات کے سویرے ہی تازہ پریم کی چھاتی پر پھر رکھ کر اپنے ساجن کے ماتھے پر تلک لگا کر مودان جنگ کے لئے روانہ کیا تھا۔ لاکھوں لاکھوں فوجوں کی جے دھونی کے بیچ اس نے مارو گیت سنے۔ لاکھوں سینکڑوں نے اس کے سامنے سر جھکا کر قسم کھائی، مودان جنگ سے کبھی زندہ نہ لوٹے کی۔ نہ ہوئے سونے سے چمکتے ہوئے مہارے سے، سہیلے چمکے سے نازک، سہار پروردھوں کو اس نے جوہر کی لہڑیوں میں جلتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر زمانہ بدلا، کیفیت بدلی، دن بدلے اور اسی فتح مہار نے سانگا اور پرتاپ کی اولاد راناؤں کو فرنگیوں کے ہوت پہلے قدموں پر گزرتے ہوئے سر جھکا دیکھا۔ مہار حیرت میں بھرا ہوا جالے کئی دیر تک اپنی آنکھوں کے کناروں پر توبہ آنا رہا اور دھڑکے دھڑکے جاندنی پھینکی پڑتی گئی۔

پڑنے والے شاید میرے اس تفصیلی بیان سے غالباً ارب گئے ہونگے اور پانچک کے دھیرج کی بھی ایک حد ہوتی ہے، لیکن میں ایک ایسے واقعے پر روشنی ڈال رہا ہوں جو مہاروں آنکھوں کے سامنے گذرا ہے اور حرف بحرف سچ ہے۔ میں سمجھتا ہوں رسکن نے ہی تو یہ کہا ہے کہ—”انسان اس دنیا میں جو سب سے بڑا کام کرتا ہے وہ ہے کسی چیز کو دیکھنا، پھر اسے اس طرح بیان کرنا جسے سیکر دوسروں کے سامنے اس واقعے کی ٹھیک تصویر اتر آئے۔ ایک شخص سوچتا ہے اور سیکڑوں لوگ اس شخص کے خیال کو دہراتے ہیں۔ ایک آدمی صحیح نظریہ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے اور ہزاروں آدمی اس پر غور کرتے ہیں۔“ رسکن اس سے بھی آگے بڑھ کر کہہ سکتا تھا کہ ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں لیکن بولے ہی اپنی دیکھی ہوئی کہتا، نو صحیح لفظوں میں اظہار کر سکتے ہیں۔ رسکن نے کہا ہے—”صاف صاف دیکھ کر اسے صحیح لفظوں میں بیان کر سکتا ہی شاعر، پیدھینگوئی اور مذہب ہے۔“ ہزاروں آدمیوں کے لئے اپنی آنکھوں کی وہی قیدت ہے جو کسی چورزور کی آنکھوں کی ہوتی ہے—محض ہرک

دیکھنے میں مدد دینے والی۔ ان کے علاوہ ہزاروں انسان ایسے ہیں جو دیکھتے ہیں، دیکھی ہوئی چیز کو سمجھتے بھی ہیں، لیکن لفظوں میں اسے بیان نہیں کر سکتے۔ اپنے ہی خیال کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے اور زندگی میں نئی نئی چیزوں کو دیکھنے کے انہیں جو نایاب موقع ملتا ہے اس کی خوشی وہ کسی اور کے ساتھ نہیں بانٹ سکتے۔ میں نے اکثر اس بات پر حیرت ظاہر کی ہے کہ ایسے شخص جنہوں نے دنیا کے بے حد دلچسپ نظارے دیکھے ہوں، کئی ایسا اسک سمجھوں پر موجود رہے ہیں اور اپنے زمانے کے بڑے سے بڑے لوگوں سے ملے ہیں، اپنی بات چیت میں اس تجربے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ اگر ان سے ان کے ان باتوں پر سوال کیجئے تو ان کے جواب نہایت پھوٹے اور نہیں ہوتے ہیں۔ صرف تھوڑے سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سوچ دیکھتے ہیں اور دوسروں کو وہی اپنی ہی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع دیتے ہیں۔

چتوڑ سے آدھے پور لوٹتے ہوئے راستے میں انہیں وچاروں میں کھویا رہا۔ جب واپس اپنے گھر کی جگہ پہنچا اس وقت پورب کی رانی اوشا تھالوں میں کم کم بھڑک رہی تھیں۔ چھیل کے پاس ایک دوکان بکولہ برگ کا آسن لگا ہوا تھا۔ چٹختی ہوئی کلبیاں چاندنی کے ٹپ ٹپ آنسوؤں پر ٹپکتی چینی کر رہی تھیں۔ سورج کی پٹ رانی پر لپکا کا سنگار ابھی پورا نہ ہوا تھا، ایک آدھ مہترانی کمر کسے پر نہاتی گاتے ہوئے انسان کے سپرک میں آئی ہوئی سڑکوں کا پاپ بتور رہی تھی۔ میں نے چھائی لیتے ہوئے کمرے کا دروازہ تھپتھپایا۔ شرمیلی جی نے انکوائی لیتے ہوئے اس طرح دروازہ کھولا، ماتو شرم میں آئے ہوئے شتور کو آتم سمرپن کرتے دیکھ کر وجہی پردھا اطمینان کے ساتھ دھنسی کی کمان اُتار دیا ہو۔

کمرے میں گھسٹتے ہوئے جس چیز پر سب سے پہلے میری نگاہ پڑی وہ چاندی کا نقاشی کیا ہوا خالی گلدان تھا۔ سورے ساتھ ساتھ شرمیلی جی بھی چونکیں۔ ”ہیں! نرگس کے پھول کہاں گئے؟“ گلدان میں صرف پانی بچ رہا تھا، کمرے کا کوئی-کوئی جان مارا۔ رات کو جب شرمیلی جی دروازہ بند کر کے سوئے تھے تو آخیری بار ان پھولوں کی آنکھوں نے سکندھ لی تھی۔ دروازے، کھڑکیاں، جھلملی اور چنگلے سب بند تھے۔ کمرے کی باقی چیزیں سب چیزوں کی تھیں قرینے سے رکھی تھیں۔ شرمیلی جی کے پرس میں ہیرے اور پکھراج کی تھیں انکڑھیاں اور سو سو کے سات نوٹ چیزوں کے تھیں رکھے تھے۔ میں نے سب نوٹ چاروں کو بل کر پوچھا، ہر ایک سے سوال نہ لیتے اور جرح کی گئی۔ سب نے پھولوں کو دیکھا تھا لیکن کسی نے انہیں چھو نہ ہا۔ کلہا سے میں کسی بھی ناچھے پر پہنچ سکتا تھا۔ لیکن میں کسی ناچھے پر پہنچا نہیں۔

घटना की कोई सिलसिलेवार कड़ी होती है, तब न मैं किसी नतीजे पर पहुँचता ? लेकिन इसके बाद जो घटना घटी वह इससे इतना क्यादा मिलती-जुलती है कि शायद उसकी रोशनी में इन फूलों के गुम होने के सिलसिले में कोई राय कायम की जा सके.

[2]

राजपूताने से बम्बई पहुँचकर करीब एक हफ्ता हमें जहाज का इन्तजार करना पड़ा. इस बार मैं अपनी श्रीमती जी को नील नदी के किनारे बने हुये मिस्र के अजीमुरशान पिरिमिड दिखाना चाहता था. 22 फरवरी का हम लोग काहिरा पहुँचे. प्राचीन मिस्र की उस महान सभ्यता को हमने उसी शान के साथ खड़े पाया.

मिस्र के पहले फिरआन मेनी के जमाने में यानी हज़रत ईसा से 34 सौ बरस पहले और आज से 53 सदी पहले हमें दर्या नील के कुबोजवार में हज़ारों बरस पुराने बड़े-बड़े १ हरो के खंडहर मिलते हैं. मेनी के जमाने में मिस्र की सरसज्जबादी खेतों और दरख्तों से ढकी हुई थी. समुद्र से सौ मील ऊपर नील सात बड़ी-बड़ी धाराओं में बंटकर बहती थी. इन सातों धाराओं में किरितियों पर मुसाफिरो और व्यापारियों की भीड़ लगी रहती थी. समुन्दर के दोनों किनारे ऐशियाई मुल्कों के साथ त्जारात करन वाले जहाजों से भरे रहते थे.

मेनी के जमाने से मिस्र के बादशाह अपने को 'पेरोये' कहने लगे. मेनी पहला 'पेरोये' था. 'पेरोये' का अर्थ है 'सूर्यवंशी'. यह लफ्ज 'प्राह' से निकला है जो सूर्य का एक नाम है. इसी से बिगड़कर बाद में 'फ़राओह और फिरआन' लफ्ज बने.

काहिरा पहुँचकर करीब एक सप्ताह हम लोगों ने पिरिमि देखने में लगाये. बाद में इस पिरिमि को ही लोग पिरिमिड कहने लगे. ये पिरिमिड सूर्य देवता 'रे' (रबि) का एक प्रतीक समझी जाती थी और हर पिरिमि के सबसे ऊपर सूर्य का निशान बना होता था.

मेरी बीबी ने जब से गाइड-बुक पढ़ी, उन्हें मलका हेत-शोप-सूत की समाधि देखने की ही धुन थी. मिस्र की यह मशहूर शहंशाह हज़रत ईसा से 1493 बरस पहले मिस्र के तख्त पर बैठी. पहले पेरोये थुथमोसे की यह बेटी थी. मिस्र के बड़े से बड़े बादशाहों में उसकी गिनती थी. धन-दौलत, ज्ञान-विज्ञान, इस्तकारी, कला-कौशल, त्जारात, अमन-आमान, तहजीब और तमद्दुन सब के विचार से हेप-शोप-सूत का जमाना मिस्र के इतिहास में बड़ा अहम समझा जाता है. 21 बरस तक उसने राज्य किया. वह मरदाने लिबास में रहती थी और बजाय 'मलका' के 'शहंशाह'

होना की کوئی سلسلے وار کوئی ہوتی ہے، تب نہ میں کسی نتیجے پر پہونچتا ؟ لیکن اِس کے بعد جو گھٹنا گئی وہ اِس سے اتنا زیادہ ملتی جلتی ہے کہ شاید اُس کی روشنی میں اِن ہروں کے گم ہونے کے سلسلے میں کوئی رائے قائم کی جا سکے .

[2]

راچپوٹالے سے بمبئی پہونچکر قریب ایک ہفتہ ہمیں جہاز کا انتظار کرنا پڑا . اِس بار میں اپنی شریعتی جی کو نیل ندی کے کنارے بلے ہوئے مصر کے عظیم الشان پیرمڈ دکھانا چاہتا تھا . 22 فروری کو ہم لوگ قاہرہ پہونچے . پراچین مصر کی اُس مہان سہنیت کو ہم نے اُسی شان کے ساتھ کھڑے پایا .

مصر کے پہلے فرعون مہلی کے زمانے میں یعنی حضرت عیسیٰ سے 34 سو برس پہلے اور اُس سے 53 صدی پہلے ہمیں دریائے نیل کے قریب جوار میں ہزاروں برس پرانے بڑے بڑے شہروں کے کھنڈر ملتے ہیں . مہلی کے زمانے میں مصر کی سرسبز وادی کھیتوں اور درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی . مندر سے سو میل اوپر نیل سات بڑی بڑی دھاراؤں میں بٹ کر بہتی تھی : اِن ساتوں دھاراؤں میں کشتیوں پر مسافروں اور دیپاریوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی . سمندر کے دونوں کنارے آبپاشی ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے والے جہازوں سے بھرے رہتے تھے .

مہلی کے زمانے سے مصر کے بادشاہ اپنے کو 'پیروئے' کہنے لگے . مہلی پہلے پیروئے تھا . 'پیروئے' کا اُردو ہے 'سورجہ ونشی' . یہ لفظ 'پراہ' سے نکلا ہے جو سورجہ کا ایک نام ہے . اِسی سے بکر کو بعد میں 'فراوہ' اور فرعون' لفظ بنے .

قاہرہ پہونچ کر قریب ایک سہتاہ ہم لوگوں نے پریمی دیکھنے لگے . بعد میں اِس پریمی کو ہی لوگ پیرمڈ کہنے لگے . یہ پیرمڈ سورجہ دیوتا 'رہ' (روی) کا ایک پرتیک سمجھی جاتی تھی اور ہر پریمی کے سب سے اوپر سورجہ کا نشان بنا ہوتا تھا .

مذہبی بیوی نے جب سے گڈ بک پڑھی، انہیں ملکہ ہیٹ . شپ . سوت کی سادھی دیکھنے کی ہی دھن تھی . مصر کی یہ مشہور شہنشاہ حضرت عیسیٰ سے 1493 برس پہلے مصر کے تخت پر بیٹھی . پہلے پیروئے تھموس سے لی یہ بیٹی تھی . مصر کے بڑے سے بڑے بادشاہوں میں اُس کی گنتی تھی . دین دولت، گمان و گمان، دستکاری، نکوشل، تجارت، امن، تہذیب اور تمدن سب کے وچار سے ہیٹ . شپ - سوت کا زمانہ مصر کے انہاس میں بڑا اہم سمجھا جاتا ہے . 21 برس تک اُس نے راجہ کیا . وہ مردانے لباس میں رہتی تھی اور بچانے ملکہ کے 'شہنشاہ'

کھیلانا پسند کرتی تھی۔ سب سرکاری کاموں اور
پہلے کے لئے پولنگ سرورنام ہی استعمال کئے جاتے تھے۔

مصر میں دلت کہتا تھا کہ ہیت۔ شپ۔ موت کے
جلم سے پہلے دیوتاؤں کی ایک سبھا ہوئی۔ آسن یعنی سوربہ دیوتا
آسن سبھائے صدر تھے۔ سبھا میں ستیہ کے دیوتا 'تھوت' نے آسن کو
مشورہ دیا کہ انسان کی بھائی کے لئے آپ مصر کے پہرے تھتھو سے پہلے
کاروبار دھو کر تھتھو سے کی سہرائی کے پاس جاویں اور آسن سے ایک
سندہ کھانا کو جلم دیں۔ اس طرح سوربہ بھائی اور تھتھو سے کی
سہرائی کے سپرگ سے ہیت۔ شپ۔ موت پیدا ہوئی۔ ہیت
کا مطلب ہے بڑا۔ ہیت۔ شپ۔ موت کا مطلب ہے 'اچھے
خاندان والوں میں سب سے بڑا'۔

کہتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی بیورو کے
دہار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے
دہار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 18 برس کی آو
میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرنے کے بعد سوربہ
دیوتا کے نام سے آسن کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

کھتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی بیورو کے
دہار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے
دہار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 18 برس کی آو
میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرنے کے بعد سوربہ
دیوتا کے نام سے آسن کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

اس دن رست رت کی پورنیا تھی۔ نیل ندی کی
ساری میں پرکرتی گونا گونا گئے میں مصروف تھی۔ ریگستان کا
ذہ ذہ چاند کے روپے سرور میں تھا کہ نہر اٹھا تھا۔ انہریا
کے لوہان کے جنگلوں سے دہنی ہوا مصر کو گدگداتے ہوئے لہیا
کو چھوٹے کے لئے سریف درز رہی تھی۔ ہمدی موٹر ریگستان
کی چھاتی چیرتی ہوئی ہیت۔ شپ۔ موت کی سادھی کی
اور چلی۔ قریب دس بجے رات کو ہم لوگ سادھی
کے سامنے جانے پہنچے ہوئے۔ دن کی تیز مصری گرمی شرمیلی
چی برداشت نہ کر سکتی تھیں، اس لئے تیز ٹارچوں کی روشنی
میں ہی سادھی دیکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ اس کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر
یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت
کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی برابری نہیں کر
سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک طالع تھی۔ اس میں
سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے۔ اس کے 6 چوک
اُتر کی اور کھتے ہیں اور 6 دہن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے
سامنے وشالکایہ دوڑ تھے۔ پوری عمارت چاروں اُرد سے ایک بڑی
پر اچھڑ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمیں کے بیتر اور ادھی
زمین کے اُپر۔ کل کمروں کی سنگھیا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں
1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اُپر۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ اس کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر
یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت
کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی برابری نہیں کر
سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک طالع تھی۔ اس میں
سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے۔ اس کے 6 چوک
اُتر کی اور کھتے ہیں اور 6 دہن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے
سامنے وشالکایہ دوڑ تھے۔ پوری عمارت چاروں اُرد سے ایک بڑی
پر اچھڑ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمیں کے بیتر اور ادھی
زمین کے اُپر۔ کل کمروں کی سنگھیا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں
1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اُپر۔

अन्त ही न दिखाई देता था। लगभग 400 सीढ़ियां तै करने के बाद हम लोग सम्राज्ञी की असली समाधि के पास पहुँचे। समाधि का कमरा 22 फुट लम्बा और 8 फुट चौड़ा एक प्रीमती सुन्दर पीले रंग के पत्थर को अन्दर से खोखला करके बनाया गया था। उसकी दीवारें दो फुट मोटी थीं और पूरे पत्थर का बजन 110 टन यानी करीब तीन हजार मन होगा। जब उसी तरह से तीन पत्थर के टुकड़ों की बनी हुई थी। इस समाधि के ऊपर इस तिलिस्म की पूरी इमारत लगी हुई थी।

इस पीले कमरे के बीच में हेत-शेप-सूत की ममी रखी थी। सारा शरीर पट्टियों से कसा हुआ था, सिर्फ मुँह खुला हुआ था। करीब 3500 बरस से सूर्य भगवान की यह बेटी इस जँचेरी समाधि में पड़ी हुई थी। 58 वर्ष की उम्र में हेत-शेप-सूत ने प्राण त्यागे थे लेकिन चेहरे को देखकर ऐसा लगता था कि वह 30 बरस से ज्यादा की नहीं है। पूरे 3 फुट का क्रद, छरहरा बदन, बड़ी-बड़ी आँखें, गाल चेहरा; उभरी हुई ठोड़ी, ठठी हुई गाल की हड्डी, नीचे का आठ गाल और जरा मोटा, नाक पतली और लम्बी, मालूम होता था मल्का अभी अभी सोई थी। धन्य थे मिस्र के वे ममी बनाने वाले कि चेहरे पर इन 3500 बरसों ने जरा-सी शिकन तक नहीं पैदा की। हमारा मस्तक आदर और श्रद्धा से इस महान मल्का के क्रदमों पर झुक गया।

सारा कमरा जेवरों और जवाहरात से लकड़क हो रहा था। सोना, सूर्य कान्त, अक्रोक्र, नीलम, फीरोजा, लाजवर्द जैसे जवाहरातों की बहुत सी मालाएँ हेत-शेप-सूत की ममी पर पड़ी थीं। सोने का एक तोड़ा रखा था, जिसमें सोने की बने घोंचे और तारे लटक रहे थे। तिल्ली की शकल का बनत या खरदोषी के काम का सोने का एक लटकन था। सोने के कड़े थे, जिनमें सरकने वाले क्रब्जे या कांटें लगे थे। फूल पत्तियों समेत टहनियों का एक गुच्छा था, जिसमें रस्ते सोने के थे और फूल और कलियाँ जवाहरों की थीं। सोने के बारीक तारों का बुना हुआ एक बहुत सुन्दर जालीदार मुकुट था, जिसके बीच बीच में छोटे छोटे फूल थे। हर फूल के बीच में एक लाल था और उसकी पंखड़ियाँ नीलम की थीं। एक और बारीक काम का मुकुट रखा था जो सोना, लाजवर्द, सूर्यकान्त और नीलम का बना हुआ था और जिसमें बड़ी सुन्दर फूल-पत्तियाँ कटी हुई थीं। कांसे का एक खंजर पड़ा था, जिसमें जवाहरात जड़ी सोने की मूठ थी। हैस्त में बूझे हुये हम लोग बड़ी देर तक उस कमरे के बेराकमत जवाहरों को देखते रहे।

डार्च की बैटरी फीकी पड़ने लगी तो यकायक हमें क्याल हुआ कि रात बहुत बीत चुकी होगी। हम दोनों ने एक दूसरे को देखा, कमरे को देखा और फिर मल्का की ओर देखा।

अन्त ही न देखाई देता था। लगभग 400 सीढ़ियाँ तै करने के बाद हम लोग सम्राज्ञी की असली समाधि के पास पहुँचे। समाधि का कमरा 22 फुट लम्बा और 8 फुट चौड़ा एक प्रीमती सुन्दर पीले रंग के पत्थर को अन्दर से खोखला करके बनाया गया था। उसकी दीवारें दो फुट मोटी थीं और पूरे पत्थर का बजन 110 टन यानी करीब तीन हजार मन होगा। जब उसी तरह से तीन पत्थर के टुकड़ों की बनी हुई थी। इस समाधि के ऊपर इस तिलिस्म की पूरी इमारत लगी हुई थी।

इस पीले कमरे के बीच में हेत-शेप-सूत की ममी रखी थी। सारा शरीर पट्टियों से कसा हुआ था, सिर्फ मुँह खुला हुआ था। करीब 3500 बरस से सूर्य भगवान की यह बेटी इस जँचेरी समाधि में पड़ी हुई थी। 58 वर्ष की उम्र में हेत-शेप-सूत ने प्राण त्यागे थे लेकिन चेहरे को देखकर ऐसा लगता था कि वह 30 बरस से ज्यादा की नहीं है। पूरे 3 फुट का क्रद, छरहरा बदन, बड़ी-बड़ी आँखें, गाल चेहरा; उभरी हुई ठोड़ी, ठठी हुई गाल की हड्डी, नीचे का आठ गाल और जरा मोटा, नाक पतली और लम्बी, मालूम होता था मल्का अभी अभी सोई थी। धन्य थे मिस्र के वे ममी बनाने वाले कि चेहरे पर इन 3500 बरसों ने जरा-सी शिकन तक नहीं पैदा की। हमारा मस्तक आदर और श्रद्धा से इस महान मल्का के क्रदमों पर झुक गया।

सारा कमरा जेवरों और जवाहरात से लकड़क हो रहा था। सोना, सूर्य कान्त, अक्रोक्र, नीलम, फीरोजा, लाजवर्द जैसे जवाहरातों की बहुत सी मालाएँ हेत-शेप-सूत की ममी पर पड़ी थीं। सोने का एक तोड़ा रखा था, जिसमें सोने की बने घोंचे और तारे लटक रहे थे। तिल्ली की शकल का बनत या खरदोषी के काम का सोने का एक लटकन था। सोने के कड़े थे, जिनमें सरकने वाले क्रब्जे या कांटें लगे थे। फूल पत्तियों समेत टहनियों का एक गुच्छा था, जिसमें रस्ते सोने के थे और फूल और कलियाँ जवाहरों की थीं। सोने के बारीक तारों का बुना हुआ एक बहुत सुन्दर जालीदार मुकुट था, जिसके बीच बीच में छोटे छोटे फूल थे। हर फूल के बीच में एक लाल था और उसकी पंखड़ियाँ नीलम की थीं। एक और बारीक काम का मुकुट रखा था जो सोना, लाजवर्द, सूर्यकान्त और नीलम का बना हुआ था और जिसमें बड़ी सुन्दर फूल-पत्तियाँ कटी हुई थीं। कांसे का एक खंजर पड़ा था, जिसमें जवाहरात जड़ी सोने की मूठ थी। हैस्त में बूझे हुये हम लोग बड़ी देर तक उस कमरे के बेराकमत जवाहरों को देखते रहे।

डार्च की बैटरी फीकी पड़ने लगी तो यकायक हमें क्याल हुआ कि रात बहुत बीत चुकी होगी। हम दोनों ने एक दूसरे को देखा, कमरे को देखा और फिर मल्का की ओर देखा।

جی ہر کر کر ایک بار ہم نے کمرے کی ساری چیزوں کو
نہارا۔ گھر سے ہماری ڈاٹی فٹل رہی تھی کہ سانس کے لئے ہم نے کتنی مہمان
لیجے ہم نے کتنی مہمان کھانے کی ہے۔ چلنے سے پہلے میں نے فٹل کے خوبصورت چھوٹے
میں نے نیلیم کے خوبصورت چھوٹے دانوں کا ایک بےشکیمت
سندھ ہار بٹا کر شریمنی جی کے
میں ڈال دیا۔ ان کے ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکند دور
تھی۔

[4]

کاہیرا پہنچ کر میں نے مصری وزیراعظم کو اپنی اس کھوج کی
اطلاع دی۔ مصری سرکار کے پرائیوٹ وہاگ کے ڈائریکٹر مجھ سے
ملنے آئے۔ تمام مصری اخباروں میں میری اس کھوج کی دھوم
مچ گئی۔ لیکن یہ ساری خوشی چندروزہ نکلی۔ میری شریمنی
جی یکایک بیمار پڑ گئیں۔ ان کی بیماری عجیب و غریب تھنک
کی تھی۔ ایک دن رات کو انہوں نے خرفنک سہلا دیکھا کہ
ایک کالی سی قرآنی چھاپا، اپنے سوتے ہوئے ہاتھ ان کی گردن
میں لٹکے ہوئے تھا۔ بعد میں یہ سہلا روز کی چھوڑ دی
گئی۔ ہر رات وہ چھاپا مورتی آتی اور میری بیوی کا گلہ مسوسنے
کی کوشش کرتی۔ وہ چھپ کر بیٹھتی ہو جاتیں۔ پہلی رات
میں یہ سہلا ایک ہی بار آیا تھا۔ پھر ایک ہی رات میں یہ
چھاپا مورتی کئی کئی بار آئے تھے۔ پھر دھیرے دھیرے یہ کچھ
صاف سی ہونے لگی۔ اس کے پیچھے مکتبے سے یہ ظاہر ہوتا تھا
کہ وہ دیہیہ بیڑے سے ہاتھ پسارے ہوئے کچھ منہ کر رہی ہے۔
لیکن دھیرے دھیرے اس کے چہرے کی کیفیت بدلنے لگی۔
اس کے چہرے پر غصہ اور پھر بعد میں بدلنے کے ہوئے جانکے
لگے۔

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹر اور
حکیم کا علاج کرایا گیا، لیکن بے سود نکلا۔ بیوت، پریت اور جنات
آٹارنے والے آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں
جیوں دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بیوی کے پیچھے بڑھ
ہوئے مگر مبتدل کو دیکھا کرتا۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔
میری چھوٹی سی زندگی کے سارے دن سکھوں میں انہوں نے
حصہ ہلتا تھا، لیکن اپنا یہ دن وہ اکیلے جھیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ آئے۔ لیکن اسکندریہ
میں تو ان کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ اب انہوں وہ چھاپا مورتی
دن میں بھی سناتی۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوتے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریمنی جی ہی اُسے دیکھ پاتیں
اور چھپ مار کر میری گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتیں۔
اسکندریہ میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

[4]

سندھ کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔ چاروں
اور شانتی تھی۔ صرف لہروں کی چھپ چھپ کہی دھیان
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں بھی نہ جھپکی

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹر اور
حکیم کا علاج کرایا گیا، لیکن بے سود نکلا۔ بیوت، پریت اور جنات
آٹارنے والے آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں
جیوں دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بیوی کے پیچھے بڑھ
ہوئے مگر مبتدل کو دیکھا کرتا۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔
میری چھوٹی سی زندگی کے سارے دن سکھوں میں انہوں نے
حصہ ہلتا تھا، لیکن اپنا یہ دن وہ اکیلے جھیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ آئے۔ لیکن اسکندریہ
میں تو ان کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ اب انہوں وہ چھاپا مورتی
دن میں بھی سناتی۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوتے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریمنی جی ہی اُسے دیکھ پاتیں
اور چھپ مار کر میری گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتیں۔
اسکندریہ میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

سمندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔
چاروں اور شانتی تھی، صرف لہروں کی چھپ چھپ کہی دھیان
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں بھی نہ جھپکی

ہاں، انہیں زندگی سے اب کوئی اُمید نہ رہی تھی۔ ہوا میں گرمی تھی۔ امت ہوتا ہوا سورج لہروں سے ٹکرا کر کمرے پر مڑنے کے کچھ دیر بعد تھا۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھیں۔ مینہ دیکھا کہ نیند نے ان کے آنکھوں پر ایک ایسی ایک مادک پت پڑی ہے۔ دھیرے دھیرے اندھکرا گہرا ہوتا گیا۔

تھری دیر تک نہیں ضرور گہری نیند آئی ہوگی۔ پہلے سہانے کی پڑتیں انہیں اپنے دیش میں آرا لے گئیں۔ لیکن سہانے میں انہیں پھر وہی چھایا مورت دکھائی پڑی۔ اس کی آنکھوں میں دھندلکی تھی۔ بڑے ہی دیکھنے بھاؤ سے وہ چہرہ کی جانچنا کر رہی تھی۔ پھر یکا یک وہ چھایا مورت مورت پھوٹ کر رونے لگی۔ شرمیلی جی اس کی تکلیف کو سمجھ رہی تھی؛ لیکن اسے یہ کسی طرح سمجھ نہ سکیں کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے! پھر یکا یک اس چھایا مورت نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور بدلے کی بھڑانا میں پھری ہوئی شرمیلی جی پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی بھڑے رنگ کی سوکھی پتلی آنکھوں میں آنے کے گئے میں کس دیش۔ خونی بھاؤ سے وہ اپنے پلجوں کا پھلدا سخت کرنی گئی۔ شرمیلی جی کا دم گھٹنے لگا اور اسے کر چرخ کر اٹھ بیٹھیں۔ ان کا سارا شریر پڑسنے سے تر تھا۔ وہ اندھی سے ہلنے ہوئے درخت کی طرح زور سے جھپ رہی تھیں۔

اپنے ہاتھوں سے انہوں نے اپنا گلہ ٹھٹھا اور سمجھیں کہ وہ سمجھیں کہ وہ سینا دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ یکا یک چونک پڑیں۔ ملکہ ہیئت شومہ سوت کی سادھی کا وہ نیلم کا سندھ ہار ان کے گلے میں نہ تھا۔ اس ہار کو انہوں نے اس دن سے ایک لمحہ کے لئے بھی گلے سے نہ اتارا تھا۔ ابھی گھٹنے پھو پھلے تک ان کے گلے میں وہ ہار پڑا ہوا تھا۔

شرمیلی جی کے گلے سے جس دن وہ نیلم کا ہار غائب ہوا اسی دن سے وہ چھایا مورت ہی غائب ہوگئی اور پھر آج تک وہ نہیں دکھائی دی۔ تھوڑے ہی دنوں میں طوبروک کی سمجھ ہو لے شرمیلی جی کو پوری طرح تادریست اور سوئے کر دیا۔

[5]

ابھی اس گھٹنا کو ہفتہ بھر ہی نہ ہوا تھا کہ پیرس میں مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ مینہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہیں بتایا تھا۔ مصر کا پیرانتر دھاک دھاک جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پینٹر طوڈان میں وہ وشالکابہ عمارت اتنی ہی طرح دفن ہو گئی ہے کہ اچھلندوں کے کہنا ہے کہ اب اسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

[5]

ابھی اس گھٹنا کو ہفتہ بھر ہی نہ ہوا تھا کہ پیرس میں مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ مینہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہیں بتایا تھا۔ مصر کا پیرانتر دھاک دھاک جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پینٹر طوڈان میں وہ وشالکابہ عمارت اتنی ہی طرح دفن ہو گئی ہے کہ اچھلندوں کے کہنا ہے کہ اب اسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

ہماری رائے

امریکی سبھیتا

سبھیتا اور کلتور کیسے کہتے ہیں اور سبھیتا میں کون کون سے چیزیں ہوتی ہیں؟ ان باتوں پر الگ الگ لوگوں میں طرح طرح کے خیال ہیں۔ کچھ لوگ امریکہ کو آج کی دنیا کا سب سے اہمک سبھیتا اور آنت دیتے ہیں۔ امریکہ کے ادھکتر حاکم اور نیتا بھی بار بار اس طرح کے خیال پر دم کرتے رہتے ہیں اور دوسرے خاصکر ایشیائی دیشوں کو 'پچھڑے ہوئے دیش' کہہ کر ان کی چرچہ کرتے ہیں۔ ہمارے دیش کے اندر بھی اس طرح کے کافی لوگ موجود ہیں جو امریکہ کو سچم سچم آجکل کی انسانی سبھیتا کا اکوا مانتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ سبھیتا یا ترقی کی کیا چیزیں ہوتی ہیں؟ دھن دولت اور عیش آرام کے بڑے سے بڑے سامان، بڑے بڑے کال کارخانوں اور کتلےآم کے بڑے سے بڑے ہتھیاروں سے ہٹکر اگر کوئی چیز آجکل کی سبھیتا کی سب سے بڑی پہچان مانی جاتی ہے تو وہ انسانی برابری، آزادی اور سچی لوگ شاہی ہے۔ اس کسوٹی پر اگر ہم آج کے امریکہ کو کس کر دیکھیں تو وہ کھرا نہیں آتے سکتا۔ یورپ کے کچھ گورے لوگوں نے ابھی کچھ صدیاں ہی امریکہ کو وہ 'ہندستان' سمجھتے تھے۔ وہاں کے پرانے باشندوں کو وہ ان کے رنگ کے کارن 'ریڈ انڈینس' یعنی 'لال ہندستانی' کہا کرتے تھے۔ جس ظلم اور بے دردی کے ساتھ ان نئے گورے امریکیوں نے وہاں کے 'لال ہندستانیوں' کا چاروں کی طرح شکار کیا اور ان کی قوم کی قوم کو مٹا ڈالا، اس کی کہانی مانو انہیں کی ایک دردناک کہانی ہے۔

امریکہ کے نیکرو۔

امریکی کے نیگرو

امریکہ کی دھن کی ریاستوں میں کالی نیگرو اکثریت کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ لوگ کم یا زیادہ سارے امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے امریکہ میں نیکرو جاتی

امریکہ کی دھن کی ریاستوں میں کالی نیگرو جاتی کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ لوگ کم یا زیادہ سارے امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے امریکہ میں نیکرو جاتی

کے لوگوں کی تادیب لین کرود سے ऊپر ہے۔ کالے نیग्रو کے ساتھ گورے امریکیوں کا بھوہار شروع سے مانو انہیں کی ایک لجا جنگ گھٹنا رہی ہے۔ ان نیग्रو لوگوں میں آج انہوں اُونچی سے اُونچی تعلیم پانہ ہوئے ہیں۔ اُن میں پورسٹر ہیں، پروفیسر ہیں، لیکچرر ہیں، کوئی ہیں، کونست ہیں، سوداگر ہیں اور دھارا سپلاؤں کے مسیور بھی ہیں۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں اُن کے ساتھ تھوڑا بہت برابری کا ہونا بھی ہوتا ہے۔ ہم اُن انیک بہادر، نیک اور مانو پریمی امریکیوں کی دل سے قدر کرتے ہیں جنہوں نے نیग्रو لوگوں کے ساتھ اِس برابری کے دیوہار کے لئے سہ سے پر کوششیں کیں۔ پر آج بھی ادھنکر امریکہ کے اندر گورے امریکیوں کا نیग्रو لوگوں کے ساتھ ہونا حد درجہ برا ہے۔

اس بیسویں صدی تک اور ابھی حال تک ہزاروں ہی نیग्रو جاتی کے لوگوں کو ان کے گورے امریکی پڑوسیوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑکا کر جیندا جلا ڈالا اور اِس طرح کی ہتھکڑی والوں سے کوئی قانونی پوچھ چاچ نہیں کی گئی۔ امریکہ میں اِس طرح کے جلا ڈالنے کو "لن چنگ" کہتے ہیں۔ اِس طرح کی اور اِس سے ملتی جلتی دوسری دردناک گھٹناؤں امریکہ سے آئے دن سننے میں آتی رہتی ہیں۔

نیग्रو پادری رےوینڈ کینگ اور اہلساتمک سہیوگ

ابھی پچھلے دنوں امریکا کی ایلاباما ریاست کے اندر ایک ہونہار نیग्रو لڑکی کے بیوہوستی میں بھرتی ہونے کی ہچکچاہٹ کرنے پر اور اِس دھار سے کہ کہاں وہ بھرتی نہ کرلی جاوے وہاں کے ہزاروں گورے امریکی ویدیارتھوں نے جو جو اُپر دے گئے اور سارے دیہے کے اندر جو جو طرفان مچے، جن سے اُس نیग्रو لڑکی کی جان کے لالہ تک پڑ گئے، اُن کی کہانی دنیا بھر کے اخباروں میں چھپ چکی ہے۔

اسی امریکی ریاست کے ماننگوری شہر میں آج تک گورے امریکیوں کے بیٹھنے کے لئے بیس الگ اور کالے نیग्रو کے لئے بیس الگ ہیں۔ ایک نیग्रو عیسائی پادری رےوینڈ مارٹن لوٹھر کنگ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنا مان رکھنے کے لئے اُن الگ بیسوں میں بیٹھنے سے انکار کریں۔ پادری کنگ نے جن کی عمر کیول ستائیس سال کی ہے، اپنے ایک بیاہیمان میں کہا ہے— "میں نے اہلساتمک اسہیوگ کا یہ طریقہ ہندستان کے گھوٹلی رنگ کے آدمی گاندھی سے سیکھا ہے۔ اِس طرح کے اہلساتمک اسہیوگ سے ہر شے سامراج کو گھٹنے ٹیک دینے پڑے تھے۔ ماننگوری میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ امریکہ میں بھی کام دے سکتا ہے۔ ہم ظلم کے ساتھ اسہیوگ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے

اسی امریکی ریاست کے ماننگوری شہر میں آج تک گورے امریکیوں کے بیٹھنے کے لئے بیس الگ اور کالے نیग्रو کے لئے بیس الگ ہیں۔ ایک نیग्रو عیسائی پادری رےوینڈ مارٹن لوٹھر کنگ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنا مان رکھنے کے لئے اُن الگ بیسوں میں بیٹھنے سے انکار کریں۔ پادری کنگ نے جن کی عمر کیول ستائیس سال کی ہے، اپنے ایک بیاہیمان میں کہا ہے— "میں نے اہلساتمک اسہیوگ کا یہ طریقہ ہندستان کے گھوٹلی رنگ کے آدمی گاندھی سے سیکھا ہے۔ اِس طرح کے اہلساتمک اسہیوگ سے ہر شے سامراج کو گھٹنے ٹیک دینے پڑے تھے۔ ماننگوری میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ امریکہ میں بھی کام دے سکتا ہے۔ ہم ظلم کے ساتھ اسہیوگ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے

نیग्रو پادری رےوینڈ کینگ اور اہلساتمک سہیوگ۔

ابھی پچھلے دنوں امریکا کی ایلاباما ریاست کے اندر ایک ہونہار نیग्रو لڑکی کے بیوہوستی میں بھرتی ہونے کی ہچکچاہٹ کرنے پر اور اِس دھار سے کہ کہاں وہ بھرتی نہ کرلی جاوے وہاں کے ہزاروں گورے امریکی ویدیارتھوں نے جو جو اُپر دے گئے اور سارے دیہے کے اندر جو جو طرفان مچے، جن سے اُس نیग्रو لڑکی کی جان کے لالہ تک پڑ گئے، اُن کی کہانی دنیا بھر کے اخباروں میں چھپ چکی ہے۔

اسی امریکی ریاست کے ماننگوری شہر میں آج تک گورے امریکیوں کے بیٹھنے کے لئے بیس الگ اور کالے نیग्रو کے لئے بیس الگ ہیں۔ ایک نیग्रو عیسائی پادری رےوینڈ مارٹن لوٹھر کنگ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنا مان رکھنے کے لئے اُن الگ بیسوں میں بیٹھنے سے انکار کریں۔ پادری کنگ نے جن کی عمر کیول ستائیس سال کی ہے، اپنے ایک بیاہیمان میں کہا ہے— "میں نے اہلساتمک اسہیوگ کا یہ طریقہ ہندستان کے گھوٹلی رنگ کے آدمی گاندھی سے سیکھا ہے۔ اِس طرح کے اہلساتمک اسہیوگ سے ہر شے سامراج کو گھٹنے ٹیک دینے پڑے تھے۔ ماننگوری میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ امریکہ میں بھی کام دے سکتا ہے۔ ہم ظلم کے ساتھ اسہیوگ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے

'46, 1946

دیکھنا میں دیکھنا بیتنام کے ان پتہروں کے
 جو امریکی باربر شاہ ہے رہا ہے جو وہاں جلیوں کے سمجھوتے پر عمل ہونے
 سمجھوتے پر عمل ہونے دینا اور اس دیش کے لوگوں کو اپنا اور پریم کے ساتھ رہنے دینا
 عکاس اور پرم کے ساتھ رہنے دینا نہیں چاہتے۔

ہارت کے اندر گویا ابھی تک ویدی پرنگالوں کے تہہ
 میں ہے اور پرنگالوں کو بھی سب سے آدھک شہہ امریکہ کی
 ہے۔

فارموسی میں امریکی فوجیں برابر قیور ڈالہ ہوئے ہیں اور
 کسی طرح نئے چین کی سرکار اور چھانگ کا شیک کی سرکار
 میں صلح کا موقع دینے کو تیار نہیں۔

دکھن کوریا کی کٹپوولی سرکار کو امریکا
 کی شاہ اور مدد باربر جاری ہے۔

جاپان میں امریکا کے کویجی آڈے جسی तरह کرایم
 ہے۔ امریکا چاہتا ہے کہ دنیا کے دوسرے دیش جاپان کا بنا ہوا
 سال خریدیں اس جاپان کا جو امریکیوں کے دیش میں ہے۔
 پر جاپان اور جاپانیوں کو اپنے پڑوسی چین اور چینوں کے ساتھ
 تجارت کرنے کی آزادی نہیں ہے۔

حال میں امریکہ کے مشہور حاکم ڈلیس صاحب نے ایشیا
 کے کچھ دیشوں کا دورہ کیا تھا۔ وہ پاکستان بھی گئے تھے اور
 دلی بھی آئے تھے۔ دکھن ویت نام، فارموسی اور دکھن کوریا
 میں انہوں نے اپنے خاص پریمی ساتھی ملے۔ نیا چین انہوں
 نہیں نقشہ پر دکھائی بھی نہیں دیا۔ امریکہ واپس پہنچ کر
 انہوں نے اپنی باترا کی جو رپورٹ اپنی سرکار کو دی ہے وہ
 دنیا کے اخباروں میں چھپ چکی ہے۔ آئے پڑھ کر کسی بھی
 ایشیا وائی یا کسی بھی نہانے پریمی آدمی کے دل میں شری
 ڈلیس یا ان کی سرکار کے پوتی پریم یا اندر پیدا نہیں ہو سکتا
 اور نہ سہیقا یا تلچر کی نگاہ سے امریکہ کوئی ارنچا دیش
 دکھائی دے سکتا ہے۔

امریکا میں بیچاروں کی آجادی پر روک

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی پر روک
 خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ
 کوئی آدمی خلص کر کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں
 اپنے طور پر کمپونست وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔
 یورپ کے دورے میں انہیں ایسی گھٹانوں ہمیں سلہ
 ملین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان
 لوگوں کا جن پر کمپونست وچار رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس
 بڑی طرح پیچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔
 حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری برٹرنڈرسل نے
 "میلچسٹر ٹرچین" کے اندر ایک لیک میں بکایا ہے کہ امریکہ
 کی خفیہ پولس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

کہا ہے کہ وہاں کی پولیس پہلے کسی آدمی کو تلاش کرتی ہے جس کے خلاف کوئی جرم آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہو۔ پھر اسے سمیٹنے کا وعدہ کرتے ہیں اس سے اس طرح کی جھوٹی شہادتیں تیار کرتی ہیں جن سے دوسرے لوگ جنہیں پولیس پھانسا چلتی ہے آسانی سے پھنس سکیں اور پھر اس طرح کے گناہوں کو پھانسا جاتا ہے۔

ہم ایک پہلے لکھنے میں کہ چکے ہیں کہ ایک پرتشتم امریکی پادری نے ہمیں بتایا تھا کہ امریکا میں کسی عیسائی دھرم پرچارک کو جب تک کسی دوسرے دیش میں جا کر دھرم پرچار کرنے کے لئے پاس پورٹ نہیں دیا جاتا جب تک وہ لکھتر یہ وعدہ نہ کرے کہ وہ جس دیش میں جائے گا وہاں امریکی سرکار کی راج کاجی پالیسی کو کاسیب ہونے میں مدد دے گا۔

امریکی جنتا کی ذمہ داری

امریکی جنتا کی ذمہ داری

ہمیں یہ سب لکھتے ہوئے کسی طرح کی خوشی نہیں ہو رہی ہے۔ بھارت کی سرکار اور بھارت کی جنتا دونوں دنیا کے سب دیشوں اور سب لوگوں کے ساتھ پریم اور مترتا سے رہنا چاہتے ہیں۔ امریکی قوم کے انیک گنوں کے لئے ہمارے دل میں آند ہے۔ امریکہ نے بڑے بڑے مہادیش پیدا کئے جن میں سے انیک کی یادگاریں آج بھی کموننسٹ چین اور کموننسٹ روس میں منائی جاتی ہیں۔ امریکی مہاتما تھورو کی بکنک 'ڈیوٹی آف سول ڈس' کا ترجمہ کر کے خود مہاتما گاندھی نے بھارت میں پرکشت کیا تھا۔ وائٹ رٹ میں تھورو اور ابراہم لنکن جیسے مہادیشوں کو ہم دنیا بھر کے مہادیش مانتے ہیں۔ پر آج کی دنیا جس انسانی برابری، آزادی اور ایکتا کی طرف بڑھ رہی ہے امریکی سرکار کی حرکتیں اس میں سہایک نہیں، زبردست رکاوٹ ہیں۔ امریکہ کے اس طرح کے دیشوں کو ہم امریکی جنتا کے دوش نہیں، امریکی سرکار ہی کے دوش مانتے ہیں۔ پر امریکی جنتا کو ابھی اپنے کاموں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنی سرکار کی ان غلط حرکتوں سے سہمت نہیں ہے۔ جب تک امریکی جنتا یہ ثابت نہیں کرتی تب تک ان سب دیشوں کے لوگوں کا جو دنیا سے کالمہ کورے آدمی کے پیٹوں کو مٹانا چاہتے ہیں، سب کی برابری اور سب کی آزادی کے حق میں ہیں، اور جو انسانی قوم کی ایکتا کو سائنکشات کرنا چاہتے ہیں، یہ فرض ہے کہ وہ ملکر مانو سہیتا اور مانو کلچر کی رکشا کے لئے بڑھیں۔

کہا ہے کہ وہاں کی پولیس پہلے کسی آدمی سے آدھی سے تھام لیتی ہے جس کے خلاف کوئی جرم آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہو۔ پھر اسے سمیٹنے کا وعدہ کرتے ہیں اس سے اس طرح کی جھوٹی شہادتیں تیار کرتی ہیں جن سے دوسرے لوگ جنہیں پولیس پھانسا چلتی ہے آسانی سے پھنس سکیں اور پھر اس طرح کے گناہوں کو پھانسا جاتا ہے۔

ہم ایک پہلے لکھنے میں کہ چکے ہیں کہ ایک پرتشتم امریکی پادری نے ہمیں بتایا تھا کہ امریکا میں کسی عیسائی دھرم پرچارک کو جب تک کسی دوسرے دیش میں جا کر دھرم پرچار کرنے کے لئے پاس پورٹ نہیں دیا جاتا جب تک وہ لکھتر یہ وعدہ نہ کرے کہ وہ جس دیش میں جائے گا وہاں امریکی سرکار کی راج کاجی پالیسی کو کاسیب ہونے میں مدد دے گا۔

اس طرح کی رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی دنیا برابر آگے بڑھ رہی ہے۔ دنیا کی سامراج پریمی قومیں دھیرے دھیرے اپنی چالوں میں ناکام ہوتی جا رہی ہیں۔ ایشیا اور آفریقہ کے سب دیش یہ اچھی طرح محسوس کرتے

اس طرح کی رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی دنیا برابر آگے بڑھ رہی ہے۔ دنیا کی سامراج پریمی قومیں دھیرے دھیرے اپنی چالوں میں ناکام ہوتی جا رہی ہیں۔ ایشیا اور آفریقہ کے سب دیش یہ اچھی طرح محسوس کرتے

رہے ہیں کہ کس کے ساتھ رہنے میں ان کی ہمتی ہے اور کس کے ساتھ چلنے میں ان کا اور دنیا کا بھلا ہے۔ دھرم دھرم دھرم اور افریقہ کے سب دیشوں اور پاکستان جیسے اپنے پڑوسی دیشوں میں بھی ہمیں اس کے آثار صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ امریکہ جیسے پوزیٹیو دیش اور سامراجی دیشوں کی تہمتی ہمیں اب—”جب تک نہیں تب تک“ کی سی دکھائی دیتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اب بھی وہ ادھر ادھر سازشیں کر کے اور کم سمجھ لوگوں کو ان کے دیشوں کے خلاف پھوڑ کر دنیا کے لئے تہری بہت مصیبتیں کھڑی کر سکتے ہیں۔ پر وہ اتناں کے پڑواہ اور مانو سہیتا کے دھارے کو نہیں بدل سکتے۔

پاسلی ہلاک—کریج اور ہتھیاروں کا خاتمہ

اس خاترے کا پاسلی اور ٹیکاڈ ہلاک ایک ہی ہے اور یہ ہے ہتھیار بندی، یاہی دنیا بھر کی کڑیوں کا اور جگ کے ہتھیاروں کا ڈیرے ڈیرے کم کرنا اور آخری میں بیلکول ختم کر دینا۔ دنیا کے سب دیشوں کے بیچاروں کی نیگاہیں اس طرف لگی ہوئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے شاکس بھی دھرم دھرم اس ضرورت کو محسوس کرتے جا رہے ہیں۔ جنگ کا دنیا سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہونا ہی چاہئے۔ حضرت عیسیٰ کے شہدوں میں ہمیں اپنی تلواروں کو توڑ کر ان کے ہل بنالینہ چاہئے۔ ایک دوسرے پر آوشواس اور پڑائے سوارتہ اس راستہ میں رگارت ہیں۔ پر یہ رگارتیں بھی دھرم دھرم مکتی جا رہی ہیں۔ اس مکتی میں اس سے دو چیزیں سب سے اہمک مرد دیتی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ امریکہ کے شاکس بھی اب اس بات کو اپنے دلوں میں سمجھنے لگے ہیں کہ ہر طرح کی فوجوں اور فوجی ہتھیاروں میں سوریٹ روس اس سے امریکہ سے بڑھا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیاروں کے ختم ہو جانے پر بھی دیشوں دیشوں میں جو متبہد اور چھوٹے بڑے چھوڑے رہینگے ان کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہو۔ ہمیں اس بات کا آہسان اور حوشی ہے کہ امریکہ کی نیگرو جاتی نے اس بارے میں مہانا گاندھی کے افسانہک اسپوگ کے ہتیار کو اپنایا ہے۔ کسی سے بھر نہ ہو، دل میں کسی کا برا نہ ہو، ہرائی سے نفرت کرتے ہوئے بھی بڑے سے پریم اور ہمدردی ہو، انہما کے ساتھ کسی طرح کا سپوگ نہ ہو، خود اپنی جان پر کھل کر بھی انہما کو مثالے کا درجہ سنگھاپ ہو، اس طرح کے فیکرے نیگرو پادی کنگ کے ویاہیاہوں میں بڑے پڑے ہیں۔ ابھی تک دنیا کے بہت سے چارکوں کو یہ چھوڑی ہوئی اور غیر عملی پہلے ہی دکھائی دینے دنیا کے آگے کے چھوڑوں اور انہما کو ختم کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ طریقہ پھلتا جا رہا ہے اور پھلتا جا رہا ہے۔

اصلی علاج—فوج اور ہتھیاروں کا خاتمہ

اس خاترے کا پاسلی اور ٹیکاڈ ہلاک ایک ہی ہے اور یہ ہے ہتھیار بندی، یاہی دنیا بھر کی کڑیوں کا اور جگ کے ہتھیاروں کا ڈیرے ڈیرے کم کرنا اور آخری میں بیلکول ختم کر دینا۔ دنیا کے سب دیشوں کے بیچاروں کی نیگاہیں اس طرف لگی ہوئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے شاکس بھی دھرم دھرم اس ضرورت کو محسوس کرتے جا رہے ہیں۔ جنگ کا دنیا سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہونا ہی چاہئے۔ حضرت عیسیٰ کے شہدوں میں ہمیں اپنی تلواروں کو توڑ کر ان کے ہل بنالینہ چاہئے۔ ایک دوسرے پر آوشواس اور پڑائے سوارتہ اس راستہ میں رگارت ہیں۔ پر یہ رگارتیں بھی دھرم دھرم مکتی جا رہی ہیں۔ اس مکتی میں اس سے دو چیزیں سب سے اہمک مرد دیتی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ امریکہ کے شاکس بھی اب اس بات کو اپنے دلوں میں سمجھنے لگے ہیں کہ ہر طرح کی فوجوں اور فوجی ہتھیاروں میں سوریٹ روس اس سے امریکہ سے بڑھا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیاروں کے ختم ہو جانے پر بھی دیشوں دیشوں میں جو متبہد اور چھوٹے بڑے چھوڑے رہینگے ان کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہو۔ ہمیں اس بات کا آہسان اور حوشی ہے کہ امریکہ کی نیگرو جاتی نے اس بارے میں مہانا گاندھی کے افسانہک اسپوگ کے ہتیار کو اپنایا ہے۔ کسی سے بھر نہ ہو، دل میں کسی کا برا نہ ہو، ہرائی سے نفرت کرتے ہوئے بھی بڑے سے پریم اور ہمدردی ہو، انہما کے ساتھ کسی طرح کا سپوگ نہ ہو، خود اپنی جان پر کھل کر بھی انہما کو مثالے کا درجہ سنگھاپ ہو، اس طرح کے فیکرے نیگرو پادی کنگ کے ویاہیاہوں میں بڑے پڑے ہیں۔ ابھی تک دنیا کے بہت سے چارکوں کو یہ چھوڑی ہوئی اور غیر عملی پہلے ہی دکھائی دینے دنیا کے آگے کے چھوڑوں اور انہما کو ختم کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ طریقہ پھلتا جا رہا ہے اور پھلتا جا رہا ہے۔

آزاد ہند میں فوج نہیں رہنی چاہیے

بینوایا جی نے حال میں بیلکھن سب اور ٹیک کہا ہے کہ ہند اگر اپنی ساری فوجوں کو ایک دم ختم کر دے اور اپنے ہتھیاروں کو توڑ کر پھینک دے یا ہلوں اور ہنسوں میں بدل دالے تو دنیا کے سامنے اس معاملے میں ایک بہت بڑا آدمی پیش کر سکتا ہے۔ ہمیں یاد ہے مہاتما گاندھی کہا کرتے تھے کہ—آزاد ہند میں کوئی فوج نہیں رہنی چاہیے۔ پر ابھی تو شاہنشاہ ہند کے شاہک اور جنگا دونوں میں سے کسی میں بھی یہ ہمت نہیں ہے۔ ہم میں ابھی آتم وشواس کی کمی ہے۔ ہند اس معاملے میں چاہے دوسروں کے سامنے کسی دن مثال قائم کرے یا دوسروں کے پیچھے چلے جانا ہمیں اسی اور ہے۔

80-3-56.

—سندھ لال

—سندھ لال

30.3.56

راشٹر بھاشا کس اور؟

مہاتما پنڈت مदनمohan مالوی کے پوتے، سوانی پندت کھنکھانٹ مالوی کے پوتے، پندت پدمکھانٹ مالوی نے اپنا ایک بڑا بڑا بکچہ راشٹر بھاشا ہندی کے روبرو ہمارے پاس بھجوا دیا ہے۔ ہندی ساہتیہ کی چرچا کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ—”ہندی ساہتیہ کے ایک رشتہ دار کی سنگلیوتا (نگ نظری) اور دل ہندی کے گرن ہندی کے کلمے ہی اگر دوت (پیشوا) اور نرمانا (معمار) آج تک پرکھ میں نہیں آئے ہیں۔ اور اس گرن ہندی ساہتیہ کے ادھیکار میں آجکل کے ایتھس بھی نہ کیوں دیکھ اور پورے ہی نہیں ہیں بلکہ ایک نئی نئی پہلی یک طرفہ ہیں۔“

راشٹر بھاشا کس اور؟

اس کی وجہ پندت مادن کانت نے یہ بتائی ہے—”ہندی آندولن کے شروع زمانے سے ہی ساہتیہ کاروں کے دو دل رہے ہیں؛ ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساہتیہ کہتا رہا ہے اور انگریز سرکار کا کوہا پتھر تھا۔ کہول اسی دل کے لوگ پڑھنے کی پستکوں کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمیٹیوں میں لگے جاتے تھے اور اسکول کالجوں کے پڑھائی کے مضمونوں کو طے کرتے تھے۔ اس دل کے ذریعہ دوسرے گروہ کے ساہتیہ کاروں اور ساہتیہ کاروں کی طرف سے جنہیں راشٹر بھاشا کے لوگ کہتا تھیں وہاں پہرہا ہی ہوتی گئی اور انہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اسی راشٹر بھاشا کے لوگوں کی دچکوں پر پرکھ دالا جائے۔“

اس کی وجہ پندت مادن کانت نے یہ بتائی ہے—”ہندی آندولن کے شروع زمانے سے ہی ساہتیہ کاروں کے دو دل رہے ہیں؛ ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساہتیہ کہتا رہا ہے اور انگریز سرکار کا کوہا پتھر تھا۔ کہول اسی دل کے لوگ پڑھنے کی پستکوں کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمیٹیوں میں لگے جاتے تھے اور اسکول کالجوں کے پڑھائی کے مضمونوں کو طے کرتے تھے۔ اس دل کے ذریعہ دوسرے گروہ کے ساہتیہ کاروں اور ساہتیہ کاروں کی طرف سے جنہیں راشٹر بھاشا کے لوگ کہتا تھیں وہاں پہرہا ہی ہوتی گئی اور انہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اسی راشٹر بھاشا کے لوگوں کی دچکوں پر پرکھ دالا جائے۔“

اس کی وجہ پندت مادن کانت نے یہ بتائی ہے—”ہندی آندولن کے شروع زمانے سے ہی ساہتیہ کاروں کے دو دل رہے ہیں؛ ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساہتیہ کہتا رہا ہے اور انگریز سرکار کا کوہا پتھر تھا۔ کہول اسی دل کے لوگ پڑھنے کی پستکوں کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمیٹیوں میں لگے جاتے تھے اور اسکول کالجوں کے پڑھائی کے مضمونوں کو طے کرتے تھے۔ اس دل کے ذریعہ دوسرے گروہ کے ساہتیہ کاروں اور ساہتیہ کاروں کی طرف سے جنہیں راشٹر بھاشا کے لوگ کہتا تھیں وہاں پہرہا ہی ہوتی گئی اور انہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اسی راشٹر بھاشا کے لوگوں کی دچکوں پر پرکھ دالا جائے۔“

آج کل پندت مادن کانت جی نے لکھا ہے کہ—”ساہتیہ کے ان دونوں دلوں میں خاص کرکے راشٹر بھاشا کا رول بڑا ہے اس سبب سے کہ ایک دل ہندی کو سلسکت ہوتی کرتے کا طرفدار تھا اور دوسرا دل بھاشا کو

آج کل پندت مادن کانت جی نے لکھا ہے کہ—”ساہتیہ کے ان دونوں دلوں میں خاص کرکے راشٹر بھاشا کا رول بڑا ہے اس سبب سے کہ ایک دل ہندی کو سلسکت ہوتی کرتے کا طرفدار تھا اور دوسرا دل بھاشا کو

پاسان کر رہے ہوں۔ بالکل بالکل کی زبان کے نکٹ لانے کے پختہ سے
ہا۔ پہلے دن کے لوگوں کو بیداری سرکار کا سہارا حاصل
کا، کیونکہ یہ ایک ایسی زبان کا پختہ تھا جو ہندو اور مسلمانوں
کے بیچ کی کھائی کو چھڑی کر کے دلی تھی۔ یہ دل دوسرے
دل کا دور بھی تھا۔ اس لئے اس سے کی سرکار پر اپنے اثر اور
اپنے بڑے ہوئے سادہانوں میں وہ رشتہ دھار کے لوگوں کو پوری
طرح دیا دیکھ میں سمجھ ہو گیا۔ یہ نکتہ بڑے حد کی بات ہے
کہ ہمارے رشور دلیوں نے بھی رشتہ دھار کاروں کی طرف سے
ویسی ہی بے رخی اختیار کی۔ کارن صاف ہے۔ آج کے پوروسر
اور شکست سوہم اسی لہجہ کی باتوں کی آج ہیں۔ شکست
سنسکرت کے علاوہ رشتہ دھار کا بھی فرض ہے کہ وہ ہندی
سائنس کاروں کی رجحانوں اور سائنس کے انہاس کو مددگار اور
تھیک کرتے ہیں مدد سے۔“

پ۰ پدماکانت جی نے یہ بھی لکھا ہے کہ۔ ”کھار کمیشن
کے سامنے ایک سوال یہ بھی ہے کہ ہندی رشتہ دھار کا روپ کیا
ہو؟ انگریزی سرکار کے زمانے میں جو نہتی چلتی گئی تھی اسے
آج کی بنی ہوئی حالت میں رشتہ دھار سرکار کو بدل دینا
چاہئے۔ یہی یہ دیکھا جائے کہ پہلے والی نہتی رشتہ دھار تھی۔
بھارت کی ابتدا کے لئے ہندی کو سنسکرت نہتہ بنانے کی اشد
کے ہم چل کا آج پوری طرح پورہ غلہ ہو چکا ہے۔“ اس
سندھ میں یہ وشہی روپ سے دھیان میں رکھنے کی بات ہے کہ
سنسکرت کے بڑے سے بڑے پنڈت جیسے مہاتما پاندیا پنڈت
شو کمار شاستری ہندی کو سنسکرت نہتہ بنانے کے ردھی
تھے۔“

پ۰ پدماکانت جی نے ہمیں یہ بھی یاد دلایا کہ سرگھ
مہاتما پنڈت مدن موہن جی مالوی ملی جلی باستادارہ بول چال
کی بھاشا کے پختہ میں تھے اور ’’اشچریہ‘‘ جیسے تنسم شبدوں کی
جگہ ’’لہجہ‘‘ جیسے تدبیر شبدوں کے استعمال کے حق میں
تھے۔

پنڈت پدم کانت جی کے لین وچاریوں میں سچائی، نازکی
اور روانی صاف جہلکتی ہے۔

—مندرلالت

—مندرلالت

پ۰ پدماکانت جی کے ان بیچاروں میں سچائی، تازگی
اور رباکاری صاف ملکتی ہے۔

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	دাম	نام کتاب	لکھک
1. شہر-بہو-شاہری	بھائی بھوپالپراسا	8 0 0	1. شہر و شاہری	بھائی بھوپالپراسا
2. شہر-بہو-سرخن	"	8 0 0	2. شہر و سرخن	"
3. گھرے پانی پٹ	"	2 8 0	3. گھرے پانی پٹ	"
4. ہمارے آوارہ	بھائی بنارسیداس	3 0 0	4. ہمارے آوارہ	بھائی بنارسیداس
5. سنسکرت	چترویدی	3 0 0	5. سنسکرت	چترویدی
6. دو ہزار برس پرانی کہانیاں	بھائی جگدیپچندر جین	3 0 0	6. دو ہزار برس پرانی کہانیاں	بھائی جگدیپچندر جین
7. ج्ञान गंगा	بھائی ناراین ساد جین	6 0 0	7. ج्ञान गंगा	بھائی ناراین ساد جین
8. पंच चिन्ह	بھائی شانتی प्रिय द्विवेदी	2 0 0	8. पंच चिन्ह	بھائی شانتی प्रिय द्विवेदी
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.
10. आकाश के तारे धरती के फूल	بھائی कन्हैयालाल मिश्र	2 0 0	10. आकाश के तारे धरती के फूल	بھائی कन्हैयालाल मिश्र
11. मुक्ति दूत	بھائی वीरेन्द्र कुमार	0 0	11. मुक्ति दूत	بھائی वीरेन्द्र कुमार
12. मिलन यामिनी	जैन एम. ए.	4 0 0	12. मिलन यामिनी	जैन एम. ए.
13. रजत रश्मि	ब्रह्मचर	2 8 0	13. रजत रश्मि	ब्रह्मचर
14. मेरे बापू	डॉक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	14. मेरे बापू	डॉक्टर रामकुमार वर्मा
15. बिरब संघ की ओर	ब्रह्मचर	2 8 0	15. बिरब संघ की ओर	ब्रह्मचर
16. भारतीय अर्थशास्त्र	पंडित सुन्दरलाल	3 0 0	16. भारतीय अर्थशास्त्र	पंडित सुन्दरलाल
17. भारतीय शासन	भगवानदास केला	0 0	17. भारतीय शासन	भगवानदास केला
18. नागरिक शास्त्र	ब्रह्मचर	3 0 0	18. नागरिक शास्त्र	ब्रह्मचर
19. साम्राज्य और उनकी पत्तन	"	2 4 0	19. साम्राज्य और उनकी पत्तन	"
20. भारतीय स्वाधीनता	"	2 8 0	20. भारतीय स्वाधीनता	"
अभ्युत्थान	"	1 4 0	अभ्युत्थान	"
21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था	"
22. हमारी आदिम जातियां	ब्रह्मचर	3 8 0	22. हमारी आदिम जातियां	ब्रह्मचर
23. अर्थशास्त्र शब्दावली	ब्रह्मचर	2 0 0	23. अर्थशास्त्र शब्दावली	ब्रह्मचर
24. नागरिक शिक्षा	ब्रह्मचर	1 8 0	24. नागरिक शिक्षा	ब्रह्मचर
25. राष्ट्र मंडल शासन	ब्रह्मचर	1 8 0	25. राष्ट्र मंडल शासन	ब्रह्मचर
26. जवानो	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	26. जवानो	महात्मा भगवानदीन
27. मारने की हिम्मत !	"	1 0 0	27. मारने की हिम्मत !	"
28. सलोना सच	"	0 8 0	28. सलोना सच	"
29. मेरे धापी	"	1 0 0	29. मेरे धापी	"

मिशन का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

सांस्कृतिक साहित्य

سانسکرتک ساھتیہ

हज़रत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولیہ—تین روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سنذر کوئی دوسری پستک نہیں

हज़रत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولیہ—ڈیڑھ روپیہ

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

مہاتما زرتھستر اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سمیر بابل اور اسوریا کی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

گنگا سے گومتی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

آگ اور آنسو

(بھاپورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—ڈیڑھ روپیہ

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—भौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभेद

لیکھک—مولانا ابولکلام آزاد، قیمت—ڈیڑھ روپیہ

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराऊ, कीमत—तीन रुपया

جھنکار

(پرگتی شیل کویتاؤں کا سنگره)

لیکھک—رگھوپتی سہاے کیراؤ، قیمت—تین روپیہ

मिलने का पता ملنے کا پتہ

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी ہندستانی کلچر سوسائٹی

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद 145 مٹی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کلتچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیवाद کے ماننے جانے

بیڈان : شری مننجر اہلی ساندھتا

مکے 225، کرمات داں رپیا

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھون دلچسپ کتاب)

لکھکا—کودسیا جیدی

بھمیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

ماتا کاراج، ماتا ڈاڈپ، بھون-سی رنگین تسمیرے

دام داں رپیا

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 مکے، دام ڈاڈ رپیا

ہندو مسالیم اکاتا

100 مکے، دام بارہ آان

مہاتما گاندھی کے بالیدان سے سبک

کرمات بارہ آان

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمات چار آان

بنگال اور اس سے سبق

کرمات داں آان

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھانج ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیواد کے ماننے جانے

بیڈان : شری مننجر اہلی ساندھتا

مکے 225، کرمات داں رپیا

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

لکھکا—کودسیا جیدی

بھمیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

ماتا کاراج، ماتا ڈاڈپ، بھون-سی رنگین تسمیریں

دام داں رپیا

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 مکے، دام ڈاڈ رپیا

ہندو مسلم ایکتا

100 مکے، دام بارہ آان

مہاتما گاندھی کے بالیدان سے سبق

کرمات بارہ آان

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمات چار آان

بنگال اور اس سے سبق

کرمات داں آان

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھانج ایلاہاباد

نیا حکم

اس نمبر کے خاص نمبر JUN 1958 DELHI

بuddhism اور اسلام

بuddhism اور اسلام

— شری مولوی ضیاء الدین صاحب

چین میں بoudhism

چین میں بoudhism

— پروفیسر تان-بن-شان

— پروفیسر تان-بن-شان

ہندوستان کی کلچر پر بoudhism مذہب کی چاپ

— آچاریہ دھرم چند کوسامبھی

— آچاریہ دھرم چند کوسامبھی

آتم ویدیا (علم روحانی) — آپ بیتی

— ڈاکٹر بھگوان داس

— ڈاکٹر بھگوان داس

چین میں علاج کا پراانا طریقہ

چین میں علاج کا پراانا طریقہ

— پنڈت سندر لال

— پنڈت سندر لال

اس کے علاوہ

اس کے علاوہ

دیس بیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سپاڈکی نوٹ

دیس بیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سپاڈکی نوٹ



NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

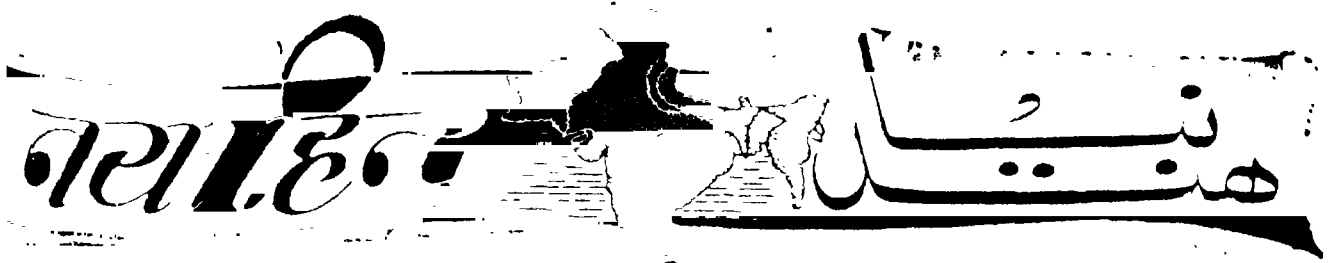
Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.



नمبر 5 नम्बर 5 جلد 21 जिल्द

मई 1956 मئی

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145' मئی گنج الہ آباد

مئی 1956 مई

<u>کتاب کا نام</u>	<u>صفحہ</u>	<u>نویس</u>
1. بھدھ دھرم اور اسلام		1. بھدھ دھرم اور اسلام
—شری مولوی شہا الدین صاحب	238	—شری مولوی شہا الدین صاحب
2. چین میں بھدھ دھرم		2. چین میں بھدھ دھرم
—پروفیسر نان - پن - شان	239	—پروفیسر نان - پن - شان
3. یونانی وچار دھارا اور بھدھ دھرم		3. یونانی وچار دھارا اور بھدھ دھرم
—شری ٹی . وولاند ایم . اے .	253	—شری ٹی . وولاند ایم . اے .
4. ہندوستان کی کلچر پر بھدھ مذهب کی چھاپ		4. ہندوستان کی کلچر پر بھدھ مذهب کی چھاپ
—آچاریہ دھرمائنند کوسمبی	256	—آچاریہ دھرمائنند کوسمبی
5. محمد صاحب کے کچھ اُپدیش		5. محمد صاحب کے کچھ اُپدیش
—انورادک : شری مجیب رضوی	269	—انورادک : شری مجیب رضوی
6. آتم ودیا (روحانی) —آپ بھتی		6. آتم ودیا (روحانی) —آپ بھتی
—ڈاکٹر بھگوانداس	272	—ڈاکٹر بھگوانداس
7. چین میں علاج کا پرانا طریقہ		7. چین میں علاج کا پرانا طریقہ
—پنڈت سندر لال	278	—پنڈت سندر لال
8. ہماری رائے —		8. ہماری رائے —
مہاتما بھدھ کی یاد میں —وشومہیر نامہ پانڈے	282	مہاتما بھدھ کی یاد میں —وشومہیر نامہ پانڈے

جس زمانے میں مسلم و ہندوؤں نے ہندو کتابوں کا عربی نسخہ میں ترجمہ کیا اُس سے بہت پہلے اور جس زمانے میں ہندو سرسہ ملکوں کے مسلم پاتری ہندستان آکر یہاں سے اُس ملک کی چالکاری حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں کو لوٹے اُس سے پہلے ایرانی ادب کے ذریعہ اور ایران کے کچھ دور دور کے حصوں میں ہندو دھرم کے بچے کچھ اثر کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندستان کے مذہبی خیالوں کی کافی جھلک مل چکی تھی۔ یہ مسلمانوں ہندوؤں کو 'سائیہ' کہا کرتے تھے۔ 'بدھ' یا 'بہت' لفظ جو بدھ کا بگڑا ہوا روپ ہے، کافی پہلے گرتے گرتے 'سورتی' کے معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا۔ اُس کے اور کچھ معانی رہے ہی نہیں گئے تھے۔ یہ لوگ 'ہزاف' کو ہندو مذہب کا بانی سمجھتے تھے۔ ہزاف 'ہودھستو' کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ مسلمانوں کے بلخ، ٹرانس آکسیانا، خراسان، ترکستان، ایران اور ایک درجہ تک عراق فاتح کرنے سے پہلے ان سب ملکوں میں ہندو دھرم پھیل چکا تھا۔ ان ملکوں کے لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی وہاں کے ہندو پڑھتوں نے فوراً اپنا پرچار بند نہیں کر دیا۔ ان کے 'ہراکیم' تب اور یوگ کے طریقے اور ان کا مذہبی نظریہ یہ سب چیزیں برابر پہلے ہی کی طرح نئے مسلمانوں میں اپنا کام کرتی رہیں اور اپنا اثر ڈالتی رہیں۔ 'تسیدج' یعنی 'مالا' اور اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں مسلمانوں کو ہندوؤں سے ورثہ میں ملیں۔ 'علم معرفت' یعنی 'ادھیاتم' میں سورتوں کا 'نڈا' کا اصل ہندوؤں کے 'نردان' سے لیا گیا ہے۔ صرفوں کے مطابق 'ساک'، یعنی 'یوگی'، 'نفاقی اللہ' یعنی 'یشور' میں لپن' ہوجانے سے پہلے جن 'مقامات' یا چکروں میں ہو کر گذرتا ہے وہ سب ہندو یا کم سے کم ہندستانی ہیں۔

ہاتھ اور بھڑا کے ایمان میں یہ ایک ہر دست رواج تھا کہ جو بار بار اپنے پرانے ہودہ خاندان اور ہودہ رواجوں کو اپناتے رہتے تھے۔ شاید اور سب دیشوں کے مقابلے میں اپنے ملکوں میں ہی ہودہ دھرم سب سے زیادہ دیر تک بنا رہا۔ ابو نصر احمد بن نورسختی

(سن 648 ई.) अपनी "تاریخ بخارا" میں لکھتا ہے کہ—
 "بخارا کے لوگ بار بار مسلمان کر لیے جاتے تھے۔ یہ
 اسلام قبول کر لیتے تھے اور ہر بار چھوٹی کہ عرب ان
 کے ملک سے چلے آتے تھے پھر اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب میں
 چلے جاتے تھے۔" بخارا کے پرانے اہلسن کا ذکر کرتے ہوئے وہ
 کہتا ہے— "سال میں دو مرتبہ یہاں بازار لگا کرتا تھا جس
 میں مورتیاں بکا کرتی تھیں۔ ایک ایک دن میں پچاس
 پچاس ہزار درہم کی مورتیاں بک جاتی تھیں... بخارا کے
 لوگ پہلے بہت بدست (مورتی پوجک) رہے چکے تھے اور سال
 میں دو بار مورتیوں کی فروخت ان کے دیہی کا ایک مستقل
 رواج ہو گیا تھا۔ اصلی عربی تاریخ کے مصنف محمد بن جعفر
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بازار اُس کے وقت تک برابر
 لگتا رہا۔ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ نکالتے
 ہیں کہ "سن 648" اور یہ نتیجہ بہت غلط نہیں ہو سکتا کہ
 وہاں کے لوگوں کے اسلام دھرم قبول کر لینے کے بعد بھی کسی نہ
 کسی زیادہ باریک چیز کا یعنی بدھ دھرم کے کسی نہ کسی
 زیادہ اصلی اور زبردست اصول کا اثر ان کے دلیں اور دماغوں
 پر اپنا کام کرنا رہا ہوگا۔ عباسی خلیفوں کے زمانے میں ہرمکیوں
 نے جو کچھ کزناسم دہلائے ان سے یہ بات بنا کسی شک اور
 شبہ کے پوری طرح ثابت ہوتی ہے۔

ہرمکی شروع میں بلخ ہی کے رہنے والے تھے۔ سن 652
 عیسوی میں خلیفہ عثمان کے زمانے میں مسلمانوں نے بلخ کو
 فتح کیا۔ وہاں کے بدھ مندر "نروہار" کا خاص پرہت "ہرمک"
 کہلاتا تھا۔ ہرمک سنسکرت لفظ "ہرمک" سے بنا ہے۔ ہرمک
 کو تود کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہاں
 پر وہ مسلمان ہو گیا کیونکہ لکھا ہے کہ وہاں سے بلخ واپس آئے پر
 اُس نے پھر اپنا پرانا دھرم اختیار کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہاں کے
 لوگوں نے اسے اب اچھوت سمجھا۔ انہوں نے اسے پرہتائی کے
 رتبہ سے ہٹا کر اُس کے لڑکے کو اُس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اسے
 ہی وہ اپنا دھرم گرو ماننے لگے۔ اُس کے بعد بدھ ترک راجا
 مذاق ترقیوں نے خلیفہ سازگی کر کے ہرمک اور اُس کے دس
 بیٹوں کو مروا ڈالا۔ اُس پر ہرمک کی بیوی اپنے سب سے
 چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر جان بچا کر کشمیر چلی گئی۔
 ہرمک کے بیٹے "چھوٹے ہرمک" کو کشمیر میں "بدک"
 جوتھی اور دوسری بھارتی دھماؤں کی تعلیم دی گئی۔
 اُس نو جوان ہرمک کو آخر میں بلخ واپس بلایا گیا

*—Tarikh-e-Bukhara, Ed. O. Shefer, Paris, 1892, p. 18.

†—Ibid. pp. 18-19.

کیا ہے—”اگر کچھ بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو کس بادشاہ کو دیکھو جو ککریوں سے کپڑے پہن کر رہتا ہے۔ بادشاہوں میں یہی سب سے بڑا بادشاہ ہے۔“ یہ کلمہ پورانے بکھ کے ایک ایسے کتبے کے مطابق ہے جو بادشاہ اور اس کی گولہ ہیں جسے لوگ بہت سے پھل چکے تھے۔ * کتبے آبادان نے اپنے زمانے کے کچھ خاص خاص صوفی مسلمانوں کا ذکر کیا ہے۔ ان لوگوں کے ادبی خیالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہشت وادی تھے اور ان پر مانی کے خیالات کا اثر تھا۔ لیکن جہاز نے جس طرح ان لوگوں کے خیالات کو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے خیالات مانی کے اصولوں کے مقابلے میں بڑھ دھرم سے زیادہ ملتے تھے۔

”کرتلندی یعنی یربوراچمتا کا وہ بہ مطلب لیتے تھے کہ ان میں سے کوئی دو رات ایک گھر میں نہ رہے۔ ان میں جو لوگ قلندر تھے وہ ہمیشہ دو دو کر کے چلتے تھے اور چار قاعدوں کو ملتے تھے—نقیری، پاکیزگی، سچائی اور غریبی۔“

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف بڑھ قصہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اتنے پیٹے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ بات یہ تھی کہ ان پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک شترمرغ نکل گیا تھا۔ ان پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اس پرندے کے ساتھ دغا کونا جس سے اسے تکلیف پہنچائی جاوے یعنی اسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار مار کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

”کرتلندی یعنی یربوراچمتا کا وہ بہ مطلب لیتے تھے کہ ان میں سے کوئی دو رات ایک گھر میں نہ رہے۔ ان میں جو لوگ قلندر تھے وہ ہمیشہ دو دو کر کے چلتے تھے اور چار قاعدوں کو ملتے تھے—نقیری، پاکیزگی، سچائی اور غریبی۔“

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف بڑھ قصہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اتنے پیٹے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ بات یہ تھی کہ ان پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک شترمرغ نکل گیا تھا۔ ان پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اس پرندے کے ساتھ دغا کونا جس سے اسے تکلیف پہنچائی جاوے یعنی اسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار مار کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف بڑھ قصہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اتنے پیٹے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ بات یہ تھی کہ ان پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک شترمرغ نکل گیا تھا۔ ان پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اس پرندے کے ساتھ دغا کونا جس سے اسے تکلیف پہنچائی جاوے یعنی اسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار مار کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

—Goldziher, Transaction of the Ninth Congress of the Orientalists, Vol. II p. 114

†—Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol II p. 189.

چین میں بوند بھرم

پروفیسر تان - یں - شان

دو ہزار برسوں سے زیادہ ہوئے جب بودھ دھرم نے بھارت
 کی جہلم لیا تھا اور قریب دو ہزار برس ہوئے جب بودھ دھرم
 کی بار چین میں پہنچا تھا۔ بودھ دھرم کے چین پہنچنے
 لے ایک تاریخ بتا سکتا بہت مشکل ہے۔ پھر یہی چینی
 تاریخ کے بیانات کے مطابق بودھ دھرم پہلی بار ہان راج گھرانے
 میں۔ تی راجا کے راج کے زمانے کے دسویں سال میں یعنی
 67ء میں چین پہنچا۔ لیکن دوسری کتابوں کی بنا پر
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ بودھ دھرم چن راج گھرانے کے ہی پہلے
 کی سن 207-246 عیسوی بیشتر چین پہنچ چکا تھا۔
 ل کے طور پر پرانے چینی گوتہ لہتسو میں مندرجہ ذیل
 بتاتا ہے۔

”کنفیرنسیس نے کہا ہے ’میں نے پیچہم کے ایک سنت کی
 رچا سنی ہے‘ جس نے بغیر حکومت کے بلدیہست قائم کیے‘
 میں نے بغیر اُپدیہوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر
 چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت اُتلا بڑا اور
 نادر تھا کہ لفظوں کے سہارے اُس کی تعریف نہیں کی
 جاسکتی۔“

جہاں تک میں جانتا ہوں کنگھوسس بدھ کے زمانے میں
 موجود تھے اور پچھم سے اُن کا مطلب پر شک بھارت سے تھا۔
 میں میں یہ پُرانا رواج ہے کہ وہاں بھارت کو "پچھمی راج"
 "مغربی بھارت" اور چین کو "مسطوی راج" یا "شاندار
 ک" کہا جاتا تھا۔ جب کنگھوسس نے پچھمی راج کے ایک
 لت کی تعریف کی تو اُس میں کوئی شک نہیں کہ اُس سے
 کی مراد بدھ اُن کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔
 لے دوسری چینی کتاب "پراتن درون (بھانات مافی)"
 کی ہے۔ اُس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ
 ہا چینک راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18
 ہو بدھ گرتے اور بدھ کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔
 ہا پیشوں کے نیتا سم - لی - فانگ تھے۔ جن راج کے
 ہنگ سمرات کے چوتھے سال میں پہلی سن 268ء پھتر کا
 واقعہ ہے۔ اُس وقت تمام چین چینک راجا کے قبضہ میں
 ا۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں
 یہ پڑتے ہیں۔ اُن سب کا پہلی پہلی ترسکا نامکن ہے۔
 والی آہتا ہے کہ جب بدھ خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

تجارت کر رہے تھے، اس وقت کے ہی چین نے ان کے بارے میں سنا ہوگا اور ہان-راہن-تھ کے 300 سال پہلے بौद्ध धर्म چین میں پہنچ چکا تھا۔ مگر چین کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب سے چین میں پہنچے۔ بौद्ध धर्म کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب سے چین میں پہنچے۔ بौद्ध धर्म کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب سے چین میں پہنچے۔

بہرحال اگر ہم یہ بتانا چاہیں کہ ہان-راہن-تھ کے 300 سال پہلے بौद्ध धर्म چین میں پہنچ چکا تھا، تو ہمیں یہ بتانا پڑے گا کہ ہان-راہن-تھ کے 300 سال پہلے بौद्ध धर्म چین میں پہنچ چکا تھا۔

ہاں، اگر ہم یہ بتانا چاہیں کہ ہان-راہن-تھ کے 300 سال پہلے بौद्ध धर्म چین میں پہنچ چکا تھا، تو ہمیں یہ بتانا پڑے گا کہ ہان-راہن-تھ کے 300 سال پہلے بौद्ध धर्म چین میں پہنچ چکا تھا۔

یہاں پر یہ بتانا ناممکن ہے کہ ہان-راہن-تھ کے 300 سال پہلے بौद्ध धर्म چین میں پہنچ چکا تھا۔

को अपने कंधे पर हाथ डुबाने से पहले इसका अच्छा पढ़ा। उसने अपनी नज़रें में एक कल्पित था। उसने राइनराह से कहा कि इस कहानी की मदद बाकी है कि सिपन-बु यानी भारत में बुद्ध का प्रभाव हुआ है। सचमुच ने कीरन सिपहसालार स्टाई-बिन और दीवान बाज़-सुन को एक दस्ते के साथ, बौद्ध धर्म का इस्तक़्बाल करने के लिये ल्येन-बु यानी भारत भेजा। स्टाई-बिन अपने दस्ते के साथ सन् 65 ई० में लोतान पहुँचा, वहाँ क्रिस्तम से अचानक उनकी काश्यप मार्तग और गोभरय से मुलाकात हो गई। यह दोनों भारती संत बौद्ध ग्रंथों और बुद्ध की मूर्तियाँ लेकर "पूर्वी देश" की तरफ़ जा रहे थे। स्टाई-बिन मग अपने दस्ते के उन लोगों के साथ वापस चीन लौट आया। यह लोग चीनी राजधानी लो-बज़ शहर में राइनराह मिन-ति के दसवें साल में पहुँचे। बुद्ध बौद्ध ग्रंथ और बुद्ध की मूर्तियाँ सफ़ेद रंग के घाड़ों पर लदी हुई थीं इसलिये राइनराह ने उनके लिये एक लाख मन्दिर बनवाकर उसका नाम "पे-मा-स्तु" यानी सफ़ेद घोड़ों का मन्दिर रक्खा। इन बौद्ध ग्रंथों और मूर्तियों को उसी मन्दिर में रक्खा गया। चीन का सब से पहला बौद्ध मन्दिर यही है और अब भी वस्तु चीन में होना नानी सुवे के लो-यंग शहर के बाहर यह मन्दिर अजीब रानो शौकत के साथ खड़ा है। इससे आसानी से अन्दाज़ा किया जा सकता है कि शाही देख भाल में बौद्ध धर्म का इस वक्त चीन में कितना बड़ा इस्तक़्बाल हुआ होगा ? चीनी जनता में हान-मिन-ति राइनराह के बौद्ध धर्म के इस्तक़्बाल की यह कहानी दो हजार साल से मज़हूर है। इस कहानी से यह नतीजा निकल सकता है कि हान-मिन-ति के राज के जमाने के बहुत पहले से भारती और चीनी कलसकों का आपसी लेन देन होता रहा होगा और बौद्ध धर्म का चीनी जनता में प्रचार होगा। अगर यह नहीं था तो राइनराह कैसे अचानक पेसा ख़ाब देख सकता था ? वहीर कैसे उसे बुद्ध का नाम बता सकता था ? राइनराह कैसे अपने सिपहसालार और दीवान को बौद्ध धर्म की लोज़ करने के लिये भेज सकता था ? और यह कैसे मुमकिन था कि मार्तग और गोभरय रास्ते में उनको चीन आते हुए मिल आये ? यह सारे बजूहात इतने साफ़ हैं कि इनके लिये किसी दलील की जरूरत नहीं।

काश्यप मार्तण और गोभरख सकेद चोड़ों के मन्दिर में रहकर बौद्ध धर्म का प्रचार करते रहे. साथ ही साथ उन्होंने कई बौद्ध ग्रंथों का चीनी खान में तर्जुमा किया. उनके तर्जुमा किये हुए ग्रंथों में सब में खास "42 अध्यायों (वाचों) वाला धर्म ग्रंथ है. यह धर्म ग्रन्थ चीनी स्वभाव के विस्तृत सुवाचिक है और सब से लेकर सब तक चीनी जनता को लेकर उम्मा सुवाचा करती है. लेकिन यह कहना

تو اپنے خواب کی بات سنا کر اُن سے اِس کا مطلب پوچھا۔ اِس نے دُوبوں میں ایک فو - ای - تھا۔ اِس نے شہنشاہ سے کہا کہ اِس خواب کی یہ تعبیر ہے کہ تینوں - جو - یعنی بھارت میں بدھ کا اُتار ہوا ہے۔ سمراٹ نے فوراً منہ مار کر تسائی - بن اور دیوان وانگ - تسوں کو ایک دستہ کے ساتھ 'بودھ دھرم' کا استقبال کرنے کے لئے تینوں - جو - یعنی بھارت پہونچا۔ تسائی - بن اپنے دستہ کے ساتھ سن 65 ع میں ختن پہونچا۔ وہاں قسمت سے اچانک اُن کی کٹھپ مانتگ اور کوبھن سے ملاقات ہو گئی۔ یہ دونوں بھارتی سنت بودھ گرو تھیں اور بدھ کی مورتیاں لیکر "پوری دیھ" کی طرف جارہے تھے۔ تسائی - بن منہ اپنے دستہ کے اُن لوگوں کے ساتھ واپس چھن لوٹ آیا۔ یہ لوگ چھنی راجدھانی لو - ینگ شہر میں شہنشاہ من - تی کے راج کے دسویں سال میں پہونچے۔ چونکہ بودھ گرتھ اور بدھ کی مورتیاں سفید رنگ کے گھوڑوں پر لدی ہوئی تھیں اِس لئے شہنشاہ نے اُن کے لئے ایک خاص مندر بنوا کر اُس کا نام "پے - ما - سجو" یعنی سفید گھوڑوں کا مندر رکھا۔ اُن بودھ گرتھیں اور مورتیاں کو اُسی مندر میں رکھا گیا۔ چین کا سب سے پہلا بودھ مندر یہی ہے اور اب بھی وسط چین میں ہونان نامی صوبے کے لو - ینگ شہر کے باہر یہ مندر عجیب شان و شوکت کے ساتھ کھڑا ہے۔ اِس سے اُسائی سے اُنڈازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہی دیکھ بھال میں بودھ دھرم کا اُس وقت چین میں کتنا بڑا استقبال ہوا ہوگا؟ چینی جنتا میں ہاں - من - تی شہنشاہ کے بودھ دھرم کے استقبال کی یہ کہانی دو ہزار سال سے مشہور ہے۔ اِس کہانی سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہاں - من - تی کے راج کے زمانے کے بہت پہلے سے بھارتی اور چینی فلسفوں کا آپسی لین دین ہوتا رہا ہوگا اور بودھ دھرم کا چینی جنتا میں پرجار ہوگا۔ اگر یہ نہیں تھا تو شہنشاہ کیسے اچانک ایسا خوب دیکھ سکتا تھا؟ وزیر کوسہ اُسے بدھ کا نام بتا سکتا تھا؟ شہنشاہ کیسے اپنے سپہسالار اور دیوان لو بودھ دھرم کی کوج کرنے کے لئے بھیج سکتا تھا؟ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ مانتگ اور گوبھن راستے میں اُن کو چین آتے ہوئے مل جاتے؟ یہ سارے وجوہات اتنی صاف ہیں کہ اُن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

کلاسیک ماتنگ اور گوبدون سفید گوبڑوں کے مندر میں
 دھرم دھرم کا پرچار کرتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں نے کئی
 ہندو گرنتمیں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اُن کے ترجمہ
 کلمے ہوئے گرنتمیں میں سب میں خاص "42 آدھیاوی
 (بابوں) والا دھرم گرنتم ہے۔" یہ دھرم گرنتم چینی
 سوہیاؤ کے بالکل مطابق ہے اور تب سے لیکر اب تک
 چینی جلتا برابر اُس کا مطالعہ کرتی ہے۔ لیکن یہ کہتا

کتابا मुनास्त्रिह होता कि यह "42 अध्यायों वाला ग्रंथ" एक तरह का तिर्थांक है, यह ग्रंथ ग्रंथ किसी एक किताब का तर्जुमा नहीं है बल्कि कई बौद्ध किताबों के कथाल उसमें शामिल किये गये हैं, ऐसे कथाल जो मनो-वैज्ञानिक नज़रिये से चीनी जनता के मुताबिक थे। पुराने चीनी ग्रंथ ग्रंथों के साथ इस ग्रंथ का पूरा मेल था, पुराने चीनी ग्रंथ जैसे "माता पिता की भक्ति", "चार पुस्तकें" और "लाओ-त्सु" और यह "42 अध्यायों वाला ग्रंथ" एक ही तरह की तात्वीमों से भरे हैं, अगर इस बौद्ध ग्रंथ में से "बुद्ध ने कहा," "हे भिक्षुओं" जैसे अल्फाब निकाल दिये जायें तो पढ़ने वाले मुश्किल से उसे बौद्ध धर्म का कोई ग्रंथ समझेंगे, संकलन के अलावा मातंग और गोभरख ने और दूसरे तर्जुमों में भी किये थे कि जिनका इस वक्त कोई पता नहीं चलता, इसके दसियों साल बाद पार्थिया के शाहजादे इन्कराओ राहिनशाह हान-हुआन-ति (148 ई०) के वक्त में चीन आये, इन्कराओ के बाद ही शक हिन्द के मराहुर भिक्षु लोकरक्ष भी चीन पहुँचे, इन दोनों बौद्ध सन्तों ने, जो बौद्ध धर्म के अच्छे जानकार थे और बहुत बड़े आलिम थे, चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार किया और बौद्ध ग्रंथों का चीनी ज़बान में तर्जुमा करने का काम शुरू किया, इन्कराओ ने "लो-यंग" में 20 साल से ज्यादा बौद्ध धर्म की किताबों का चीनी ज़बान में तर्जुमा किया, इन अनमोल ग्रंथों के पढ़ने के बाद चीनियों ने बौद्ध अद्वय की गहराई और धर्म की असलियत को ठीक ठीक समझना शुरू किया, उसके बाद भारत से कई बौद्ध सन्त और आलिम चीन आये और उन्होंने चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार किया, उनमें ज्यादा मराहुर यह हैं—बुद्ध भद्र, धर्म रक्ष, कुमार जीव, बोधी धर्म, सुभाकर, वज्रबोधी और अमोघ इन बौद्ध सन्तों और आलिमों के कामों और उनकी कामयाबी का इस छोटे से मसमून में दिखला सकना नामुमकिन है,

कई बड़े बौद्ध भिक्षु रास्ते की सैकड़ों मुसीबतें उठाकर भारत से चीन पहुँच रहे थे, उन्हें देख देखकर चीनी भिक्षुओं में बौद्ध धर्म की जन्मभूमि भारत जाने की ज़बदस्त इच्छा पैदा हुई, सफ़र की तमाम मुसीबतों का सामना करने की उनमें हिम्मत आई, ऐसे चीनी भिक्षु जो भारत पहुँचे उनमें सबसे खास सिन राज घराने के वक्ता का चीनी बौद्ध सैवाह फाहियान है, फाहियान 5वीं सदी ईसवी के शुरू में वस्त एशिया होते हुए भारत पहुँचा, सिंधियों राजघरानों में 15 साल बिताकर वह बौद्ध ग्रंथों का कथाना लेकर चीन वापस पहुँचा, 7वीं सदी के 'तांग' राजघराने के वक्ता में एक दूसरा चीनी भिक्षु ह्वेन-त्सांग वस्त एशिया होते हुए भारत पहुँचा, ह्वेन-त्सांग ने 17 वर्ष की बीबाद में सैकड़ों राजधानियों का ख़तर किया और

बाद में मुसलमानों ने भी "42 अध्यायों वाला ग्रंथ" एक तरह का तिर्थांक है, यह ग्रंथ ग्रंथ किसी एक किताब का तर्जुमा नहीं है बल्कि कई बौद्ध किताबों के कथाल उसमें शामिल किये गये हैं, ऐसे कथाल जो मनो-वैज्ञानिक नज़रिये से चीनी जनता के मुताबिक थे, पुराने चीनी ग्रंथ जैसे "माता पिता की भक्ति", "चार पुस्तकें" और "लाओ-त्सु" और यह "42 अध्यायों वाला ग्रंथ" एक ही तरह की तात्वीमों से भरे हैं, अगर इस बौद्ध ग्रंथ में से "बुद्ध ने कहा," "हे भिक्षुओं" जैसे अल्फाब निकाल दिये जायें तो पढ़ने वाले मुश्किल से उसे बौद्ध धर्म का कोई ग्रंथ समझेंगे, संकलन के अलावा मातंग और गोभरख ने और दूसरे तर्जुमों में भी किये थे कि जिनका इस वक्त कोई पता नहीं चलता, इसके दसियों साल बाद पार्थिया के शाहजादे इन्कराओ राहिनशाह हान-हुआन-ति (148 ई०) के वक्त में चीन आये, इन्कराओ के बाद ही शक हिन्द के मराहुर भिक्षु लोकरक्ष भी चीन पहुँचे, इन दोनों बौद्ध सन्तों ने, जो बौद्ध धर्म के अच्छे जानकार थे और बहुत बड़े आलिम थे, चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार किया और बौद्ध ग्रंथों का चीनी ज़बान में तर्जुमा करने का काम शुरू किया, इन्कराओ ने "लो-यंग" में 20 साल से ज्यादा बौद्ध धर्म की किताबों का चीनी ज़बान में तर्जुमा किया, इन अनमोल ग्रंथों के पढ़ने के बाद चीनियों ने बौद्ध अद्वय की गहराई और धर्म की असलियत को ठीक ठीक समझना शुरू किया, उसके बाद भारत से कई बौद्ध सन्त और आलिम चीन आये और उन्होंने चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार किया, उनमें ज्यादा मराहुर यह हैं—बुद्ध भद्र, धर्म रक्ष, कुमार जीव, बोधी धर्म, सुभाकर, वज्रबोधी और अमोघ इन बौद्ध सन्तों और आलिमों के कामों और उनकी कामयाबी का इस छोटे से मसमून में दिखला सकना नामुमकिन है,

कئی बड़े बौद्ध भिक्षु रास्ते की सैकड़ों मुसीबतें उठाकर भारत से चीन पहुँच रहे थे, उन्हें देख देखकर चीनी भिक्षुओं में बौद्ध धर्म की जन्मभूमि भारत जाने की ज़बदस्त इच्छा पैदा हुई, सफ़र की तमाम मुसीबतों का सामना करने की उनमें हिम्मत आई, ऐसे चीनी भिक्षु जो भारत पहुँचे उनमें सबसे खास सिन राज घराने के वक्ता का चीनी बौद्ध सैवाह फाहियान है, फाहियान 5वीं सदी ईसवी के शुरू में वस्त एशिया होते हुए भारत पहुँचा, सिंधियों राजघरानों में 15 साल बिताकर वह बौद्ध ग्रंथों का कथाना लेकर चीन वापस पहुँचा, 7वीं सदी के 'तांग' राजघराने के वक्ता में एक दूसरा चीनी भिक्षु ह्वेन-त्सांग वस्त एशिया होते हुए भारत पहुँचा, ह्वेन-त्सांग ने 17 वर्ष की बीबाद में सैकड़ों राजधानियों का ख़तर किया और

راجہ چانگ راہ کے شہنشاہ تھے۔ وہ 574ء میں بوندہ
 کے راجہ کو بوندہ بھگتوں کو دہائی دلائی۔ بوندہ کے
 راجہ بھگتوں نے دوسرے شمالی چین کے راجہ کو بوندہ کے
 شہنشاہ کو 574ء میں بوندہ بھگتوں کو بوندہ کے
 بوندہ دھرم کو غیر قانونی قرار دیا۔ اُس کے بعد سن 845ء
 میں چانگ راہ کے راجہ کے شہنشاہ کو تنگ لے بوندہ بندوں
 اور بوندہ کے کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ چین میں عام طور پر یہ "تین
 بوندہ" سمجھے جاتے ہیں۔ بوندہ دھرم پر نا جائز گناہ "بوندہ
 دھرم" لیکن اس طرح کی شاعی اُنٹ صرف چند روئے رہی اور
 اُس سے بوندہ دھرم کو کوئی بھاری نقصان نہیں پہونچا۔ اُس
 کے برخلاف چینی بوندہ دھرم کی تاریخ میں دو معرکے کے
 واقعات ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ چین میں ایک مرتبہ ایک
 "سمرات بھگت" اور دوسری مرتبہ ایک "بھگت سمرات" ہوئے
 ہیں۔ دکن راجہ کے راجہ کے شہنشاہ لیانگ۔ وہ تی نے تین مرتبہ
 اپنے شاہی تاج کو چھوڑ کر "توٹنگ تسانی" مندر میں بھگتوں
 کا لباس پہنا۔ اُس نے اُسے سمرات بھگت کہا جاتا ہے۔
 اُس کی یادگار کے کھنڈروں ناننگ شہر میں اب تک ملتے ہیں۔
 "میں" راجہ کے راجہ کی بھیاں ڈالنے والا تھی۔ تو "ہوانگ
 چانگ" مندر کا ایک بھگت تھا۔ اُس نے ظالم منگول راجا کو
 چین سے کھدیز کر سارے چین کے شہنشاہ کا رتبہ حاصل کیا اور
 اُس طرح چینی تواریخ میں ایک سنہرا صفحہ چرچہ دیا۔ اُس
 نے تائی تسو "بھگت شہنشاہ" کہلاتا ہے۔ اُس کے علاوہ اور دوسرے
 عالم اور پاک بھگت ہوئے ہیں جنہوں نے شہنشاہ کے مذہبی کاموں
 میں مدد دی ہے اور کامیابی کے ساتھ ساج میں انوشاسن قائم رکھا
 ہے۔ اُسے بھگتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اُن کی شخصی چرچا
 کر سکا یہاں نامسکن ہے۔

تین راجہ کے راجہ کے شروع زمانے کے تمام شہنشاہوں کا بوندہ
 دھرم پر اعتبار تھا۔ دیہی طاقتور تھا اور چاروں طرف اطمینان
 تھا۔ اُس زمانے میں بوندہ دھرم کی برابر کوئی ہونی گئی
 لیکن مانچو حکومت کے آخر زمانے میں چینی راجہ کے ساتھ
 ساتھ بوندہ دھرم بھی تیزی کے غار میں گر گیا۔ اسی وقت
 یورپی تہذیب نے دور یورپ میں طوفانی قدم بڑھایا اور تہذیب
 کی شکل میں چینی دماغوں میں عجیب و غریب کیفیت
 پیدا ہونی شروع ہوئی۔ خاصہ مذہب لوگوں نے اُمید کی کہ
 پچھم کے مہل میں آکر ملک کے اندر نئی زندگی کی شروعات
 ہوگی۔ پرانے ڈھنگ کی تعلیمی سلسلوں کو ختم کر کے یورپی
 نمونے کے نئے سکول قائم کیے گئے۔ عالموں کو سائنسی
 کھان کے تجربے حاصل کرنے کے لئے باہر بھیجا گیا۔
 لیکن نئے پڑھے لکھے لوگوں کو پچھم کی مہیلیں اور
 ہونٹ واد نے چکچوندہ کر دیا اور وہ منہ کھل کر اُس کی

تین راجہ کے راجہ کے تمام شہنشاہوں کا بوندہ
 دھرم پر اعتبار تھا۔ دیہی طاقتور تھا اور چاروں
 طرف اطمینان تھا۔ اُس زمانے میں بوندہ دھرم کی
 برابر کوئی ہونی گئی لیکن مانچو حکومت کے
 آخر زمانے میں چینی راجہ کے ساتھ ساتھ
 بوندہ دھرم بھی تیزی کے غار میں گر گیا۔ اسی
 وقت یورپی تہذیب نے دور یورپ میں طوفانی
 قدم بڑھایا اور تہذیب کی شکل میں چینی
 دماغوں میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہونی
 شروع ہوئی۔ خاصہ مذہب لوگوں نے اُمید کی کہ
 پچھم کے مہل میں آکر ملک کے اندر نئی زندگی
 کی شروعات ہوگی۔ پرانے ڈھنگ کی تعلیمی
 سلسلوں کو ختم کر کے یورپی نمونے کے نئے
 سکول قائم کیے گئے۔ عالموں کو سائنسی
 کھان کے تجربے حاصل کرنے کے لئے باہر
 بھیجا گیا۔ لیکن نئے پڑھے لکھے لوگوں کو
 پچھم کی مہیلیں اور ہونٹ واد نے چکچوندہ
 کر دیا اور وہ منہ کھل کر اُس کی

چین کی تاریخ سے پہلے کے زمانے میں، چین کے لوگوں نے پانچویں صدی تک
 کی طرف ترقی کے ساتھ ساتھ، تاریک کے भावी ने पश्चिमी
 समाजों की तरह उनमें इच्छा पैदा की और इच्छा ने पैदा
 किया मकल करने का क्याल. समाज मुक्त में भौचाल सा
 का गया. पुरानी सामाजिक और क्याल, पुरानी राजनीति और
 भावी रवैया और पुराने सामाजिक रीत रिवाजों की जड़ें
 दिखने लगीं और हमारे प्यारे पुराने मुक्त की पुरानी शानदार
 तहजीब बरबाद होती हुई दिखाई देने लगी. क्यालात के
 इस चौकनाक तूफानी समन्दर में बौद्ध धर्म पहली मर्तबा
 तहजीब की गहराई में दिखाई देने लगा. चूंकि इसके
 पीछे एक इतना लम्बा इतिहास था और वह लोगों के दिलों
 पर इतनी गहरी जड़ जमा चुका था और उसके अन्दर
 अचरित्य मुमकिनता थी, इसलिये यह लाजमी था कि वह
 मौका पाकर फिर हरा भरा होगा.

चीनी डेमोक्रेसी (प्रजातन्त्र) के शुरू के सालों में न तो
 शान्ति कायम होने पाई और न अमन. बौद्ध धर्म खामोश
 होकर नेक मौके का इन्तजार करता रहा और उसे फिर
 तहजीब का मौका मिला. इस कशमकश के जमाने में चीन
 में जो सांस्कृतिक इन्क्रलाब शुरू हुए उनमें सब में पहला
 "4 मई सन् 1919 का इन्क्रलाब" था. यह तालिबइस्मों के
 खरिबे शुरू किया गया था. इसे वे "नया तहजीबी इन्क्रलाब"
 कहते थे. लेकिन इसके आमिल खाली क्यालात से भरे हुए
 थे. वे चिन्त "कादे हुए गिलाफ" की तरह थे. न उनके अन्दर
 कोई असली ज्ञान था और न कोई नेक अमल. इसलिये
 उनके लक्ष्यों में न तो कोई खोर था और न उनसे कभी
 कोई अच्छा नतीजा निकला. कैफियत यह हुई कि वे कभी
 कोई अच्छाई तो न कर पाए पर बुराई जरूर कर गये. मुक्त
 है पैसा गश्कड़ काला मचा कि किसी की समझ में ही न
 जाता था कि वह किसे माने और क्या करे. नये तहजीबी
 इन्क्रलाब के प्रचारकों के लिये अघ्यात्म और धर्म की बड़ाई
 समझ सकना टेढ़ी खीर था; इसलिये इन लोगों ने धर्म पर
 हिंसा करना शुरू किया. बौद्ध धर्म के जानिब इन लोगों
 के क्याल न तो इच्छा के थे और न दोस्ती के. 15 साल
 पहले जब जानकिंग में पहली दफा राष्ट्रीय दल की कामयाबी
 बाद केन्ही हुकुमत कायम हुई तब पश्चिम की अन्वी
 का क्याल लोगों के दिलों से शायब हुआ और
 तहजीब से भरे इन्क्रलाबों में सुधार हुए. अब इस बड़
 सीनी सरकार के मातहत धर्म की हिफायत की
 गयी है और उन्हें मदद दी जायी है. खास तौर
 पर बौद्ध धर्म में नई जान पड़ी है. बहुत से
 लोग इस पर पैदा हैं. सरकारी बखीरी इसके में
 लोग खाल लोगों को बौद्ध धर्म से बेहद मोहब्बत है.

धर्म के लिये जो लोग थे, वे लोग थे जो लोग थे
 फल के लिये जो लोग थे, वे लोग थे. तहजीब के लिये
 ने पश्चिमी समाजों की तरह उनमें इच्छा पैदा की
 और इच्छा ने पैदा किया मकल करने का क्याल. समाज मुक्त में भौचाल सा
 का गया. पुरानी सामाजिक और क्याल, पुरानी राजनीति और
 भावी रवैया और पुराने सामाजिक रीत रिवाजों की जड़ें
 दिखने लगीं और हमारे प्यारे पुराने मुक्त की पुरानी शानदार
 तहजीब बरबाद होती हुई दिखाई देने लगी. क्यालात के
 इस चौकनाक तूफानी समन्दर में बौद्ध धर्म पहली मर्तबा
 तहजीब की गहराई में दिखाई देने लगा. चूंकि इसके
 पीछे एक इतना लम्बा इतिहास था और वह लोगों के दिलों
 पर इतनी गहरी जड़ जमा चुका था और उसके अन्दर
 अचरित्य मुमकिनता थी, इसलिये यह लाजमी था कि वह
 मौका पाकर फिर हरा भरा होगा.

चीनी डेमोक्रेसी (प्रजातन्त्र) के शुरू के सालों में न तो
 शान्ति कायम होने पाई और न अमन. बौद्ध धर्म खामोश
 होकर नेक मौके का इन्तजार करता रहा और उसे फिर
 तहजीब का मौका मिला. इस कशमकश के जमाने में चीन
 में जो सांस्कृतिक इन्क्रलाब शुरू हुए उनमें सब में पहला
 "4 मई सन् 1919 का इन्क्रलाब" था. यह तालिबइस्मों के
 खरिबे शुरू किया गया था. इसे वे "नया तहजीबी इन्क्रलाब"
 कहते थे. लेकिन इसके आमिल खाली क्यालात से भरे हुए
 थे. वे चिन्त "कादे हुए गिलाफ" की तरह थे. न उनके अन्दर
 कोई असली ज्ञान था और न कोई नेक अमल. इसलिये
 उनके लक्ष्यों में न तो कोई खोर था और न उनसे कभी
 कोई अच्छा नतीजा निकला. कैफियत यह हुई कि वे कभी
 कोई अच्छाई तो न कर पाए पर बुराई जरूर कर गये. मुक्त
 है पैसा गश्कड़ काला मचा कि किसी की समझ में ही न
 जाता था कि वह किसे माने और क्या करे. नये तहजीबी
 इन्क्रलाब के प्रचारकों के लिये अघ्यात्म और धर्म की बड़ाई
 समझ सकना टेढ़ी खीर था; इसलिये इन लोगों ने धर्म पर
 हिंसा करना शुरू किया. बौद्ध धर्म के जानिब इन लोगों
 के क्याल न तो इच्छा के थे और न दोस्ती के. 15 साल
 पहले जब जानकिंग में पहली दफा राष्ट्रीय दल की कामयाबी
 बाद केन्ही हुकुमत कायम हुई तब पश्चिम की अन्वी
 का क्याल लोगों के दिलों से शायब हुआ और
 तहजीब से भरे इन्क्रलाबों में सुधार हुए. अब इस बड़
 सीनी सरकार के मातहत धर्म की हिफायत की
 गयी है और उन्हें मदद दी जायी है. खास तौर
 पर बौद्ध धर्म में नई जान पड़ी है. बहुत से
 लोग इस पर पैदा हैं. सरकारी बखीरी इसके में
 लोग खाल लोगों को बौद्ध धर्म से बेहद मोहब्बत है.

ایک اور بڑا بوجھ دھرم کے لیے تیار ہونے والے مسلمانوں پر بھی تھا۔
 مسلمانوں کو ایک طرف سے ان کے رشتہ داروں اور بڑے بوجھ دھرم کی وجہ سے
 ہونے والے نقصان اور انہیں نے اپنی جگہ پر ہی میں خوشنما
 ہونے والے بڑے بوجھ دھرم کے ساتھ ساتھ دھرم کی بھلائی تھی۔
 اس طرح حال کے چھن میں بوجھ دھرم میں نئی جان پڑنے
 اور بوجھ انقلاب کے لئے بہت بڑی کنگناں تھیں۔

اس سے ہونے انقلاب اور چینی ہونے دھرم کو ہم دو
حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (1) ہونے دھرم اور (2)
ہونے تعلیم۔ جہاں تک ہونے دھرم کا تعلق ہے ملک میں
ہر جگہ سے اس دل سے۔

1. چو - شہم - تسونگ (ابھی دھرم کرھی دل)
 2. چھنگ - شہ - تسونگ (سہمکت دل)
 3. لو - تسونگ (ونمہ دل)
 4. فا - سہاتک - تسونگ (یوگ چار دل)
 5. سان - لون - تسونگ (مادھیک دل)
 6. ہرا - ٹھین - تسونگ (ارناسک دل)
 7. ٹھین - قانی - تسونگ (سدھرم پرنقریک مہاپریفروان
- (دل)
8. چون - یٹھین - تسونگ (مہتو دل)
 9. تسنگ - بو - تسونگ (ابھیقام دل) اور .
 10. شان - تسونگ (دھیان دل) .

ان دسویں جماعتوں میں ہر ایک بودہ دھرم کا چھٹا پورا صرف اپنا ہی نجی حق سمجھتا تھا اور دوسرے جماعت کی پرائی کرتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ آپسی وک ڈانٹ سے وہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بارے میں غلط پرچار کرتے تھے اور بودہ دنیا میں نفاق پھیلاتے تھے۔ خوش قسمتی سے ان مخالف گروہوں میں دھورے دھورے اتفاق قائم ہو گیا ہے اور اب نئی خاص بنائی ان کے درمیان دکھائی نہیں دیتی۔ بودہ دھرم بنیادی جھگ سے ایک ہے۔ اسے ٹکڑوں میں تقسیم کرنا غلط ہے۔ ملک میں بودہ دنیا آج زور زور سے سامہ آ رہا ہے انقلاب چلا رہے ہیں۔ انہوں نے مختلف صوبوں میں بودہ جماعتیں قائم کی ہیں اور سارے چین کے بودھوں کے لئے شنگھائی میں "چینی بودہ کینڈری سنگھ" قائم کیا ہے۔ سبھی جماعتوں نے اس کے ماتحت کام کرنے کا پکا ارادہ کیا ہے۔ اس طرح کی جماعت کی بے حد ضرورت تھی جو ایک طرف دھرم میں تفریق کو پیدا کرے اور دوسری طرف باہری سواہن کو اٹھائے۔ لیکن کینڈری سنگھ میں ہلکے ہلکے دو دل ہلکے نظر آ رہے ہیں۔ ایک تیز رفتار جماعت اور دوسری پرائی ریٹروا جوں والی جماعت۔ تیز رفتار جماعت نئے نئے سہاروں کی مانگ کر رہی ہے اور پرائی ریٹروا جوں والی جماعت پرانے رواجوں کے قائل ہے۔

[illegible]

महात्मा गांधी का जीवन का आदर्श है। जीवन में बौद्ध धर्म की पुरातन भारतीय का आत्म विकास था। बौद्ध धर्म ने अपने ने अपने युग की बौद्ध समितियों और बौद्ध संस्थाओं की इस सब बौद्ध समितियों में सब से सर्वोत्तम समिति है "बीबी बौद्ध समिति", बागदर सार्ह-धु ने नानकिंग में बौद्ध धर्म की पुनर्जागरूकता की और चीन के मराहूर समिति और लोगों ने इस समिति का साथ दिया है। इस समिति के मेम्बर लोग के काम के साथ साथ जनता के आत्मधर्म (सीध) देते थे। पीपिङ्ग शहर में हान-ते-त्सिङ्ग के जरिये आत्म की हुई "आत्म-रिह" नामी बौद्ध समिति है। जिसके मेम्बरों ने कई मराहूर आत्म हैं और जिन्हींने बौद्ध धर्म की कई सर्वोत्तम किताबें छापी हैं। बौद्ध संस्थाओं में सब से अच्छी संस्था नानकिंग में बीबी बौद्ध आत्म है। इसके आयम करने वाले भी ऊ-बाङ्ग-चिङ्ग-बु हैं जो बौद्ध धर्म के अच्छे आत्म हैं। बहुत से मराहूर लोग उनके पैरों में आत्म की तरफ से एक माहवारी अच्छावार जपता था। आत्म की तरफ से बौद्ध धर्म के बहुत से पुराने ग्रन्थों को छापा गया। इसके बाद हु-पे में "बु-बाङ्ग" नामी बौद्ध धर्म और ऊ-चीन में भी सार्ह-धु के जरिये मिन-नान नामी बौद्ध धर्म कायम की गई। इन दोनों संस्थाओं से बड़े काबिल और आत्म शिक्षण निकले हैं जो समान मुस्क में बौद्ध धर्म को प्रचार करते हैं। संपाई से बु-बाङ्ग नामी बौद्ध धर्म बौद्ध धर्म का एक अच्छावार जपता है। इनके अलावा बौद्ध धर्म, टिंठचिन और दूसरे बड़े बड़े शहरों में भी लोग बुद्धिस्ट गेसोधिपरान नामी संस्था कायम की गई। इन दूसरी संस्था "बुद्धिस्ट इन्स्टीट्यूशन" के कायम करने की कोशिश की गई थी।

श्रीगुरुदेव जगन्ने के श्रीनी बीरधर्म के प्रचारकों में कई खास
 नाम हैं, भिक्षुओं में तार-दसु सब में आता है, इनके
 नामों में भिक्षु इन-कुचांग, भिक्षु इन-र, भिक्षु यु-आन-युन
 की खास सराहूर है, भिक्षु आत्सियों में बीर-भि-सिन,
 भिक्षु भिक्षाओ, पिह-यु-कु, शिह-शिचाङ्ग-न्यार, पिह-युन-
 न्यार, न्यार, बहुत खास नाम हैं, यह सब सराहूर बीर-भिक्षु
 की भक्ति लोगों की भलाई के रास्ते में अपनी खारी
 भक्ति भक्त हैं, सब की भलाई को नजर में रखकर यह
 लोग बहुत ही आनन्द पशते हैं, परीकी बीर भक्तियोगियों
 में यह लोग हैं, इस बीर धर्म का प्रचार करते हैं
 बीर इस सब लोगों की नजरों में बीर धर्म की
 प्रशंसा करते हैं, इनके प्रस्तावों में भिक्षु
 प्रचारों का प्रचार है, श्री बीरधर्म के प्रचार में भिक्षु

[illegible][illegible]

رہتے ہیں۔ بौद्ध کرمکائنوں کو ماننے ہیں اور کبھی کبھی خود بودھ بیکس بن جاتے ہیں۔

چینی بौद्ध धर्म का एक अनोखा पहलू है जिसे लामा धर्म कहा जाता है. इसका प्रचार तिब्बत और मङ्गोलिया में ज्यादा है. लामा धर्म की पैदायशी जगह तिब्बत है. असलियत में यह बौद्ध धर्म की एक शाख है. चीनी जवान में इसे "बेन-पियेन-सुङ्ग" या "मन्त्र धर्म" कहा जाता है. इस पर तिब्बती रीत रिवाज की गहरी छाप है. तिब्बत ही दुनिया का एक ऐसा हमवार हिस्सा है जो चारों तरफ से बरफीली पहाड़ियों से घिरा हुआ है. तिब्बत आम तौर पर और कुदरती नजरिये से खुद ही ताज्जुबखेज और पुरइसरार है. तिब्बतियों का अपना ऐतबार और पुराना धम भी राज से भरा है और इसीलिये तिब्बतवालों को बौद्ध धर्म की यह मंतर जमाअत बेहद अच्छी लगी. असल में इस मंतर जमाअत के अन्दर एक गहरा राज छिपा हुआ है. यह तिब्बत वालों के भेद भरे मिजाज के मुताबिक पढ़ता है. पुराना तिब्बती धर्म और मंतर जमाअत आपस में इतने मिल जुल गये कि उन्होंने बौद्ध धर्म की एक नई शकल लामा धर्म की बुनियाद डाली. सातवीं सदी ईस्वी में तांग राजघराने के शुरू के जमाने में पहली बार बौद्ध धर्म तिब्बत पहुँचा. उस वक्त तिब्बत चीन के मातहत खिराज देने वाला एक अलग राज था. तिब्बत के राजा "सुङ्ग-सान" ने तांग राजघराने की शहजादी "बेन-चेङ्ग" के साथ शादी की. बाद में इस तिब्बती राजा ने नेपाल की शहजादी "पेलिस्वू" के साथ शादी की. यह दोनों शहजादियां बौद्ध धर्म की सच्ची पैरोकार थीं. इन दोनों रानियों से तिब्बत राज इतना मुतासिर हुआ कि उन्होंने भी बौद्ध धर्म कबूल कर लिया. दोनों रानियाँ अपने मैके से बौद्ध धर्म के प्रचार के लिये कई बौद्ध ग्रंथ और बौद्ध मूर्तियाँ अपने साथ लाई थीं. इस तरह यह दोनों रानियाँ तिब्बत में बौद्ध धर्म की पहली प्रचारक समझी जाती हैं. अब भी तिब्बत की राजधानी ल्हासा में "ता-चावु" यानी "महान मन्दिर" नामी एक आलीशान मन्दिर खड़ा हुआ है, जिसे चीनी शहजादी बेन-चेंग ने बनवाया था और जिसमें अब तक उसकी एक सुनहली मूर्ति मौजूद है. तिब्बत में यही सब से पुराना मन्दिर समझा जाता है और लोग उसे निहायत पाक समझते हैं. हर साल नौरोज के दिन तमाम तिब्बती भिक्षु प्रार्थना और पूजा के लिये इस मन्दिर में जमा होते हैं. एक दूसरा मन्दिर नेपाली शहजादी पेलिस्वू का बनवाया हुआ है, जो "स्याओ-चाओ" यानी "हिना मन्दिर" कहलाता है. इस मन्दिर में नेपाली शहजादी की एक सुनहली मूर्ति अब तक मौजूद है. तिब्बती बड़े इज्जत के साथ इस मन्दिर को देखते हैं. जमाने की रफ्तार के साथ साथ भारत, नेपाल

कहते हैं, 'बुद्ध कर्म कान्डों को मानते हैं और कभी कभी खुद बुद्ध बने हुए हैं'.

چینی بودھ دھرم کا ایک انوکھا پہلو ہے جسے لاما دھرم کہا جاتا ہے۔ اس کا پرچار تبت اور منگولیا میں زیادہ ہے۔ لاما دھرم کی پیدائشی جگہ تبت ہے۔ اصلیت میں یہ بودھ دھرم کی ایک شاخ ہے۔ چینی زبان میں "چین-پین-تسونگ" یا "منتر دھرم" کہا جاتا ہے۔ اس پر تبتی ریت رواج کی گہری چھاپ ہے۔ تبت ہی دنیا کا ایک ایسا ہموار حصہ ہے جو چاروں طرف سے برقیلی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ تبت عام طور پر اور قدرتی نظارے سے خود ہی تعجب خیز اور پراسرار ہے۔ تبتوں کا اپنا اعتبار اور پورا دھرم بھی راز سے بھرا ہے اور اس لئے تبت والوں کو بودھ دھرم کی یہ منتر جماعت بے حد اچھی لگی۔ اصل میں اس منتر جماعت کے اندر ایک گہرا راز چھپا ہوا ہے۔ یہ تبت والوں کے بھید بھرے مزاج کے مطابق پڑتا ہے۔ پورا تبتی دھرم اور منتر جماعت آپس میں اتنے مل جل گئے کہ انہوں نے بودھ دھرم کی ایک نئی شکل لاما دھرم کی بنیاد ڈالی۔ ساتویں صدی عیسوی میں تانگ راج گھرانے کے شروع کے زمانہ میں پہلی بار بودھ دھرم تبت پہونچا۔ اس وقت تبت چین کے ماتحت خراج دینے والا ایک الگ راج تھا۔ تبت کے راجا "سونگ-تسان" نے تانگ راج گھرانے کی شہزادی "بین چینگ" کے ساتھ شادی کی۔ بعد میں اس تبتی راجا نے تبت کی شہزادی "پیلسمو" کے ساتھ شادی کی۔ یہ دونوں شہزادیاں بودھ دھرم کی سچی پیروکار تھیں۔ ان دونوں رانوں سے تبت راج اتنا متاثر ہوا کہ انہوں نے بھی بودھ دھرم قبول کر لیا۔ دونوں رانوں اپنے میکے سے بودھ دھرم کے پوجار کے لئے کئی بودھ گرتے اور بودھ مورتیاں اپنے ساتھ لائی تھیں۔ اس طرح یہ دونوں رانوں تبت میں بودھ دھرم کی پہلی پوجارک سمجھی جاتی ہیں۔ اب بھی تبت کی راجدھانی لہاسا میں "تا-چاو" یعنی "مہان مندر" نامی ایک عالی شان مند کوڑا ہوا ہے جسے چینی شہزادی بین-چینگ نے بنوایا تھا اور جس میں اب تک اس کی ایک سنہلی مورتی موجود ہے۔ تبت میں بھی سب سے پرانا مندر سمجھا جاتا ہے اور لوگ اسے نہایت پاک سمجھتے ہیں۔ ہر سال نوروز کے دن تمام تبتی بھکھو پڑتھنا اور پوجا کے لئے اس مندر میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرا مندر نیپالی شہزادی پیلسمو کا بنوایا ہوا ہے جو "ہنا مندر" یعنی "ہنا مندر" کہلاتا ہے۔ اس مندر میں نیپالی شہزادی کی ایک سنہلی مورتی اب تک موجود ہے۔ تبتی بڑے عزت کے ساتھ اس مندر کو دیکھتے ہیں۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ بھارت،

چین کے کئی مشہور بکھو تبت پہنچے اور ان کے پرچار سے تبت میں بودھ دھرم ترقی کی آخری منزل پر پہنچا۔ اُس وقت تک تبت میں کوئی اکھاوت کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بودھ دھرم گرنہوں کے ترجمہ کو لکھنے کے لئے سنسکرت کے 30 حروف کو ایک ایک تبتی لکھاوت بنائی گئی۔ تبتی، پالی اور چھلی زبان میں تبتی بودھ دھرم کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ چھن میں یوان آج گھرانے کے وقت میں منگولوں نے حملہ کر کے ایشیا اور روپ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ماتحت کر لیا۔ انہوں نے تبت کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔ ان منگول یوان ہنشاہوں نے تبتی بودھ دھرم کو اپنا راج دھرم بنا لیا۔ بہت سے تبتی بکھوؤں نے یوان شہنشاہوں کے ذریعہ عزت حاصل کی۔ یوان سے انہیں راج پر کے ”راج گرو“ کا اونچا رتبہ ملا۔ 16 ویں صدی میں چھن میں من راج گھرانے کے وقت میں تبتی بودھ دھرم میں زبردست ہیر پھیر ہوئے۔ تبتی بودھ دھرم کے سادھارک کا نام ”تسونگ کاؤ“ تھا۔ اس تبتی سادھارک نے عیسائی دھرم کے سادھارک ”مارٹن لوتھر“ کے سادھاروں میں بہت کچھ برابری پائی جاتی ہے۔ تبتی بکھوؤں کے کم اور ان کے عادتیں اُس وقت تک ایسی ہو گئی تھیں کہ ان سے بودھ دھرم کی بڑی بدنامی ہونے لگی تھی۔ تسونگ کاؤ کو اس سے برا دلی صدمہ پہونچا اور اُس نے سادھار کرنے کی ٹھانی۔ اُس نے بعد تبتی بودھ دھرم دراصل بہت کچھ سدھر گیا اور فریب و زنج ایک نیا دھرم ہی بن گیا۔ پہلے تبتی بودھ بکھو سرخ کپڑے پہنتے تھے اور اُس لئے وہ ’لال لاما‘ کہلاتے تھے۔ سادھار کے بعد وہ پیلا کپڑا پہنتے لگے اور اُس لئے ’پیلا لاما‘ کہلاتے لگے۔ اب تبت میں لال لاما دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کے بعد انہیں کے برابر ہے۔ تسونگ کاؤ کی موت کے بعد تبتی دھار کا کام اُس کے وصیت نامے کے مطابق اُس کے دو چیلوں نے آپسی میل جول کے ساتھ چلنا شروع ہوا۔ اُس کے یہ دو چیلے ’لا لاما‘ اور ’پنسن لاما‘ تھے۔ اس وقت تک 13 دلائی لاما اور پنسن لاما گدی پر بیٹھ چکے ہیں۔ 13 ویں دلائی لاما کی موت کے نئی سال بعد تک، مرحوم دلائی لاما کی روح کسی دوسرے میں نہ دکھائی دی۔ سالوں کی کھوج کے بعد آخر میں ک لڑکے کے اندر وہ نشان دکھا دیئے جس سے یہ معلوم ہوا، مرحوم دلائی لاما کی روح اسی لڑکے کے اندر پوشیدہ ہے۔ سن لاما کئی سال ہوئے چھن میں بودھ دھرم کی منتر جماعت پرچار کرنے آئے تھے اور ان کا چھنی بودھوں نے کافی استقبال و عزت کی تھی۔

بودھ دھرم نے چھن کو جس طرح متاثر کیا ہے اُن کو سکنا ناممکن ہے۔ ہان اور تانگ راج گھرانے

بودھ دھرم نے چین کو جس طرح متاثر کیا ہے اُن کو سکنا ناممکن ہے۔ ہان اور تانگ راج گھرانے

ہے۔ بکھ سے چین کے کھانا، تاجی، ادب، کاریگری، زبان، رسمو رواج، گہرے خواب اور رोजمری کی ہر ضرورت کی باتوں پر بौद्ध धर्म نے اپنا असर ڈالا ہے۔ جیندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بौद्ध धर्म کے असर سے अछूता بچا ہو۔ آجکل کی चीनी تہذیب بڑاदातर बौद्ध तहذیب है. आजकल की चीनी जिनंदगी ज्यादातर बौद्ध जिनंदगी है. चीनी प्रजातन्त्र के सभापति से लेकर मामूली जनता तक एक भी ऐसा आदमी नहीं है जो भगवान बुद्ध के नाम से नाआशना हो या जो “नमो अमिताभ्य बुद्धाय: “मन्त्र का तलफुज न करता हो. चारों तरफ चीनी जवानों से यह मन्त्र सुनाई पड़ता है. इसी से अंदाजा किया जा सकता है कि चीन में बौद्ध धर्म का कितना ज़बर्दस्त असर पड़ा. मौजूदा बौद्ध धर्म को जाने के लिये 3 जवानों का आसरा लेना पड़ेगा—पाज़ी, चीनी और तिब्बती. चूंकि चीनी और तिब्बती दोनों चीनी ही हैं, इसीलिये बौद्ध धर्म का दो-तिहाई ज्ञान चीनी ज़बान में ही मौजूद है. चीन ने बौद्ध धर्म के लगातार प्रचार, उसकी तरक्की और उसके फैलाव के लिये ज़बर्दस्त कोशिश की है. लेकिन अफसोस का मुकाम है कि चीनी बौद्धों ने नेता मुल्क दर मुल्क प्रचार ही किया और न संस्कृत और दूसरी ज़बानों के पढ़ने की ही कोशिश की. इसका नतीजा यह हुआ कि चीनी बौद्ध आलिस सिर्फ अपनी मादरी ज़बान में ही बौद्ध धर्म का प्रचार कर सकते थे. दूसरी बात यह कि बहुत कम विदेशी ऐसे हैं जो चीनी ज़बान जानते हों या जिन्हें चीनी ज़बान का इतना ज्ञान है कि वे चीनी बौद्ध अदब का मुताला कर सकें. चीन में बौद्ध धर्म का जितना बसी खजाना भरा पड़ा है उसका दुनिया को अन्दाजा तक नहीं है. जापान में चीन से ही बौद्ध धर्म गया और जापान में ही चीनी ज़बान में बौद्ध धर्म की किताबें हैं. जापानी बौद्धों की कोशिश दर असल तरीक के क्राबिल है कि उन्होंने संस्कृत और दूसरी विदेशी ज़बानों का मुश्तरका मुताला किया. वे जानते हैं कि बौद्ध धर्म का मुल्क दर मुल्क प्रचार किस तरह करना चाहिये. विदेशी ज़बान में लिखे हुए उनके ग्रन्थ कुछ कम नहीं हैं. दुनिया के आलिस यह नहीं जानते कि जापानी बौद्ध धर्म असल में चीनी बौद्ध धर्म है. चीनी बौद्ध के लिये यह बड़े अफसोस की बात है की चीनी बौद्ध धर्म तरीकी में छिपा पड़ा है. इधर हाल में चीनी बौद्धों के अन्दर कुछ नई जान पड़ने के आसार दिखाई दे रहे हैं और कई चीनी नौजवान विदेशी ज़बान सीखने की कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ विदेशी लोग अब कुछ कुछ चीनी ज़बान का महत्व समझने लगे हैं और चीनी बौद्ध धर्म का खजाना लोगों का खयाल अपनी तरफ खींच रहा है. सन् 1933 ई० में अंग्रेज़ बौद्ध भिक्षु चाओ-कोआङ की देख भाल में दस यूरोपी भिक्षु और

के وقت से چین کے خیالات، تعلیم، ادب، کاریگری، زبان، رسم و رواج، غور و خوض اور روزمرہ کی ہر ضرورت کی باتوں پر بौद्ध धर्म نے اپنا اثر ڈالا ہے. زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بौद्ध धर्म کے اثر سے اچھوتا بچا ہو. آجکل کی چینی تہذیب بڑاदातर बौद्ध तहذیب है. आजकल की چینی जिनंदगी ज्यादातर बौद्ध जिनंदगी है. चीनी प्रजातन्त्र के सभापति से लेकर मामूली जनता तक एक भी ऐसा آدمी नहीं है जो भगवान बुद्ध के नाम से ना آشنا हो या जो “नमो अमिताभ्य बुद्धाय: “मन्त्र का तलफुज न करता हो. चारों तरफ चीनी जवानों से यह मन्त्र सुनाई पड़ता है. इसी से अंदाजा किया जा सकता है कि چین में बौद्ध धर्म का कितना ज़बर्दस्त असर पड़ा. मौजूदा बौद्ध धर्म को जाने के लिये 3 जवानों का आसरा لینا पड़ेगा—पाज़ी, चीनी اور तिब्बती. चूंकि चीनी اور तिब्बती दोनों चीनी ही हैं, इसीलिये बौद्ध धर्म का दो-तिहाई ज्ञान चीनी ज़बान में ही मौजूद है. चीन ने बौद्ध धर्म के लगातार प्रचार, उसकी तरक्की और उसके फैलाव के लिये ज़बर्दस्त कोशिश की है. लेकिन अफसोस का मुकाम है कि चीनी बौद्धों ने नेता मुल्क दर मुल्क प्रचार ही किया और न संस्कृत और दूसरी ज़बानों के पढ़ने की ही कोशिश की. इसका नतीजा यह हुआ कि चीनी बौद्ध आलिस सिर्फ अपनी मादरी ज़बान में ही बौद्ध धर्म का प्रचार कर सकते थे. दूसरी बात यह कि बहुत कम विदेशी ऐसे हैं जो चीनी ज़बान जानते हों या जिन्हें चीनी ज़बान का इतना ज्ञान है कि वे चीनी बौद्ध अदब का मुताला कर सकें. चीन में बौद्ध धर्म का जितना बसी खजाना भरा पड़ा है उसका दुनिया को अन्दाजा तक नहीं है. जापान में चीन से ही बौद्ध धर्म गया और जापान में ही चीनी ज़बान में बौद्ध धर्म की किताबें हैं. जापानी बौद्धों की कोशिश दर असल तरीक के क्राबिल है कि उन्होंने संस्कृत और दूसरी विदेशी ज़बानों का मुश्तरका मुताला किया. वे जानते हैं कि बौद्ध धर्म का मुल्क दर मुल्क प्रचार किस तरह करना चाहिये. विदेशी ज़बान में लिखे हुए उनके ग्रन्थ कुछ कम नहीं हैं. दुनिया के आलिस यह नहीं जानते कि जापानी बौद्ध धर्म असल में चीनी बौद्ध धर्म है. चीनी बौद्ध के लिये यह बड़े अफसोस की बात है की चीनी बौद्ध धर्म तरीकी में छिपा पड़ा है. इधर हाल में चीनी बौद्धों के अन्दर कुछ नई जान पड़ने के आसार दिखाई दे रहे हैं और कई चीनी नौजवान विदेशी ज़बान सीखने की कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ विदेशी लोग अब कुछ कुछ चीनी ज़बान का महत्व समझने लगे हैं और चीनी बौद्ध धर्म का खजाना लोगों का खयाल अपनी तरफ खींच रहा है. सन् 1933 ई० में अंग्रेज़ बौद्ध भिक्षु चाओ-कोआङ की देख भाल में दस यूरोपी भिक्षु और

ہیکسٹونیاں چینی بولڈ دھرم کی دیक्षा لےنے کے لیے چین آئے۔ آجکل کے چینی بولڈ دھرم کی تاریخ میں یہ ایک زبردست واقعہ ہے۔

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں بولڈ دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کیسے پیدا کر سکتا ہے اور چین بولڈ دھرم کو اتنی ترقی اور بڑھار کیسے دے سکتا ہے ؟ اس کا جواب ہمیں چینی جنتا کی راجکاجی تہذیب کے اندر ڈھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب سنہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بڑی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں افسا اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھید بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہمیشہ سے چین کی ایک مہاسگر سے آپنا دیکر چینوں کے رهن سہن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب کے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی 'دھرم گرتہ میں لکھا ہے "دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیمیں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھید بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچائے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔" اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کنفوسیوس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے بولڈ دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے بولڈ دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیم بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاواہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس موجودہ زندگی کی ناپائنداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں بولڈ دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک رهن سہن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونہوں کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ بولڈ دھرم کے دینیسی پوچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونہوں کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ بولڈ دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی قہوس کوشش میں آگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے ؟

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں بولڈ دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کیسے پیدا کر سکتا ہے اور چین بولڈ دھرم کو اتنی ترقی اور بڑھار کیسے دے سکتا ہے ؟ اس کا جواب ہمیں چینی جنتا کی راجکاجی تہذیب کے اندر ڈھونڈنا ہوگا۔

چینی تہذیب سنہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بڑی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں افسا اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھید بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہمیشہ سے چین کی ایک مہاسگر سے آپنا دیکر چینوں کے رهن سہن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب کے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی 'دھرم گرتہ میں لکھا ہے "دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیمیں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھید بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچائے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔" اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کنفوسیوس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے بولڈ دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے بولڈ دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیم بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاواہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس موجودہ زندگی کی ناپائنداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں بولڈ دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک رهن سہن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونہوں کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ بولڈ دھرم کے دینیسی پوچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونہوں کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ بولڈ دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی قہوس کوشش میں آگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے ؟

شری ٹی۔ ویملائانند ام۔ ۲۰

شری ٹی۔ ویملائانند ایم۔ اے۔

بहुत से इतिहासकारों की यह राय रही है कि जब तक सिकन्दर अपनी बहादुर प्रौज के साथ व्यास नदी के किनारे पर नहीं पहुँचा तब तक भारत पच्छिमी दुनिया के लिये एक राज था. भारत और यूनान के दरमियान तात्त्विक कायम करने का महत्त्व सिकन्दर को ही दिया जाता है. यूरप के बड़े आलिमों के मुताबिक सिकन्दर के हमले के बाद ही मगरबी मुल्कों के रहने वालों की नजर भारती तहजीब पर पड़ी. इसमें शक नहीं कि पच्छिमी तहजीब का यह पहला ब्रह्म भारती जनता को अपने मजहब और तहजीब को बर्बाद करने वाला एक अछूत की शकल में दिखाई दिया होगा. भारती तहजीब को इस आक्रमत से बचाने के लिये चन्द्रगुप्त सामने आये. चन्द्रगुप्त ने सेलूकस पर जबर्दस्त हमला किया. चन्द्रगुप्त की इस फतह का भारत पर गहरा असर पड़ा. इसके नतीजे की शकल में भारत शुमाल मगरिब में अपनी कुदरती हद तक पहुँच गया. इसी वक्त मगध राज की बुनियाद पड़ी और कई सदियों तक भारत दुश्मनों के हमलों से महकूब रहा. इस बयान में कुछ जोर नहीं कि सिकन्दर के हमले के नतीजे की शकल में भारतीयों ने पच्छिमी सियासी जमाअतों की नक़ल की. अब तक यह बात साबित नहीं हुई है कि किस किस बारे में भारती हुकूमती रबैये पर यूनान का असर पड़ा. जब तक इस बात का सबूत नहीं मिलता तब तक पच्छिमी दुनिया की जानिब भारत के क़त्तदार होने की बात अन्दाज़िया रहेगी. मौर्य राजाओं ने पड़ोसी यूनानियों के साथ नेक बरताव किया होगा. यह भारती हुकूमत करने वाले इतने बहादुर थे और इनका राज इतना पैला हुआ था कि इनके हमअसर विदेशियों को इनसे सियासी रिश्ता कायम करने में फ़स का ख़याल होता होगा. दर असल सिकन्दर के हमले का असर शुमाल मगरिब तक महदूद रहा.

हरोदत्त नामा यूनानी इतिहासकार—जिसका जन्म ई० पू० 484 में हुआ था—के मुताबिक भारत के बाशिन्दे मिस्र के रहने वालों की तरह गोरे थे. उनकी पोशाक सादी थी और वे तीर कमान लेकर बहादुरी के साथ यूनानियों से लड़ते थे. यह बासबूत बात है कि भारती कौजों ने सालिमस में जंग की थी. वह जंग तबारीख में अपनी कास

बहत سے ایتھاسکاروں کی یہ رائے تھی ہے کہ جب تک سکندر اپنی بہادر فوج کے ساتھ ویاس ندی کے کنارے پر نہیں پہونچا تب تک بھارت پچھمی دنیا کے لئے ایک راہ تھا. بھارت اور یونان کے درمیان تعلق قائم کرنے کا مہم سکندر کو ہی دیا جاتا ہے. یورپ کے بڑے عالموں کے مطابق سکندر کے حملہ کے بعد ہی مغربی ملکوں کے رہنے والوں کی نظر بھارتی تہذیب پر پڑی. اس میں شک نہیں کہ پچھمی تہذیب کا یہ پہلا قدم بھارتی جلتا کو اپنے مذہب اور تہذیب کو برباد کرنے والا ایک اچھوت کی شکل میں دکھائی دیا ہوگا. بھارتی تہذیب کو اس آفت سے بچانے کے لئے چندر گپت سامنے آئے. چندر گپت نے سلوکس پر زبردست حملہ کیا. چندر گپت کی اس فتح کا بھارت پر گہرا اثر پڑا. اس کے نتیجے کی شکل میں بھارت شمال مغرب میں اپنی قدرتی حد تک پہونچ گیا. اسی وقت مکہ راج کی بنیاد پڑی اور کئی صدیوں تک بھارت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا. اس بیان میں کچھ زور نہیں کہ سکندر کے حملے کے نتیجے کی شکل میں بھارتوں نے پچھمی سیاسی جماعتوں کی نقل کی. اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کس کس بارے میں بھارتی حکومتی رویہ پر یونان کا اثر پڑا. جب تک اس بات کا ثبوت نہیں ملتا تب تک پچھمی دنیا کی جانب بھارت کے قرضدار ہونے کی بات اندازہ دھکی. مغربہ راجوں نے یورپی یونانیوں کے ساتھ نیک ہوناؤ کیا ہوگا. یہ بھارتی حکومت کرنے والے اتنے بہادر تھے اور ان کا راج اتنا پہلا ہوا تھا کہ ان کے ہم عصر ودیشیوں کو ان سے سیاسی رشتہ قائم کرنے میں فخر کا خیال ہوتا ہوگا. دراصل سکندر کے حملہ کا اثر شمال مغرب تک محدود رہا.

هرودت نامی یونانی ایتھاسکار—جس کا جنم ع۔ پ۔ 484 میں ہوا تھا—کے مطابق بھارت کے باشندے مصر کے رہنے والوں کی طرح گورے تھے. ان کی پوشاک سادی تھی اور وہ تیر کمان لیکر بھارتی کے ساتھ یونانیوں سے لڑتے تھے. یہ ثبوت بات ہے کہ بھارتی فوجوں نے سالیمس میں جنگ کی تھی. وہ جنگ تباریخ میں اپنی خاصی

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری روج کے ساتھ تھے۔ اُس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھگورہ (ہیومدھیہ ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدا ہونا) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اُس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے قرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں پیتھیا گور کا دھرم بودہ اور چین دھرم سے برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیتھیا گور کو اُنہندوں کی جانکاری تھی۔ 'یونانی وچاری' نامی اپنی کتاب میں اس لکھتا ہے—

"اِس میں کوئی شک نہیں کہ پیتھیا گور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہمصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ پیتھیا گور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔" "بھارت کی دین" نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے ہی الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے—

"ایوبیسیس اپنے ہمصر لیکھیک ہرمونپیس آرسٹو گیمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹنس جاجر سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہندسکہ کہا—

"جب تک ایشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم اُس طرح ہو سکتا ہے؟" اِس بات پر نکمہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے—

"اگر ہم ایوبیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتہ کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔"

اسکندر کے کلمینٹ نے جو عیسوی سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بودہ دھرم بھارتی ادب میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندر نے بودہ دھرم رائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بودہوں کے قرضدار

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری روج کے ساتھ تھے۔ اُس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھگورہ (ہیومدھیہ ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدا ہونا) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اُس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے قرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں پیتھیا گور کا دھرم بودہ اور چین دھرم سے برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیتھیا گور کو اُنہندوں کی جانکاری تھی۔ 'یونانی وچاری' نامی اپنی کتاب میں اس لکھتا ہے—

"اِس میں کوئی شک نہیں کہ پیتھیا گور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہمصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ پیتھیا گور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔" "بھارت کی دین" نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے ہی الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے—

"ایوبیسیس اپنے ہمصر لیکھیک ہرمونپیس آرسٹو گیمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹنس جاجر سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہندسکہ کہا—

"جب تک ایشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم اُس طرح ہو سکتا ہے؟" اِس بات پر نکمہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے—

"اگر ہم ایوبیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتہ کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔"

اسکندر کے کلمینٹ نے جو عیسوی سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بودہ دھرم بھارتی ادب میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندر نے بودہ دھرم رائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بودہوں کے قرضدار

۱. آگے سے لکھتے ہیں کہ بودہ کے پیرکار آباگوان (تاناخو) نے پتہ چار کرتے ہیں اور میڈس جیسے مقبروں کی پوجا کرتے ہیں جن میں ان کے دیوتا (بھگوان بودہ) کی ہڈیاں دفن ہیں۔ بودہ لوگ اپنی بھکتی کی وجہ سے اپنے گرو کو دیوتا کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

اس تہذیب سے دنیا کے اس حصہ میں بودہ پشہواؤں کے کاموں کے اوپر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وقت دوسرے بودہ راجا کنشک کا نمود ہوا۔ اس کے راج کی حد رومن راج سے پانچ سو میل تک تھی۔ رومنوں سے کنشک کا میل جول تھا۔ اسکندریہ ناسٹک مذہب کے پھیلاؤ کے لئے وسیع مہمداں ہوا۔ ملک ملک سے آئے تجارت کرنے والے وہاں پر ملتے تھے۔ وہیں پر قالہمی نے دنیا کے مشہور کتب خانہ کو قائم کیا تھا۔ عیسائی مذہب کے پھیلنے کی وجہ سے ایتھنس تعلیمی کیندر نہیں رہا۔ نتیجہ کی شکل میں اسکندریہ کو ترقی کی چوٹی پر پہنچانے کا مقدور حاصل ہوا۔ بہت حد تک ناسٹک مذہب آجکل کی تہاسفی سے ملتا جلتا ہے۔ ناسٹک مذہب کا بھان دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ یونانی لباس میں ایک پرانا مذہب ہے۔ ناسٹک مذہب کا نچر ہے۔ ”دیکھ اور کر“۔ یہ بھگوان بودہ کے چار آریہ ستیوں کا حصہ سا ہی معلوم ہوتا ہے۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کلم کے اوپر اشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیریں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناسیوں سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

اس تہذیب سے دنیا کے اس حصہ میں بودہ پشہواؤں کے کاموں کے اوپر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وقت دوسرے بودہ راجا کنشک کا نمود ہوا۔ اس کے راج کی حد رومن راج سے پانچ سو میل تک تھی۔ رومنوں سے کنشک کا میل جول تھا۔ اسکندریہ ناسٹک مذہب کے پھیلاؤ کے لئے وسیع مہمداں ہوا۔ ملک ملک سے آئے تجارت کرنے والے وہاں پر ملتے تھے۔ وہیں پر قالہمی نے دنیا کے مشہور کتب خانہ کو قائم کیا تھا۔ عیسائی مذہب کے پھیلنے کی وجہ سے ایتھنس تعلیمی کیندر نہیں رہا۔ نتیجہ کی شکل میں اسکندریہ کو ترقی کی چوٹی پر پہنچانے کا مقدور حاصل ہوا۔ بہت حد تک ناسٹک مذہب آجکل کی تہاسفی سے ملتا جلتا ہے۔ ناسٹک مذہب کا بھان دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ یونانی لباس میں ایک پرانا مذہب ہے۔ ناسٹک مذہب کا نچر ہے۔ ”دیکھ اور کر“۔ یہ بھگوان بودہ کے چار آریہ ستیوں کا حصہ سا ہی معلوم ہوتا ہے۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کلم کے اوپر اشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیریں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناسیوں سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

ہندوستان کی کلتور پر بولڈ مکتبہ کی چاپ

ہندستان کی کلتور پر بولڈ مکتبہ کی چاپ

آچاریہ دھرمائنند کو سبھی

آچاریہ دھرمائنند کو سبھی

اھیسا دھرم کا جریا

اھیسا دھرم کا ذریعہ

ہند کے ماتحت آریہ لوگوں نے سप्त सिंधु (सिंधو اور پنجاب کا) ملک فتح کیا اور اس ملک میں یکہ کرنے کی کلاسیکی کو بدلتا دیا۔ اس وقت وستی ہندوستان میں کورانی کے جریہ یکن کرنے کا رواج نہیں تھا۔ ہند نے اس ملک پر حملہ کیا اور اسے دیو کی کے ہتھ کرشن نے پیچھے ہٹا دیا۔ یہ بات خاص رگید میں آتی ہے۔ ہند کے حملے میں صرف ملک جیتنے کی بات نہیں تھی، اس میں فلسفی کا چکر بھی تھا۔ یکہ یاک کی فلسفی کرشن پسند کرتے تو شاید یہ حملہ نہ ہوتا۔

کرشن کو گھر آنکھیں رشی نے روحانی عبادت کی تعلیم دی۔ اس دھرم کی اجرت عبادت، خیرات، نیک افعال، اھسا اور راست گوئی تھی۔ (آتہ لیتوی داندراجومہنسا ستیہ وچن متی تا آسہ دکشنہ : چھاندوگیہ ایشد 3-17-4-6)۔ جوں مذہبی نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ کرشن کے گرد تورتھکر نویڈتہ اور گھر آنکھیں دنوں ایک ہی شخص کے نام تھے۔ یہ بھی ہو اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ وسطی ہندوستان پر ویدوں کا اثر پڑنے کے پہلے ایک طرح کا اھسا دھرم رائج تھا اور اس کے سب سے بڑے پوروکار دیو کی کے ہتھ کرشن تھے۔

کھن کو غور آگیرس ریش نے رھانی ہبادت کی تالیف دی۔ اس پرستش کی وچرت ہبادت، خیرات، نیک افعال، اھیسا اور راست گوئی تھی۔ (آتہ لیتوی داندراجومہنسا ستیہ وچن متی تا آسہ دکشنہ : چھاندوگیہ ایشد 3-17-4-6)۔ جئن مکتھہی ناما نیگاروں کا کہنا ہے کہ کھن کے گور تورتھکر نویڈتہ اور گھر آنکھیں دنوں ایک ہی شخص کے نام تھے۔ یہ بھی ہو اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ وسطی ہندوستان پر ویدوں کا اثر پڑنے کے پہلے ایک طرح کا اھسا دھرم رائج تھا اور اس کے سب سے بڑے پوروکار دیو کی کے ہتھ کرشن تھے۔

جینوں کے استانیانگ سوتہ میں (صفحہ 266) یہ بات آتی ہے کہ بھارت اور ایروٹ ملکوں میں پہلا اور آخری چھڑ کو ہاتی دیورتھکر چاتوریام دھرم کا ابدیشی اس طرح دیتے ہیں— سب جائداروں کی قربانی کا چھڑنا، اسی طرح جھوت کا چھڑنا، سب اذتادان (چوری وغیرہ) کا چھڑنا، سب بھردھا آدانوں (بریکروں) کا چھڑنا۔ یہ فرضی کہانی ہو سکتی ہے، پر چھاندوگیہ ایشد میں گھر آنکھیں کی جو نصیحت ہے، اس سے اور ہمیشہ سے چلی آئی ہوئی اس کہانی سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کرشن کے وقت میں وسطی ہندوستان میں اھسا کا مطالب لوگ جانتے تھے۔

جینوں کے استانیانگ سوتہ میں (صفحہ 266) یہ بات آتی ہے کہ بھارت اور ایروٹ ملکوں میں پہلا اور آخری چھڑ کو ہاتی دیورتھکر چاتوریام دھرم کا ابدیشی اس طرح دیتے ہیں— سب جانداروں کی کورانی کو کھونا، اسی طرح بھٹ کا کھونا، سب آداتادان (چوری وغیرہ) کا کھونا، سب بدھیا آدانوں (پریمہا) کا کھونا، یہ فچی کہانی ہو سکتی ہے، پر چھاندوگیہ ایشد میں غور آگیرس کی جو نصیحت ہے، اس سے اور ہمیشہ سے چلی آئی ہوئی اس کہانی سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کرشن کے وقت میں وسطی ہندوستان میں اھسا کا مطالب لوگ جانتے تھے۔

مکتھممنیکای کے (بارہویں) مہاسدھیناڈ سوتہ میں بولڈ کے بوبھیاہستھا (کرنتل پیدایش) میں چار طرح کی ہبادت کا اھمال کرنے کا بیان ملتا ہے۔ ہبادت کے چار تریکے یا نی تپستھتا، رھتا، جگھسا اور پرہیکھتا

منجھی ملکایہ کے (بارہویں) مہاسدھیناڈ سوتہ میں بدھ کے ہودھستھتا (قبل پیدائش) میں چار طرح کی عبادت کا عمل کرنے کا بیان ملتا ہے۔ عبادت کے چار طریقے یعنی تھسیتا، روتھیتا، جگھسا اور پرہیکھتا

ہیں۔ ننگے رہنا، ہتھیلیوں کے اوپر ہی بیٹھ مانگ کر کھانا، بال تیز کے نکالنا، کانٹوں کی کھات پر لیٹنا وغیرہ اس طرح کی جسمانی تکالیف برداشت کرنے کو تپسویتا کہتے تھے۔ کئی سال کی بھول جیسی ہی بدن پر پڑی رہنے دینا اور اس کو کوئی نہ نکالے اس کو روکشتا کہتے تھے۔ اس روکشتا کی زیادتی کی مثال پورانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رشی لوگوں کے جسم پر دیمک کا گھر بننا اور صرف ان کی آنکھیں باہر دکھائی دینے کے بیانات آتے ہیں۔ پانی کی بوند تک پر بھی رجم کرنا، اس کو جوگڑپسا کہتے تھے—جو جوگڑپسا یعنی ہنسا (ہتیا) سے نفرت۔

ان باتوں سے یہ جاننا جا سکتا ہے کہ اہنسا یا دیا کو عبادت کا ایک طریقہ مانتے تھے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے والے بدھ کے پہلے موجود تھے۔ ان لوگوں میں کرشن کے گرو گورو آنکھوس—جینوں کے کہنے کے مطابق—کا ہونا ممکن ہے۔ پر ان کے پاس گروہ نہیں تھے اور جماعتی تعلق سے وہ اہنسا کا پرچار نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرو دیہش میں یکیکہ یاگ کی اہمیت بڑھ گئی اور اہنسا کے خیالات پرباد ہو گئے۔

زیادہ تر مغربی عالموں کی یہ رائے ہے کہ جینوں کے 23 ویں تیرتھنکر پاشرو ناربتھی شخص تھے۔ ان کی زندگی میں ہی کالہک باتیں ہونے لگیں؛ مگر پہلے تیرتھنکروں کی زندگی میں جو باتیں تھیں، ان سے بہت کم تھیں۔ اس سب میں خاص ناربتھی بات یہ ہے کہ چوبیسویں تیرتھنکر وردھمان کے 178 سال پہلے پاشرو تیرتھنکر کی مکتی (موت) ہوئی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

اچھی طرح سے دیکھی جائے گی؛ کیونکہ بدھ کو بھی اپنے پہلے چیلوں کو کھولنے کے لئے وارانسی جانا پڑا۔ پاشرو کا دھرم یعنی پہلے کی ہرنی انسان، سچائی، استیکہ اور اپریکرہ ان چار اصولوں کا تھا۔ انہی پرانے زمانے میں انہی کو انہی زبردست شکل دینے کی یہ پہلی ہی مثال ہے۔

ثانی پہاڑ پر موسیٰ کو خدا نے جو دس فرمان سنائے، ان میں قربانی مت کرو، اس کا بھی فرمان تھا۔ پر ان احکام کو سن کر موسیٰ اور اس کے شاگرد پیدستائیں میں گھسے اور وہاں خون کی ندیاں بہائیں! کتنے لوگوں کو قتل کیا اور کتنی نوجوان عورتوں کو پکڑ کر آپس میں تقسیم کر لیا، ان بانوں کو انہی کہنا ہو تو پھر انہی سے کہا جائے؟ مطلب یہ ہے کہ پاشرو کے پہلے دنیا میں سچی انسان سے بھرا ہوا دھرم یا اصلیت بھی ہی نہیں۔

پاشرو منی نے ایک اور بھی بات کی۔ انہوں نے انہی کو سچائی، استیکہ اور اپریکرہ ان تینوں اصولوں کے ساتھ چکر دیا۔ اس وجہ سے پہلے جو انہی رشی منیوں کے بیوہارنک ہی تھے اور جنتا کے برتاؤ میں جس کی کوئی جگہ نہ تھی، وہ اب ان اصولوں کی وجہ سے ساماجک یا بیوہار والی چیز ہو گئی۔

پاشرو منی نے تیسری بات یہ کی کہ اپنے نئے دھرم کے پرچار کے لئے سنگ بنایا۔ ہندو دھرم سے ہمیں اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ بدھ نے وقت جہ جہ امتیں موجود تھیں، ان سب میں جین سادھو اور سادھو عورتوں کی جماعت سب سے بڑی تھی۔

آپر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رشی منیوں کی تپسیا کی شکل والی انسان سے پاشرو منی کی دنیاوی بھائی کی انسان کا جنم ہوا۔

بدھ کی مختصر سوانح عمری (جیونی)

پاشرو منی نے ایک اور بھی بات کی۔ انہوں نے انہی کو سچائی، استیکہ اور اپریکرہ ان تینوں اصولوں کے ساتھ چکر دیا۔ اس وجہ سے پہلے جو انہی رشی منیوں کے بیوہارنک ہی تھے اور جنتا کے برتاؤ میں جس کی کوئی جگہ نہ تھی، وہ اب ان اصولوں کی وجہ سے ساماجک یا بیوہار والی چیز ہو گئی۔

پاشرو منی نے تیسری بات یہ کی کہ اپنے نئے دھرم کے پرچار کے لئے سنگ بنایا۔ ہندو دھرم سے ہمیں اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ بدھ نے وقت جہ جہ امتیں موجود تھیں، ان سب میں جین سادھو اور سادھو عورتوں کی جماعت سب سے بڑی تھی۔

ایک حکیم چنوتے تھے جو مہاراج کہلاتا تھا۔ وہ کسی مقرر وقت کے لئے نہیں چٹا چٹا تھا۔ جب تک اسے سب راجاؤں کی رائے (دوکت) حاصل رہتی تھی تب تک وہ حکام کا کام کرتا تھا۔ ورنہ دوسرا انسر چٹا جاتا تھا۔ کوئی بڑا کام آپڑنے پر سارے راج سنگھ کی رائے لی جایا کرتی تھی، دوسرے کام یہ انسر اور سپہ سالار وغیرہ کیا کرتے تھے۔

بده کی پیدائش کے پہلے ہی کپل وستو کے شاکیوں کی سخت چلی تھی۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو پھانسی دینے یا جلا وطن کرنے کا انہوں حق نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ مکدھ دیہ کے پہلے انگ راجاؤں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ان کی ملی جلی حکومت مکدھ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کشتی دیہ کی بھی آزادی چھن کر اس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پارا اور کوشی نارا کے ملوں کے دو اور وبشالی کے رچیوں کا ایک، اس طرح تین بے جانتر راج اب تک آزاد رہ گئے تھے۔ کوسل اور مکدھ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے وقت میں کھلوسٹو سے چونہ پندرہ میل کی دوری پر شدودھن راجا (زمیندار) کی مایا دیوی نام کی رانی کے پیٹ سے گوتم کا (بده کا) جنم ہوا۔ بده چوت کاویہ اور لست وسر میں اسے سوارتہ سدھی اور سدھارتہ نام دیا گیا ہے، لیکن وہ پرانے پالی گرتھوں میں کہیں نہیں ملتے۔ سب جگہوں پر انہیں گوتم ہی کہا گیا ہے اور وہی ان کا اصلی نام رہا ہوگا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور ان کے بالائے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چوٹی بہن) ان کی موسی مہاراجپتی گوتمی پر پڑا۔ گوتمی بھی شدودھن کی استری تھی، ایسا ذنر پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شدودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں، اس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاراجپتی نے بڑی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جیوے' کی کھارت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب ان کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی دھرم کی طرف ہوا۔

اس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگاچارہ تھے۔ ان میں سے پہلا یوگ کے سات

بده کی پیدائش کے پہلے ہی کپل وستو کے شاکیوں کی سخت چلی تھی۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو پھانسی دینے یا جلا وطن کرنے کا انہوں حق نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ مکدھ دیہ کے پہلے انگ راجاؤں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ان کی ملی جلی حکومت مکدھ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کشتی دیہ کی بھی آزادی چھن کر اس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پارا اور کوشی نارا کے ملوں کے دو اور وبشالی کے رچیوں کا ایک، اس طرح تین بے جانتر راج اب تک آزاد رہ گئے تھے۔ کوسل اور مکدھ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور ان کے بالائے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چوٹی بہن) ان کی موسی مہاراجپتی گوتمی پر پڑا۔ گوتمی بھی شدودھن کی استری تھی، ایسا ذنر پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شدودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں، اس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاراجپتی نے بڑی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جیوے' کی کھارت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب ان کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی دھرم کی طرف ہوا۔

اس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگاچارہ تھے۔ ان میں سے پہلا یوگ کے سات

دُرجے کا اُپدیشہ دیتا تھا اور دوسرا آٹھ درجے کا۔ آڈار کا نام کا ایک آشرم کلہنستو شہر کے پاس تھا۔ وہاں جاکر گوتم بوجہ بھاس کرتے آئے اور انہوں نے بوجہ کے پہلے درجے (پرہم دھیان) کی مشق کی۔

شুদ্ধادھن راجا اور دوسرے شاکیہ راجے خود کھیت میں جا کر کھیتی کا کام کرتے تھے اور نیکو چاکروں سے بھی کام کراتے تھے۔ سی طرح گوتم بھی خود کھیتی کرتے اور کرواتے تھے۔ مگر اُن میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ کھیت پر فرصت کے وقت ایک جامن کے پتوں کے نیچے بیٹھ کر اُپر کہہ ہوئے پرہم دھیان کی مشق کرتے تھے۔ چنانچہ آٹھ کتبہ میں اِس کے بارے میں عجیب تاثر ذکر موجود ہیں۔

اب یہ سوال آیا کہ گوتم نے 29 سال کی عمر میں کھیت کیوں چھوڑا؟ لالت وستر وغیرہ گوتمہوں میں اِس کے جو جہات دئے گئے ہیں، انہیں صرف کوری کلہنانیں نہیں سمجھنا چاہئے۔ 29 سال کے اپنے ہاتھ سے کھیتی کرنے والے آدمی نے بڑھاپا، بیمار اور مردہ نہ دیکھا ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔ بڑھاپا، مصیبت اور موت کے خیالات گوتم کے دل میں ضرور آتے ہونگے، لیکن ممکن سے کنارہ کشی کے لئے یہ وجہیں کافی نہیں تھیں۔

شاکیوں کے پڑوسی اور رشتہ دار کولہیہ راجے تھے۔ دے بھی نوسل راج کے ماتحت ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی شاکیوں اور کولہوں میں روہلی ندی کے پانی کے بارے میں بار بار جنگ ہوا کرتی رہی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دونوں کو ہی کھیتی کے لئے پانی نہیں ملتا تھا اور آپس میں لڑنے سے بہت نقصان ہونے کے علاوہ کوسل راج کو اُن چھوٹے راجوں کے اندر دوسری بددوستی میں داخل دینے کا بار بار موقع ملتا تھا۔ اِس لئے یہ چھوٹا گوتم کو برا لگنا قدرتی تھا۔ آخر میں کسی موقع پر کولہوں کے خلاف ہتھیار اُٹھانے سے گوتم نے صاف انکار کر دیا۔ اِس سے ایک مشکل معاملہ ہوا ہو گیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہونے والا تھا کہ شددھن کے سارے خاندان کو شاکیہ دیہ سے جلاوطن دیا جاتا۔ اِس مصیبت کے چھٹکارا پانے کے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ گوتم پرہوراجک (سادھو) ہو جائے اور انہوں نے اُسی راستہ کو منظور کیا۔ ہتھیار اُٹھانا چھترہوں کا دھرم ہے، یہ کہہ کر اُن کے دوستوں اور ہمتوں نے ضرور کوشش کی ہوگی۔ لیکن ارجن کی طرح گوتم کا یہ ذرا سا دیوانگی کا جوش نہ تھا۔ اِس لئے خود بیکوان بھی گوتم کو ہتھیار اُٹھانے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے تھے۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

ہنگ راجوں کو جیتکر مگدھ مہاراجا نے اپنے مندرجہ ذیل میں شامل کر لیا تھا۔ کاشی راجاؤں، شاکیوں اور کالیموں کو جیتکر کوسل مہاراجا نے اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ پھر ہی چھاری کے فرض کے نام پر آپس میں لڑتے رہنا کیتنی بڑی بات تھی ! اور وہ گوتم کو پسند نہیں ہوا، اس میں تعجب ہی کیا۔

گوتم سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لیے ہجرت کرنا مانگتی بات نہیں تھی۔ اس کے بارے میں مہاراجا پتی گوتمی اور شدھودھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا ہر آسا بیان منجھی منجھایہ کے آریہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتم کو اجازت دی اور گوتم آوارہ کالم کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچنا ہی گوتم کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا استہ نہیں پہنچتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ اُن کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہتے ہیں گوتم کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی ڈالتی ہے۔

آوارہ کالم کے دھماں مارگ سے دم درد مقابلے کا سوال حل نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے اُس کو چھوڑ کر آدرک رام پتر کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناپید دکھائی نہ دیا، اس لئے آدرک رام پتر کو چھوڑ کر گوتم اچکرا کو چلے گئے۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنک کے نیٹا اِس شہر کے اُس پاس بار بار آیا جاتا کرتے تھے۔ اُن نیٹاؤں کا دھرم اُپدیش سنکر کچھ راستہ نکالنا گوتم کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نیٹا نئی طرح کے اُتواد (روحانی نفاق) بتاتے تھے۔ نئی ایک نیٹا اُما (روح) کو مر اور دوسرے نیٹا ہونے والی چیز مانتے تھے۔ اِس طرح اُما کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ویدک ہنس کے جانب نفرت اور کس طرح کی عبادت کرنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اِس حالت میں گوتم نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور دم درد مقابلے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اِس لئے اچکرا کو چھوڑ کر وہ آرورہ (اُچال کی کیا) کی طرف لے گئے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ اُن کے اُس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ اُن سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قہر سے یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

گوتم سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لئے اجازت دینا معمولی بات نہیں تھی۔ اِس کے بارے میں ہاپرچاپتی گوتمی اور شدھودھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا ہر آسا بیان منجھی منجھایہ کے آریہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتم کو اجازت دی اور گوتم آوارہ کالم کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچنا ہی گوتم کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا استہ نہیں پہنچتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ اُن کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہتے ہیں گوتم کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی ڈالتی ہے۔

آوارہ کالم کے دھماں مارگ سے دم درد مقابلے کا سوال حل نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے اُس کو چھوڑ کر آدرک رام پتر کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناپید دکھائی نہ دیا، اس لئے آدرک رام پتر کو چھوڑ کر گوتم اچکرا کو چلے گئے۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنک کے نیٹا اِس شہر کے اُس پاس بار بار آیا جاتا کرتے تھے۔ اُن نیٹاؤں کا دھرم اُپدیش سنکر کچھ راستہ نکالنا گوتم کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نیٹا نئی طرح کے اُتواد (روحانی نفاق) بتاتے تھے۔ نئی ایک نیٹا اُما (روح) کو مر اور دوسرے نیٹا ہونے والی چیز مانتے تھے۔ اِس طرح اُما کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ویدک ہنس کے جانب نفرت اور کس طرح کی عبادت کرنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اِس حالت میں گوتم نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور دم درد مقابلے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اِس لئے اچکرا کو چھوڑ کر وہ آرورہ (اُچال کی کیا) کی طرف لے گئے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ اُن کے اُس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ اُن سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قہر سے یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

آخر کار گوتم اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

آخیر کار گوتم اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

جماجمت میں سب سے بڑا ختارا آत्मवाद سے ہے۔ اتنا त्याग اور तप करके भी आत्मवाद के जाल में फंस जाने से श्रमन दुनिया के भगदों से छुटकारे का रास्ता नहीं बता सकते۔ इसलिये आत्मवाद के मेल के अलावा कोई रास्ता होना चाहिये۔ दूसरी बात उनके मन में यह आई कि श्रमनों का सब तरह का उसूल और नेक चलनी सुनासिब होने पर भी तप बेकार है۔

गोतम के साथ पांच तपस्वी (साधू) थे۔ वे समझते थे कि गोतम किसी नये तरीके का पता लगावेंगे। लेकिन जब वह आत्मवाद का खतरा जाहिर करने लगे और जिस्म को तकलीफ देने वाली इबादत छोड़कर जिस्म को कायम रखने वाली शिजा इस्तेमा करने लगे तब उन साधुओं को यकीन हो गया कि गोतम मजहबी मैयार से गिर गये और उनका छोड़कर वे काशी चले आये। लेकिन गोतम ने सत्र का दामन नहीं छोड़ा। लगन की राह पर उन्होंने अपना क्रदम आगे बढ़ाया। आखिरकार आजकल जिसे बुद्ध गया कहते हैं, उस जगह एक पीपल के पेड़ के नीचे बैठकर वैशाखी पूर्णिमा की रात में गोतम ने अपना नया रास्ता अख्तियार किया। उनमें से पहली मंजिल जिस्मानी ऐश आराम का फना होना है। इस मंजिल में गुमराह होने से दुनिया का बहुत बड़ा हिस्सा आपस में लड़ता, कटता और तकलीफ उठाता है। इसलिये यह छोड़ देने के काबिल है। यह छोड़कर जो सूफी हो जाते हैं, वे इबादत में लग कर कई तरह से जिस्मानी ईजाएँ बर्दाश्त करते हैं, जिससे कोई मतलब हासिल नहीं होता। इसलिये इस क्रिस्म की इबादत भी बेकार है। यह दो आखिरी मंजिल छोड़कर बीच का रास्ता चार आर्य सत्यों (अस्तित्यों) का है।

पहला आर्य सत्य यह है कि दुनिया पैदाइश, बुढ़ापा, मौत, तकलीफ से और न मिल सकने वाली चीज की उम्मीद में दुख उठा रही है। इसकी वजह सिर्फ आदमी की प्यास है। प्यास से ही सारी तकलीफ पैदा होती है, यह दूसरा आर्य सत्य है। इस प्यास के छोड़ने से ही तकलीफ से निजात मिल सकती है, (ऐशपरस्ती या तप से छुटकारा नहीं मिलता) यह तीसरा आर्य सत्य है। इस प्यास के मिटाने के लिये सा बरताव होना चाहिये, यह चौथा आर्य सत्य है, जिसे अष्टांगिक मार्ग बताता है। वह अष्टांगिक मार्ग यह है—

सम्यक् दृष्टि, सम्यक् संकल्प, सम्यक् वाचा, सम्यक् कर्मान्त, सम्यक् आजीव, सम्यक् व्यायाम, सम्यक् स्मृति और सम्यक् समाधि।

इस रास्ते का मतलब यह है कि आदमी आदमी के साथ जिस्म, जवान और दिल से बंध के मुताबिक बरताव कर अपनी प्यास को मिटावे। इसी रास्ते से आदमी आदमी में, खानदान

جماعت میں سب سے بڑا خطرہ آنمواد سے ہے۔ اتنا تھاک اور نپ کر کے بھی آنمواد کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ شرمین دنیا کے چھکڑوں سے چھٹکارے کا راستہ نہیں بتا سکتے۔ اس لئے آنمواد کے مہل کے علاوہ کوئی راستہ ہونا چاہئے۔ دوسری بات اُن کے من میں یہ آئی کہ شرمینوں کا سب طرح کا اصول اور ٹیک چلنی مناسب ہونے پر بھی تپ بیکار ہے۔

گوتم کے ساتھ پانچ تپسوی (سادھو) تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ گوتم کسی نئے طریقے کا پتہ لگاویں گے۔ لیکن جب وہ آنمواد کا خطرہ ظاہر کرنے لگے اور جسم کو تکلیف دینے والی عبادت چھوڑ کر جسم کو قائم رکھنے والی غذا استعمال کرنے لگے تب اُن کو چھوڑ کر وہ کٹھنی چلے آئے۔ لیکن گوتم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی راہ پر انہوں نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ آخر کار آجکل جسے بدھ گیا کہتے ہیں، اُس جگہ ایک پہل کے پہر کے نیچے بیٹھ کر ویشاکھی یورنوما کی رات میں گوتم نے اپنا نیا راستہ اختیار کیا۔ اُن میں سے پہلی منزل جسمانی عیش آرام کا فنا ہونا ہے۔ اُس منزل میں گمراہ ہونے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ آپس میں لڑتا، کٹتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اُس لئے یہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یہ چھوڑ کر جو صوفی ہر جاتے ہیں، وہ عبادت میں لگ کر نئی طرح سے جسمانی ایذاؤں برداشت کرتے ہیں، جس سے کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اُس لئے اِس قسم کی عبادت بھی بیکار ہے۔ یہ دو آخری منزلوں چھوڑ کر بیچ کا راستہ چار آریہ ستنیں (اصلیتوں) کا ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیدائش، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی امید میں دھن اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پید ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے، (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا برتاؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے اٹھانک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اٹھانک مارگ یہ ہے—

سمیک درستی، سمیک سٹکلپ، سمیک واپا، سمیک کرمانت، سمیک آجیو، سمیک ویابام، سمیک اِسمرتی اور سمیک سادھی۔

اِس راستے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی آدمی کے ساتھ جسم، زبان اور دل سے وقت کے مطابق برتاؤ کر اپنی پیاس کو مٹا دے۔ اِسی راستے سے آدمی آدمی میں، خاندان

خاندان میں اور ملک ملک میں جو جھگڑے اُٹھتے ہیں، وہ سب مٹ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے شاکیوں اور کولیوں کا ہی نہیں، ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھنڈھ نکالنے سے گوتام کا دِل کتنا روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتام بدھ تو ہو گئے، لیکن انکا نیا راستا سُننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ سن کر کوئی بھی صوفی ہو کر جانا۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہے کہ شاید جو پانچ سادھو گوتام کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتام بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گیا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتا لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سچے سچے ماننے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے یوگ میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیپا بھی بدھ سے بہت بدھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اِس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی، رندھیہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بڑے بڑے دیہی (میں بچے کے طبقے کے لوگوں نے اُن کے سنگ کے لئے بہت سے وعار لوائے۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بودھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لہجہ بدھ کے وقت میں بنیادی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرنت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اِس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ ہارو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹائنک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھڑکی سمجھا چاہئے۔ لیکن اِس کے ساتھ جین صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جین آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگ تھے اُن میں یک جہتوں کو چھوڑ کر ہائی سب سنگ کچھ صدیوں میں ہی مٹ گئے۔

خاندان میں اور ملک ملک میں جو جھگڑے اُٹھتے ہیں، وہ سب مٹ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے شاکیوں اور کولیوں کا ہی نہیں، ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھنڈھ نکالنے سے گوتام کا دِل کتنا روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتام بدھ تو ہو گئے، لیکن اُن کا نیا راستہ سُننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ سن کر کوئی بھی صوفی ہو کر جانا۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہے کہ شاید جو پانچ سادھو گوتام کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتام بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گیا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتہ لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سچے سچے ماننے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے یوگ میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیپا بھی بدھ سے بہت بدھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اِس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی، رندھیہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بڑے بڑے دیہی (میں بچے کے طبقے کے لوگوں نے اُن کے سنگ کے لئے بہت سے وعار لوائے۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بودھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لہجہ بدھ کے وقت میں بنیادی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرنت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اِس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ ہارو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹائنک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھڑکی سمجھا چاہئے۔ لیکن اِس کے ساتھ جین صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جین آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگ تھے اُن میں یک جہتوں کو چھوڑ کر ہائی سب سنگ کچھ صدیوں میں ہی مٹ گئے۔

ہماری رائے میں جین سنگ کے اچے رہنے کی خاص وجہ

ہماری رائے میں جین سنگ کے بچ رہنے کی خاص وجہ

ان کا چتر پام دھرم ہے، نہ کہ ان کے طریقے کی عبادت اور روحانی تعلق !

اشوک اور بودہ دھرم

حالانکہ بودہ سنم کا عام لوگوں پر گہری اثر تھا، پھر بھی سمراٹ اشوک کا زور اگر نہیں ملتا تو بودہ دھرم کا بھارت میں اور بھارت کے باہر اتنا پھیلاؤ نہ ہو سکتا۔

جہنوں کا کہنا ہے کہ چندرگپت موریا چین مت کا تھا اور یہ ٹھیک بھی ہو سکتا ہے۔ مگر چندرگپت نے یوں کو بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے خود یکہ نہیں کئے اور براہمنوں کو اس بارے میں بڑھاپا نہیں دیا۔ اسی وجہ سے براہمن طبقہ کے گرنے لگے والوں نے اسے شودر خاندان سے کہا ہوگا۔ اس کا لڑکا بندوسار کس مذہب کا تھا؟ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ وہ کسی بھی مذہب کا رہا ہو، اس نے اپنے راج کا بندوبست کرنے کے علاوہ اور کچھ کیا ہو، ایسا نہیں جان پڑتا۔ اس کا بیٹا اشوک ضرور شرمین سامکرتی کا—اور اس میں بھی زیادہ سے زیادہ بودہ دھرم کا—پورا حاسی بنا۔

تاجپوشی کے بعد آٹھویں یا نویں سال اشوک نے کلنگ دیس پر چڑھائی کی۔ یہاں ایک لاکھ آدمی مارے گئے اور دینے لاکھ آدمی پکڑ کر لائے گئے۔ اس سے کلنگ دیس میں بڑا غماں مچا اور اشوک کے دل پر اس کا زبردست اثر پڑا۔ وہ جتنا ہی قاتل تھا اتنا ہی رحم دل بنا۔ اس وقت جو شرمین پتہ موجود تھے، ان میں سے بودہ پتہ اسے خاص کر اچھا لگا اور وہ بدہ کا پورا شاگرد بنا۔ بودہ دھرم کے پھیلاؤ کے لئے اس نے جو کوششیں کی وہ مشہور ہی ہے۔ مگر وہ کسی طرح بھی نکل نہیں تھا۔ بودہ طبقہ کی حالانکہ اس نے سب طرح سے مدد کی، تو بھی وہ اس کا خیال رکھتا تھا کہ دوسرے شرمین گروہوں کا گزر اچھی طرح ہونا رہے۔ اتنا ہی نہیں، اس نے اس کا بھی جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا یہ بندوبست کیا کہ شرمین گروہ آپس میں لڑکر بیجا وقت ضائع نہ کریں۔

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب باشندے (شرمین گروہی) رہیں، وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کرنے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچے سچ نہیں ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دینوتاؤں کا پیارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلقدیں کی) سادھوں کی اور گروہوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دینوتاؤں کا پیارا

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب پارہٹ (شرمین گروہی) رہیں، وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کرنے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچے سچ نہیں ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دینوتاؤں کا پیارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلقدیں کی) سادھوں کی اور گروہوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دینوتاؤں کا پیارا

دھان اور پُجا کو اتنی اہمیت نہیں دیتا، جتنا سب پاشندھیوں، سارورہی کو، سارورہی کی کئی قسموں ہیں۔ اُس کا خاص نہ انت ہے خاموشی۔ مثال کے طور پر خود پاشند کی پورما، نہ ہے اور دوسرے کے پاشند کی ہرائی نہ ہوتے دے، پہلی اگر کوئی ہگزے کی وجہ اُن ہی پڑے تو اُسے اہمیت نہ دے۔ دوسرے کے پاشند کا خیال رکھنا کئی طرح سے مناسب ہے۔ ایسا کرنے سے خود پاشند کی یقینی طور سے ترقی کرنا ہے اور دوسرے کے پاشند بھی احسان کرتا ہے۔..... آپس کا دھم ایک دوسرا سنہ اور ک دوسرے کی سیوا کرے، اسی سے ایکتا آجی۔ سب پاشند ہے اور دوسروں کی پہلائی کرنے والے ہوں، بھی چیز دیوتاؤں عزیز ہے۔..... اس کے لئے دھرم مہاماتروں کو (اور دوسروں کو) تر کر کیا ہے۔

اس شلا لیکھ سے دیکھائی دیتا ہے کہ جتنے بھی اہنسک مذہب تھے اُن سب کے ساتھ اشوک برابری کا برتاؤ کرتا تھا۔ نفا ہی نہیں، اُس نے اُس کے ائمے بھی بہت کوشش کی کہ ان مذہبوں میں چھڑا نہ ہو کر ایکتا ہو۔ اور یہ لوگوں کو اہنسکی اور روح کی پادزگی کا راستہ دکھادیں۔ ویدک تہذیب کی بنیاد ہے یکمہ یاگ۔ اُن کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی نہ لیکھ میں کی ہے، اور اُس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اُس کے اُس پاس کے راجوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اُس میں سے بھی وندھ سنسکرتی—بہت زور سے پھیلی ہو، تو اُس میں کچھ محجب نہیں۔

اس شلا لیکھ سے دیکھا ہے کہ جتنے بھی اہنسک مذہب تھے اُن سب کے ساتھ اشوک برابری کا برتاؤ کرتا تھا۔ نفا ہی نہیں، اُس نے اُس کے ائمے بھی بہت کوشش کی کہ ان مذہبوں میں چھڑا نہ ہو کر ایکتا ہو۔ اور یہ لوگوں کو اہنسکی اور روح کی پادزگی کا راستہ دکھادیں۔ ویدک تہذیب کی بنیاد ہے یکمہ یاگ۔ اُن کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی نہ لیکھ میں کی ہے، اور اُس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اُس کے اُس پاس کے راجوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اُس میں سے بھی وندھ سنسکرتی—بہت زور سے پھیلی ہو، تو اُس میں کچھ محجب نہیں۔

بہودہ سنسکرتی کی تہذیب

بہودہ شرمینوں کو راجوں کی مدد ملی، اسی میں اُن کی نوازی کا بیج تھا۔ اُن کے بڑے بڑے سنگھارام (مٹھ) راجاؤں کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے۔ یہ کام عام جنتا کی طانت کے اہر بھی تھا۔ صرف اہر اور راجاؤں کی مدد سے ہی یہ سنگھارام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہابان والوں کو اُنہی طبقوں کو نواز لکھنے والے گرنہیوں کو لکھنا پڑا۔ اُن گرنہیوں نے عام لوگوں کی زبان کو چھوڑ کر اُنہی طبقے میں قدر کی جانے والی سنسکرت زبان کو قبول کیا۔ اُس سے عام جنتا کا رشتہ اُن سے ٹوٹ گیا۔ نصاب، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنہیوں نے چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ اُن گرنہیوں کو سمجھنے کے ناقابل تھے اور اُن کے لئے یہ گرنہی کلام کے نہ تھے۔ تنہا ہی نہیں، سادھوؤں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاگہوں میں ملی تھیں اُس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد ہونے لگا۔ جیسے آجکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں سے لگان لیتے ہوں، اُسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظام کرتے تھے، یہ ماننا ذہن سے خالی نہیں ہے۔

یہی حال میں ان مٹوں کے مالک بید اور جین
سبھی میں سے آجکل کے فیسزم کی طرح کا ایک
ہیساوا دی شہر گیارہ پید ہوا، جسکا نام ہے پاشوپت۔
انہیں پاشوپتوں میں سے انگریزوں کی طرح کے
بے رحم اور ظالم شہر کے بید اور جین کی
پیداہی ہوئی اور ان لوگوں نے تلوار، عورت اور شراب
کے ذریعہ یا تو بید اور جین شرمینوں کو برباد کر دیا یا اپنے
میں ملانے کے لئے مجبور کیا۔

اگر میں ششائک جیسے اور دکن میں سندھ پانڈیہ جیسے
راجاؤں نے بیدوں اور جینوں پر ساتویں صدی میں جو
حرفانک ظالم نامے اس کا ذکر تواریخ میں ہے۔ ششائک نے
سائش کر کے راجدھن کا قتل کروایا اور بید کے سارے
معاروں کو لوٹ کر انہیں توڑ ڈالا۔ بیدوں کے قتل کو چڑ سے آواز
نہ جلا دیا اور دکن میں سندھ پانڈیہ نے اسی صدی میں جین
سادھوں پر کئی قسم کے بڑے ظالم نامے۔ ان کے سر کوہو میں
ڈال کر پروائے۔ اس کے ان سارے ظلموں کے نمونے آج بھی اراکات
نے تروتور مندر کی دیواروں پر کھدے ہوئے ہیں۔ اس طوف
شہر راجاؤں کا پانڈیہ شہر سادھوں اور ان لوگوں کے مددگار
براهمنوں کی کوشش سے بید اور جین دھرم قریب قریب
برباد ہی ہوئے۔

ان ظلموں سے شہر سادھوں کے مٹے ہوئے کے وہار اور ان
جینوں کے جو آپاشرٹہ (خفقاہ) بچ رہے تھے مسلمانوں کے
حملے سے وہ سب قریب قریب برباد ہوئے۔ بچے بچے بید
شرمنوں نے تبت وغیرہ ملکوں میں پناہ لی۔ جین سادھو
اپنے اصولوں کے پابند ہونے کی وجہ سے ہندستان کے باہر نہ
جاسکے۔ جو جین اور شہر سادھو سنیاسی بچے وہ یہاں ہی چھپ کر
رہے تھے۔ آگے چل کر ان سادھوں کا کچھ عروج بھی ہوا۔ لیکن
انہیں کمزور رہا کہ وہ کچھ مذہبی ترقی کا کلم نہیں کر سکے۔

بید سنسکرتی کی دین

بید سنسکرتی کی دین

جینوں کے جو آپاشرٹہ (خفقاہ) بچ رہے تھے مسلمانوں کے
حملے سے وہ سب قریب قریب برباد ہوئے۔ بچے بچے بید
شرمنوں نے تبت وغیرہ ملکوں میں پناہ لی۔ جین سادھو
اپنے اصولوں کے پابند ہونے کی وجہ سے ہندستان کے باہر نہ
جاسکے۔ جو جین اور شہر سادھو سنیاسی بچے وہ یہاں ہی چھپ کر
رہے تھے۔ آگے چل کر ان سادھوں کا کچھ عروج بھی ہوا۔ لیکن
انہیں کمزور رہا کہ وہ کچھ مذہبی ترقی کا کلم نہیں کر سکے۔

بید سنسکرتی کی دین

بید سنسکرتی کی دین

بید سنسکرتی کی دین

دکھلائی ہوئی ہے، اُسی طرح سے اُس تاریک زمانے میں
ہودھ مذہب بھی خلاف دکھلائی دیتا تھا۔ پونہ کے ایک مشہور
پڈرت نے ناگنڈ فاکٹ لکھا۔ اُس کے فنانسی اشلوک میں جو
”ماروڈو (مارکی ایسٹریاں)“ لفظ ہے، اُس نے اُس کو نہیں
سمجھا۔ سبھی ہانہ کی لکھی نقلوں میں یہی لفظ تھا؛ تو وہی
اُس نے اُسے بدل کر ”واروڈھو“ کر دیا۔ ہمارے یہاں کے دیکھ
پڈرتوں کو بھی ہودھ دھرم کے بارے میں اتنی جانکاری نہ تھی۔

مغربی پنڈتوں کو بھی ہندو مذہب کے بارے میں بہت کم جانکاری تھی۔ دے جانتے تھے کہ نیت، پردھما، چدین وغیرہ ملکوں میں ہندو مذہب رائج ہے، پر یہ نہیں جانتے تھے کہ اس دھرم کا وسیلہ اور پھیلاؤ بھارت ورش میں ہی ہوا تھا اور بھارتی سادھوں نے ہی غور ملکوں میں چاکر اس مذہب کو پھیلا یا۔ جب پہلے پہل انگریز عالموں نے ایلورا کی طرح کی کاریگریوں کی جکھوں کو دیکھا، تب اُن لوگوں نے اندازہ کیا کہ یہ کاریگریاں بھارتیوں کی ہو ہی نہیں سکتیں۔ اُنہوں نے یہ اندازہ کیا کہ اُنہیں کے برابر کس مذہب قوم نے بھارت میں اُدھر ان کاریگریوں کی شروعات کی ہوگی۔ دھیرے دھیرے پچھمی پنڈتوں کی کوشش سے، جن میں پچھمی مشنریوں کی بھی شرکت تھی، بھارتیوں کو ہندو مذہب کے بارے میں کچھ جانکاری ہونے لگی۔ پھر بھی تمام جنتا ایلورا یا اجنتا لی کاریگریوں کا ہونہوں سے رشتہ نہ جان سکی اور سارے بھارتی ادب پر ہندو مذہب کا جو اثر پڑا ہے، اُس کی بہلا اُنہیں کیسے جانکاری ہو سکتی تھی ؟

وید، ہرامن اور آرنہوں کو چھوڑ کر ہی ایسا کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بودھ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ انا ہی کہتا کافی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے آرنہا سمجھا جاتا ہے، اُس کا نیچوڑ فنا اور بقا سے بھی لیا گیا ہے اور اسی وجہ سے شکر اچارہ پرچوں بودھ ٹھہرے۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بودھ کاریگروں کی ہی ہے۔ بودھوں کے بعد جینوں اور شیو سادھوں نے بھی اُن کی نقل کی پر بودھ کاریگری کی براہری میں وہ نہ آسکے۔

جاپان، چین، تبت، سہام، سنگھل وغیرہ ملکوں میں بھارت کے بارے میں جو انسانی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے ؟ اُن ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ داداے اگر ہتھیاروں سے اُن ملکوں پر فتح پاتے تو اُن سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ ہودھ سنگھ نے اُن ملکوں پر جو

مذہبی فتنہ پاتی ہے، وہ ہمارے لئے زیور کے برابر ہے، لیکن
انہوں کی بات ہے کہ ہمارے عالموں کو بھی ہونا مذہب کی
ابھی بہت ہی کم جانکاری ہے۔

ہودھ مذہب کی جانکاری کے بنا ہماری پرانی تواریخ اور تاریکی کی جانکاری ہو ہی نہیں سکتی۔ اُننا ہی نہیں، بیچ کے زمانے میں جو سادھوسنت ہوئے، اُن کی کہانوں میں ہودی ہوئی رحمدلی، نیک چلنی، اچھی صحبت وغیرہ سبھی باتیں نہیں آئیں؟ اُن سبوں کا ذریعہ ہودھ دھرم ہی ہے۔ ہودھ دھرم کے سادھوں اور اُپدیہی دینے والوں نے جنتا کی زندگی میں اخلاق کا جو بیج بویا، وہ برباد نہیں ہوا۔ خلاف حالتوں میں بھی اُس کی کچھ کچھ پابندی اُن ویشنو سادھو سنتوں نے کی ہے۔

مہاتما گاندھی جی نے جو اہنسا کا انقلاب شروع کیا اور عام
جنتا نے ایک زبان نے اِس کی جو تائید کی، اُس کا بھی بیج
ایسی بودھ اور کچھ کچھ جین سنسکرتی میں ہے۔ سب لوگ
جانتے ہیں کہ مہاتما گاندھی پر شریعت رام چندر نامی ایک
جینی عام کا بہت اثر پڑا۔ ایک تو کانھیاوار میں وہ ریشنو
خاندان میں پیدا ہوئے اور دوسرے وہاں جینوں کی مذہبی
جسامت بھی کافی تعداد میں موجود ہے۔ دیگر اہنسا کا بیج
بھارت میں نہیں ہوتا تو بہت سے ہندو سماج کو مہاتما جی
کا ستیاگرہ پسند نہ ہوتا۔ اِس لئے آج عام جنتا کی نبض
پہچاننے اور بھارت ورش کی تہذیب کے پور سے عروج پر آنے کے
لئے بودھ سنسکرتی کی جانکاری ہونا بہت ہی ضروری ہے۔

سب کے ساتھ بھلائی کرو، اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرتا ہے تو اُس کی ذمہ داری اُس پر ہے، تم اُس کی دیکھا دیکھی اپنے دل کو خراب کر کے فرض سے نہ ہٹو۔

—سنت و انبی .

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب نے کہا:—وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹی پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آخر نہیں کرتا، جو مسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کرتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹی پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آخر نہیں کرتا، جو مسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کرتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، تیرمیزی۔

پیشوا نے میرے دادا ابو مسری کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو ان سے کہا:—”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، ان کے لئے کوئی مشکل کھڑی نہ کرنا، ان کے دلوں کو خوش رکھنا، ان میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری: مسلم۔

پیشوا نے میرے دادا ابو مسری کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو ان سے کہا:—”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، ان کے لئے کوئی مشکل کھڑی نہ کرنا، ان کے دلوں کو خوش رکھنا، ان میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری: مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—”خاندان، پیو اور دوسروں کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن کپڑے خیرات نہ کرو اور نہ دکھاؤ یا گھنڈو۔“

—ابن عمر بن العاص، بخاری: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا:—”کھاؤ، پیو اور دوسرے کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن خیرات نہ کرو اور نہ دکھاؤ یا گھنڈو۔“

—ابن عمر بن العاص، بخاری: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا:—”سکند کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں؛ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—”سفید کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں؛ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرنا ہے۔“

—معمار، مسلم: ابو داؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرنا ہے۔“

—معمار، مسلم: ابو داؤد: تیرمیزی۔

انص کا کہنا ہے:—”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی نئی چیز اگلے دن کے لئے بچھا کر نہیں رکھی۔“

—انص، تیرمیزی۔

انص کا کہنا ہے:—”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی نئی چیز اگلے دن کے لئے بچھا کر نہیں رکھی۔“

—انص، تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ:—”اگر میرے پاس عدد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے خوشی اسی میں ہوگی کہ میں تین گیارہ راتوں تک اُس کا کوئی بھی حصہ اپنے پاس نہ رکھ دوں؛ سوائے کسی ایسے حصے کے جو مہینہ اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے لے لیا ہو۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

ابو ہریرہؓ کا کہنا ہے کہ:—”محمّد صاحب اِس دنیا سے چل بسے لیکن انہوں نے کبھی پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

عائشہؓ کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب کے بیوی بچوں کو، محمد صاحب کے مرنے کے دن تک، کبھی دو دن لگانا، جو اسی روٹی پیٹ بھر نہیں ملی، کبھی کبھی مہینوں گزر جاتے تھے اور گھر میں چولہا نہ جلتا تھا، وہ دن ہم کدول کھجور کھا کر اور پانی پی کر گزار دیتے تھے۔“

—عائشہؓ، بخاری: مسلم: ترمذی .

—آیضاً. بخاری: مسلم: ترمذی.

خلیفہ عمرؓ کا راج اب دور دور کے ملکوں تک پھیل چکا تھا اور اُن سب ملکوں میں لوگ خوب خوشحال تھے، تو اِس خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ عمرؓ نے ایک دن کہا کہ:—”میں نے کبھی کبھی پیغمبرؐ کو دن دن بھر بھوکا رہ کر گزارتے دیکھا ہے کیونکہ اُن کے پاس کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں تھی۔“

—نعمان بن بشیرؓ، مسلم.

—نعمان بن بشیرؓ، مسلم.

ابن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ:—”محمّد صاحب چٹائی پر سو رہے تھے! جب وہ اُٹھے تو اُن کے بدن پر چٹائی کے نشان تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے اُن سے کہا:—’اے خدا کے رسول! آپ اجازت دیں تو ہم ایک نرم بستر آپ کے لئے بچھا دیں!‘ محمد صاحب نے جواب دیا:—’مجھے اِس دنیا کے آرام سے کیا لینا ہے۔ میرا رشتہ اِس کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا ایک گھوڑ سوار کا، جو ہنوز دیر کے لئے کسی پہاڑ کے سایہ میں کھڑا ہو جاتا ہے، وہاں کچھ دیر آرام کرتا ہے اور پھر وہاں سے چل دیتا ہے!‘

—ابن مسعودؓ، ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

—ابن مسعودؓ، ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

مُحَمَّد سَاہِب کے کُچھ اُپدیش

ہجرتِ مَدینہ کا کہنا ہے کہ: — ”مُحَمَّد سَاہِب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ”ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟“ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

— عاتشہ، ابوداؤد .

جابر کا کہنا ہے کہ: — ”مُحَمَّد سَاہِب جب کبھی سفر میں ہوتے تو خود ہمیشہ سب کے پیچھے رہتے . وہ کمزوروں کی خبر گیری کرتے، انہیں اپنے پیچھے بیٹھا لیتے اور اُن کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہتے .“

— جابر، ابوداؤد .

مُحَمَّد سَاہِب جب مَدینہ آئے تو وہاں کے کُچھ لوگ خجور کے درختوں کی کٹائی کاٹ کر لگا رہے تھے . مُحَمَّد سَاہِب نے پوچھا: — ”تو لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں .“ مُحَمَّد سَاہِب نے کہا: — ”شاید زیادہ اچھا ہو اگر تم ان درختوں کو نہ کاٹو چھانڈو .“ اُن لوگوں نے درختوں کو ویسا ہی چھوڑ دیا . اِس پر اُس سال درختوں میں پھل بہت کم آئے . مُحَمَّد سَاہِب نے جب اِس کی سوچنا ملی تو انہوں نے کہا کہ: — ”میں کھول ایک آدمی ہوں . جب میں دین کے معاملہ میں تم سے کوئی بات کہوں تو اُسے مان لو اور جب میں کسی اور بات پر اپنی رائے ظاہر کروں تو یاد رکھو کہ میں تمہاری ہی طرح کھول ایک آدمی ہوں .“

— رفیع بن خدیج، مسلم .

انصاری کا بیان ہے کہ: — ”مُحَمَّد سَاہِب پر دے میں رہنے والی ایک کنواری لڑکی سے بھی جیسا شرمیلے تھے جب کہی وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے تھے جو انہیں پسند نہ آتی تھی تو ہمیں اِس کا پتہ اُن کے چہرے سے لگتا تھا .“

— انصاری، بخاری : مسلم .

حضرت علی کا کہنا ہے: — ”مُحَمَّد سَاہِب کے آخری شب یہ تھے: — ”اللہ سے دعا مارو ! تمہارے پاس جو کچھ مال اسباب ہے اُس کے لئے اللہ سے دُرو .“

— علی، ابوداؤد .

— انصاری : شری مجاہد رضوی .

بنارس کا شہر، इतिहास की निगाह से, इस धरती का सबसे पुराना नगर है जो अभी तक मौजूद है. इसकी शुरुआत कब और कैसे हुई इस बात का पता पुराने से पुराने जमाने के धुंधले इतिहास से भी ठीक ठीक नहीं चलता. जिस जमाने में वेदों और उपनिषदों की रचना हो रही थी उस जमाने में बनारस के राजा अजात शत्रु सचचे खोजियों को यहाँ पर आत्मविद्या का उपदेश दिया करते थे. यहाँ पर वह राजा प्रतर्दन राज करते थे जो बहुत बड़े योधा भी थे और जिन्होंने बहुत से वेद मंत्रों की रचना भी की. यहीं के एक राजा महाभारत की लड़ाई में युधिष्ठिर और कृष्ण की तरफ से लड़े थे. गीता में उनका जिक्र आता है, पर नाम नहीं दिया गया. यहीं पर राजा दिवोदास ने अपने शिष्य सुअतु को 'आयुर्वेद' नाम का वह ज्वरवेस्त ग्रंथ दिया जो आज तक वैद्यक के बड़े ग्रंथों में गिना जाता है. यह वह जमाना था, जबकि पुराण लिखे जा रहे थे. यहीं पर, कलियुग के शुरू में, यानी कहा जाता है लगभग पाँच हजार बरस हुए वेदों के सम्पादक और महाभारत, पुराणों और ब्रह्मसूत्रों के संग्रहकर्ता व्यास अपने बहुत से चेलों को लेकर आए, और यहीं उन्होंने अपने जीवन के अन्तिम दिन बिताए. यहीं पर ईसा से नौ सौ बरस पहले जैनियों के तेईसवें यानी आखिरी से एक पहले के तीर्थंकर पार्श्वनाथ पैदा हुए थे. यहीं पर लगभग पच्चीस सौ बरस हुए बुद्ध ने धर्म सुधार और दया धर्म के प्रचार का अपना अद्भुत मिशन शुरू किया था. यहीं पर बाद की सदियों में शंकर, रामानुज, बल्लभ, चैतन्य और दूसरे बड़े बड़े आचार्य और सुधारकों ने आकर प्राचीन धर्म ग्रंथों का अपना नया भाष्य यानी नई तावीलें विद्वानों के सामने रखकर उनकी तसदीक की. यहीं पर कबीर ने पुरानी सचाइयों को नए शब्दों में बयान किया. कबीर की भाषा जनता की भाषा है और साथ ही उसमें आत्म विद्या के रहस्य भी छिपे हुए हैं. उन्होंने हिन्दुओं और मुसलमानों को दीन धर्म के गलत और बिगड़े हुए रूप से आगाह और पाक किया, उन्हें सुधारा, उनमें मेल मुहब्बत पैदा की, उन्हें हठ धर्मियों और पाखण्डों से बचाया और निजात का रास्ता बताया. यहीं पर तुलसीदास ने हिन्दी में वह रामायण लिखी जिसे पिछले तीन सौ बरस से लाखों हिन्दी भाषी भारतवासी 'वेद' की तरह मानते

بنارس کا شہر اِنہاس کی نگاہ سے ' اس دھرتی کا سب سے پرانا نگر ہے جو ابھی تک موجود ہے . اس کی شروعات کب اور کیسہ ہوئی اس بات کا پتہ پرانے سے پرانے زمانے کے دھندلے اِنہاس سے ہی ٹھیک ٹھیک نہیں چلتا . جس زمانے میں ویدوں اور اپنیشدوں کی رچنا ہو رہی تھی اُس زمانے میں بنارس کے اجا اجات شترو سچے کھوجیوں کو یہاں پر آتم ودیا کا اُپدیش دیا کرتے تھے . یہیں پر وہ راجا پرتاردن راج کرتے تھے جو بہت بڑے یودھا بھی تھے اور جنہوں نے بہت سے وید منتروں کی رچنا ہی کی . یہیں کے ایک راجا مہابھارت کی لڑائی میں بدھشز اور کُشن کی طرف سے لڑے تھے . گیتا میں اُن کا ذکر آتا ہے پر نام نہیں دیا گیا . یہیں پر راجا دیو داس نے اپنے ششیہ سوشروتو کو اُپورید کا وہ زہر دست گرنہ دیا جو آج تک ویدیک کے بڑے سے بڑے گرنہوں میں گنا جاتا ہے . یہ وہ زمانہ تھا جب پران لکھے جارہے تھے . یہیں پر ' کلیک کے شروع میں ' یعنی کہا جاتا ہے لگ بھگ پانچ ہزار برس ہوئے ویدوں کے سہادک اور مہابھارت ' پرانوں اور برہمن سوتروں کے سنکرہ کرنا دیاس اپنے بہت سے چٹھوں کو لیکر آئے ' اور یہیں انہوں نے اپنے جیوں کے اتم دن بتائے . یہیں پر عیسیٰ سے نو سو برس پہلے جنہوں کے زئیسویں یعنی آخری سے ایک پہلے کے نیرتھنکر یاشر و ناتھ پیدا ہوئے تھے . یہیں پر لگ بھگ پچاس سو برس ہوئے بدھ نے دھرم سدھار اور دیا دھرم کے پرچار کا اپنا ادبوت مشن شروع کیا تھا . یہیں پر بعد کی صدیوں میں شنکر ' رامانج ' بالی ' چیتنہ اور دوسرے بڑے بڑے آچاریہ اور سدھارکوں نے آکر پراچین دھرم گرنہوں کا اپنا نیا بیاتھیہ یعنی نئی تعویلیں ودوانوں کے سامنے رکھ کر اُن کی تصدیق کی . یہیں پر کبیر نے پرانی سچانہوں کو نئے شبدوں میں بیان کیا . کبیر کی بھاشا جتنا کی بھاشا ہے اور ساتھ ہی اُس میں آتم ودیا کے رہسہہ چھپے ہوئے ہیں . انہوں نے ہندؤں اور مسلمانوں دونوں کو دین دھرم کے غلط اور بگڑے ہوئے روپ سے آگاہ اور پاک کیا ' انہیں سدھارا ' اُن میں مہل محبت پیدا کی ' انہیں دھم دھرموں اور پاکہندوں سے بچایا ' اور نجات کا راستہ بتایا . یہیں پر نلسی داس نے ہندی میں وہ راماین لکھی جسے پچھلے تین سو برس سے لاکھوں ہندی بھاشی بھارت واسی ' وید ' کی طرح ماننے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاںسی یا کاشی)، باوجود بہت پتھر، گیارہویں اور تیرہ تیرہ کی بڑائیوں کے، انہیں کال سے ہمارے کی دھارمک راجدھانی اور سلسلہ دہا کا سب سے بڑا کیندر رہا ہے اور ابھی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791ء میں کوننس کالج قائم ہوا۔ اس کالج کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اس اسکول کی مہتریکویشن کلاس میں سن 1880ء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ وہ لڑکا اس سہ ماہی عمر کے تھی۔ اس کے ساتھ کچھ درگتھنائیں تھیں۔ اسے اپنی دادی سے بہت پیار تھا۔ دادی بھی اسے بہت پیار کرتی تھی۔ اسی سال اس نے اپنی دادی کو مرتے ہوئے دیکھا۔ چچا تک اس کے ساتھ گیا۔ راستے میں وہ خوب رونا رہا۔ چچا نے اس کو اس سبب چہنے اور مرنے کا مطلب کیا۔ اس کے بعد اسے اُدھر اُدھر سے کچھ چیزیں پڑھنے کو ملیں۔ ان میں لکھا تھا کہ 'نچہ سنت'، مہانما، رشی اور یوگی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہوں نے ان لوگوں کی جانکاری ہوتی ہے، زندگی اور موت کے چہنے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اس لڑکے کی کہی بھی بات چوست بھی ہوئی۔ اس کے شروع بچپن میں ایک مذمت روز شام کو اس کے گھر آکر گھر کے لوگوں کو دھرم کی کتابیں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس زمانے میں اپنی دادی کے ساتھ بیٹھکر رامایں، ویاس کی مہابھارت اور رشی پران سنے تھے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو ان دنوں یاد کر لیا تھا۔ ان کہانیوں کے اندر جو فلسفی بھری ہوئی تھی وہ یا تو اس بچے کے سر کے اوپر سے ہوں ہی نکل جاتی تھی یا اگر کوئی اثر اس پر رہ جاتا تھا تو اس طرح کا کہ جس کا اسے خود پتہ نہ تھا۔ اس بارے میں اس کے لڑکے نے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اسے وہ بہت ہی کم یا کیوں ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اس کے چہنے ہوئے قدرتی رجحانوں میں انکو پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسرے بچوں کی طرح وہ ڈیلتا کودنا، تماشہ دیکھنا، سیر کرنا اور کبھی بھٹنا یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اس کے دل میں سرشتی کے رھسہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولنے لگی۔ وہ کسی ایک اچھی چیز کی کھوج میں تھا، اپنی اس اچھا کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی بچہ کو تارے کے لئے رات کو صبح کے لئے۔ اس کا دل کسی ایسی چیز کے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاںسی یا کاشی)، باوجود بہت پتھر، گیارہویں اور تیرہ تیرہ کی بڑائیوں کے، انہیں کال سے ہمارے کی دھارمک راجدھانی اور سلسلہ دہا کا سب سے بڑا کیندر رہا ہے اور ابھی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791ء میں کوننس کالج قائم ہوا۔ اس کالج کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اس اسکول کی مہتریکویشن کلاس میں سن 1880ء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ وہ لڑکا اس سہ ماہی عمر کے تھی۔ اس کے ساتھ کچھ درگتھنائیں تھیں۔ اسے اپنی دادی سے بہت پیار تھا۔ دادی بھی اسے بہت پیار کرتی تھی۔ اسی سال اس نے اپنی دادی کو مرتے ہوئے دیکھا۔ چچا تک اس کے ساتھ گیا۔ راستے میں وہ خوب رونا رہا۔ چچا نے اس کو اس سبب چہنے اور مرنے کا مطلب کیا۔ اس کے بعد اسے اُدھر اُدھر سے کچھ چیزیں پڑھنے کو ملیں۔ ان میں لکھا تھا کہ 'نچہ سنت'، مہانما، رشی اور یوگی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہوں نے ان لوگوں کی جانکاری ہوتی ہے، زندگی اور موت کے چہنے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اس لڑکے کی کہی بھی بات چوست بھی ہوئی۔ اس کے شروع بچپن میں ایک مذمت روز شام کو اس کے گھر آکر گھر کے لوگوں کو دھرم کی کتابیں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس زمانے میں اپنی دادی کے ساتھ بیٹھکر رامایں، ویاس کی مہابھارت اور رشی پران سنے تھے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو ان دنوں یاد کر لیا تھا۔ ان کہانیوں کے اندر جو فلسفی بھری ہوئی تھی وہ یا تو اس بچے کے سر کے اوپر سے ہوں ہی نکل جاتی تھی یا اگر کوئی اثر اس پر رہ جاتا تھا تو اس طرح کا کہ جس کا اسے خود پتہ نہ تھا۔ اس بارے میں اس کے لڑکے نے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اسے وہ بہت ہی کم یا کیوں ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اس کے چہنے ہوئے قدرتی رجحانوں میں انکو پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسرے بچوں کی طرح وہ ڈیلتا کودنا، تماشہ دیکھنا، سیر کرنا اور کبھی بھٹنا یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اس کے دل میں سرشتی کے رھسہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولنے لگی۔ وہ کسی ایک اچھی چیز کی کھوج میں تھا، اپنی اس اچھا کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی بچہ کو تارے کے لئے رات کو صبح کے لئے۔ اس کا دل کسی ایسی چیز کے

لیے بےکراں تھا جو ہماری اس سکھ دہ کی دنیا سے اوپر ہو۔ اس جہنم کے دہ دردوں کے بارے میں کئی طرح کے سوال اس کے دل میں پیدا ہوئے۔ جہنم جہنم وہ ہوا ہوتا تھا یہ سوال اور گہرے ہوتے چلے گئے۔ جب وہ کالج میں پڑھنے لگا تب ہی اس طرح کے سوال اس کے اندر اُٹھنے لگے، دھڑکے دھڑکے یہ سوال ایک خاص شکل لیا۔ اس کے لئے اس کے دل میں ہر وقت یہ جانتے کی لچکا اور پکڑنے لگی کہ ہمارے اندر، باہر اور چاروں طرف یہ دہ درد 'کون' ہیں اور ان کا علاج 'کیسے' اور 'کیا' ہو سکتا ہے؟ انہیں سوالوں کے ادھوں اور بہت سے انکنت سوال اس کے دل میں پیدا ہوئے اور اسے دق کرنے لگے۔ یہ سب سوال انت میں اسی ایک سوال سے سمبندھ رکھتے تھے کہ دنیا کے سب دہوں کی جڑ کیا ہے اور ان کا علاج کیا ہے اور یہ دنیا اور یہ ساری سرشتی جس میں اُٹلتا پیچ در پیچ ہیں، جن کے اوپر اور جن کے اندر یہ سب دہ اور ہوائی زوروں کے ساتھ چھائی ہوئی ہے، کون ہے، کیسے ہے، اور کہاں ہے انی؟

ہم کسی بھی چیز کے کسی ایک حصے کو اس سے تک پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے کام لے سکتے ہیں جب تک اس کے باقی سب حصوں کے ساتھ اس حصے کے سمبندھ کو نہ جان لیں۔ سب حصے برابر پوری چیز یا پوری اکائی بنتے ہیں۔ اس پوری اکائی کے اندر ہر حصے کی اپنی جگہ ہے۔ ہر حصہ ہائی حصوں کے ساتھ یا تو ملکر کام کرتا ہے، یا ان کے ماتحت کام کرتا ہے، اور یا ان کے اوپر رہ کر انہیں چلاتا اور چلائے میں مدد دیتا ہے۔ ایک ایک حصوں میں کہیں کاریہ اور کارن یعنی علت اور معلول کا سمبندھ ہوتا ہے اور کہیں کرنا اور پرتیکریا یعنی عمل اور رد عمل کا۔ جب تک ہم ان سب سمبندھوں کو ایک موٹے طور پر نہ سمجھ لیں تب تک ہم کسی ایک حصے یا ایک چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے شبدوں میں کسی پوری چیز کو یا اس کے کسی حصے کو، جیسے آدمی کو اور سماج کو، سماج کو اور اس سارے وشو کو، پنڈ کو اور برہمن کو، کسی محدود چیز کو اور لامحدود کو، ہم کہیں نہیں سمجھ سکتے ہیں اور تبھی اس کا ٹھیک ٹھیک دیوکار کر سکتے ہیں جب ہم ان سب سمبندھوں کو سمجھ لیں اور ہر بار ان پر دھیان دیتے رہیں۔ مہابھارت کے اندر جس سے اردن وشاد میں قویا ہوا، نراش، رنج اور غم سے گہرا ہوا، دیا سے پھرتا ہے، اور اپنے سکے رشتنداروں اور چچھندے اور مہرے ہاتھوں کے مرنے کے وچار سے کانپ اُٹھتا ہے، اس کے من کو پھر سے استہر کرنے کے لئے، اس کے دل اور دماغ کو ٹھیک کرنے کے لئے، اسے

ہم کسی بھی چیز کے کسی ایک حصے کو اس سے تک پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے کام لے سکتے ہیں جب تک اس کے باقی سب حصوں کے ساتھ اس حصے کے سمبندھ کو نہ جان لیں۔ سب حصے برابر پوری چیز یا پوری اکائی بنتے ہیں۔ اس پوری اکائی کے اندر ہر حصے کی اپنی جگہ ہے۔ ہر حصہ ہائی حصوں کے ساتھ یا تو ملکر کام کرتا ہے، یا ان کے ماتحت کام کرتا ہے، اور یا ان کے اوپر رہ کر انہیں چلاتا اور چلائے میں مدد دیتا ہے۔ ایک ایک حصوں میں کہیں کاریہ اور کارن یعنی علت اور معلول کا سمبندھ ہوتا ہے اور کہیں کرنا اور پرتیکریا یعنی عمل اور رد عمل کا۔ جب تک ہم ان سب سمبندھوں کو ایک موٹے طور پر نہ سمجھ لیں تب تک ہم کسی ایک حصے یا ایک چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے شبدوں میں کسی پوری چیز کو یا اس کے کسی حصے کو، جیسے آدمی کو اور سماج کو، سماج کو اور اس سارے وشو کو، پنڈ کو اور برہمن کو، کسی محدود چیز کو اور لامحدود کو، ہم کہیں نہیں سمجھ سکتے ہیں اور تبھی اس کا ٹھیک ٹھیک دیوکار کر سکتے ہیں جب ہم ان سب سمبندھوں کو سمجھ لیں اور ہر بار ان پر دھیان دیتے رہیں۔ مہابھارت کے اندر جس سے اردن وشاد میں قویا ہوا، نراش، رنج اور غم سے گہرا ہوا، دیا سے پھرتا ہے، اور اپنے سکے رشتنداروں اور چچھندے اور مہرے ہاتھوں کے مرنے کے وچار سے کانپ اُٹھتا ہے، اس کے من کو پھر سے استہر کرنے کے لئے، اس کے دل اور دماغ کو ٹھیک کرنے کے لئے، اسے

ویرشواس دلالے کے لئے، اُس کے ارادے کو پکا کرنے کے لئے، اُسے بکالے کے لئے، کہ اپنے باپری رشتہ داروں سے لڑنا اُس کا دھرم تھا، اُس نازک سہم میں جب کہ دونوں طرف متیار بند فوجیں ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آمنہ سامنے تیار کھڑی ہوئی تھیں اور لڑائی شروع ہونے میں لیول ایک ہل بھر کی دیر معلوم ہوتی تھی، اُس سہم لوشن نے ایک دو گھنٹہ کے اندر، جن میں ارجن کے دل کی حالت اور اُس پاس کے راجہ منڈل کی حالت برابری نازک اور قروانی ہوتی چلی جا رہی تھی، لگ بھگ چھ سو شاوہوں کے اندر اُس سارے جہوں کا ارتھ اور وشو کی پوری یوجنا ارجن کو سمجھائیں۔

اس لڑکے نے کالج میں سائنکالاجی یعنی منورگیان، ایہمس بنائی تھی وگیان اور میڈیٹیشن یعنی فلسفی کے وشئے تھے۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ آدمی کے اندر کے سوچنے سمجھنے کی طاقت، اُس کے ہواؤ یعنی جذبات اور اُس کے سنگلاب یعنی ارادے کیا چیز ہیں؟ فیکٹی اور بدی کیا ہے؟ اُس دنیا کی اور زندگی کی اصلیت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ وہ سوچتا رہتا تھا، جو لڑک اُس سے ہمہ بدی رکھتے تھے اُن کے ساتھ بات چیت کرنا بھتا تھا اور ان وشو میں پر جتنا کچھ پڑھتا تھا پڑھتا رہتا تھا۔ یہ اندکتر انگریزی اور سنسکرت کی کتابیں پڑھتا تھا۔ یہ دونوں ہشائیں اُس کے لئے نئی تھیں۔ اُس سے اُس کی مشکل اور بڑھ گئی۔ لیکن اِس مشکل سے انت میں اُسے فائدہ ہی پہونچا۔ پڑانے سنسکرت شبد اب پڑانے اور بے معنی ہوتے جا رہے تھے۔ سہم کی آوشونقا یہ تھی کہ اُن پڑانے شبدوں میں جو انمول وچار بھرے ہوتے تھے اُن کا نئے سرے سے ارتھ کیا جارہے اور انہیں نیا جامہ پہایا جارہے۔ آجکل کے مانو جہوں اور آجکل کی سبھتا سے لیکر نئے تفنگ اور نئے شبدوں میں اُن فیدہ کی چاروں کو نئے سرے سے پرگٹ کیا جارہے۔ نئے خیال کے وگ تب ہی انہیں سمجھ سکتے تھے۔ پڑانے لباس میں نئے خیال والوں کو وہ بے تو بے جان اور بے معنی دکھائی دینکے اور یا نوکے اور عجوب معلوم ہونکے۔ کیول اسی طرح وہ پڑانے وچار وائی اور فکٹی پیڑھی کے لوگوں کو، پورب اور پچھم کو، پڑانے و آجکل کے جہوں کو اور پڑانے وچاروں اور آجکل کے وچاروں و ملانے میں مددے سکتے تھے، اِس طرح فلسفی جیسے مضمون و انگریزی اور سنسکرت ان دو ہاشاؤں میں پڑھانے سے اُس لڑکے کو بہت فائدہ ہوا۔

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

اسکی اسالیبت اور اس کے ازم کو نہیں سمجھ سکتا تو میرے زہدے رہنے سے ہی کیا فائدہ! جانتے بوجہ یا چاہے سن 1887 تک اس لوکے کے دماغ کی یہی حالت تھی۔ سن 1887 میں اسے کسی طرح سے کچھ تسلی ملی۔ سبستی کے آخری 'دیس' اور 'کیس' کا ایک جواب اس کے من کے اندر پیدا ہوا۔ اس جواب کے اندر اور ازکنت ماحبت سوالوں کے جواب بھی آگئے۔ اس کا دماغ بخار اتر گیا۔ ادھک پونر یعنی پاک زندگی بسر کرنے کی اچھا اب اس میں زور کرنے لگی، وہ اچھا آج تک بنی ہے اور بدقسمتی سے آج تک پوری نہ ہو سکی۔ لیکن اگرچہ اس کے جیوں کی سطح شانت نہیں ہے اور شاید نہیں ہو سکتی، یہ بھی اپنے اندر اس کا من ایک حد تک شانت ہے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیکر کا لیکھ ہے۔ اس سہ (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ ڈیڑھ اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیانگے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوسروں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشمہ کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے، اور کچھ نیک دوستوں کے لئے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دالچسپی لکھ رہے ہوں۔ کیتا میں لکھا ہے:—”جب پرانے جسم کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں تو اما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی پرانے پہروں کو پھینک کر نئے پہرے پہن لیتا ہے۔“ اسی طرح، رانی غوردانی، سچائیوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آتے ہیں جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیکر کا لیکھ ہے۔ اس سہ (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ ڈیڑھ اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیانگے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوسروں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیکر کا لیکھ ہے۔ اس سہ (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ ڈیڑھ اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیانگے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوسروں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھ یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھ یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھ یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے۔

(1) وہ ماننا ہے کہ ازکنت اور پرائٹ آتماں یعنی روحیں وجود ہیں۔

(2) वह मानता है कि इन सब रूहों की उन्नति और अवनति होती रहती है. वरजे बदरजे इनके जड़ शरीर यानी माही जिस्म बनते और बिगड़ते रहते हैं. इनके आस पास के वायु मंडल भी बनते और बिगड़ते रहते हैं, और ये रूहें फिर फिर जन्म लेती रहती हैं.

(3) वह मानता है कि हर रूह हर तरह के नए नए तजरबों में से निकलती रहती है, कभी नेकी कभी बदी, कभी सुख कभी दुख, कभी उजाला कभी अंधेरा. यह सब तजरबे अनन्त समय (जमान), अनन्त जगह (मकान) और अनन्त गति (हरकत) के अन्दर बराबर एक दूसरे को रह करते, ठीक करते और एक दूसरे में समतोल (तबाजुन) पैदा करते रहते हैं.

(4) वह मानता है कि देश, काल और गति यानी मकान, जमान और हरकत के चक्र बराबर चलते रहते हैं और उनकी तेजी, उनकी मियाद और उनका फैलाव बराबर एक तरतीब के साथ बदलता रहता है. इसी उतार और चढ़ाव पर दुनिया की उन्नति (तरक्की) और अवनति (तनफ़जुली) निर्भर है.

(5) वह मानता है कि हर तरह के देश, काल और गति से ऊपर, सदा पूर्ण, सब जगह मौजूद, और सब को अपने अन्दर लिए हुए, एक 'विश्वात्सा' यानी 'रूहे कुल' है जो चेतन ही चेतन है, अनन्त और सदा एकरस है, जो ला महदूद है, किसी पर निर्भर नहीं, कोई जिसका सानी नहीं, एक, अपने में ही पूरा, लेकिन फिर भी जिसके अन्दर सब अनगिनत अलग अलग रूहें शामिल हैं, जिसमें कभी कोई तबदीली नहीं होती पर सृष्टि की सब पल पल की तबदीलियाँ उसी के अन्दर हैं, सब रूहें और सब जिस्म और सारी सृष्टि उसी में, उसी से और उसी के अन्दर है.

लेखक ने अपने इन अजीब विश्वासों को, जो ऊपर से देखने में एक दूसरे के खिलाफ़ मालूम होते हैं, अपनी कई किताबों में साफ़ करने की कोशिश की है, और जहाँ तक उसकी कमज़ोर शक्तियों के लिये सम्भव है वह इन्हें इस सिलसिले के अगले लेखों में भी साफ़ करने की कोशिश करेगा.

(2) وہ ماننا ہے کہ ان سب روحوں کی اُنتی اور اونتی نی رہتی ہے۔ درجہ بدرجہ ان کے جزّ شریر یعنی مادی سم بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ ان کے آس پاس کے وایو نل بھی بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں، اور یہ ہر جام لیتی رہتی ہے۔

(3) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نئے تجربوں میں نکلتی رہتی ہے، کبھی نیکی کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، ب اچلا بھی اندھرا۔ یہ سب تجربے اُنت سم (زمان) مت جگہ (مکان) اور اُنت کتی (حرکت) کے اندر برابر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(4) وہ ماننا ہے کہ دیس، کال اور گتی یعنی مکان، ن اور حرکت کے چکر برابر چلتے رہتے ہیں اور ان کی تیزی، کی میعاد اور ان کا پھیلاؤ برابر ایک ترتیب کے ساتھ بدلتا ہے، اُسی اُتار اور چڑھاؤ پر دنیا کی اُنتی (ترقی) اور تی (نزول) ترہور ہے۔

(5) وہ ماننا ہے کہ ہر طرح کے دیس، کال اور گتی سے 'مدا پورن' سب جگہ موجود اور سب کو اپنے اندر لئے ہے، ایک، وشواندا، یعنی 'روح کل' ہے جوچیتن ہی چیتن ہے، ت اور سدا ایک رس ہے، جو لا محدود ہے، کسی پر ترہور ن، کوئی جس کا ثانی نہیں، ایک، اپنے ہی میں پورا، ن ہر ہی جس کے اندر سب انکذت الگ الگ روحن مل رہیں، جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی پر شقی کی سب پل پل کی تبدیلیاں اُسی کے اندر ہیں، سب ہیں اور سب جسم اور ساری سرشتی اُس میں، اُسی سے اُسی کے اندر ہے۔

لیکھک نے اپنے ان عجیب وشواسوں کو، جو اوپر سے دیکھنے میں دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، اپنی کئی کتابوں میں کرنے کی کوشش کی ہے، اور جہاں تک اُس کی کمزور تہوں کے لئے سمبوہ ہے وہ انہیں اُس سلسلے کے اگلے لکھوں میں صاف کرنے کی کوشش کریگا۔

چین سے آنے والے پत्र پत्रिकाओं और खासकर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यों और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री शु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है और किस प्रकार मरते हुआओं को भी ज़िंदा लिया जाता है.

'एनसेफेलाइटिस' एक बीमारी का नाम है जिसमें देमारा के अन्दर सूजन आ जाती है, बीमार का ज़ोर का गुत्थार हो जाता है, चक्कर आते हैं, के आती है और एक तरह की बेहोशी छा जाती है.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास से इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-ज़ाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

से अले वाले पत्र पत्रिकाओं और खास कर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यों और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री शु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है और किस प्रकार मरते हुआओं को भी ज़िंदा लिया जाता है.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास से इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-ज़ाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

سے اس طرح کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ حال میں نئی چینی سبکار نے اس پرانے علاج کے طریقہ کو نئے سائنسی ڈھنگ سے آزما کر دیکھا۔ سرکار آگاہی سے پہلے دو سال کے اندر ایک سال کی عمر سے لیکر اکتھ سال کی عمر تک کے چوبیس ہزاروں پر یہ طریقہ آزمایا گیا۔ چوبیس روگروں میں سے اندازاً بالکل اچھے ہو گئے اور چوبیس اچھے نہیں ہو سکے وہ وہ تھے جن کا روگ علاج شروع ہونے سے پہلے بہت بڑھ چکا تھا۔ جو انہیں اچھے ہو گئے ان میں سے کسی میں روگ کا یا کسی دوا کا کوئی برا اثر باقی نہیں رہا۔

اس پر چوبیس کی مسٹری آف ہیلتھ نے دیہی بھر کے اندر سب نئے چینی ڈاکٹروں سے یہ سفارش کی کہ اس بیماری کا علاج سب جگہ اسی پرانے طریقہ سے کیا جائے۔ نئے چوبیس کے وہ سب ڈاکٹر جو آجکل کے پچھلی علاج کے طریقوں کو سمجھتے ہوئے ہیں اب اور بیماریوں میں بھی علاج کے ان پرانے چینی طریقوں کی کھوج کر رہے ہیں اور انہیں سمجھ رہے ہیں جو چوبیس میں سینکڑوں برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اس رشتے پر ستمبر سن 1955 کے چائنا ریکانسٹرکشن میں ڈاکٹر لی تاؤ کا ایک لیکچر "دی اسٹوری آف چائنیز میڈیسن" کے نام سے نکل چکا ہے۔

یہ بیماری ادھتر پندرہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہوتی ہے۔ اس کا خاص اثر دماغ اور نورس سسٹم یعنی نروسوں پر ہوتا ہے۔ آجکل کے ڈاکٹر اسے لگ بھگ لا علاج سمجھتے ہیں۔ دوسرے دیشوں میں اس روگ کے چوبیس برس سے روگی بچ جاتے ہیں ان میں سے بھی ادھتر کم یا زیادہ گونکے یا بھرے ہو جاتے ہیں ان پر لقوے کا اثر آ جاتا ہے اور دماغ پر بھی برا اثر پانی رہ جاتا ہے۔ 'پنسلین'، 'اسٹریپٹو مائیسین' اور 'ارپو مائیسین' جیسی دواؤں کا یا 'سلفا' دواؤں کا، 'نوسما' اور 'سڈوم' بھرپوری اس بیماری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتا لگ بھگ تیس برس پہلے چلا۔ لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتوں کی وضاحت دی ہوئی ہے۔ جو علاج آجکل چوبیس میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیں بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنا چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پرانے

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتا لگ بھگ تیس برس پہلے چلا۔ لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتوں کی وضاحت دی ہوئی ہے۔ جو علاج آجکل چوبیس میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیں بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنا چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پرانے

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیں بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنا چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پرانے

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیں بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنا چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پرانے

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیں بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنا چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پرانے

چینی طریقے سے روگوں کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ ان باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ انہوں نے پورانی چینی वैद्यक विद्या को सीखा है. चीन की 'चाइनीस मेडیکल एसोसिएशन' کے ممبر پہلے کیشل یورپین ڈنگ کے ڈاکٹر ہی ہو سکتے تھے، اب پورانے ڈنگ کے वैद्य भी उसके मمبر हो सकते हैं. डॉक्टर चियांग उस के एक प्रतिष्ठित मمبر हैं. वह बहुत से युरोपियन डंग से सीखे हुए डॉक्टरों को पुरानी चीनी वैद्यक विद्या सिखाते हैं.

चियांग-कोई-शेक की हुकूमत के दिनों में नए डंग के डॉक्टर पुरानी वैद्यक को "गौर साइन्सी" कहकर उससे नफरत किया करते थे. नए चीन में वह हालत बिलकुल बदल गई. कोमिन्तांग के शासन में पुराने चीनी वैद्य या हकीम नए अस्पतालों में नहीं घुस सकते थे. पर जनता ने उनके इलाज को जारी रखा और करोड़ों लोग उससे फायदा उठाते रहे. अब नई सरकार में उस पुरानी विद्या की कदर बहुत बढ़ गई.

डॉक्टर चियांग को जब पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में लाया गया तो उन्होंने ने अपने ही पुराने डंग से रोगियों को देखना शुरू किया. उन्होंने उनको साँस को देखा, उनकी नब्ब देखी, उनकी ज़बान देखी और उनके चेहरे की हालत देखी. हर रोगी की हालत के अनुसार उन्हें अलग अलग दवाएं दीं.

उन्होंने एक चार बरस की लड़की पाओ को देखा जिसे किसी पच्छिमी डॉक्टर ने 'पेनिसिलीन' के इन्जेक्शन दे रखे थे और 'एसपिरिन' जैसी दवाएं खिला रखी थीं और फिर यह कह दिया था कि वह दो एक दिन से अधिक नहीं बच सकती. डॉक्टर चियांग ने जब उसे देखा तो उसे एक सौ साढ़े चार दर्जे का बुखार था और उसके सर पर बर्फ की टोपी रखी हुई थी. डॉक्टर चियांग ने पहले वह टोपी उतार कर फेंक दी, यह कहकर कि इस तरह जल्दी से बुखार नहीं उतारना चाहिये, इससे अन्त में नुकसान होता है. उन्हो ने पसीना आने की दवा देना भी ग़लत बताया, यह कहकर कि पसीना आने की दवा देना "ऐसा ही है जैसा खली में से तेल निचोड़ने की कोशिश करना, इससे रोगी और कमज़ोर हो जाता है." डॉक्टर चियांग चियादा गरम दवाओं के भी खिलाफ हैं जैसे 'कोरामाइन'. वह इस रोग के लिये रोगी के आराम करने पर बहुत जोर देते हैं.

पहले इस रोग के रोगियों को दूध, अंडे, और दूसरी ताक़त की चीज़ें ख़ोन को दी जाती थीं. डॉक्टर चियांग ने कहा कि "बुखार में इस तरह की चीज़ें देना और कौयले डालकर आग बुझाने की कोशिश करना है." उन्होंने ने इन

چینی طریقے سے روگوں کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ ان باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ انہوں نے پورانی چینی वैद्यक विद्या को सीखा है. चीन की 'चाइनीस मेडیکल एसोसिएशन' کے ممبر پہلے کیشل یورپین ڈنگ کے ڈاکٹر ہی ہو سکتے تھے، اب پورانے ڈنگ کے वैद्य भी उसके मمبر हो सकते हैं. डॉक्टर चियांग उस के एक प्रतिष्ठित मمبر हैं. वह बहुत से युरोपियन डंग से सीखे हुए डॉक्टरों को पुरानी चीनी वैद्यक विद्या सिखाते हैं.

چیانگ کئی شیک کی حکومت کے دنوں میں نئے ڈنگ کے ڈاکٹر پرانی ویدیک کو "غیر سائنسی" کہ کر اُس سے نفرت کیا کرتے تھے۔ نئے چین میں وہ حالت بالکل بدل گئی۔ کومنتانگ کے شاسن میں پرانے چینی وید یا حکیم نئے اسپتالوں میں نہیں گھس سکتے تھے۔ پر جتنا اُن کے علاج کو جاری رکھا اور دروزں لوگ اُس سے نابدہ آتے رہے۔ اب نئی سرکار میں اُس پرانی ویدیا کی قدر بہت بڑھ گئی۔

ڈاکٹر چیانگ کو جب پکنگ کے بچوں کے اسپتال میں لایا گیا تو انہوں نے اپنے ہی پرانے ڈنگ سے روگوں کو دیکھنا شروع کیا۔ انہوں نے اُن کے سانس کو دیکھا، اُن کی نبض دیکھی، اُن کی زبان دیکھی اور اُن کے چہرے کی حالت دیکھی۔ ہر روگی کی حالت کے انوسار انہوں الگ الگ دوائیں دیں۔

انہوں نے ایک چار برس کی لڑکی پاؤ کو دیکھا جسے کسی بچھری ڈاکٹر نے 'پینسلین' کے انجیکشن دے رکھے تھے اور 'ایسپیرین' جیسی دوائیں کھا رکھی تھیں اور پھر یہ کہ دیا تھا کہ وہ دو ایک دن سے ادھک نہیں بچ سکتی۔ ڈاکٹر چیانگ نے جب اسے دیکھا تو اسے ایک سو ساڑھے چار درجے کا بخار تھا اور اس کے سر پر برف کی ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر چیانگ نے پہلے وہ ٹوپی اتار کر پھینک دی، یہ کہ کر کہ اس طرح جلدی سے بخار نہیں اتارنا چاہئے، اس سے انت میں نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے پسینہ آنے کی دوا دینا بھی غلط بتایا، یہ کہ کر کہ پسینہ آنے کی دوا دینا "ایسا ہی ہے جیسا ہلی میں سے تیل نچوڑنے کی کوشش کرنا، اس سے روگی اور کمزور ہو جاتا ہے۔" ڈاکٹر چیانگ زیادہ گرم دواؤں کے بھی خلاف ہیں جیسے 'کورومائین'۔ وہ اس روگ کے لئے روگی کے آرام کرنے پر بہت زور دیتے ہیں۔

پہلے اس روگ کے روگوں کو دودھ، اٹدے، اور دوسری طاقت کی چیزیں کھانے کو دی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر چیانگ نے کہا کہ "بخار میں اس طرح کی چیزیں دینا اور کوئلے ڈالکر آگ بجھانے کی کوشش کرنا ہے۔" انہوں نے ان

۱ جگہ باہل کا پتلا ماٹھ اور فلوں کا رس دینا
ہ کیا۔

علاج کے لیے انہوں نے کئی پرانی دواؤں کا کاڑھا پکوانا
روگیوں کو دیا۔ ان میں ایک خاص دوا جبسم (Gypsum)
تھی جو بخار اتارنے کے لیے دی گئی۔ پہلے دن ہی روگیوں کا
بخار دو درجے نیچے اتر آیا اور تین دن کے اندر بالکل اتر گیا
اور نارمل ہو گیا۔

ایک الگ روگیوں پر ڈاکٹر چیانگ نے جبسم کے علاوہ
تیس اور دواؤں کا ایڈجکٹ کیا، جو سب چدن کی جڑی
بوٹیاں تھیں۔ کچھ دوائیں بارہنکے کے سینک سے بھی تیار
کی گئیں تھیں۔ انہوں نے کاڑھ اور مشک (کستوری) کا بھی
استعمال کیا۔ چھ دن کے اندر سب روگی اچھے ہو گئے۔

چینی سرکار نے جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چیز کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھنٹاؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک رہے آپ دیکھتے
بھالتے رہئے۔ سائنس کی اننتی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھنٹوں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سন্দید نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ نے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگیوں کی جانیں بچا لیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیس کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیسی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیس کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیس کے اربوں روپے
ویدیسی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
پرہاں ہونے سے بچا سکے۔

چینی سرکار نے جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چیز کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھنٹاؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک رہے آپ دیکھتے
بھالتے رہئے۔ سائنس کی اننتی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھنٹوں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سন্দید نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ نے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگیوں کی جانیں بچا لیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیس کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیسی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیس کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیس کے اربوں روپے
ویدیسی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
پرہاں ہونے سے بچا سکے۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیس کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیسی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیس کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیس کے اربوں روپے
ویدیسی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
پرہاں ہونے سے بچا سکے۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیس کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیسی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیس کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیس کے اربوں روپے
ویدیسی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
پرہاں ہونے سے بچا سکے۔



مہاتما بুদ্ধ کی یاد میں

۲۴ مئی کی یاد میں

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بুদ্ধ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بুদ্ধ کی 24 مئی کی یاد میں جشن منایا۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بুদ্ধ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بودھ تہذیبی استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھرم شانوں، اسٹیشنوں اور ڈاکخانوں سے سج دھج کر ایک نیا جامہ پہن لیا تھا۔ لہذا نئی کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بুদ্ধ کی پیدائش ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نیا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بুদ্ধ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاؤنا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بুদ্ধ نے تپسیا کی تھی اور گوان سوچا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر جہاں بھگوان بুদ্ধ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نردان پراپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں یاتریوں کے لئے سویدھا جنک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریاد لی کے ساتھ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے۔ 24 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دروازوں کی پوری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں ہندت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکار مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لئے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر ہادی سے بچانے کے لئے ایکن ہم اور ہائپر جین ہم سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے سوائے مہاتما بুদ্ধ کے ہتھکڑی ہوئے راستہ کے اور کوئی دوسرا

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بুদ্ধ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بুদ্ধ کی 24 مئی کی یاد میں جشن منایا۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بুদ্ধ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بودھ تہذیبی استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھرم شانوں، اسٹیشنوں اور ڈاکخانوں سے سج دھج کر ایک نیا جامہ پہن لیا تھا۔ لہذا نئی کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بুদ্ধ کی پیدائش ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نیا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بুদ্ধ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاؤنا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بুদ্ধ نے تپسیا کی تھی اور گوان سوچا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر جہاں بھگوان بুদ্ধ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نردان پراپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں یاتریوں کے لئے سویدھا جنک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریاد لی کے ساتھ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے۔ 24 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دروازوں کی پوری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں ہندت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکار مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لئے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر ہادی سے بچانے کے لئے ایکن ہم اور ہائپر جین ہم سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے سوائے مہاتما بুদ্ধ کے ہتھکڑی ہوئے راستہ کے اور کوئی دوسرا

راستا نہیں ہے۔ महात्मा बुद्ध کے دنیویادی उपदेश जिन्हें पंचशील कहा जाता है. आज नये रूप रंग के साथ दुनिया के सामने एशियाई मुल्कों की तरफ से पेश किये जा रहे हैं. आज दुनिया का हर समझदार इन्सान मन ही मन इसकी अहमियत को खूब समझ रहा है.

बुद्ध की तालीम

महात्मा बुद्ध का जन्म हजरत ईसा से 623 वर्ष पहले का बताया जाता है. जिस तेजी के साथ बौद्ध मजहब पूरे दक्खिन एशिया, पूरबी एशिया और मध्य एशिया को फतह करके एक बार शान्ति के साथ पच्छिम की ओर तमाम रूमी साम्राज्य में फैल गया, दुनिया के किसी दूसरे मजहब के इतिहास में इसकी मिसाल नहीं मिलती. भारत, चीन और जापान के बीच उन दिनों काफ़ी आमाद रफ्त थी, इसलिये यह भी नामुमकिन है कि बाबाव्ता बौद्ध प्रचारकों, कश्यप मार्तंग वगैरा के चीन पहुँचने से सदियों पहले यानी खुद बुद्ध ही की ज़िन्दगी में बुद्ध के उपदेशों की ख़बर और उनकी गूँज चीन तक न पहुँची. चीन में उस ज़माने में लाओत्से और कुङ्ग-फूत्से के मत बौद्ध मजहब के उसूलों के साथ बिल्कुल मिल जुल गये, यहाँ तक कि हर चीनी अपने का बौद्ध मजहब और ताओ मजहब का मानने वाला और कुङ्ग फूत्से यानी कनफ्यूसियस का पैरोकार तीनों एक ही साथ समझता और यही कहता रहा है.

वैदिक साहित्य में उपनिषदों का जन्म महात्मा बुद्ध से पहले हो चुका था. उपनिषदों के लिखने वाले दुनिया को बता चुके थे कि तमाम अलग अलग देवी देवताओं या उनके तख़्तुल के पीछे असली परमात्मा एक है, वही सब के घट में मौजूद है और निजात का रास्ता किसी तरह के यज्ञ, कर्मकाण्ड या रुढ़ियों का पालन करने में नहीं है बल्कि अपनी इन्द्रियों को जीतने, नफसकुशी करने और खुदी को मिटाकर अल्लाह के वजूद में अपने वजूद को मिटा देना ही निजात, मुक्ति या निर्वाण है. लेकिन महात्मा बुद्ध के वक्त तक भारतवासी इस सच्चाई को भूल चुके थे. बर्ण व्यवस्था, जति पात, छुआछूत, कर्म काण्ड और जानवरों की कुर्बानी का जोर था. सदाचार का उनके मुकाबिले में कम अहमियत दी जाती थी. महात्मा बुद्ध ने ज़माने की हालत को देखते हुए उपदेश दिया—

“सच्चे सुख, ज्ञान और निजात का रास्ता अपनी नफसों यानी इन्द्रियों के पीछे दौड़ना नहीं, न अपनी बासनाओं को पूरा करने में है, न जिस्म को रौर खरूरी तकलीफ़ देने में है, निजात का सच्चा रास्ता इन दोनों के बीच से है. इस रास्ते पर चलने के लिये नीचे लिखी सच्चाइयों को समझ लेना चाहिये. जन्म, बुढ़ापा, बीमारी और मौत, प्यारों का वियोग और दुनियावी तकलीफ़ों, इन सब से इन्सान को दुख होता

रास्ते नहीं है. महान्ता बुद्ध के दنیویادی اُپدیش، جتھیں پنج شیل، کہا جاتا ہے، آج نئے روپ رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے ایشیائی ملکن کی طرف سے پیش کئے جا رہے ہیں. آج دنیا کا ہر سمجھدار انسان من ہی من اُس کی اہمیت کو خوب سمجھ رہا ہے.

بده کی تعلیم

مہانما بده کا جنم حضرت عیسیٰ سے 623 ورہی پہلے کا بتایا جاتا ہے. جس تیزی کے ساتھ بده مذہب پورے دکن ایشیا، پوربی ایشیا اور مدھیہ ایشیا کو فتح کر کے ایک بار شانتی کے ساتھ پچھم کی اور تمام رومی سامراجیہ میں پھیل گیا، دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے اتھاس میں اِس کی مثال نہیں ملتی. بھارت، چین اور جاپان کے بیچ اُن دنوں کافی آمد رفت تھی، اِس لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ باظبط بده پرچارکوں کشپ ماننگ وغیرہ کے چین پہونچنے سے صدیوں پہلے یعنی خود بده ہی کی زندگی میں بده کے اُپدیشوں کی خبر اور اُن کی گونج چین تک نہ پہونچی. چین میں اُس زمانے میں لڑتے اور ٹونگ فرتزے کے مت بده مذہب کے اھوالوں کے ساتھ بالکل مل جل گئے، یہاں تک کہ ہر چینی اپنے کو بده مذہب اور ناؤ مذہب کا ماننے والا اور ٹونگ فو تزے یعنی کنفوسیوس کا پیروکار تینوں ایک ساتھ سمجھتا اور یہی کہتا رہا ہے.

ویدک سائنیتھ میں ایشندوں کا جنم مہانما بده سے پہلے ہو چکا تھا. ایشندوں کے لکھنے والے دنیا کو بتا چکے تھے کہ تمام الگ الگ دیوی دیوتاؤں یا اُن کے تخیل کے پیچھے اصلی پرماتما ایک ہے، وہی سب کے گھٹ میں موجود ہے اور نجات کا راستہ کسی طرح کے بگنے، کرم کاند یا روزھدوں کا پالان کرنے میں نہیں ہے بلکہ اپنی اندریوں کو جیتنے، نفس کشی کرنے اور خودی کو مٹا کر اللہ کے وجود میں اپنے وجود کو مٹا دینا ہی نجات، مکتی یا نروان ہے. لیکن مہانما بده کے وقت تک بھارت واسی اِس سچائی کو بھول چکے تھے. ورن ویوستھا، جات پانت، چھو چھوت، کرم کاند اور جانوروں کی قربانی کا زور تھا. سداچار کو اِن کے مقابلے میں کم اہمیت دی جاتی تھی. مہانما بده نے زمانے کی حالت کو دیکھتے ہوئے اُپدیش دیا—

”سچے سکھ، گیان اور نجات کا راستہ اپنی نفسوں یعنی اندریوں کے پیچھے، دیوتا نہیں، نہ اپنی واسناؤں کو پورا کرنے میں ہے، نہ جسم کو غیر ضروری تکلیف دینے میں ہے. نجات کا سچا راستہ اِن دونوں کے بیچ سے ہے. اِس راستے پر چلنے کے لئے نیچے لکھی سچائیوں کو سمجھ لینا چاہئے. جنم، بوڑھاپا، بیماری اور موت، بیماروں کا ویوگ اور دنیاوی تکلیفوں، اِن سب سے انسان کو دکھ ہوتا

ہے۔ اس دھم کا بنیادی سبب خواہش یعنی ترشنا ہے۔ اسی سے جیو کو بار بار جنم لینا پڑتا ہے۔ اس میں لوگوں کی خواہش یعنی نفس پرستی، نجات کی خواہش یعنی جلت پرستی اور آتم سک کی خواہش یعنی خودپرستی میں ہی سب قسم کی خواہشیں شامل ہیں۔ یہ خواہشیں جیو کے لئے روگ کی طرح ہیں۔ جیو کی وجہ سے ہی یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ خواہشوں کو جیتنے کا مطلب ہے سب دھموں سے نجات پانا۔ خواہشوں کو جیتنے کے لئے آتم پہلو راستے یعنی اشٹاننگ مارگ پر چلنا ضروری ہے۔ یہی اصلی مذہب ہے۔ یہ آتم پہلو راستہ اس طرح کا ہے—

(1) سمیک دھند—یانی دھم، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکالپ—یانی اس بات کا اہد کرنا کہ میں نے کسی سے ہذا نہ کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کرونگا۔

(3) سمیک وچن—یانی بھڑ ن بولنا، کسی کی بھڑ ن کرنا، سخت الفاظ میں سے نہ نکالنا اور نغول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یانی کسی بھی جاندار کی غصا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ بھچار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے غلط راستوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بتانا۔

(6) سمیک وایام—یعنی بڑے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اُس کے لئے چت کو دھ میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ تھی پیشاب، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھم کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی ایکگرتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکگرتا یہ پانچویں باتیں دھتی ہیں۔ دھیرے دھیرے وترک اور وچار کا انت ہو جاتا ہے، پھر پریتی کا لوپ ہو جاتا ہے اور آخر میں سک بھی غایب ہو جاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکگرتا۔

یہ آتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے اُپدیشوں کا سار ہے۔

(1) سمیک درشتی—یعنی دھم، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکالپ—یعنی اس بات کا اہد کرنا کہ میں نے کسی سے ہذا نہ کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کرونگا۔

(3) سمیک وچن—یعنی جھوٹ نہ بولنا، کسی کی بھڑ ن نہ کرنا، سخت الفاظ میں سے نہ نکالنا اور نغول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یعنی کسی بھی جاندار کی غصا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ بھچار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے غلط راستوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بتانا۔

(6) سمیک وایام—یعنی بڑے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اُس کے لئے چت کو دھ میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ تھی پیشاب، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھم کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی ایکگرتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکگرتا یہ پانچویں باتیں دھتی ہیں۔ دھیرے دھیرے وترک اور وچار کا انت ہو جاتا ہے، پھر پریتی کا لوپ ہو جاتا ہے اور آخر میں سک بھی غایب ہو جاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکگرتا۔

یہ آتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے اُپدیشوں کا سار ہے۔

سب کے ساتھ اہلسا اور کٹر دشمنوں تک کو مٹا کر
رنا اور سب کی طرف دوستی کا ہاتھ رکھنا ہندو مذہب کا خاص
اصول ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو نجات کا حقدار مانتے
تھے۔ دونوں کو دنیا کو ترک کرنے، بے بیاہ رہنے اور بکساں
مذہب کا پرچار کرنے کا حقدار مانتے تھے۔ جات پالت
چھوچھوت، اونچ نیچ کے خیال کے وہ سخت مخالف تھے۔
وہ انسان اور انسان کے بیچ برابری کے قائل تھے۔ اُن کا کہنا
تھا کہ انسان اپنی ہستی کے راز کو کم سے کم اتنا سمجھ لے کہ
دنیاوی زندگی اور اس کی آسائشوں کی ملاپ سے زیادہ
قیمت نہ آئے اور اس طرح سے زندگی بٹائے کہ جس سے
زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور کم سے کم دکھ
حاصل ہو۔ وہ کہتے تھے کہ نفس پرستی، دہی اور خودی ان
تینوں سے اوپر اُٹھ کر پریتریت حاصل کرنے کا نام ہی نرولن ہے۔

بہ کے اُپدیشوں کا لب لباب اُن کی اس گانہ میں موجود
—

”کوئی باپ نہ کرنا، سب کی بھائی کرنا اور اپنے دل کو
پاک صاف رکھنا یہی بدھوں کی ہدایت ہے۔ سب ہندو
گرہستوں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار، بڑھیزگاری
اور نشہی چیزوں کا سہیون نہ کرنا، ان پانچ باتوں کا عہد لینا
پوتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے—”اگر کوئی شخص بیوقوفی سے مہری
برائی کرے تو میں بدلہ میں اپنی محبت سے اسے نڈھال
کر دوں گا۔ جتنا جتنا ہی وہ مہری برائی کرے گا اُننا اُننا ہی میں
اس کی بھائی کر دوں گا۔“

یہ ہے بھگوان بدھ کی شکشا کا نچوڑ جس پر چل کر
انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے
نجات مل سکتی ہے۔

بuddh کے اُپدیشوں کا لُحھے لُحھا بن کر اس گانہ میں
پیدا ہے—

”کوئی باپ نہ کرنا، سب کی بھائی کرنا اور اپنے
دل کو پاک صاف رکھنا، یہی بدھوں کی ہدایت ہے۔ سب
ہندو گھریلو کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار،
رہنمائی اور نرہیلی چیزوں کا سہیون نہ کرنا،“ ان
پانچ باتوں کا اہدہ لینا پڑتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے—”اگر کوئی شخص بے بھکری سے
ری بھائی کرے تو میں بدلہ میں اپنی مہمت سے اسے نڈھال
کر دوں گا۔ جتنا جتنا ہی وہ مہری برائی کرے گا اُننا اُننا ہی میں
اس کی بھائی کر دوں گا۔“

یہ ہے بھگوان بدھ کی شکشا کا نچوڑ جس پر چل کر
انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے
نجات مل سکتی ہے۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

سائنسوں کے ساتھ

ہندوستان میں محمد اور اسلام

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے
ہندوستان کے ہندوؤں کے سامنے یہ تاریخی باباؤں میں سے
ہندو کونے کونے پر کتاب نہیں

ہندوستان میں عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

مہاتما جیراٹھ اور ایرانی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

پراچین مصر کی سہولت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

مصر اور بابل اور آسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

پراچین یونانی سہولت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراچین سنسکرتی کا سفر)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

آگ اور آئس

(پراچین سنسکرتی کا سفر)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

کوران اور دھرمی مت

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

مذہب

(پراچین سنسکرتی کا سفر)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

میلے کا پتہ

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

145 سٹیٹ گنج، ایلاہ آباد

حضرت محمد اور اسلام

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے
اسلام کے پیغمبر کے سبب میں ہندوستان میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

مہاتما جیراٹھ اور ایرانی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

پراچین مصر کی سہولت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

مصر اور بابل اور آسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

پراچین یونانی سہولت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراچین سنسکرتی کا سفر)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

آگ اور آئس

(پراچین سنسکرتی کا سفر)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

کوران اور دھرمی مت

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

مذہب

(پراچین سنسکرتی کا سفر)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—دو روپے

हिन्दी घर

ہندی گھر

کتابچہ پر ہر तरह کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی مرکز—پاठک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر—پاठک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈوان : شری منجہر آرتی سارکھا

سکے 225، کرایمات دو روپیا

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

لکھک—کرادسیا جیدی

بھومیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موٹا کاراچ، موٹا ڈاھپ، بہت-سی رنگین تصویروں

دام دو روپیا

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاھ روپیا

ہندو مسلم اکوتا

100 سکے، دام بارھ آنا

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرایمات بارھ آنا

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرایمات چار آنا

بنگال اور اُس سے سبق

کرایمات دو آنا

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، مڈھوگنج ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈوان : شری منجہر آرتی سارکھا

صفحہ 225، قیمت دو روپہ

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لکھک—کرادسیا جیدی

بھومیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موٹا کانڈ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویروں

دام دو روپہ

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دام تھانی روپہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آئے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آئے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آئے

بنگل اور اُس سے سبق

قیمت دو آئے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، مڈھوگنج ایلاہاباد

نیا حسنہ

DELHI.

اس نمبر کے خاص لیکچر

اسلام کے بنیادی اصول

اسلام کے بنیادی اصول

—مہر مہاراجہ سولہ

—مہر مہاراجہ سولہ

روح یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے

—ڈاکٹر بھگوانداس

—ڈاکٹر بھگوانداس

دو سنگدروں کا سنگم اور سچائی کا

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

اس کے آداب

اس کے آداب

ہمس مہمس کے مصلحتوں پر ہماری کتاب میں چھری سمجھاؤ کی نوٹ

ہمس مہمس کے مصلحتوں پر ہماری رائے میں ضروری سمجھاؤ کی نوٹ

پیشانی کالچر سوسائٹی، دہلی



پیشانی کالچر سوسائٹی، دہلی

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کی کلاسیک ادب

نمبر 6 نمبر جلد 21 جلد

جون 1956 جून

ہندوستانی کلاسیک ادب سوسائٹی
145، مٹی گنج، اہمداد
145 مٹریگن، اہمداد

جون 1956 جُن

<u>کيا کيس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کيا کيس سے</u>
1. اسلام کے بنیادی اصول بھائی منظور علی سوختہ	... 287 ...	1. اسلام کے بنیادی اصول —بھائی منظور علی سوختہ
2. رُہ یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوانداس	... 303 ...	2. روح یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوان داس
3. دو سمندروں کا سکن اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تاراچند	... 312 ...	3. دو سمندروں کا سکن اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تارا چند
4. دادا ابوالفضل —پंडित सुन्दरलाल	... 317 ...	4. دادا ابوالفضل —پندت سندر لال
5. ناگا قوم اور بھارت —پंडित सुन्दरलाल	... 325 ...	5. ناگا قوم اور بھارت —پندت سندر لال
6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری معجب رضوی	... 335 ...	6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری معجب رضوی
7. ہماری راہ— بینوہا جی اور بھارت کی راجدھانی: شری بی. جی. خیر اور دوسری پंच वर्षी योजना; बनारस की जगह 'बाराणसी'; चीनी पंचांग (जन्त्री); 'नया हिन्द' के गाहकों और भेमियों से—सुन्दरलाल.	... 338 ...	7. ہماری راہ— ونوہاجی اور بھارت کی راجدھانی: شری بی. جی. خیر اور دوسری پنج ورشی योजना; بنارس کی جگہ 'وارانسی'; چینی پنچانگ (جنتری); 'نیا ہند' کے گھنوں اور پریموں سے —سندر لال.

بھائی منظر علی سوختہ

بھائی منظر علی سوختہ

میں भारत वासियों और खासकर मुसलमानों का ध्यान उस नायुक और खतरनाक स्थिति की तरफ दिलाना चाहता हूँ जो पच्छिमी सभ्यता अपने साथ लाई है, और जिसने इन्सानी दुनिया पर एक गहरा असर डाल रक्खा है. इस पच्छिमी सभ्यता ने एक खास बात यह की है कि इसने उस मेल और बैठ बिठाव को जो धर्म मजहब ने आदमी की रूहानी और मादी, लौकिक और पारलौकिक जिंदगी के बीच क्रायम कर रखा था, उलट दिया है. इस सभ्यता ने ईश्वर में विश्वास की जगह नास्तिकता को, रूहानियत की जगह दौलत परस्ती को, सचाई की जगह पालिसी यानी हिकमते अमली को, सेवा और त्याग की जगह अमीराना ऐशो इशरत को, नैतिक यानी इस्लाम की ताकतों की जगह हैवानी और शैतानी शक्तियों को दे दी है. पच्छिमी सभ्यता सब लोगों से कहती है कि अपनी जिंदगी की जरूरतों को बढ़ाओ और उन्हें पूरा करने में अपनी सारी ताकत लगा दो. यह सभ्यता सारे मानव समाज की भलाई की जगह अलग अलग लोगों के सामने अपने अपने देशों, राष्ट्रों और जमाअतों की भलाई और तरक्की का आदर्श रखती है. किसी तरह की भी निस्वार्थ सेवा या कुर्बानी में उसे विश्वास ही नहीं. अपने लक्ष तक पहुँचने के लिए मार काट, हिंसा और जुल्म जबर-दस्ती को वह जायज तरीका मानती है. वह साफ कहती है कि अपने मकसद को पूरा करने के लिए नेक और बुरा, अच्छी और बुरी, हर तरह की राह अख्तियार की जा सकती है.

जो जो आफतें इस समय दुनिया पर आ रही हैं उन सबका केवल एक कारण यह है कि दुनिया के लोगों ने अपने धार्मिक और मजहबी रास्ते छोड़कर पच्छिमी सभ्यता का रास्ता अख्तियार कर लिया है. जब तक दुनिया के लोग हक परस्ती यानी सचाई और नेकी की सीधी राह अख्तियार न करेंगे, यह आए दिन की आफतें उनपर आती रहेंगी, और हम उन पुरानी कौमों की तरह ही हलाक हो जाएँगे जो पिछले जमानों में अपने बुरे कामों के कारण तबाह और बरबाद हो चुकी हैं.

मैं खासकर मुसलमानों का ध्यान उन असूलों की तरफ दिलाना चाहता हूँ जिन पर कुरान ने मनुष्य के रूहानी, समाजी, आर्थिक और राजकाजी जीवन को क्रायम करना

میں بھارت واسیوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک استھتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس میل اور بیٹھ بیٹھاؤ کو جو دھرم مذھب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوئک اور پارلوئک زندگی کے بیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹ دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکتا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالیسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور نیاگ کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نہیک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انھیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھلائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھلائی اور قرقی کا آدرش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے مار کٹ، ہنسا اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بڑی، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جو جو آفتیں اِس سمے دنیا پر آرہی ہیں اُن سب کا کیول ایک کارن یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں نے اپنے دھارمک اور مذھبی راستے چھوڑ کر پچھمی سبھتا کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جب تک دنیا کے لوگ حق پرستی یعنی سچائی اور نہکی کی سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے، یہ آئے دن کی آفتیں اُن پر آتی رہیں گی، اور ہم اُن پرانی قوموں کی طرح ہی ہلاک ہو جائیں گے جو پچھلے زمانوں میں اپنے برے کاموں کے کارن تباہ اور برباد ہو چکی ہیں۔

میں خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُن اصولوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر قرآن نے منشیہ کے روحانی، سماجی، ارتھک اور راجکاجی جھوں کو قائم کرنا

چاہا ہے۔ مومنوں کے لئے مسلمان بھی انہیں بہت کم سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں انہیں ویتار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے اپنے اُن بنیادی اصولوں میں سچی لوک شاہی (جمہوریت) کو نکلی اور انہیں سچی دی ہے اور آزادی، برابری اور بھائی چارے کے سنہرے اصولوں کو کس پیمانے پر آدمی کی زندگی کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔

اسلام کے روحانی اصول

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھیاتنک (روحانی) شکلوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

قرآن 'توحید' سے آگے بڑھ کر قرآن نے دو طرح کے فرض آدمی کے سامنے رکھے ہیں۔ ایک چھوٹے وہ 'حق اللہ' کہتا ہے یعنی ایشور کی طرف آدمی کے فرض، اور دوسرے چھوٹے وہ 'حق العباد' کہتا ہے یعنی آدمی کی طرف آدمی کے فرض۔ حق اللہ میں نماز، روزہ، حج اور ذکاۃ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چھوٹے وہ آدمی دیہی کال کے انوسار اپنے دھنک سے ادا کر سکتا ہے۔ قرآن نے انہیں ہر آدمی کے لئے فرض بنایا ہے۔ یہ عبادت یعنی ایشور پر وجہ ہے۔ ایں سے آدمی میں روحانی شکلی آتی ہے۔

'حق اللہ' کے ساتھ ہی قرآن نے 'حق العباد' یعنی ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف فرضوں پر بھی زور دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اگر حق اللہ کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کمی رہ جائے تو خدا معاف کر سکتا ہے، لیکن اگر حق العباد کے پورا کرنے میں ذرا بھی کمی رہ جائے تو خدا اسے ہرگز معاف نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں، دونوں میں، خسارہ یعنی گھانا اٹھانا پڑے گا۔

یہاں تک قرآن کا پہلا بنیادی اصول ہوا۔

قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حق اللہ یعنی نماز، روزہ، ذکاۃ اور حج آدمی کی روحانی زندگی اور اندر کے جیوں سے سمبندھ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایمان (شردھا) 'خصوص قلب (شدہ ہردھا) اور پو غرضی (نسوارنہتا)

کے ساتھ پورا کرنا چاہئے، یعنی ان کے پورا کرنے میں اپنے لئے کوئی نفعی یا دنیوی فائدہ، یہاں تک کہ جنت کی اچھا بھی نگاہ میں نہیں ہوتی چاہئے۔ یہ قبول اللہ کے نکت جانے کے لئے اور روحانی شکتی حاصل کرنے کے لئے ہیں تاکہ آدمی دین کی سہولت راہ پر چل سکے۔ اگر ان میں کوئی بھی خود غرضی آئیگی تو ان کی اصلی غرض جانی رہیگی اور یہ بھلا ہو جائیگا۔

قرآن کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر آدمی کو چاہئے کہ اسے جو کچھ روحانی اور نیک شکتی ایشور کی طرف اپنے فرضوں کو ادا کرنے سے حاصل ہو، اس ساری شکتی کو دنیا کے لوگوں کی طرف اپنے فرضوں کو پورا کرنے میں نِسوارتہا کے ساتھ لگا دے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاصکر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پرستی اور طوطی طرح کی اوجھام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

اسلام کے سماجی اصول

آدمی کی سماجی زندگی کا پہلا فرض قرآن میں لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بتایا گیا ہے۔ قرآن نے آدمی کی سماجی زندگی کی بنیاد ایشور کی ایکتا اور انسانی بھائی چارے پر رکھی ہے۔ اس نے صاف صاف کہا ہے کہ انسانی بھائی چارے کے اُس کے دائرے میں کل مانو جاتی، کل انسان، شامل ہیں، اور ہر آدمی کو ہمیشہ سب کی یعنی کل انسانی قوم کی بھائی، بہتری اور بہبودی کا مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ سارا مانوسماج ایک تقسم ہے۔ قرآن کی کئی آیتوں میں نبیوں اور پیغمبروں کو بھی 'بھائی' کے شبد سے پکارا گیا ہے۔ محمد صاحبِ عمر سے کی نماز کے بعد عام طور پر یہ کہا کرتے تھے—”میں کوئی دینا ہوں کہ دنیا کے سب آدمی ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔“ یہ شبد انہی گہرائی اور بھاؤکتا کے ساتھ ان کے گلے سے نکلتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے تھے۔

اس سے ادھک اسبشت اور زبردست شبدوں میں مانو ایکتا اور مانو جاتی کے ایک تقسم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعلیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے رواجوں اور دعوے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ بندیوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

کر دیتی ہے جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے الگ کرتی ہیں، اور مائیں سماج کے جبین میں پیدا کر دیتی ہیں۔ آجکل کے زمانے کی سب دلدلیاں، چاہے وہ کسی بھی رنگ و روپ میں ہوں، قرآن اور اسلام کی نگاہ میں جھوٹی ہیں۔

آجکل سب الگ الگ مذہبوں کے لوگوں نے اپنے اپنے کو الگ الگ لوہے کے پنجروں میں بند کر رکھا ہے۔ یہ بات اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ پر خود اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے آپ کو اسی طرح کے ایک لوہے کے پنجرے میں بند کر رکھا ہے۔ اس پنجرے کو وہ 'اخوت اسلامی' یعنی 'اسلامی بھائی چارہ' کہتے ہیں۔ اس اسلامی بھائی چارے کے اندر بھی انہوں نے پھر اس طرح کی رواجی اور سماجی دلدلیاں پیدا کر لی ہیں جن کو مقنا قرآن اور پیغمبر اسلام کا خاص مشن تھا۔ مہدی و نمر پراگھتا ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنے یہاں اور شاندار مذہب کے اس پہلو کی طرف دھیان دیں اور قرآن اور رسول کی تعلیم کو سامنے رکھ کر ان سب بھیدوں اور دلدلیوں کو، جو بھائی بھائی میں فرق کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے کھینچاٹانی پیدا کرتی ہیں، قرآن کی آگیاں کے خلاف سمجھ کر ایکدم مٹا دینے کی کوشش کریں۔

ہمارے آٹھ دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر ہونا چاہئے اسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (دیاہیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلینے سے، دوسرے حقداروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سونے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اس کی چٹائی، اس کی ہڈیاں اور اس کی پیٹھ اسی سونے اور چاندی کو کرم کر کے اس سے داغی چٹھنکی، اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنی اس سرمایہ داری کا مڑہ چکو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھرائی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی ہلہاں اپنے پڑوسیوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہمارے آٹھ دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر ہونا چاہئے اسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (دیاہیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلینے سے، دوسرے حقداروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سونے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اس کی چٹائی، اس کی ہڈیاں اور اس کی پیٹھ اسی سونے اور چاندی کو کرم کر کے اس سے داغی چٹھنکی، اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنی اس سرمایہ داری کا مڑہ چکو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھرائی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی ہلہاں اپنے پڑوسیوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہمارے آٹھ دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر ہونا چاہئے اسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (دیاہیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلینے سے، دوسرے حقداروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سونے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اس کی چٹائی، اس کی ہڈیاں اور اس کی پیٹھ اسی سونے اور چاندی کو کرم کر کے اس سے داغی چٹھنکی، اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنی اس سرمایہ داری کا مڑہ چکو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھرائی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی ہلہاں اپنے پڑوسیوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہے۔ سب خُدا کے بندے ہیں۔ سب برابر ہیں۔ سب آدمی ہیں۔ سب کی ضرورتیں ایک برابر پوری ہونی چاہیے۔ اسلئے جو کوئی अपनी ضرورت سے بڑا یا زیادہ استعمال کرتا ہے یا جمع رکھتا ہے وہ دوسروں کو اُن کے چیز حقوں یعنی مائو ادھکاروں سے محروم (منجست) کر دیتا ہے۔ وہ خدا کی اُن نعمتوں پر ظالمانہ قبضہ کرتا ہے جو سب کے لئے ایسی ہیں۔ ایسا کرنا صاف ظلم ہے اور عدل اور انصاف کے خلاف ہے۔

ان اصولوں کی بنیاد قبول دوسری دنیا کی بھلائی پر ہی نہیں ہے، بلکہ اس دنیا اور اس زندگی کے سچے فائدے پر ہی ہے۔ ان اصولوں کا سہ بندہ 'انسانی برابری' بھائی چارہ اور سچی جمہوریت یعنی لوگ شافی سے ہے۔ اس کے پیچھے جو آدمی کی روحانی بھلائی کا خیال ہے وہ ایک الگ چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ پونجی دان، سرمایہ داری یا کیپٹلزم کا اس سے ادھک بڑا ورودہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے سود کمانا، چوا کھیلنا اور سرمایہ جمع کرنا، ان سب کو حرام بتا کر ہر طرح کی سرمایہ داری کا مائو سماج کے جیون سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اُس نے سرمایہ داری کے فایم ہونے کی سمجھاؤنا کو ہی مٹا دیا۔ اگر آج مائو سماج نے قرآن کے ان سنہرے اصولوں پر عمل کیا ہوتا تو ہر طرح کی سرمایہ داری دنیا سے مٹ چکی ہوتی اور وہ شہنشاہیت (سامراجیت) جو ڈیموکریسی یعنی جمہوریت کا جھوٹا جامہ پہن کر دنیا پر راج کر رہی ہے یا راج کرنے کی کوشش کر رہی ہے پیدا ہی نہ ہو پاتی۔ ہر دھرم نے بھی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام نے اُسی سبب ان اصولوں کے اوپر ایک بہت بڑا راج فایم کر کے بھی دکھا دیا تھا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھل خاص لوگوں، مرمیوں، عاہدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نیم اور قانون ہیں۔ یہ اصول، جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ ان کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو ان اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویلوں یعنی جھوٹی ویاکھیاؤں پر قائم ہے۔ مثال طور یہ قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔" اس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھیا) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھل خاص لوگوں، مرمیوں، عاہدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نیم اور قانون ہیں۔ یہ اصول، جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ ان کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو ان اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویلوں یعنی جھوٹی ویاکھیاؤں پر قائم ہے۔ مثال طور یہ قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔" اس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھیا) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

کو جایز کر لیا ہے۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کسی خاص چیز کا جایز ہونا یا اس کے استعمال کی اجازت ہونا ان اصولوں کو رد نہیں کر دیتا جو اس استعمال کے لئے قرآن نے قائم کئے ہیں۔ ان اصولوں کو ہم اذہر بیان کر چکے ہیں، جو بات عدل اور انصاف کے خلاف ہے، جو مانو ایکتا یعنی انسانی بھائی چارے کے خلاف ہے اور اس بارے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں سے ٹکرانی ہے، وہ بالکل غلط اور پرہیزگار ہے۔

میں खासकर मुसलमानوں से बड़ी नज़रता के साथ यह कहना चाहता हूँ कि वह दूसरे इन्सानों की तरफ अपने फर्जों को पूरा करने में कुरान की खुली हिदायतों पर चलें और नासमझ या खुदगर्ज लोगों की तावीलों के चक्कर में न पड़ें, उनके ऐसा करने से देश और मानव समाज का भला तो होगा ही, खुद मुसलमानों का भी इस दुनिया और दूसरी दुनिया दोनों में भला होगा और मुसलमानों में खुददारी, और अपने ऊपर भरोसा और अपने सब पड़ोसियों के साथ प्रेम और मुहब्बत पैदा होगी, और दुनिया में सच्चा इन्सानी भाईचारा यानी अखवते इन्सानी और सच्ची डेमोक्रेसी यानी जमहूरियत कायम करने का सेहरा उन्हीं के सर बँधेगा।

इसलाम के आर्थिक यानी माली उसूल

आदमी में दूसरे जानदारों से ज्यादा जो समझ और नेकी और बढ़ी की तमीज़ और एक रूहानी प्यास है उसकी बिना पर कुरान में आदमी को 'अशरफउलमखलूक़ात' यानी 'और सब प्राणियों से बढ़कर' कहा है, और उसे यह इजाज़त दी है कि वह खुदा की दी हुई सब नियामतों से अपनी ज़रूरत के अनुसार खुद फायदा उठाए और दूसरों को फायदा पहुँचाए। आर्थिक ज़िंदगी में भी कुरान में आदमी के सामने वही अदल और इन्साफ का उसूल रक्खा है जो समाजी ज़िंदगी में, इसके बाद कुरान ने इंसान को अशरफउल मखलूक़ात होने की हैसियत से ज़मीन पर अपना खलीफा यानी नायब क़रार किया है और उसका यह फर्ज बताया है कि वह खुदा की सब नियामतों को सब जानदारों में उनकी ज़रूरत के मुताबिक ठीक ठीक तक्रसीम करे, यही उसके खलीफा होने का मतलब है।

मतलब यह है कि खुदा सारी सृष्टि का बनाने वाला ही नहीं बल्कि उसका मालिक भी है और इस मालिक की हैसियत से उसने आदमी को अपना खलीफा बनाया है, खलीफा होने का यह मतलब नहीं है कि आदमी जो चाहे करे और जिस तरह चाहे रहे, आदमी को खुदा का खलीफा बनाने के साथ साथ कुरान में सब आदमियों और सब जानदारों के हक़ और उनके फर्ज तय कर दिए गए हैं, अगर आदमी खुदा के बताए हुए उन उसूलों और सबके अधिकारों के खिलाफ

میں خاصکر مسلمانوں سے بڑی نرمتا کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرف اپنے فروض کو پورا کرنے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں پر چلیں اور ناسمج یا خود غرض لوگوں کی تاویلوں کے چکر میں نہ پڑیں۔ ان کے ایسا کرنے سے دیہی اور مانو سماج کا بھلا تو ہوگا ہی خود مسلمانوں کا بھی اس دنیا اور دوسری دنیا دونوں میں بھلا ہوگا اور مسلمانوں میں خودداری اور اپنے اذہر بھروسہ اور اپنے سب پڑوسیوں کے ساتھ پریم اور محبت پیدا ہوگی اور دنیا میں سچا انسانی بھائی چارہ یعنی اخوت انسانی اور سچی ڈیموکریسی یعنی جمہوریت قائم کرنے کا سہرا انہیں کے سر بندھیگا۔

اسلام کے آرٹھک یعنی مالی اصول

آدمی میں دوسرے جانداروں سے زیادہ جو سمجھ اور نیکی اور بدی کی تمیز اور ایک روحانی پھاس ہے اس کی بنا پر قرآن میں آدمی کو 'اشرف المخلوقات' یعنی اور 'سب پرانیوں سے بڑھکر' کہا ہے، اور اسے یہ اجازت دی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی سب نعمتوں سے اپنی ضرورت کے انھماں خود فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ آرٹھک زندگی میں بھی قرآن نے آدمی کے سامنے وہی عمل اور انصاف کا اصول رکھا ہے جو سماجی زندگی میں، اس کے بعد قرآن نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب قرار کیا ہے اور اس کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ خدا کی سب نعمتوں کو سب جانداروں میں ان کی ضرورت کے مطابق ٹھیک ٹھیک تقسیم کرے، یہی اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا ساری سرشتی کا بنانے والا ہی نہیں بلکہ اس کا مالک بھی ہے اور اس مالک کی حیثیت سے اس نے آدمی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے رہے۔ آدمی کو خدا کا خلیفہ بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن میں سب آدمیوں اور سب جانداروں کے حق اور ان کے فرض طے کر دئے گئے ہیں۔ اگر آدمی خدا کے بتائے ہوئے ان اصولوں اور سب کے ادھیکاروں کے خلاف

جاتا ہے تو وہ اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کا یہ وجہ قبول اسلام ہی میں نہیں سب دھرموں میں کسی نہ کسی روپ میں موجود ہے اور ہر مذہب میں اس کے لئے اصول اور قاعدے بنے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی بنا اپنا مذہب بدامین بنیادی اور قدرتی اصولوں پر چل سکتا ہے۔

اگر ہم کبھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کا بنانے والا اور سب کا مالک ہے تو اسی ایک اصول کے آدھار پر سب طرح کی فرقہ واریت، سامبرداینکنا اور دھارمک دابندیوں کا خاتمہ ہو جاتا چاہئے۔ ہر آدمی اس زمین کے اوپر خدا کا خلیفہ یعنی نایب ہے، اس اصول کو سامنے رکھ کر ہم کبھی مسلم، ہندو، عیسائی ہی نہیں، ساری انسانی برادری کو ایک بھائی چارے میں باندھ سکتے ہیں۔ جو آدمی خدا کے بھیجے ہوئے عدل اور انصاف کے قانون کے انہماک زندگی بسر کرنا ہے اور سب کے ساتھ ملکر سب کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے دنیا کی چیزوں کا استعمال کرتا ہے وہی سچے معنی خدا کا خلیفہ کہلانے کا حقدار ہے، چاہے وہ مسلم ہو، ہندو ہو یا عیسائی ہو، اور جو کوئی اس کے خلاف عمل کرنا ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

جب سب آدمی بھائی بھائی نہیں تو لازمی طور پر دنیا کی سب نعمتوں میں سب کا برابر کا حصہ ہے۔ اس لئے فرائی زندگی میں غریب اور امیر کا کوئی سرواں ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو آرتھک اسمتا آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، پچھم کے کچھ لوگ اور ان کے کچھ حمایتی اس ہی ساری زبرداری خدا کے خیال اور مذہب کے پرچار پر دائرہ ہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، انیانہ اور بہتان ہے۔ جو اونچ نیچ اور غریب امیر کا فرق اس سے دنیا میں ہے اس کا کارن دھرموں کے اصول نہیں ہیں۔ کارن یہ ہے کہ ان دھرموں کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دھرموں کے سچے اصولوں سے الگ الگ الگ الگ سماجی اور آرتھک زندگی میں سوارتہ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے غلط اصولوں پر چلنا شروع کر دیا۔ دے دنیا پرستی کے جال میں پھنس گئے اور اسی کو اصلی مذہب سمجھ بیٹھے۔ اصلی مذہب سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا اور ان میں اصاف اور برابر کا برتاؤ کرنا ہے۔ اس سے سماجی اور آرتھک خوشحالی پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن الگ الگ دھرموں کے ماننے والے دین دھرم کے اس اصلی پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے پچھم کے سدھارنوں نے جیسے سوشلسٹ، دیہوکریٹس اور کمیونسٹ سب نے دھرم مذہب کا وردھ کرنا شروع کر دیا۔ سچ یہ ہے کہ جو اونچے سماجی اصول اور آرتھک سدھار

ان سب سدھار آندولنوں کے سامنے ہیں ان میں اور مذہب کی سچی تعلیم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب تھریکس اسی مذہبی تعلیم کا دھندلا سے عکس ہیں۔ دنیا کے دھرموں کے ماننے والے اگر آج بھی اپنے اپنے دھرموں کے اصلی اصولوں پر عمل کرتے لگیں تو آج بھی ان پچھلی آندولنوں کا جو غلط اور ناستکتا کا پہاڑ ہے اسے مٹایا جا سکتا ہے۔

نفل اور بیجا خرچ کرنے والوں قرآن 'اخوان الشیاطین' یعنی شیطانوں کے بھائی بند کہتا ہے۔ یعنی قرآن شہنشاہیت کی شان و شوکت کو ہی نہیں، چھوٹی سے چھوٹی نفول خرچی کو بھی گناہ بتاتا ہے۔ اس کے درودہ سب پچھلی سدھار آندولنوں کی بنیاد پر پردہ شہنشاہیت پر قائم ہے۔ یہ سب تھریکس، ساری شکتی اور سارے دھن دولت کو چھوٹے چھوٹے گروہوں، خاندانوں یا تھورے سے آدمیوں میں لاکر جمع کر دیتی ہیں۔ ان سے سماج کے اوپر والے لوگوں کے خرچ پر حد بڑھ جاتے ہیں اور سارا دھن دولت تھورے سے ہاتھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ ان بڑے بڑے سکتھنوں کا جادو جنہوں نے ان پچھلی آندولنوں کو اپنے دائرے میں رکھا ہے، سچے مذہب کے اصولوں کے بغیر اور بلا ان کی مدد کے ثبوت نہیں سکتا اور نہ سچی انسانی برادری قائم ہو سکتی ہے۔

قرآن ہر ایسے پیشے کو برا کہتا ہے اور لوگوں کو اس سے ہٹاتا ہے جس میں بنا محنت کئے دھن کمایا جا سکے۔ قرآن کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ ہر آدمی کو خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں پر اپنا کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے، تاکہ دوسروں کی محنت سے کوئی ناجائز ذائدہ نہ آئے اس کے اور انسانی سماج کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ ہم یہاں اس وچار کے دستار میں جانا نہیں چاہتے۔ کیوں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اگر ہم عدل اور انصاف کو آء دن کے جیون میں اپنے سامنے رکھیں اور اس پر عمل کریں تو ہم قرآن کی آگیاؤں پر آسانی سے عمل کر سکتے ہیں۔

خاصکر مسلمانوں کا دھیان ہم قرآن کی اس خاص آگیاؤں کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس میں آدمی کو "کسب طیب" کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے لفظی معنی پاک روزگار ہیں۔ قرآن میں یہ فقرہ بھی برابر آتا ہے کہ—"خدا کے فضل کی تلاش کرو۔" خدا کے فضل سے یہی کسب طیب یعنی کسب حلال مراد ہے۔ ہر دھرم کی کتب میں اور ہر دھرمی تیرتھنکر یا پیغمبر کی تعلیم میں کسب طیب کی مہانتا بیان کی گئی ہے۔ مہانتا بدھ نے اسے اپنے آٹھ راستوں میں "سمیک آجیوا" یعنی نیک روزی کا نام دیا ہے۔

ان سب سدھار آندولنوں کے سامنے ہیں ان میں اور مذہب کی سچی تعلیم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب تھریکس اسی مذہبی تعلیم کا دھندلا سے عکس ہیں۔ دنیا کے دھرموں کے ماننے والے اگر آج بھی اپنے اپنے دھرموں کے اصلی اصولوں پر عمل کرتے لگیں تو آج بھی ان پچھلی آندولنوں کا جو غلط اور ناستکتا کا پہاڑ ہے اسے مٹایا جا سکتا ہے۔

اسلام یہ ہے کہ دنیا کے سب لوگوں میں وہ پیغمبر ہی آجائے اور اچھے لوگوں جن میں آدمی خود اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کما رہا ہے، اسلام کے پیغمبر محمد صاحب نے، ان کے چاروں پہلے خلیفوں نے اور محمد صاحب کے ساتھیوں نے سب نے اپنی زندگی میں اس اصول کو بہت بڑی جگہ دی اور اس پر پوری طرح عمل کیا۔ محمد صاحب نے اس اصول پر اتنا زور دیا کہ ان کی ایک حدیث ہے کہ ”اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کما لے والا ہی اللہ کا پیارا ہو سکتا ہے۔“

میں فیر خاصکر مسلمانوں کا خیال ان کے مصلحت کے اس زبردست پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کے دھرموں اور خاصکر اسلام کی کسب طیب کی تعلیم اور کروڑوں مسلمانوں کے اس پر عمل کرنے سے ہی آج اس اصول کو دنیا کے آرتھک جیوں کا سب سے پیارا نسب سے ملتا ہوا اور سب سے بڑا اصول بنا رہا ہے۔ دھرموں کی اس تعلیم کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہر دہش کی سرکار بڑے زوروں کے ساتھ اس اصول کو اپنے دیش کے جیوں میں چلا لے کر رہی ہے۔ روس اور چین کی سرکاروں نے تو اس اصول کو اپنے ودھان (دستور) میں سرکاری جگہ دی ہے یعنی یہی وہ دھرمی ہے جس کے چاروں طرف ان دیشوں کا سارا آرتھک جیوں ٹھومتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ پاک فرض ہے کہ وہ کسی قوم یا ملک کو اس میدان میں اپنے سے آگے نہ ڈال جائے دیں۔ انہیں جلدی سے جلدی ایسا پروگرام بنانا چاہئے کہ جس سے ہر مسلمان اور ہر آدمی کو کسب طیب کے اصول کو سامنے رکھ کر اپنی روزی کمانے کا موقع ملے۔ اگر قبول یہی بات پورے دل سے کر دی جائے تو اس دہش کا سارا آرتھک جیوں نئے سرے سے تعمیر ہو سکتا ہے اور یہ ملک عیروں کی آرتھک لوٹ سے بچ کر بے حد پھل پھول سکتا ہے۔

اسلام کے راجکاری اصول

اسلام کے راجکاری اصول

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجنائیتک یا راجکاری تعلیم کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر وقت اپنے سامنے یہ وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے ملے جلتے قصبے کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ اس کا دیوہار اور اس کے بھائی دو سگے بھائیوں کے آپسی پریم اور سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ساری دیندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجنائیتک یا راجکاری تعلیم کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر وقت اپنے سامنے یہ وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے ملے جلتے قصبے کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ اس کا دیوہار اور اس کے بھائی دو سگے بھائیوں کے آپسی پریم اور سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ساری دیندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

بڑے سے بڑے نیکوکارانہ پہنچا رہی ہیں اور دنیا میں طرح طرح کے آرتھک اور راجکاری طوفان پیدا کر رہی ہیں۔ اس سچائی کو بھلا دینے کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم سارے مانو سماج کو ایک قلمب مان لیں اور انسانی بھائی چارے کے اصول کو مان لیں تو پھر نوکر یا مالک، حاکم یا محکوم ہر آدمی اس دنیا میں خدا کا نائب ہے اور ہر آدمی کا پیداواری حق ہے کہ وہ خوداری، خود اختاری اور خود اعتمادی یعنی آنم سمان، سوانہمتا اور سواولمبن کی زندگی بسر کرے۔ اس دھار کے ایکبار دل میں بیٹھ جائے کے بعد کسی طرح کی اڑلچ نہیج یا امہری غریبی کو برداشت کرنا آدمی کے لئے اسمبھو ہو جاتا ہے۔ اس میں پھر یہ نیتک اور آنمک بل آ جاتا ہے کہ وہ اپنے سب بھائیوں یعنی سب انسانوں کے حقوں کی حفاظت کرے اور جو لوگ دوسروں سے اُن کے حق چھینتے ہیں اُن کے ظلم کا دت کر مقابلہ کرے۔ پھر کوئی بامہری یا مادی شکتی آدمی کی اس آزادی اور اُس کی اس روحانی شکتی پر غلبہ نہیں پا سکتی۔

جہاں تک مچھب کا راجکارا سے संबंध ہے، کوران نے بہت ساک ساک شندوں میں "لاڈکارا کھین" کا اصول ہمارے سامنے رخن دیا ہے۔ اس آریات کے لفظی مانی یہ ہے کہ دین دھرم کے سامنے کسی کے ساتھ بھی کسی طرح کی جبرورستی نہی چاہئے۔ یہ صاف اور سدھرا اصول ہر آدمی کو چاہئے کہ کسی مذھب کا ہو، اپنے مذھبی فرض پورا کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، اور اُس کی اس آزادی میں کسی طرح کی دخل اندازی کو بھی ظلم ٹھہراتا ہے۔ قرآن کے مطابق جو کوئی آدمی بھی، چاہے وہ کسی بھی مذھب کا ہو، دوسروں کے ساتھ اس طرح کا ظلم کرنا ہے اُس کے خلاف جھاد کرنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ خدا کا خلیفہ ہونے کے ناتے ہر آدمی اپنے بھگوان سے سیدھا سدھد رکھنے کا حق رکھتا ہے۔ اُسے ادھیکار ہے کہ اپنے بھائے والے کی بوجا، بڈگی یا استرئی کے لئے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اُس کی اس آزادی میں دخل دینا ظلم اور گناہ ہے۔ نیتک، دھارمک اور ادھیانمک سوتنترائی اس سے اُونچی کلھنا نہیں کی جا سکتی۔

اس کا یہ مطالب نہیں کہ قرآن سب دھرموں اور مذھبوں کی ہر چہڑ کو ٹھیک مانتا ہے۔ قرآن ایمان، اور اتحاد یعنی اُسکتا اور ناسکتا، نیکی اور بدی، بھائی اور برائی میں صاف فرق کرتا ہے۔ اُس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا نے ہر دیھ میں اور ہر قوم میں پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زمانے میں اور ہر ملک میں پاک کتابیں بھی بھیجی ہیں کہ دنیا کے لوگ اُن کی مدد سے ٹھیک راستہ کو سمجھ سکیں اور اُس پر چل سکیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوران سب دھرموں اور مذھبوں کی ہر چہڑ کو ٹھیک مانتا ہے۔ قرآن ایمان، اور اتحاد یعنی اُسکتا اور ناسکتا، نیکی اور بدی، بھائی اور برائی میں صاف فرق کرتا ہے۔ اُس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا نے ہر دیھ میں اور ہر قوم میں پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زمانے میں اور ہر ملک میں پاک کتابیں بھی بھیجی ہیں کہ دنیا کے لوگ اُن کی مدد سے ٹھیک راستہ کو سمجھ سکیں اور اُس پر چل سکیں۔

کُوران کا یہ بھی کہنا ہے کہ خُدا نے ساری دُنیا کے لیے ہمیشہ دین دھرم کی ایک ہی سیدھی راہ بتائی ہے اور ہر پیغمبر نے اور ہر دھرمک پستک نے اُسی سیدھی راہ کی تعلیم دی ہے۔ دُنیا کی کسی دوسری پاک کُتب میں اس بنیادی سچائی کو اُننے صاف صاف اور اُننے بار بار دُعا نہیں کیا گیا جتنا قرآن میں۔ قرآن نے آدمی سے یہ بھی کہا ہے کہ سب دھرمک کُتبوں اور سب رسولوں کو مانو اور رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہ کرو۔ یہاں تک کہ جو لوگ دُنیا بھر کے سب رسولوں کو نہیں مانتے یا اُن میں کسی طرح کا فرق کرتے ہوں انہوں قرآن "کافروں حقہ" یعنی "سچے کافر" کہا ہے۔ قرآن کا مذہب اِس نگاہ سے سب مذہبوں کو اپنے اندر لُٹے ہوئے اور ایک واپک یعنی عالمگیر مذہب ہے۔

اِسی اصل بنیاد کی وجہ سے قرآن نے ہر ایک کو کامل مذہبی آزادی دی ہے اور مذہب کے معاملہ میں کسی کو کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کی جس آیت "لا اِکْرہا فی الدین" کی ہم نے اوپر چرچا کی ہے اُس کی ویاکھیا کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے :-

"اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کیونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُپدیش) پیدا کر سکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے غرض ہے، زبردستی کرنے سے نہیں ہو سکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس الٰہ کی وحدت یعنی اُس کی ایکتا اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہ اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہر آزادی دیتا ہے۔

قرآن نے فیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ ہدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

اِسی اصل بنیاد کی وجہ سے قرآن نے ہر ایک کو کامل مذہبی آزادی دی ہے اور مذہب کے معاملہ میں کسی کو کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کی جس آیت "لا اِکْرہا فی الدین" کی ہم نے اوپر چرچا کی ہے اُس کی ویاکھیا کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے :-

"اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کیونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُپدیش) پیدا کر سکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے غرض ہے، زبردستی کرنے سے نہیں ہو سکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس الٰہ کی وحدت یعنی اُس کی ایکتا اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہ اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہر آزادی دیتا ہے۔

کُوران نے نیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بدی کی راہ یا مٹی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے मतलَب کو اور صاف کر دیا ہے۔ کُوران کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

قرآن نے فیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ ہدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

آلہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحد یعنی ناستک، مفسد یعنی جھگڑالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ دے اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اُس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوتِ انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہوں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اُس کے بنائے ہوئے بنیادی نیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اُس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حقوق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سبکے لئے ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ انسانی بھائی چارے میں 'عیسائی' مسلمان کسی بھی مذہبی گروہ بندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کا انسانی بھائی چارا اُن دھارمک تحریکوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو آج ہم 'اسلامی'، 'ہندوئی' یا 'عیسوی' مذہبی تحریکوں کی شکل میں چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی گروہ بندی اور کھینچانائی کا نتیجہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اور خاص کر اسلام کے ماننے والے اول تو خود اپنے مذہب والوں پر اور پھر دوسرے مذہب والوں پر دین کے معاملہ میں جبر و زبردستی کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی مانتے ہیں۔ اسی کو وہ اصلی دین اور نجات کے لئے ضروری مانتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ غلط اور دردناک برتاؤ ہی دنیا میں ساری کھینچانائی اور مذہبی نفرت اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اِس سے آج دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے غیرجانکاری اور غلط فہمی ہی انسانی بھائی چارے کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ میں سب دھرم مذہبوں کے مانتے والوں سے کہ دینا چاہتا ہوں

آلہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحد یعنی ناستک، مفسد یعنی جھگڑالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ دے اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اُس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوتِ انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہوں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اُس کے بنائے ہوئے بنیادی نیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اُس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حقوق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سبکے لئے ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ انسانی بھائی چارے میں 'عیسائی' مسلمان کسی بھی مذہبی گروہ بندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کا انسانی بھائی چارا اُن دھارمک تحریکوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو آج ہم 'اسلامی'، 'ہندوئی' یا 'عیسوی' مذہبی تحریکوں کی شکل میں چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی گروہ بندی اور کھینچانائی کا نتیجہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اور خاص کر اسلام کے ماننے والے اول تو خود اپنے مذہب والوں پر اور پھر دوسرے مذہب والوں پر دین کے معاملہ میں جبر و زبردستی کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی مانتے ہیں۔ اسی کو وہ اصلی دین اور نجات کے لئے ضروری مانتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ غلط اور دردناک برتاؤ ہی دنیا میں ساری کھینچانائی اور مذہبی نفرت اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اِس سے آج دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے غیرجانکاری اور غلط فہمی ہی انسانی بھائی چارے کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ میں سب دھرم مذہبوں کے مانتے والوں سے کہ دینا چاہتا ہوں

के जब तक उनकी यह गलतफहमी दूर नहीं होती और वे अपने अपने धर्मों की सच्ची तालीम पर नहीं चलते तब तक मुल्कों और क़ौमों के पुरचे पुरजे होते रहेंगे और राजकाजी और नैतिक तूफ़ान हमारी समाजी ज़िंदगी की बुनियादों को हिलाते रहेंगे, और हमें पच्छिमी क़ौमों का शिकार बनाते रहेंगे. इन बुनियादी उसूलों को कायम करने के बाद, क़ुरान ने सच्चे भाईचारे, सच्ची डेमोक्रेसी यानी जमहूरियत और हुकूमते इलाही यानी रामराज कायम करना हर आदमी का पहला कर्ज़ बताया है, और उसके तरीके भी बता दिये हैं.

हुक्मते इलाही

हुकुमते इलाही का पहला उसूल यह है कि उसमें समाज के सबसे नीचे के लोगों, गरीबों, लाचारों, दर्दमंदों और पीड़ितों के दुख दर्द दूर करने की सबसे ज़ियादह कांशिश की जाती है। खलीफ़ा उमर की हुकुमत इसकी सबसे अच्छी मिसाल थी। ऐसी हुकुमत में मानव समाज के वह सब रीत रिवाज और क़ायदे क़ानून, जिनके कारण समाज के कुछ लोगों में ग़रीबी घर कर जाती है, लाचारी और दर्दमन्दी बढ़ती है और कुछ लोग दूसरों पर जुल्म कर सकते हैं, वह सब मन्सूख़ और रद्द कर दिये जाते हैं। जुल्म का इससे बढ़कर सबूत नहीं हो सकता कि दुनिया में कुछ लोग दौलत-मन्द हों और कुछ ग़रीब, नादार और लाचार। कुछ ज़ालिम हों और कुछ दर्दमन्द और मज़लूम। यही वह ऊँच नीच है जो इन्सान की बराबरी और भाइँच रे का ख़तम कर देती है। क़ुरान के अनुसार यह अल्लाह के हुकुम की सब से बड़ी नाफ़रमानी है।

कुरान का गरीबों, लाचरों और दुर्इमन्दों की तरफ इतना ध्यान देना सारे मानव समाज का इन्सानी बराबरी क सांघे में ढाल देता है.

साथ ही कुरान बड़े, छोटे, बलवान और कमजोर तन्दुरुस्त और बीमार के उस फ़रक़ पर भी पूरा ध्यान देता है जिसका होना हर मिले जुले कुटुम्ब के अन्दर लाजिमी है। माँ और बच्चे, बाप और बेटे, पानी और पत्नी में फ़रक़ होता ही है, सीखने सिखाने की यांग्यता भी किसी में कम, किसी में ज़ियादा। किसी भी कुटुम्ब के सब आदमी एक बराबर नहीं कमा सकते, न सब एक सी मेहनत कर सकते हैं। जाहिर है कि हरेक अपनी शक्ति और क़ाबलीयत के अनुसार मेहनत या काम करेगा, और हरेक पर उसकी ज़रूरत के अनुसार खर्च किया जावेगा। अक्सर काम न कर सकने वाले बीमार या अपाहिज या बच्चे पर ज़्यादा और मेहनत करने वाले तन्दुरुस्त आदमी पर कम खर्च होता है। आज

کہ جب تک اُن کی یہ غلط فہمی دور نہیں ہوتی اور دے اپنے اپنے دعووں کی سچی تعلیم پر نہیں چلتے تب تک ملکوں اور قوموں کے پرزے پرزے ہوتے رہیں گے اور راجکاجی اور نیتک طرفان ہماری سماجی زندگی کی بنیادوں کو ہلاتے رہیں گے، اور ہمیں پچھپی قوموں کا شکار بناتے رہیں گے۔ اُن بنیادی اُصولوں کو 'ذ'یم کرنے کے بعد قرآن نے سچے بھائی چارے، سچی ذمہ داری یعنی جمہوریت اور حکومت اِلهیٰ یعنی رام راج 'ذ'یم کرنا اور آدمی کا پہلا فرض بتایا ہے، اور اِس کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔

حکومت ! الہی

حکومت الہی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اُس میں سماج کے سب سے نیچے کے لوگوں، غریبوں، لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں کے دکھ درد دور کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ خلیفہ عمر کی حکومت اس کی سب سے اچھی مثال تھی۔ ایسی حکومت میں مانو سماج کے وہ سب ریت رواج اور فائدے قانون جن کے کارن سماج کے کچھ لوگوں میں غریبی گھر کر جاتی ہے، لاچاری اور دردمندی بڑھتی ہے اور کچھ لوگ دوسروں پر ظالم ہو سکتے ہیں، وہ سب منسوخ اور رد کر دیے جاتے ہیں۔ ظالم کا اُس سے بڑھکر ثبوت نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کچھ لوگ دارالعملد ہوں اور کچھ غریب، نادار اور لاچار۔ کچھ ظالم ہوں اور کچھ دردمند اور مظلوم۔ یہی وہ اونچ نیچ ہے جو انسانی برابری اور بھائی چارے کو ختم کر دیتی ہے۔ قرآن کے अनुसार یہ اللہ کے حکم کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔

قرآن کا غریبوں، لاچاروں اور دردمندوں کی طرف اپنا
دھیان دینا سارے مانو سماج کو انسانی برابری کے سانچے
میں ڈھال دینا ہے ۔

ساتھ ہی قرآن بڑے، چھوٹے، بلوان اور کمزور، تندرست اور بیمار کے اُس فرق پر بھی بورا ایمان دینا ہے جس کا ہونا ہر - لے جیلے قلمب کے اندر لازمی ہے ۔ ماں اور بچے، باپ اور بیٹے، پتی اور پتی میں فرق ہونا ہے، سونگھنے سکھانے کی یوگتا بھی کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ۔ کسی بھی قلمب کے سب آدمی ایک برابر نہیں کما سکتے، نہ سب ایکسی محضت کوسکتے ہوں ۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شمتی اور ناباہت کے آنر سار محضت یا کام کریگا، اور ہر ایک پر اُس کی ضرورت کے آنر سار خرچ کیا جاویگا ۔ اکثر کام نہ کوسکتے والے بیمار یا اباہجے یا بچے پر زیادہ اور محضت کرنے والے تندرست آدمی پر کم خرچ ہونا ہے ۔ آج

دنیا بھر میں کمیونزم نے اسی کو اپنا آرہک اصول اور اپنا سب سے بڑا نمبر بنا رکھا ہے۔

کمیونسٹ بیچاروں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ جب تک عام لوگوں کو دو ہاتھوں پر وشواس نہ ہوگا، ایک یہ کہ خدا ہے اور ایک اور کیوں ایک ہے اور دوسرے یہ کہ سب آدمی بھائی بھائی ہیں، تب تک دنیا کے عام لوگ اوپر کے اصول کو سونڈکار نہیں کر سکتے۔ جب تک لوگوں کو اس جہنم کے بعد کے ایک استھانی یا امر جہنم میں وشواس نہ ہوگا تب تک عام لوگوں سے انصاف، قیام اور نسوارتہا کی آشا کرنا بھی غلط ہے۔ جہنم کے سکھوں کو عام آدمی تب ہی دوسروں کے لئے نیاگ سکتا ہے جب اسے بعد کے کسی جہنم میں بدلہ کی آشا ہو۔

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو مذہبی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چل سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمب کے اندر ہنسا اور زبردستی سے کام لینا مائرتا کو تھیس پہونچانا ہے اور اسے مائرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاجی جہنم کے لئے بھی ہنسا اور زبردستی کہ چکہ بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعو ہے کہ عمارت کے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سمبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جتنی ہنسا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسوارتی پیدا کرتے ہیں جو ہنسا اور زبردستی سے پیدا نہیں کر سکتے۔

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو مذہبی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چل سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمب کے اندر ہنسا اور زبردستی سے کام لینا مائرتا کو تھیس پہونچانا ہے اور اسے مائرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاجی جہنم کے لئے بھی ہنسا اور زبردستی کہ چکہ بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعو ہے کہ عمارت کے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سمبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جتنی ہنسا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسوارتی پیدا کرتے ہیں جو ہنسا اور زبردستی سے پیدا نہیں کر سکتے۔

پرنتو آدمی کے اندر پریم اور پرستار سہیوگ کی اس بھڑائی کا پیدا ہونا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے "جہاد" اور "جہاد" کا طریقہ بتایا ہے۔ "جہاد" کا لفظ "جہاد" سے ہے جو "جہاد" کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر دجائے پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کرودہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دویش، وشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابر ہی کے

دنیا بھر میں کمیونزم نے اسی کو اپنا آرہک اصول اور اپنا سب سے بڑا نمبر بنا رکھا ہے۔

کمیونسٹ بیچاروں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ جب تک عام لوگوں کو دو ہاتھوں پر وشواس نہ ہوگا، ایک یہ کہ خدا ہے اور ایک اور کیوں ایک ہے اور دوسرے یہ کہ سب آدمی بھائی بھائی ہیں، تب تک دنیا کے عام لوگ اوپر کے اصول کو سونڈکار نہیں کر سکتے۔ جب تک لوگوں کو اس جہنم کے بعد کے ایک استھانی یا امر جہنم میں وشواس نہ ہوگا تب تک عام لوگوں سے انصاف، قیام اور نسوارتہا کی آشا کرنا بھی غلط ہے۔ جہنم کے سکھوں کو عام آدمی تب ہی دوسروں کے لئے نیاگ سکتا ہے جب اسے بعد کے کسی جہنم میں بدلہ کی آشا ہو۔

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو مذہبی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چل سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمب کے اندر ہنسا اور زبردستی سے کام لینا مائرتا کو تھیس پہونچانا ہے اور اسے مائرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاجی جہنم کے لئے بھی ہنسا اور زبردستی کہ چکہ بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعو ہے کہ عمارت کے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سمبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جتنی ہنسا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسوارتی پیدا کرتے ہیں جو ہنسا اور زبردستی سے پیدا نہیں کر سکتے۔

پرنتو آدمی کے اندر پریم اور پرستار سہیوگ کی اس بھڑائی کا پیدا ہونا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے "جہاد" اور "جہاد" کا طریقہ بتایا ہے۔ "جہاد" کا لفظ "جہاد" سے ہے جو "جہاد" کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر دجائے پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کرودہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دویش، وشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابر ہی کے

عقل سے بھی آگے بڑھ کر دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دینی ہوگی، اسے دوسروں کے لیے त्याग और कुरबानी करनी होगी. तब ही वह धरती पर खुदा का खलीफा यानी नायब बन सकेगा. इसीलिए कुरान कहता है कि इन्साफ करो, अहसान करो, त्याग यानी ईसार् करो. कुरान में बराबर आता है कि "अस्लाह उन्हीं को प्यार करता है जो दूसरों पर अहसान करते हैं."

इन अर्थों में खुदा का खलीफा बनने की कोशिश को ही कुरान ने 'जेहाद अकबर' यानी बड़ा जेहाद कहा है. इसी को 'सीधा रास्ता' बताया है.

इसमें सन्देह नहीं कि कुरान ने आत्म रक्षा यानी अपने बचाव के लिये हिंसा की यानी तलवार उठाने की भी इजाजत दी है. लेकिन इसे 'जेहाद असगर' यानी छोटा जेहाद कहा है. लगभग सब धर्मों ने राजकाज में तलवार के इस्तेमाल की इजाजत दी है, लेकिन केवल जवाबी तौर पर, और वह भी इसलिये कि देश और काल के हालात के अनुसार अभी हिंसा को मनुष्य जीवन से बिल्कुल बाहर नहीं किया जा सकता था. साथ ही हर धर्म ने हिंसा को केवल आत्म रक्षा के लिये जायज ठहराया है, और हिंसा और तलवार के इस्तेमाल के खत्म करने के लिये दरजे दरजे रास्ते और राहें बताई हैं. पर कड़ी से कड़ी हिदायतों के हाते हुए भी किसी मजहब के मानने वाले हिंसा का केवल जवाबी उपाय तक यानी आत्म रक्षा तक सोमित न रख सकें. इन लोगों ने चूँकि 'जेहाद अकबर' का तरफ काई ध्यान नहीं दिया, इसी लिये ये सब दुनिया की हिंस और लोभ के जाल में फस गए. जेहाद असगर का ही सबन जेहाद अकबर समझ लिया, और अपने बचाव का हद से बढ़कर उसे दुनिया की ताकत और ऐश आराम के सामान हासिल करने का जरिया बना लिया. इस जबरदस्त भूल ने आदमी की सारी रूहानी यानी आध्यात्मिक और इखलाक़ी यानी नैतिक शक्तियाँ को मिटा डाला. इसी के नतीजे की शकल में इंसाना दुनिया साम्राज्यवाद और पूँजीवाद यानी शहन-शाहियत और सरमायेदारी के जाल में फस गई, यहां तक कि उसमें रूहानी और इखलाक़ा शक्तियों के पैदा होने के सारे दरवाजे ही बन्द हो गए. नतीजा यह हुआ कि हम यह दुनिया और वह दुनिया दोनों का खा बैठे. दुनिया से हमारा मान और इक़बाल दोनों उठ गए. आज पच्छिम की नास्तिकता और वहां का साम्राज्यवाद हम पर हावी है और उस की सारी शक्ति हमारी रही सही बुनियादों को खाद डालने में लगी हुई है. अगर मजहबी दुनिया अब भी नहीं जागती और उन रास्तों को अख्तियार नहीं करती, जो उसकी पाक किताबों और नबियों ने बताए हैं, तो उसे अपनी इस गलती के नतीजे भुगतने पड़ेंगे, उस पर नई नई मुसीबतें उतरेंगी

اصول سے بھی آگے بڑھ کر دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دینی ہوگی، اسے دوسروں کے لیے त्याग और कुरबानी करनी होगी. तब ही वह धरती पर खुदा का खलीफा यानी नायब बन सकेगा. इसीलिए कुरान कहता है कि इन्साफ करो, अहसान करो, त्याग यानी ईसार् करो. कुरान में बराबर आता है कि "अस्लाह उन्हीं को प्यार करता है जो दूसरों पर अहसान करते हैं."

इन अर्थों में खुदा का खलीफा बनने की कोशिश को ही कुरान ने 'जेहाद अकबर' यानी बड़ा जेहाद कहा है. इसी को 'सीधा रास्ता' बताया है.

اس میں سন্দید نہیں کہ قرآن نے آدم رکشا یعنی اپنے بچاؤ کے لئے ہلکا کی یعنی تلوار اٹھانے کی بھی اجازت دی ہے. لیکن اسے 'جهاد اصغر' یعنی چھوٹا جہاد کہا ہے. لگ بھگ سب دھرموں نے راجکاج میں تلوار کے استعمال کی اجازت دی ہے. لیکن قبول جوابی طور پر اور وہ بھی اس لئے کہ دیش اور دل کے حالات کے اسوار ابھی ہلکا دو منشوہ جیوں سے بادل باہر نہیں کیا جاسکتا تھا. ساتھ ہی ہر دھرم نے ہلکا دو کیول آدم رکشا کے لئے جابز تھرایا ہے اور ہلکا اور ہلکا کے استعمال کے ختم کرنے کے لئے درجہ بدرجہ راستے اور راہیں بتائی ہیں. پر دوی سے تری بداییتوں کے ہوتے ہوئے ہی کسی مذہب کے ماننے والے ہلکا دو کیول جوابی آپائیوں تک یعنی آدم رکشا تک سویت نہ رہ سکے. ان لوگوں نے چونکہ 'جهاد اکبر' کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا، اس لئے یہ سب دنیا کی حرص اور لوہ کے چل میں پھنس گئے. جہاد اصغر تو ہی سب نے جہاد اکبر سمجھ لیا اور اپنے بچاؤ کی حد سے بڑھ کر اسے دنیا کی طاقت اور عیش آرام کے سامان حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا. اس زبردست بھول نے آدمی کی ساری روحانی یعنی آدم تک اور اخلاقی یعنی نیک شکتیوں کو مٹا ڈالا. اسی نے نتیجے کی شکل میں انسانی دنیا سامراجیہ وان اور پونجی وان یعنی شہنشاہیت اور سرمایہداری کے چل میں پھنس گئی. یہاں تک کہ اس میں روحانی اور اخلاقی شکتیوں کے پیدا ہونے کے سارے دروازے ہی بند ہو گئے. نتیجہ یہ ہوا کہ ہم یہ دنیا اور وہ دنیا دونوں کو ہو بیٹھے. دنیا سے ہمارا مان اور اقبال دونوں اٹھ گئے. آج پچھم کی ناستکنا اور وہاں کا سامراجیہ وان ہم پر حاوی ہے اور اس کی ساری شکتی ہماری رہی سہی بنیادوں کو کھود ڈالنے میں لگی ہوئی ہے. اگر مذہبی دنیا اب بھی نہیں جاگتی اور ان راستوں کو اختیار نہیں کرتی، جو اس کی پاک کتابوں اور نبیوں نے بتائے ہیں تو اسے اپنی اس غلطی کے نتیجے بھگتنے پڑیں گے، اس پر نئی نئی مصیبتیں اتریں گی

اور سرمایہ داری اور ناستیکتا کا طوفان کدول اسی کا نہیں سارے مانو سنسار اور مانو جاتی کا خانہ کر دیا ۔

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا، یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہڈی میں۔ ایشور کی ایکتا ان میں کینڈریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ بدی ان تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتوں نہ کریں تو پے اُنت آپادھاپی پھیل جاتی ہے، ہماری ساری شکستیاں بکھر جاتی ہیں، اور ہماری روحانی جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہیں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سپریم کی زندگیوں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اس کے خلاف نلسنیاہ بھڑوں کے طوفان اٹھا سکتے ہیں، پر یہ ایک سچی انتہائی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جہوں سے پھوت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک دور میں بقودھنے میں جتنا زبردست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیرتھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پہچانے نہ جاکر ہم کدول پچھلے تین چار سو برس کے انتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا توحید (لیکھشور واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اسی درجہ تک مانو سماج میں پھوت، آپادھاپی اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانیت شکستوں جو بربادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مثال مانو انتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا، یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہڈی میں۔ ایشور کی ایکتا ان میں کینڈریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ بدی ان تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتوں نہ کریں تو پے اُنت آپادھاپی پھیل جاتی ہے، ہماری ساری شکستیاں بکھر جاتی ہیں، اور ہماری روحانی جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہیں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سپریم کی زندگیوں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اس کے خلاف نلسنیاہ بھڑوں کے طوفان اٹھا سکتے ہیں، پر یہ ایک سچی انتہائی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جہوں سے پھوت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک دور میں بقودھنے میں جتنا زبردست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیرتھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پہچانے نہ جاکر ہم کدول پچھلے تین چار سو برس کے انتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا توحید (لیکھشور واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اسی درجہ تک مانو سماج میں پھوت، آپادھاپی اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانیت شکستوں جو بربادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مثال مانو انتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

ناستیکتا اور لامذہبی کی اس بارش نے دھرم مذہبوں

ناستیکتا اور لامذہبی کی اس بارش نے دھرم مذہبوں

کے ماننے والوں کے سامنے زندگی اور موت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔ یا تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس بڑے کے ہاتھوں اپنی ساری سیبتا اور مذہب کا مقنا چپ چاپ دیکھا کریں اور یا اپنی سماجی، روحانی، مالی اور اخلاقی زندگی کو پچھم کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے کمر کس کے کھڑے ہو جائیں۔ اس کی تھاری کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم دنیا پرستی اور عیسیٰ پرستی کے اس جال کو توڑ دیں جس میں پچھم کی لا مذہب اور عیسیٰ پرست، سیبتا نے ہمیں پھانس لیا ہے اور پھر اپنے دھرم مذہب کی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرنا شروع کر دیں۔ یہی ہم ایسا کریں گے تو ایشور اللہ ہمارا ساتھ دینا اور پھر دنیا کی کوئی شکتی ہمارے راستے میں بادشا نہیں بن سکتی۔

ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ پچھم کی سبھیتا کا زہر ابھی تک یورپی دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ چکا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بہت ہی کم لوگوں کے دلوں پر ایشور میں وشواس اور مذہب کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایک بار پچھم کی سبھیتا کی ناستکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ یورپی دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہ کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو برہادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطاروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھم وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور انٹلیٹ (ایپست) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ پچھم کی سبھیتا کا زہر ابھی تک یورپی دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ چکا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بہت ہی کم لوگوں کے دلوں پر ایشور میں وشواس اور مذہب کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایک بار پچھم کی سبھیتا کی ناستکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ یورپی دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہ کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو برہادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطاروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھم وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور انٹلیٹ (ایپست) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھم وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور انٹلیٹ (ایپست) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

میری پراثرنا ہے کہ اس دیش کے مسلمان کوران کی سچھی رانشنی، سچھی جمہوریت (ڈیموکریسی) اور سچھی حکومت (حرام راج) قائم کرنے کو اپنا سماجی اور راجکاجی مقصد بنائیں۔ اس کے لئے وہ کافی سماجی، روزگاری، مالی اور اخلاقی پروگرام بناسکتے ہیں۔ اور پھر انہیں چاہئے کہ وہ ان پروگراموں کو پورا کرنے میں دل و جان سے لگ جاویں۔

میں ہارت کے مسلمانوں کو سلاہ دیتا ہوں کہ وہ اس آندوان میں شامل ہونے کے لئے اپنے ہندو بھائیوں اور دوسرے ہارت واسیوں کو بھی دعوت دیں اور انہیں یہ یقین دلائیں کہ اکثریت اور اقلیت یعنی بہومت اور الپمت اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور مذہبی دشمنیوں کی سچھی لوک شامی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہندو مسلمان اور سب ملکر ان لوہ کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کریں تو ناسمکن ہے کہ یہ ٹھہر سکیں۔ ان کے مت جانے کے بعد ہی وہ سماج قائم ہوسکتا ہے جسے ہم سچھی جمہوریت، لوک شامی، حکومت الہی یا رام راج کہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کی اوک شامی ہارت میں قائم ہوجائے تو پاکستان اس کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ گھاڑ جو انگریزی پالیسی نے ہم پر لگائی ہے بھر سکتے ہیں۔ وہ دو بھائی جو ایک دوسرے کے خلف جنگ کے مورچے بنائے ہوئے ہیں پھر سے گلے مل سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہوجائے تو اس دیش کے جیون میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، پتہ ہوئے دل مل سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے بھائی اس طرح سے پھر ایک ہوسکتے ہیں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوجائیں۔

شاہ کی باتیں یاد بھول جائیں تو فیر یاد کر لی جا سکتی ہیں پرنتو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشیکل ہوتا ہے۔

—سنت باणी

شاستر کی باتیں یاد بھول جائیں تو پھر یاد کر لی جا سکتی ہیں پرنتو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشیکل ہوتا ہے۔

—سنت وانی

ڈاکٹر بھگوانداس

ڈاکٹر بھگوان داس

لگبھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پہنچ کر، جب آتما بالیگا ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا رُہانی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لکھ میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ نرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سنگلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُن دن کے جن دن کے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سمئے میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کافی جاگی ہوئی نہیں ہوتی اور وہ ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجکل کے پیچھے ڈاکٹر اور منوویگان کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاگ چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاگی ہوئی اور چیزوں کی جڑ میں جانے، ان کے کاروں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہتیا بھی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا ہٹنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دینوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

لگ بھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پہنچ کر، جب آتما بالغ ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا روحانی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لکھ میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ نرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سنگلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُن دن کے جن دن کے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سمئے میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کافی جاگی ہوئی نہیں ہوتی اور وہ ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجکل کے پیچھے ڈاکٹر اور منوویگان کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاگ چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاگی ہوئی اور چیزوں کی جڑ میں جانے، ان کے کاروں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہتیا بھی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا ہٹنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دینوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

ظہر دست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دیکھ کر رہتی ہے اور دب نہیں پاتی، اگر جہوں کے انہاؤں، برائوں اور بے انصافوں کے خلاف وہ غصہ اور ویدروہ جو اس جکیا سا کو جلم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہوں کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا ہیں، کہاں سے کدھر اور کہاں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگانا چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہوں کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہوں کا ارتہ کیا ہے، جہوں کا منشیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہوں کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارنہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُنکے سمجھ بوجھ کو پروںکار یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہوں کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لوٹ کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے آخری ادھیایہ میں اور اپنی کئی انگریزی کتابوں، جیسے ”دی سائنس آف پیس“، ”مسٹک ایکسپیرینسز“، ”فولس ٹرام یوگ وسشتم“ وغیرہ میں آتما کی اُس حالت کو ستار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس بیماری ’ڈیمینٹیا پریکوکس‘ کی میں نے اوپر چرچا کی ہے وہ اکثر اُن نوجوانوں کو ہوتی ہے جن میں یہ جکیاسا ادھک چھوٹی عمر میں اور سے سے پہلے جاگ اُٹھتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حالت زیادہ بڑی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو یہ اکثر پندرہ سال کی عمر سے لیکر اکیس سال کی عمر تک ہوتی ہے جبکہ آتما اور شریر میں نئی شکتی آتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آجکل پچھم میں زندگی کی لگانا کشمکش اور بھگ ولس کے جہوں سے تھکان اور طرح طرح

زبردست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دق کرتی ہے اور دب نہیں پاتی، اگر جہوں کے انہاؤں، برائوں اور بے انصافوں کے خلاف وہ غصہ اور ویدروہ جو اس جکیا سا کو جلم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہوں کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا ہیں، کہاں سے کدھر اور کہاں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگانا چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہوں کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہوں کا ارتہ کیا ہے، جہوں کا منشیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہوں کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارنہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُنکے سمجھ بوجھ کو پروںکار یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہوں کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لوٹ کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے آخری ادھیایہ میں اور اپنی کئی انگریزی کتابوں، جیسے ”دی سائنس آف پیس“، ”مسٹک ایکسپیرینسز“، ”فولس ٹرام یوگ وسشتم“ وغیرہ میں آتما کی اُس حالت کو ستار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس بیماری ’ڈیمینٹیا پریکوکس‘ کی میں نے اوپر چرچا کی ہے وہ اکثر اُن نوجوانوں کو ہوتی ہے جن میں یہ جکیاسا ادھک چھوٹی عمر میں اور سے سے پہلے جاگ اُٹھتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حالت زیادہ بڑی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو یہ اکثر پندرہ سال کی عمر سے لیکر اکیس سال کی عمر تک ہوتی ہے جبکہ آتما اور شریر میں نئی شکتی آتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آجکل پچھم میں زندگی کی لگانا کشمکش اور بھگ ولس کے جہوں سے تھکان اور طرح طرح

کے विचारों की टक्करीوں के कारण कुछ लोगों में यह अलामतें खूब बढ़ जाती हैं. यूगप में इसपर तरह तरह का बहुत सा साहित्य भी निकल रहा है.

جو آدमी کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نیکل آتا ہے اسکے شریر اور اسکے آتما دونوں میں کدورتی تौर پر بدل آ جاتا ہے. اسکے سूरू बूफ, उसके भाव (जबबात), उसकी संकल्प शक्ति सब बढ़ जाती हैं और इस दुनिया के जिस्मानी और रुहानी दोनों तरह के कर्माँ को वह ज्यादा अच्छी तरह पूरा करने लगता है.

वैराग्य (दुनिया से दिल का फिरना) और उसके नतीजे

आदमी जब इस दुनिया की जिन्दगी से थकने लगता है, या उसका दिल फिरने लगता है, या उसमें दुनिया से नकरत पैदा होने लगती है, यानी जब उसमें वैराग्य पैदा होने लगता है, तो उसकी कई सूरतें हो सकती हैं. पहली सूरत में यह वैराग्य मद्दज अधेपन, जहालत और काहिली से पैदा होता है. इस तरह का वैराग्य 'तामस वैराग्य' कहलाता है. दूसरी सूरत में यही वैराग्य काम, क्रोध, खुदी, अहंकार और बेचैनी से पैदा होता है. ऐसी सूरत में वह 'राजस वैराग्य' कहलाता है. इसी तरह के रालत वैराग्य से आदमी कभी कभी आत्मघात यानी खुदकुशी भी कर बैठता है. उसकी दुखी आत्मा को जिस जिस्म के जरिए से दुख पहुँचता है उसे वह खत्म कर देता है. वह यह भूल जाता है कि दुख की जड़ जिस्म नहीं हैं. दुख की जड़ उसके अंदर की अविद्या यानी नादानी है, उसके भूटे खयाल हैं, रालत विश्वास या अक्कीदे हैं. दुख या क्लेश की जड़ उसके अंदर है, बाहर नहीं हैं. इसी अन्दर की जड़ ने ही अपने को जाहिर करने के लिए बाहर के जिस्म को भी रूप दिया है. इस बाहर के रूप को मिटा देने से अंदर की जड़ नहीं जाग सकती और जब तक आत्मा उस अन्दर की जड़ को नहीं समझे और पहचाने और उसका इलाज नहीं करे वह अन्दर की जड़ बार बार इस तरह के नए नए जिस्म बनाती रहेगी.

लेकिन तीसरी सूरत में अगर वैराग्य यानी दुनिया से दिल का फिरना 'सात्विक' है यानी सांच समझकर है और सब के भले की इच्छा उसमें शामिल है तो उसके साथ दुनिया के दुखों का कारण और उसका इलाज ढूँढने की एक ज़बरदस्त जिज्ञासा यानी तलाश होती है. उसके साथ वह विवेक होता है जो नित्य और अनित्य यानी गैरकाली और काली, सत्य और असत्य यानी हक और बाविल में तमीज कर सकता है. उसी के साथ आदमी में वह नेकियाँ जागती हैं जिन्हें ईसाई धर्म में 'सात अमर नेकियाँ'—श्रद्धा (ईमान), आशा (उम्मीद), दया, न्याय, समझदारी, परहेजगारी और

کے وچاروں کی فکر کے کچھ لوگوں میں یہ علامتیں خوب بڑھ جاتی ہیں. یورپ میں اس پر طرح طرح کا بہت سا ساہتیہ بھی نکل رہا ہے.

جو آدمی کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نکل آتا ہے اس کے شریر اور اس کی آتما دونوں میں قدرتی طور پر بدل آ جاتا ہے. اس کی سوجہ بوجہ، اس کے بھاؤ (جذبات)، اس کی سنگدلپ شکتی سب بڑھ جاتی ہیں اور اس دنیا کے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے فرضوں کو وہ زیادہ اچھی طرح پورا کرتے لگتا ہے.

ویراگہ (دنیا سے دل کا پھرنا) اور اس کے نتیجے

آدمی جب اس دنیا کی زندگی سے تھکے لگتا ہے، یا اس کا دل پھرنے لگتا ہے، یا اس میں دنیا سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے، یعنی جب اس میں ویراگہ پیدا ہونے لگتا ہے، تو اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں. پہلی صورت میں یہ ویراگہ محض اندھے پن، جہالت اور کلملی سے پیدا ہوتا ہے. اس طرح کا ویراگہ 'تامس ویراگہ' کہلاتا ہے. دوسری صورت میں یہ ویراگہ 'کام' 'کرودھ' 'خودی'، اھنکار اور بدچینی سے پیدا ہوتا ہے. ایسی صورت میں وہ 'راجس ویراگہ' کہلاتا ہے. اسی طرح کے غلط ویراگہ سے آدمی کبھی کبھی اتم گھات یعنی خودکشی بھی کر بیٹھتا ہے. اس کی دکھی آتما کو جس جسم کے ذریعہ سے دکھ پہنچتا ہے اسے وہ ختم کر دیتا ہے. وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دکھ کی جڑ جسم نہیں ہے. دکھ کی جڑ اس کے اندر کی اودیا یعنی نادانی ہے، اس کے جھوٹے خیال ہیں، غلط وشواس یا عقیدے ہیں. دکھ یا کلیش کی جڑ اس کے اندر ہے، باہر نہیں ہے. اس اندر کی جڑ نے ہی اپنے کو ظاہر کرنے کے لئے باہر کے جسم کو بھی روپ دیا ہے. اس باہر کے روپ کو مٹا دینے سے اندر کی جڑ نہیں جاگ سکتی اور جب تک آتما اس اندر کی جڑ کو نہیں سمجھے اور پہچانے اور اس کا علاج نہیں کرے وہ اندر کی جڑ بار بار اس طرح کے نئے نئے جسم بناتی رہتیگی.

لیکن تیسری صورت میں اگر ویراگہ یعنی دنیا سے دل کا پھرنا 'ساتوک' ہے یعنی سوچ سمجھکر ہے اور سب کے ہلے کی اچھا اس میں شامل ہے تو اس کے ساتھ دنیا کے دکھوں کا کارن اور اس کا علاج تھوڑے کی ایک زبردست جھکاسا یعنی تلاش ہوتی ہے. اس کے ساتھ وہ رویک ہوتا ہے جو ناتمہ اور انتیمہ یعنی غیر فانی اور فانی، ستیمہ اور استیمہ یعنی حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے. اسی کے ساتھ آدمی میں وہ نیکیاں جاگتی ہیں جنہوں عیسائی دھرم میں 'سات امر نیکیاں'—شودھا (ایمان)، آشا (امید) دنیا، نہانے، سمجھداری، پرہیزگاری اور

धीरज—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के छे रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छे या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शब्दरिपु' यानी 'छे दुरमन' कहा गया है. यह छे हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी रौर यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी रौरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची बिद्या, प्रज्ञान, यानी मार्फत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. रौरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेरुहानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का बिश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी रानी पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो बिद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

दुख—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के छे रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छे या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शब्दरिपु' यानी 'छे दुरमन' कहा गया है. यह छे हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी रौर यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी रौरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची बिद्या, प्रज्ञान, यानी मार्फत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. रौरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेरुहानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का बिश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी रानी पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो बिद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

کا نام ہی موکش ہے۔ یہاں پہنچ کر ہر طرح کا تر اور دم ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیش مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'نرولن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا ہمت، مہری 'چھاؤں'، مہوا 'چھاؤں' مہری بھائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں 'چھاؤں' چھوٹے اور بھائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب آت جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں آئے سب دوسروں کے ساتھ ایکٹ، کیولہ اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں، سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی دشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں، کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسرہ۔

انگلینڈ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے:—

”بادلوں کو، ہندو دھنوں کو اور فلوں کو میں ہی
آلویک رگ دیتا ہوں،

”چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، انانت
آکااش کے اندر میری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

”میں نے ہی انہیں یہ ہندو سنوہر لیاواہ پہناایا ہے،

”زمین پر جیتنے دیئے جلا رہے ہیں اور آاسماں پر
جیتنے کی روشنیاں چمک رہی ہیں،

”سب ایک ہی شکتی کے آرا ہیں اور وہ شکتی میری
شکتی ہے،

”میں بھ آاں ہوں جسکے آریئے سے ویشو آاپنے کو
دیکھتا ہے اور آاپنے ایشوریئے کو پہچانتا ہے۔

”سارے راا رااگنیاں، سارے بااے، ساری کواا، سب
پہلیااااا، سب دواا، میری ہی ہیں۔

”کلا اور پکوا کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

”سب ویاا اور ساری آاریک کا ہکداا

”میرا ہی ایت ہے۔“

یوگاواساا میں لکھا ہے:—

”یہ سب ساسا اور پہاا اور یہ سب براااا
(یااا آاسماں کے اااا)، اس آاریا میں ساے ہوا، یہ
سب کےاا میرے آنا:کراا یااا میری آامیر کے اااا ہیں
جو باااا دیکھااے دے رہے ہیں۔ یہ سب میرے آنا:ااا
آنا: ہیں۔“

ااااا سواا کھتا ہے:—

”اااا کے اس ساسا میں ایک ہی اااا ہے اور وہ
اااا ہے آاااااا یااا آاپنے کو پہچاناا۔ ہم سب
آاپنے ہی آاروں آرااااا کے اااااا یااا آااا کی
آرااا آاااااا رہتے ہیں۔“

کا نام ہی موکش ہے۔ یہاں پہنچ کر ہر طرح کا تر اور دم ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیش مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'نرولن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا ہمت، مہری 'چھاؤں'، مہوا 'چھاؤں' مہری بھائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں 'چھاؤں' چھوٹے اور بھائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب آت جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں آئے سب دوسروں کے ساتھ ایکٹ، کیولہ اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں، سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی دشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں، کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسرہ۔

انگلینڈ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے:—

”بادلوں کو، آندوہاں کو اور ااااں کو میں ہی
رگ دیتا ہوں،

”چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، اااا آااں کے اندر
مہری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

”میں نے ہی انہیں یہ سلا لباس پہناایا ہے۔

”میں پر آااا دیکھ جلا رہے ہیں اور آاسماں پر جیتنے
کی روشنی چمک رہی ہیں،

”سب ایک ہی شکتی کے آرا ہیں اور وہ شکتی میری
شکتی ہے،

”میں وہ آااا ہوں جس کے آریئے سے دشو آاپنے کو دیکھتا
ہے اور آاپنے ایشوریئے کو پہچانتا ہے۔

”سارے راا رااگنیاں، سارے بااے، ساری کواا، سب
پہلیااااا، سب دواا، میری ہی ہیں۔

”ااا اور اااا کی ساری روشنی میں ہی ہوں۔

”سب ویاا اور ساری آاریک کا ہکداا

”میرا ہی ایت ہے۔“

یوگاواساا میں لکھا ہے:—

”یہ سب ساسا اور پہاا اور یہ سب برااااا (یعنی آاسماں
کے اااا)، اس آاریا میں ساے ہوئے ہیں، یہ سب اااا
میرے آااااا یعنی مہری آااا کے آااا ہیں جو بااا
دیکھااے دے رہے ہیں۔ یہ سب میرے آااا اااا کے اندر
ہیں۔“

ااااا سواا کھتا ہے:—

”اااا کے اس ساسا میں ایک ہی اااا ہے اور وہ
اااا ہے آاااااا یااا آاپنے کو پہچاناا۔ ہم سب
آاپنے ہی آاروں آرااااا کے اااااا یااا آااا کی
آرااا آاااااا رہتے ہیں۔“

ہال کے ایک ہندوستانی کবি نے کہا ہے:—

“توہی ہے متلُوبہ جُملہ تالیب،
“توہی ہے مکتُوبہ جُملہ آلام،
“توہی سے نراما ہے بولبولوں میں۔
“توہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔”

بشخصیت (انفرادیت) اور سماجवाद (سوشل-
ایزم) کے درمیان پہلا۔

یہ اہمہد بھٹی یا نی یگانہ اور بھدت کا
کھال دنیا کے لیے کتنی بڑی بھرت ہو سکتا ہے
اسکا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس
بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے تھک خف جو بھد ہوا یعنی
دوئی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پرانے کا خیال، اس سے
دنیا میں بڑھتا جا رہا اس کے نتیجے میں انسانی سماج کے لئے کلمہ
ڈراوے اور کلمہ بھیکر دکھائی دے رہے ہیں:— ایک ایک نسلیں،
ایک ایک راشٹر، ایک ایک جماعتیں، ایک ایک پارٹیاں،
ایک ایک دھرم اور سہوردانیں، کلمہ اور گورے ایک ایک،
یہاں تک کہ مرد اور عورت ایک ایک، اور اس سے بھی بڑھکر
جوان اور بڑھے ایک ایک، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی
دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بڑھا ہو جاتا ہے۔
ان بھد ہواؤں سے جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ ویسا ہی لڑائیوں
طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہاساریوں، دھاؤں، سماجی
آئل پٹیل، بھکاری، ہیرورٹری اکل اور کروڑوں انسانوں کو
چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پھٹ پور ہانا نہ مل سکنے کی
صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ انہماں کے لگ بھگ
ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں
میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کچھ کم اور کبھی کچھ زیادہ۔ بیسویں
صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک
بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے
کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ
تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اس کا انکار اور بھی
بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکٹی واد یعنی انفرادیت کا
بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ توہی یا ریریت آدمی کے اندر کتنی غشی
ہوئی ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ آنے جانے کے ساڈنوں کے بڑھنے
کے ساڈ ساڈ دنیا کی کلاں میں ایک دوسرے کے اور نیکٹ

متلُوبہ جُملہ تالیب = سب خواجیوں کے خواج کی بیک؛ مکتُوبہ جُملہ آلام = ساری دنیا کا کشمہ، نئمہ، راک۔
نراما = راک۔

مطلب جملہ طالب = سب کھوجوں کے کھوج کی کھوج؛ مقصود جملہ عالم = ساری دنیا کا کشمہ، نئمہ، راک۔

آتما، ایک پرم-ہور میں بندھ سکتی۔ ان میں ایک دوسرے سے एकता और बहवत् का स्थान बढ़ता. यही 'कम्प्युनिज्म' का मतलब है. 'कामनवेल्थ' का कोई अच्छा अर्थ हो सकता है तो वह भी यही है. सच्चा और अच्छा 'समाजवाद' भी यही है. लेकिन इसके खिलाफ हुआ यह कि व्यक्तिवाद और अलग अलग राष्ट्रवाद और अधिक बढ़ा, जिस से एक दूसरे में अविश्वास, डर और नफरत और अधिक भयंकर जंगों की सम्भावना भी बढ़ी.

साइन्स आदमी को रूहेकुल की एक बहुत बड़ी देन है. साइन्स की इस अद्भुत और अनोखी वृत्ति से और नई नई ईजादों से होना यह चाहिये था कि सब आदमियों की अस्मिता या ख्याल खुशहाल, ख्याल माला माल और ख्याल भरपूर दिखाई देती. इसके बजाय हुआ यह कि साइन्स और उसकी ईजादें शैतानियत की गुलाम बनकर साम्राज्यवाद, युद्धवाद और धन लोलुपता के नारकीय मतलबोंको पूरा करने के लिए औजारों का काम दे रही हैं. अमेरिका की एक कहावत है कि 'आदमी तजवीज करता है और ईश्वर फ़ैसला करता है.' आज हो यह रहा है कि ईश्वर तजवीज करता है और शैतान फ़ैसला करता है! यही कारण है कि फ़रिश्तों का उस्ताद (शैतान) सारी बुराइयों की जड़ हो जाता है. देवता और दैत्य एक दूसरे के सौतेले भाई हैं. मालूम होता है कि दुनिया के इस नाटक को, इस लीला को, पूरा करने के लिए स्वार्थ और परमार्थ, खुदी और खुदा, फ़रिश्ते और शैतान, देवता और राक्षस दोनों की एक बराबर जरूरत होती है.

दूसरों के दुखों को अपना दुख समझना, उसके साथ हमदर्दी, सहानुभूति, अनुकंपा या दया महसूस करना, उनके साथ अपनापन अनुभव करना, किसी को रौर न समझना, यह समझना कि मेरा जीवन या मेरा नफा नुकसान किसी दूसरे के जीवन या किसी दूसरे के नफे नुकसान से अलग नहीं है, हम सब एक दूसरे में बँधे हुए हैं, हरेक की भलाई में सबकी भलाई है, हरेक की बुराई में सबकी बुराई, यह बात आदमी के अंदर पहले एक क्रूरती ढग से उसके दिल से पैदा होती है और फिर धीरे धीरे वह इसे जानने लगता है और उसके सब काम इसी के रंग में रंग जाते हैं. यही है सबके अंदर एक आत्मा यानी एक विश्व आत्मा को अनुभव करना. इसी विश्वआत्मा के चारों तरफ सारा जीवन, सारा जगत, एक एक एटम, एक एक चोँद और तारा, हमारे फेफड़ों के अंदर का सांस, हमारे रगों के अंदर का खून और क्रूरत के सारे जहर साफ घूमते हुए, चक्कर लगाते हुए दिखाई देते हैं. दुनिया की सारी दुई, खारी रैरियत, सारे विरोध और मुखालफत यहाँ आकर मिट जाते हैं. सब एक हो जाते हैं, सब अपने हो जाते हैं, इसी का नाम आत्मिक वैराग्य है, यानी दुनिया के जुल्मों,

اتن، ایک پریم دور میں بندھ سکتیں . ان میں ایک دوسرے سے ایکتا اور وحدت کا خیال بڑھتا . یہی 'کمپونزم' کا مطلب ہے . 'کامنویلث' کا کوئی اچھا ارتھ ہو سکتا ہے تو وہ بھی یہی ہے . سچا اور اچھا 'سماجवाद' بھی یہی ہے . لیکن اس کے خلاف ہوا یہ کہ دیمکری واد اور انگ انگ راشٹر واد اور ادھک بڑھا، جس سے ایک دوسرے میں اوشواس، ڈر اور نفرت اور ادھک بھونکر جنگوں کی سمبھوتا بھی بڑھی .

سائنس آدمی کو روح کل کی ایک بہت بڑی دین ہے . سائنس کی اس ادبیت اور انوکھی آنتنی سے اور نئی نئی ایجادوں سے ہونا یہ چاہئے تھا کہ سب آدمیوں کی زندگی زیادہ خوشحال، زیادہ مالا مال اور زیادہ بھرپور دکھائی دیتی . اس کے بجائے ہوا یہ کہ سائنس اور اس کی ایجادیں شیطانیہت کی غلام بن کر سامراجیت واد، بدھ واد اور دھن لولہتا کے نازکیہ طلبوں کو پورا کرنے کے لئے اور اوروں کا کام دے رہی ہیں . انگریزی کی ایک کہات ہے کہ 'آدمی تجویز کرتا ہے اور ایشور فیصلہ کرتا ہے.' آج ہو یہ رہا ہے کہ ایشور تجویز کرتا ہے اور شیطانی فیصلہ کرتا ہے! یہی کارن ہے کہ فرشتوں کا استاد (شطان) ساری برائیوں کی جز ہو جاتا ہے . دیوتا اور دیتہ ایک دوسرے کے سونیلے بھائی ہیں . معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اس ٹانک کو، اس لیلہ کو پورا کرنے کے لئے سروراثہ اور پرماتہ، خودی اور خدا، فرشتے اور شیطانی، دیوتا اور راکشش دونوں کی ایک برابر ضرورت ہوتی ہے .

دوسروں کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھنا، ان کے ساتھ ہمدردی، سہانہ بھوتی، انوکھا یا دیا محسوس کرنا، ان کے ساتھ اپناپن انوکھو کرنا، کسی کو غیر نہ سمجھنا، یہ سمجھنا کہ میرا جیون یا میرا نفع انگ نہیں ہے، ہم نقصان کسی دوسرے کے جیون یا کسی دوسرے کے نفع نقصان سے سب ایک دوسرے میں بندھے ہوئے ہیں، ہر ایک کی برائی میں سب کی برائی ہے، یہ بات آدمی کے اندر پہلے ایک ددنی دھنگ سے اس کے دل سے پیدا ہوتی ہے اور پھر دھیرے دھیرے وہ اسے جاننے لگتا ہے اور اس کے سب کام اسی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں . یہی ہے سب کے اندر ایک آتما یعنی ایک وشواتما کو انوکھو کرنا . اسی وشواتما کے چاروں طرف سارا جیون، سارا جگت، ایک ایک ایٹم، ایک ایک چاند اور تارا، ہمارے پیچڑوں کے اندر کی سائنس، ہمارے رگوں کے اندر کا خون اور قدرت کے سارے ظہور صاف گھومتے ہوئے، چکر لگاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں . دنیا کی ساری ددنی، ساری غوریات، سارے ورودھ اور مخالفت یہاں آکر مٹ جاتے ہیں . سب ایک ہو جاتے ہیں، سب اپنے ہو جاتے ہیں، اسی کا نام ساتوک ویراگیہ ہے، یعنی دنیا کے ظلموں

انہوں نے، اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا، اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے دُچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام اُتم پرکاش یا اُتم ہوند یعنی روح کا اپنے کو پہچاننا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب دھارمک کتابوں کا سار ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دیمارا میں ہوتے بڑے परिवर्तन کی ضرورت کیا ہے، لیکن یہ سب باتوں کو حل کرنے کے لئے اس کی ضرورت کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ کوئی بچہ جب تک کہ وہ ا، آ، ای، اے نہیں سیکھ سکتا۔ جب تک کہ وہ ا، آ، ای، اے کی طرف رخ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انسان بھی اس دنیا کی طرف رخ نہیں کر سکتا۔ اس دنیا کے دین دولت کو چھوڑ دے اور ہمیشہ کا دیدار حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ ہمارا دل اور ہمارے آسمان اس آسار سنسار پر لگی ہوئی ہیں تب تک ہم اپنے دلوں کے اندر بیٹھے ہوئے اُس اُمت استو، اُس وجود کل کو کہتے دیکھ سکتے ہیں؟ ہمارے دل اگر اس دنیا کی چیزوں کی طرف لگے ہوئے ہیں تو ہمیں سچ سچ اُمت کی دنیا کی چیزیں نہیں دکھائی دے سکتیں۔ جب تک کہ اپنی پوری شکتی سے، اپنے پورے دل اور دماغ سے اُمت کی کھوج نہیں کر سکتے ہم اُمت کو نہیں پا سکتے۔ پر مانتا کو اپنے اندر بیٹھانے کے لئے ہمیں اپنی چھوڑ کر اُمت اپنی خودی کو باہر نکالنا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ نے کہا ہے:—”ستھ یعنی حق کو دیکھنے کے لئے تمہیں اُسی طرح کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اگر تم کمال ہونا چاہتے ہو اور اُمت چھوڑ کر اپنا چاہتے ہو تو تمہارے پاس جو کچھ ہے سب دے ڈالو، جو کچھ ہے وہ غریبوں اور ناداروں میں تقسیم کر دو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جلیں جالا، یہ ایشوریہ اُمت پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بھویٰ اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گمبھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جلیں جالا، یہ ایشوریہ اُمت پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بھویٰ اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گمبھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جلیں جالا، یہ ایشوریہ اُمت پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بھویٰ اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گمبھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جلیں جالا، یہ ایشوریہ اُمت پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بھویٰ اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گمبھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

سچاई ہے کہ سارے دکھوں کی جڑ ہمارے اپنے اندر ہے۔ یہ جڑ ہماری خودی ہے، ہمارا اعجاز ہے۔ وہ جڑ یہ واسطہ یا غلط اچھا ہے کہ میں اپنا الگ، بیکتو، اپنا الگ وجود قائم رکھوں۔ دکھ کی جڑ یہ غلط وشواس ہے کہ میرا یہ ہاڑ مانس کا شریر ہی میرا آپا ہے، اسی کا نام اہمیتا یا مہتا ہے۔ یہ ایک غیر فانی سچائی ہے کہ ہمارے سب دکھوں کا کارن ہم خود ہیں، کوئی دوسرا نہیں، کوئی دوسرا ہمیں مجبور نہیں کر سکتا، کوئی دوسرا ہی ہے کوئی نہیں۔ انو، کوئی ایتھ، ہماری کوئی ورتی یا وچار، ہمارے اس دہہ اور اس چت کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے ہم اپنا سمجھتے ہوں اور جو طرح طرح کے، جگہ جگہ کے اور یک یک کے انگنت شریروں اور انگنت دماغوں کا جز یا انگ نہ رہ چکی ہو، اور جو آئندہ بھی ویسے ہی انگنت روپوں انگنت شریروں اور انگنت دماغوں (روحوں، استھانوں اور زمانوں میں نہ رہے۔ اس لئے دنیا کے سب نام، روپ، سب وچار سب بھاؤ اور سب سبب تعوی ہے سب سکھ، دکھ، سب دماغ اور سب شریر ایک ہی ویاپک عالمگیر آتما سے سمجندہ رکھتے ہیں، سب اسی ایک کا ظہور ہیں، اور اسی کے اندر یہ سب اس طرح رھتے اور چلتے پھرتے ہیں جیسے ایک سمندر کے اندر طرح طرح کے بلبلے، جھاگ، پھنور اور لہریں۔

سچاई ہے کہ سارے دکھوں کی جڑ ہمارے اپنے اندر ہے۔ یہ جڑ ہماری خودی ہے، ہمارا اعجاز ہے۔ وہ جڑ یہ واسطہ یا غلط اچھا ہے کہ میں اپنا الگ، بیکتو، اپنا الگ وجود قائم رکھوں۔ دکھ کی جڑ یہ غلط وشواس ہے کہ میرا یہ ہاڑ مانس کا شریر ہی میرا آپا ہے، اسی کا نام اہمیتا یا مہتا ہے۔ یہ ایک غیر فانی سچائی ہے کہ ہمارے سب دکھوں کا کارن ہم خود ہیں، کوئی دوسرا نہیں، کوئی دوسرا ہمیں مجبور نہیں کر سکتا، کوئی دوسرا ہی ہے کوئی نہیں۔ انو، کوئی ایتھ، ہماری کوئی ورتی یا وچار، ہمارے اس دہہ اور اس چت کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے ہم اپنا سمجھتے ہوں اور جو طرح طرح کے، جگہ جگہ کے اور یک یک کے انگنت شریروں اور انگنت دماغوں کا جز یا انگ نہ رہ چکی ہو، اور جو آئندہ بھی ویسے ہی انگنت روپوں انگنت شریروں اور انگنت دماغوں (روحوں، استھانوں اور زمانوں میں نہ رہے۔ اس لئے دنیا کے سب نام، روپ، سب وچار سب بھاؤ اور سب سبب تعوی ہے سب سکھ، دکھ، سب دماغ اور سب شریر ایک ہی ویاپک عالمگیر آتما سے سمجندہ رکھتے ہیں، سب اسی ایک کا ظہور ہیں، اور اسی کے اندر یہ سب اس طرح رھتے اور چلتے پھرتے ہیں جیسے ایک سمندر کے اندر طرح طرح کے بلبلے، جھاگ، پھنور اور لہریں۔

700 PAGES,

32 ILLUSTRATIONS

2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.

—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known

—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.

—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.

—Vigil, Delhi.

دو سمندروں کا संगم اور سچائی کا پرکاش

دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پرکاش

ڈاکٹر تاراچند

ڈاکٹر تارا چند

دارا شیکوہ کو भारत کے वेदांत और इसलाग के सूफी मत दोनों से गहरा प्रेम था. सत्य की खोज का माहा उसे अपने पूर्वजों से विरासत में मिला था. सब धर्मों को जानने और समझने की इच्छा उसमें ठीक वैसी ही थी जैसी उसके परदादा सम्राट अकबर में. पर एक बहुत बड़ा फर्क यह था कि सम्राट अकबर अनपढ़ था और दारा शिकोह हिन्दू धार्मिक साहित्य और मुसलिम धार्मिक साहित्य दोनों का पूरा विद्वान था. सूफी किताबों को उसने खूब पढ़ रक्खा था. बड़े बड़े मुलसमान संतों और सूफियों की उसने जीवनियाँ लिखी थीं और पचास उपनिषदों का उसने संस्कृत से फारसी में अनुवाद किया था. इस तरह सूफी मत और वेदान्त की तुलना वह खूब कर सकता था. इस विषय पर उसने "मजमाउल बहरैन" नाम की एक किताब लिखी. मजमाउल बहरैन के मानी हैं 'दो समंदरों का संगम.' यह अमूल्य ग्रन्थ दोनों धर्मों की सचाई के बारे में दारा शिकोह की खोज का नतीजा है. वह इस नतीजे पर पहुँचा था कि हिन्दू धर्म और इसलाम दोनों को सार एक ही है और दोनों बुनियादन एक हैं. अपने इस सिद्धान्त को साबित करने के लिए दारा शिकोह ने वेदांत के ग्रंथों और सूफी मत की किताबों के उसूलों को इस पुस्तक में विस्तार के साथ बयान किया है. इस पुस्तक को पढ़कर कोई ईसाई-पसंद आदमी इस बात से इंकार नहीं कर सकता कि दारा शिकोह को अपनी बात साबित करने में पूरी कामयाबी मिली है.

अध्यात्म विद्या (इस्मे रुहानी) एक गहरे और अंधेरे समंदर की तरह है. उस समंदर की सतह पर तूफानों, आँधियों, चांद की कशिश और इस ब्रह्मांड की दूसरी शक्तियों के असर से तरह तरह की शकलें बनती और पल पल पर बदलती और बिगड़ती रहती हैं. लेकिन उन अलग अलग शकलों के नीचे गहराई में ऊपर को भाग उगलने वाली लहरों से दूर, शांत जल धाराएँ एक दूसरे में मिलती और एक होती रहती हैं. अध्यात्म विद्या यानी रुहानी इस्म एक व्यायक और आलमगीर चीज है. इस विद्या के जानने वाले न किसी एक जमाने के होते हैं और न किसी एक देश के. वह देश और काल से ऊपर सब देशों और सब जमानों के एक

داراشکوه کو بھارت کے ویدانت اور اسلام کے صوفی مت دونوں سے گہرا پریم تھا. سچہ کی کھوج کا مادہ اُسے اپنے پوجوں سے وراثت میں ملا تھا. سب دھرموں کو جاننے اور سمجھنے کی اچھا اُس میں تھیک ویسی ہی تھی جیسی اُس کے پردادا سمرات اکبر میں. پر ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ سمرات اکبر آلوہ تھا اور داراشکوه ہندو دھارمک ساہتہ اور مسلم دھارمک ساہتہ دونوں کا پورا ودوان تھا. صوفی کتابوں کو اُس نے خوب پڑھ رکھا تھا. بڑے بڑے مسلمان سنتوں اور صوفیوں کی اُس نے جیولواں لکھی تھیں اور پچاس آپنشدوں کا اُس نے سلسکرت سے فارسی میں انواد کیا تھا. اِس طرح صوفی مت اور ویدانت کی تلفا وہ خوب کرسکتا تھا. اِس وشئ پر اُس نے "مجمع البحرین" نام کی ایک کتاب لکھی. مجمع البحرین کے معنی ہیں 'دو سمندروں کا سنگم'. یہ اصولیہ گرنہ دونوں دھرموں کی سچائی کے بارے میں داراشکوه کی کھوج کا نتیجہ ہے. وہ اِس نتیجے پر پہونچا تھا کہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کا سار ایک ہی ہے اور دونوں بنیاداً ایک ہیں. اپنے اِس سدھانت کو ثابت کرنے کے لئے داراشکوه نے ویدانت کے گرنہوں اور صوفی مت کی کتابوں کے اصولوں کو اِس بستک میں وستار کے ساتھ بیان کیا ہے. اِس بستک کو پڑھکر کوئی انصاف پسند آدمی اِس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ داراشکوه کو اپنی بات ثابت کرنے میں پوری کامیابی ملی ہے.

ادھیاتم ودیا (علم روحانی) ایک گہرے اور اندھیروے سمندر کی طرح ہے. اُس سمندر کی سطح پر طوفانوں، آندھیوں، چاند کی کشش اور اِس بڑھانڈ کی دوسری شکلیوں کے اثر سے طرح طرح کی شکلیں بنتی اور پل پل پر بدلتی اور بگڑتی رہتی ہیں. لیکن اُن الگ الگ شکلوں کے نیچے گہرائی میں اُور کی جھاگ اُگلنے والی لہروں سے دور، شانت جل دھارائیں ایک دوسرے میں ملتی اور ایک ہوتی رہتی ہیں. ادھیاتم ودیا یعنی روحانی علم ایک ویاپک اور عالمگیر چیز ہے. اِس ودیا کے جاننے والے نہ کسی ایک زمانے کے ہوتے ہیں اور نہ کسی ایک دیہے کے. وہ دیہے اور کل سے اُپر سب دیہوں اور سب زمانوں کے ایک

بराबर ہوتے ہیں۔ اس طرح کی مہان آत्मاء سب دھروں اور سب آत्मاء میں پیدا ہوئی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا اہیاس کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیس اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور سب ایسی انیورسچنیٹی یا ناکیابیلہ بیان روشانی، ایک اعلوئیک جیوتی، پرما آماند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ پر جب آدمی اس الوک جیوتی کو اس دنیا کے شبدوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بریہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لانی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار ہونا پڑتا ہے۔ اسے ادتکار مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہرگز پھر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرح کے روحانی تجربوں کو طرح طرح کی لٹ کٹوں میں بھی ظاہر کیا جاتا ہے، کیونکہ آدمی کے سب تجربے آخر ایک دوسرے کے ساتھ سمبندھ رکھتے ہیں۔ گانا، بھجنا، کویتا، چترکا، مورتی کا اور نورمان کا یعنی علم تعمیر، ان سب کے ذریعے ان تجربوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کٹوں میں سب سے بڑی کٹ جیون کا ہے۔ لہذا ہم دنیا کا سب سے بڑا اثر آدمی کے جیون پر پڑتا ہے۔ اذہیاتم ودیا آدمی کے سارے چتر یعنی کھریکٹر کو روپ دے دیتی ہے اور اس کی سنگلپ شکتی یعنی قوت ارادی کو مضبوط اور مالا مال کر دیتی ہے۔

اس طرف اس طرح کے جیون کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے اٹلے کڑے نہیں کو پالنا کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں نبھا سکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشہ کالم میں لڑتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ اہیاس (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی بگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیس یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جیون کی کھڑ اور آسائشوں سے بچنے

بہاں ہوتے ہیں۔ اس طرح کی مہان آत्मاء سب دھروں اور سب آत्मاء میں پیدا ہوئی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا اہیاس کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیس اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور سب ایسی انیورسچنیٹی یا ناکیابیلہ بیان روشانی، ایک اعلوئیک جیوتی، پرما آماند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ پر جب آدمی اس الوک جیوتی کو اس دنیا کے شبدوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بریہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لانی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار ہونا پڑتا ہے۔ اسے ادتکار مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہرگز پھر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرف اس طرح کے جیون کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے اٹلے کڑے نہیں کو پالنا کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں نبھا سکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشہ کالم میں لڑتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ اہیاس (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی بگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیس یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جیون کی کھڑ اور آسائشوں سے بچنے

بہاں ہوتے ہیں۔ اس طرح کی مہان آत्मاء سب دھروں اور سب آत्मاء میں پیدا ہوئی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا اہیاس کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیس اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور سب ایسی انیورسچنیٹی یا ناکیابیلہ بیان روشانی، ایک اعلوئیک جیوتی، پرما آماند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ پر جب آدمی اس الوک جیوتی کو اس دنیا کے شبدوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بریہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لانی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار ہونا پڑتا ہے۔ اسے ادتکار مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہرگز پھر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

ہے لیکن تسمبھو، بھارت، شال یا یوگ کا اس طرح کا سہارا دے لیتے ہیں۔ یہ سچا کھانی نہیں، اسکی جڑیں نہیں نکلتی ہیں۔

دارا شیکوہ کا خیال اس وقت میں بڑا ناچک بمانا تھا، سماد شاہجہاں کی شانوں شاکت ختم ہو رہی تھی۔ ہندوستانی سماج کے اندر کی وہ سماسیہاں اور وہ مشکلیں جو ابھی تک حل نہیں ہوئی تھیں انہیں دیکھ کر انہوں نے اڑ ڈال دی تھیں۔ انہوں نے مہل ملاپ کا جو اندولن شروع کیا تھا اس کا زور گھٹ گیا تھا۔ اس اندولن کو پھر سے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کے لئے زبردست کوشش کی ضرورت تھی۔ دارا شیکوہ اس ضرورت کو سمجھتا تھا۔ اس نے اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ایک ودوان اور پندت تھا۔ وہ نہ سماج سدھارک تھا اور نہ راجنیکیتھ۔ ودوانوں میں نئی طرح کی کمی رہ جاتی ہے۔

سائنسی کھوج اور آلوچنا کے آچل کے طریقہ بھی اس سے تک ایشیا میں نہیں پھیل پائے تھے۔ یورپ میں ٹھیک اسی زمانے میں کھلنے لگی تھیں اور نیوٹن جیسے سائنسدانوں اور ڈیکارٹ، جوبس اور اسپینوزا جیسے فلاسفروں کی بدولت ایک ایک بہت بڑا دماغی انقلاب پیدا ہو رہا تھا۔ دارا شیکوہ اپنے دیکھ اور اپنے زمانے کے وچاروں اور ضرورتوں میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ دشمن شاکت کے بنیادی اصولوں کو کسوٹی پر کسمے یا آدمی کے اندر اس طرح کے تجربوں کو سائنسی دھنگ سے پرکھنے کی اسے نہ سوچ سکتی تھی۔ پیچھے میں برٹرینڈ رسل نے اسی طرح کے روحانی تجربوں کا ترک کے اصولوں سے چلکر اڑنے کرنے کی کوشش کی۔ ولیم جیمس نے الگ الگ دھرموں کے طرح طرح کے اس طرح کے تجربوں کی کھوج کر کے ان کا مقابلہ کیا۔ دارا شیکوہ اس طرح کی چھان بین میں نہ پڑ سکتا تھا۔

دارا شیکوہ کے سامنے سوال بالکل دوسرے دھنگ کا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ آدمی اور سماج دونوں کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسی شکتی ہو جو دنیا کی معمولی ضرورتوں اور اُنہ دن کی چھوٹی موٹی اچھاؤں اور پرورتوں سے آدمی کو اُپر اُٹھا سکے اور زندگی کا کوئی زیادہ نکال اور غیر فانی مقصد اس کے سامنے رکھ سکے۔ اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ آدمی جتنا جتنا اپنی اس چھوٹی خودی سے اُپر اُٹھ سکتا ہے اتنا اُٹھا ہی دوسروں کے ساتھ اپنے پن کا بہاؤ اس میں بڑھتا جاتا ہے۔ اُٹھا اُٹھا ہی آدمی اور سماج دونوں میں ہل اُٹا جاتا ہے۔ دارا شیکوہ نے سمجھ لیا تھا کہ اگر ہم اپنی اس چھوٹی اور چھوٹی خودی کو چھت لیں تو سماج کے اندر طرح طرح کے وچار اور ریت رواج آدمی کے اندر کی چھوٹی ہونٹی اندت شکلیوں کو جگالے

دارا شیکوہ کا زمانہ اس دیکھ میں بڑا نازک زمانہ تھا۔ سماد شاہجہاں کی شان و شوکت ختم ہو رہی تھی۔ ہندوستانی سماج کے اندر کی وہ سماسیہاں اور وہ مشکلیں جو ابھی تک حل نہیں ہوئی تھیں انہیں دیکھ کر انہوں نے اڑ ڈال دی تھیں۔ انہوں نے مہل ملاپ کا جو اندولن شروع کیا تھا اس کا زور گھٹ گیا تھا۔ اس اندولن کو پھر سے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کے لئے زبردست کوشش کی ضرورت تھی۔ دارا شیکوہ اس ضرورت کو سمجھتا تھا۔ اس نے اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ایک ودوان اور پندت تھا۔ وہ نہ سماج سدھارک تھا اور نہ راجنیکیتھ۔ ودوانوں میں نئی طرح کی کمی رہ جاتی ہے۔

دارا شیکوہ کے سامنے سوال بالکل دوسرے دھنگ کا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ آدمی اور سماج دونوں کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسی شکتی ہو جو دنیا کی معمولی ضرورتوں اور اُنہ دن کی چھوٹی موٹی اچھاؤں اور پرورتوں سے آدمی کو اُپر اُٹھا سکے اور زندگی کا کوئی زیادہ نکال اور غیر فانی مقصد اس کے سامنے رکھ سکے۔ اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ آدمی جتنا جتنا اپنی اس چھوٹی خودی سے اُپر اُٹھ سکتا ہے اتنا اُٹھا ہی دوسروں کے ساتھ اپنے پن کا بہاؤ اس میں بڑھتا جاتا ہے۔ اُٹھا اُٹھا ہی آدمی اور سماج دونوں میں ہل اُٹا جاتا ہے۔ دارا شیکوہ نے سمجھ لیا تھا کہ اگر ہم اپنی اس چھوٹی اور چھوٹی خودی کو چھت لیں تو سماج کے اندر طرح طرح کے وچار اور ریت رواج آدمی کے اندر کی چھوٹی ہونٹی اندت شکلیوں کو جگالے

میں बहुत बड़ी मदद देते हैं, रुकावट नहीं होते. यही सच्ची रुखानियत का रास्ता है.

द्वारा शिकोह जानता था कि हिन्दुस्तान के अन्दर मुसलमानों के जीवन को तसव्वुफ ने एक नई राह दिखा दी थी और एक नए अर्थों में उनके जीवन को माला माल कर दिया था. वो यह भी जानता था कि ठीक इसी तरह वेदांत ने हिन्दू समाज के अन्दर लोगों पर गहरा असर डाला था और अच्छे से अच्छे फूल खिलाए थे. मुसलमानों को इमाम राजाली के फलसफे और मुईनउद्दीन चिश्ती के जीवन के बहुत बड़ी प्रेरणा मिली थी. हिन्दुओं को शंकर और रामानुज, कबीर और चैतन्य के उपदेशों से नई रोशनी और नया जीवन मिला है. अब सवाल केवल यह था कि क्या इन दोनों विशाल समंदरों को मिलाया जा सकता है ? अगर मिलाया जा सके तो मिली जुली हिन्दुस्तानी कलचर के लिए पक्की से पक्की रुहानी बुनियाद मिल सकती है और इस देश में एक सुन्दर मिले जुले समाज की रचना की जा सकती है.

द्वारा शिकोह ने इन सवालों का जवाब अपनी दोनों किताबों, "मजमउल बहरैन" और "रिसालए हक़नुमा" में दिया है. इन दोनों नामों के अलग अलग मानी हैं दोनों समंदरों का संगम" और "सचाई के प्रकाश पर निबंध."

'मजमउल बहरैन' की द्वारा शिकोह ने एक भूमिका लिखी है. उसमें उसने लिखा है कि :—

"पहले मैंने सब असलियतों की असलियत जानना चाहा. मैंने सूफियों के सच्चे मज़हब के रहस्यों (राज़ों) और बरिकियों को जानने की कोशिश की. इस अनमोल चीज़ को हासिल करने के बाद मैंने यह मालूम करने की कोशिश की कि हिन्दुस्तान के उन मवहिदों (एकेश्वर बादियों) खोजियों और उस्तादों का उसूल क्या था जिन्होंने गहरी तपस्या करके, ध्यान लगाकर, मनन यानी गौरो राज करके और गहरी समाधि में जाकर ईश्वर अल्लाह का दीदार हासिल किया था. हिन्दू आचार्यों और साधु संतों से मैं बार बार मिला और उनसे खूब बात चीत की. मैंने देखा कि शब्दों के छोटे मोटे फरक को छोड़कर उनमें कोई बुनियादी फरक नहीं था. केवल कोई अपनी खोज और अपने ज्ञान को एक तरह के शब्दों में बयान करता था और कोई दूसरी तरह के शब्दों में. इसके बाद मैंने वेदांत के पंडितों और संत महात्माओं और इसलाम के सूफियों दोनों के विचारों को एक जगह करके देखा. उनमें से उन सब बातों को जमा किया जो सचाई के खोजियों के लिए जरूरी और कारामद हैं. इस तरह यह किताब तैयार हो गई. यह किताब दोनों तरफ के हक़शनास लोगों यानी सचाई को जानने वालों के विचारों और उपदेशों का संग्रह है. इसलिए मैंने इसका नाम 'मजमउल बहरैन' रक्खा है."

میں بہت بڑی مدد دیتے ہیں، روکاوٹ نہیں ہوتے۔ یہی سچی روحانیت کا راستہ ہے۔

دارا شکوہ جانتا تھا کہ ہندستان کے اندر مسلمانوں کے جنہوں کو تصوف نے ایک نئی راہ دکھا دی تھی اور ایک نئے لڑتوں میں ان کے جنہوں کو مالا مال کر دیا تھا. وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ٹھیک اسی طرح ویدانت نے ہندو سماج کے اندر لوگوں پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اچھے سے اچھے پھول کھلائے تھے. مسلمانوں کو امام غزالی کے فلسفے اور معین الدین چشتی کے جنہوں سے بہت بڑی پرہیزگاری ملی تھی. ہندوؤں کو شکر اور رامانج، کبیر اور چیتلہ کے اُپدیشوں سے نئی روشنی اور نیا جنم ملا ہے. اب سوال کھول رہا تھا کہ کیا ان دونوں وصال سمندروں کو ملا یا جا سکتا ہے؟ اگر ملا یا جا سکے تو ملی جلی ہندستانی کلچر کے لئے پکی سے پکی روحانی بنیاد مل سکتی ہے اور اس دیش میں ایک سندھ ملے جیسے سماج کی رچنا کی جا سکتی ہے.

دارا شکوہ نے ان سوالوں کا جواب اپنی دونوں کتابوں "مجمع البکرین" اور "رسالۃ حق نما" میں دیا ہے. ان دونوں ناموں کے ایک لگ معنی ہیں "دونوں سمندروں کا سنگم" اور "سچائی کے پرکاش پر بنیاد".

"مجمع البکرین" کی دارا شکوہ نے ایک بیومیکا لکھی ہے. اُس میں اُس نے لکھا ہے کہ:—

"پہلے میں نے سب اصلیتوں کی اصلیت جانتا چاہا. میں نے صوفیوں کے سچے مذہب کے رہسوں (رازوں) اور باریکیوں کو جاننے کی کوشش کی. اس اصول چیز کو حاصل کرنے کے بعد میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ہندستان کے ان موحدوں (ایکیشور وادیوں) کھوجیوں اور اُستادوں کا اصول کیا تھا جنہوں نے گہری تپسیا کر کے، دھیان لگا کر منن یعنی غور و خوض کر کے اور گہری سادھی میں جا کر ایشور اللہ کا دیدار حاصل کیا تھا. مغرب آچاریوں اور سادھو سنتوں سے میں بار بار ملا اور ان سے خوب بات چیت کی. میں نے دیکھا کہ شہدوں کے چہرے موٹے فرق کو چھڑ کر ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں تھا. کھول کوئی اپنی کھوج اور اپنے گیان کو ایک طرح کے شہدوں میں بیان کرتا تھا اور کوئی دوسری طرح کے شہدوں میں. اس کے بعد میں نے ویدانت کے پندتوں اور سنت مہاتماؤں اور اسلام کے صوفیوں دونوں کے وچاروں کو ایک جگہ کر کے دیکھا. ان میں سے ان سب باتوں کو جمع کیا جو سچائی کے کھوجیوں کے لئے ضروری اور کارآمد ہیں. اس طرح یہ کتاب تیار ہو گئی. یہ کتاب دونوں طرف کے حق شناس لوگوں یعنی سچائی کو جاننے والوں کے وچاروں اور اُپدیشوں کا سنگم ہے. اس لئے میں نے اس کا نام 'مجمع البکرین' رکھا ہے."

دارا شکوہ کی ان دونوں کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سرشتی کب اور کیسے بنی، آدمی کب، کیسے اور کب پیدا کیا گیا، آدمی کے جیوں کا کشیدہ کیا ہے، پرش اور پرکرتی میں کیا سمجھ ہے؟ ان سب باتوں پر ہندو فلسفی اور مسلم فلسفی دونوں ایک ہی بات کہتی ہیں اور دونوں پرماتند تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ، ایک ہی طرح کے نغم اور ایک ہی طرح کی ریاضت تہسبا آدمی کو بتاتی ہیں۔ دونوں راہیں ایک ہیں۔ اس راستہ پر چار خاص مقام ہیں جہاں پہنچ کر آتما یعنی روح کو خاص خاص طرح کے مانسک یعنی دماغی، ہارڈک یعنی جذباتی اور شاربرک یعنی جسمانی تجربہ ہوتے ہیں۔ یہی آست سے ست کی طرف یعنی باطل سے حق کی طرف، اندھیرے سے آجالہ کی طرف اور فانی زندگی سے غیر فانی زندگی کی طرف روح کی یا ترہا ہے۔ یہی راستہ اسلام کے صوفیوں اور درویشوں نے سکھایا ہے اور اسی کی تعلیم ہندو سنتوں اور رشہوں نے دی ہے۔ نزلن اور آپلشد دونوں اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

X X X

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی ہئسیات سے تہران میں رہ کر اپنے سرکاری فہرہ کی اداکاری کے ساتھ ساتھ دارا شکوہ کی ان دونوں اہم مآلے پستوں، ”مجمع البحرین“ اور رسالہ ”حق نہا“ کا فارسی سے انگریزی میں انواد کیا ہے جو جلدی می پرکاشت ہونے والا ہے۔ — سنہ ۱۹۵۶ء]

X X X

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی حیثیت سے تہران میں رہ کر اپنے سرکاری فرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دارا شکوہ کی ان دونوں اہم مآلے پستوں، ”مجمع البحرین“ اور رسالہ ”حق نہا“ کا فارسی سے انگریزی میں انواد کیا ہے جو جلدی می پرکاشت ہونے والا ہے۔ — سنہ ۱۹۵۶ء]

آجکل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کھٹی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دنیویا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

— عمر خیام۔

عقل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کھٹی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دنیویا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

— عمر خیام۔

“نیا ہند” کے پڑنے والوں میں شایب کوئی برہمہ ہی ہونگے جو یہ سمجھ گئے ہوں کہ اس نوٹ میں کس کی چرچا ہے۔ دہش میں کچھ نے گینے لوگ ہی انہیں جانتے ہونگے۔

میرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوربی بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگالا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر عہد دیہی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگالا ان کی مادر بھاشا تھی۔ سنسکرت کے وہ پورے پندت تھے۔ رامایण, महाभारत और लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियां उन्होंने मूल संस्कृत में पढ़ी थीं, और मरते دم तक उन पर हावी थे۔ चारों वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी प्रकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

अरबी भाषा के वह समन्दर थे। उनका कुरान का अंगरेजी अनुवाद कई एडिशनो में निकल चुका है। दूसरे महायुद्ध से पहले यूरप में खासकर जर्मनी में उनके अनुवाद की बहुत बड़ी कदर थी। उनका कुरान का उर्दू अनुवाद भी हमने छपा हुआ देखा है।

कुरान के तरजुमें के अलावा उन्होंने खासकर अंगरेजी में और भी बहुत सी किताबें लिखीं, जिनमें कुछ के नाम ये हैं :—‘लाइफ आफ मुहम्मद’; ‘सेइंग्स आफ मुहम्मद’; ‘ऐन अपालोजी फार मुहम्मद’, ‘बिहाइन्ड दि वेल’ (जो दुनिया में औरतों की हालत और समस्या पर एक खास किताब है); ‘हिन्दूइज्म एंड इसलाम’, ‘कृश्चेनिटी एंड इसलाम’, ‘जूडाइज्म एंड इसलाम’, ‘बुद्धिइज्म एंड इसलाम’.

مرزا ابوالفضل، چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوربی بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگالا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر عہد دیہی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگالا ان کی مادر بھاشا تھی۔ سنسکرت کے وہ پورے پندت تھے۔ رامایण, महाभारत और लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियां उन्होंने मूल संस्कृत में पढ़ी थीं, और मरते دم तक उन पर हावी थे۔ चारों वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी प्रकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

عربی بھاشا کے وہ سمندر تھے۔ ان کا قرآن کا انگریزی انوار کئی ایڈیشنوں میں نکل چکا ہے۔ دوسرے مہاید سے پہلے یورپ میں خاصکر جرمنی میں ان کے انوار کی بہت بڑی قدر تھی۔ ان کا قرآن کا اردو انوار بھی ہم نے چھپا ہوا دیکھا ہے۔

قرآن کے ترجمے کے علاوہ انہوں نے خاصکر انگریزی میں اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں :—‘لائف آف محمد’، ‘سینٹنس آف محمد’، ‘این اپالوجی فار محمد’، ‘بہائنڈ دی ویل’ (جو دنیا میں عورتوں کی حالت اور سمسیا پر ایک خاص کتاب ہے)، ‘ہندوازم اینڈ اسلام’، ‘کوشچینیٹی اینڈ اسلام’، ‘جوڈاازم اینڈ اسلام’، ‘بڈھزم اینڈ اسلام’.

ان پچھلی چار کتابوں میں انہوں نے بہت سے حوالے دیے ہیں۔ اسلام کے ساتھ دوسرے دھرموں کی سمائت دکھائی ہے؛ 'تربیب القرآن' یعنی قرآن کے عربی شیعوں کی ایک تلاش؛ وغیرہ وغیرہ۔ ان کی ساری کتابیں جن میں سے کچھ کے نام ہم نے یہاں دیئے ہیں، بڑے اونچے پایہ کی کتابیں ہیں۔

سکھوت، عربی، فارسی کے علاوہ وہ ہندیو، برہمن، ایرانی، جرمن، فرانسیسی، یونانی، لاطینی وغیرہ کے بھی بڑے بلذت تھے۔

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سہروردائے کے پلجہ کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سہروردہ سہاروی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نیتور' کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواج، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اذیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابوالفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ کوران، سہروردہ ساہب اور اسلام کے باعث ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنیہہ اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شہر آنت ہو گیا۔

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شہر آنت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھاونکا کے ساتھ اور اٹنی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فرائع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا مفہوم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھا پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبب سے کچھ کہیں تو پڑا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عدنی کے برٹش میجسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیوہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دہبہ اور زندگی کی

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سہروردائے کے پلجہ کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سہروردہ سہاروی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نیتور' کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواج، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اذیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابوالفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ کوران، سہروردہ ساہب اور اسلام کے باعث ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنیہہ اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شہر آنت ہو گیا۔

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سہروردائے کے پلجہ کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سہروردہ سہاروی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نیتور' کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواج، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اذیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابوالفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ کوران، سہروردہ ساہب اور اسلام کے باعث ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنیہہ اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شہر آنت ہو گیا۔

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شہر آنت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھاونکا کے ساتھ اور اٹنی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فرائع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا مفہوم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھا پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبب سے کچھ کہیں تو پڑا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عدنی کے برٹش میجسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیوہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دہبہ اور زندگی کی

امام آغا خانوں۔ مگر جس کی دادا کو سب سے بڑا ہوا تھا—یانی آغا خانوں کی اور کھانی سکون—
 یہ وہ انہیں حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ افسروں
 کے ساتھ جھگڑے ہوئے اور مرزا صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے
 دیا۔ اُس کے بعد وہ لکھنؤ مالداروں کے نواب کے یہاں
 پرائم منسٹر ہو گئے۔ نواب صاحب کا انگریز ریزیڈنٹ کے ساتھ
 جو رویہ تھا وہ مرزا صاحب کو نہایت ہتک آمیز معلوم ہوا۔
 پرائم منسٹر کی حیثیت سے اُن کے عمل سے انگریز ریزیڈنٹ
 کے ساتھ قضیہ شروع ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے پرائم
 منسٹری سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اِس بار انہیں بنگال میں
 سیکرٹری جنرل کی سپرنٹنڈنسی کا کام ملا، مگر انگریز انسپکٹر
 جنرل آف پریزنس سے اُن کی چھ مہینے بھی نہ بقی۔ نتیجہ
 یہ ہوا کہ اُس 800 روپیہ ماہوار کی نوکری سے بھی انہوں نے
 اِس طرح ہاتھ کھینچ لیا۔ مانو اچکن پر بڑی ہوئی گرد چھڑ
 دی ہو۔ اِس کے بعد وہ بڑودہ میں سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ
 آفس ہو گئے۔ سال بھر انہوں نے سکون سے نوکری کی، مگر کچھ
 معاملوں کو لیکر بھارت سرکار کے ڈائریکٹر جنرل آف پوسٹ
 آفس سے اُن کی کٹ پٹ ہو گئی۔ بڑودہ سرکار اِس معاملہ
 میں جھک گئی مگر دادا کے لئے وہ عزت آہو کا سوال تھا اور
 جب استعفیٰ دیکر گھر لوٹے تو اُن کے دل میں تسلی اور
 ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اِس بار مرزا صاحب نے دوسرے
 صوبہ کی تلاش کی۔ وہ کاشمیر میں سرکار آف اڈمنسٹریشن کے
 سیکرٹری جنرل کی نوڈ ڈائی اِس کے متعلق مرزا صاحب نے
 کافی دلچسپی اُٹھائی اور کچھ دنوں میں کاشمیر کے
 وہاں رہے کاشمیر کے پرائنٹرز و ہاگ کو مالا مال کرنے کی کوشش
 کی، مگر اِس بات کو لیکر انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ ہارڈ
 اُن کی مرضی کے خلاف کچھ پرانی ملی ہوئی چیزیں کاشمیر
 میں نہ رہ کر برٹش میوزیم لندن بھیج دی گئیں۔ مرزا صاحب
 نے آداس ہو کر وہاں سے بھی استعفیٰ پیش کر دیا اور تب
 روزی کی تلاش انہیں اِلہ آباد کھینچ آئی۔ وہ اِلہ آباد
 میونسپلٹی میں پہلے ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور پھر ایجوکیشن
 سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں لوگوں کی
 تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر دادا کے ساتھ بات دوسری
 تھی۔ انہوں نے دیر ۵۰۰ روپیہ ہزار مہینہ روپیہ کے ساتھ نوکری شروع کی
 اور پچاس سال کی عمر میں اُن کی تنخواہ گتھے گتھے اِلہ آباد
 میونسپلٹی میں صرف ڈیڑھ سو روپیہ مہینہ رہ گئی۔ بحیثیت
 ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ کے انہوں نے پرباک مہلا ودیایہ
 کی بنیاد ڈالی جو اب کافی بڑی سنسٹھا کی شکل میں موجود
 ہے۔ جرمنی میں لوگوں کی سنسٹھائیں جس شکل میں چلتی
 ہیں اُس سے ملتی جلتی شکل میں وہ اِس سنسٹھا کو چلانے چاہتے

امام آغا خانوں۔ مگر جس کی دادا کو سب سے بڑا ہوا تھا—یانی آغا خانوں کی اور کھانی سکون—
 یہ وہ انہیں حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ افسروں
 کے ساتھ جھگڑے ہوئے اور مرزا صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے
 دیا۔ اُس کے بعد وہ لکھنؤ مالداروں کے نواب کے یہاں
 پرائم منسٹر ہو گئے۔ نواب صاحب کا انگریز ریزیڈنٹ کے ساتھ
 جو رویہ تھا وہ مرزا صاحب کو نہایت ہتک آمیز معلوم ہوا۔
 پرائم منسٹر کی حیثیت سے اُن کے عمل سے انگریز ریزیڈنٹ
 کے ساتھ قضیہ شروع ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے پرائم
 منسٹری سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اِس بار انہیں بنگال میں
 سیکرٹری جنرل کی سپرنٹنڈنسی کا کام ملا، مگر انگریز انسپکٹر
 جنرل آف پریزنس سے اُن کی چھ مہینے بھی نہ بقی۔ نتیجہ
 یہ ہوا کہ اُس 800 روپیہ ماہوار کی نوکری سے بھی انہوں نے
 اِس طرح ہاتھ کھینچ لیا۔ مانو اچکن پر بڑی ہوئی گرد چھڑ
 دی ہو۔ اِس کے بعد وہ بڑودہ میں سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ
 آفس ہو گئے۔ سال بھر انہوں نے سکون سے نوکری کی، مگر کچھ
 معاملوں کو لیکر بھارت سرکار کے ڈائریکٹر جنرل آف پوسٹ
 آفس سے اُن کی کٹ پٹ ہو گئی۔ بڑودہ سرکار اِس معاملہ
 میں جھک گئی مگر دادا کے لئے وہ عزت آہو کا سوال تھا اور
 جب استعفیٰ دیکر گھر لوٹے تو اُن کے دل میں تسلی اور
 ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اِس بار مرزا صاحب نے دوسرے
 صوبہ کی تلاش کی۔ وہ کاشمیر میں سرکار آف اڈمنسٹریشن کے
 سیکرٹری جنرل کی نوڈ ڈائی اِس کے متعلق مرزا صاحب نے
 کافی دلچسپی اُٹھائی اور کچھ دنوں میں کاشمیر کے
 وہاں رہے کاشمیر کے پرائنٹرز و ہاگ کو مالا مال کرنے کی کوشش
 کی، مگر اِس بات کو لیکر انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ ہارڈ
 اُن کی مرضی کے خلاف کچھ پرانی ملی ہوئی چیزیں کاشمیر
 میں نہ رہ کر برٹش میوزیم لندن بھیج دی گئیں۔ مرزا صاحب
 نے آداس ہو کر وہاں سے بھی استعفیٰ پیش کر دیا اور تب
 روزی کی تلاش انہیں اِلہ آباد کھینچ آئی۔ وہ اِلہ آباد
 میونسپلٹی میں پہلے ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور پھر ایجوکیشن
 سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں لوگوں کی
 تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر دادا کے ساتھ بات دوسری
 تھی۔ انہوں نے دیر ۵۰۰ روپیہ ہزار مہینہ روپیہ کے ساتھ نوکری شروع کی
 اور پچاس سال کی عمر میں اُن کی تنخواہ گتھے گتھے اِلہ آباد
 میونسپلٹی میں صرف ڈیڑھ سو روپیہ مہینہ رہ گئی۔ بحیثیت
 ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ کے انہوں نے پرباک مہلا ودیایہ
 کی بنیاد ڈالی جو اب کافی بڑی سنسٹھا کی شکل میں موجود
 ہے۔ جرمنی میں لوگوں کی سنسٹھائیں جس شکل میں چلتی
 ہیں اُس سے ملتی جلتی شکل میں وہ اِس سنسٹھا کو چلانے چاہتے

بھے، مگر نیونسپلٹی میں بھلا ایتنے بڑے عالم اور آزاد خیال آفیسر کی گنجائش کیسے ہو سکتی تھی؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کی نوکری سے بھی انہوں نے استیغاف دے دیا اور آخر میں سن 1925 میں انہیں ہندوستانی اکیڈمی میں سو روپیہ سہ ماہی کی پروف ریڈری کرنی پڑی۔ مگر نہ انہیں پندرہ سو روپیہ کی نوکری کا گھمٹ تھا اور نہ سو روپیہ پانے کا غم۔ ان میں سختی اتنی تھی کہ فولاد بھی ان کے سامنے پڑتی ہو جائے، مگر نرمی اتنی تھی کہ مکھن بھی انہیں دیکھ کر شرمسا جائے۔

دادا ملی جلی ہندوستانی کالج کے زبردست حامی تھے۔ جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ایک طرف وہ دینوں اور آپشندوں اور سنسکرت بھاشا کے مہان پंडित تھے تو دوسری طرف قرآن مجید، حدیثوں اور عربی بھاشا کے زبردست عالم۔ بھلا ایسے آدمی کی نگاہوں میں مذہبی ذوق کیسے رہ سکتے ہیں؟ وہ کرشن کو بھی پھنمبر مانتے تھے اور ان کی شکشاؤں کو وحدۃ الوجود کا حامی سمجھتے تھے، تو دوسری اور رسول اللہ کے پیرو۔ دونوں کی یادگار میں انہوں نے اپنے بیٹے کا نام کرشن محمد رکھا۔ وہ زمانہ ذوقدارانہ تحریک کا زمانہ تھا۔ اس پر بڑی چمکی گئی اور کانپورسی ہوئی، پھر سخت نعتہ چینی ہونے لگی۔ اسلامیت اور کرشنچین کالج کے ادھیکاروں نے نام کی وجہ سے لڑکے کو بھرتی کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا صاحب نے سب برداشت کیا مگر سچی ایکتا کا حامی وہ سے اپنے اصولوں سے ہٹ سکتا تھا؟ پوری جوانی میں جب اس لڑکے کا انتقال ہوا تو مرزا صاحب کو بڑا سخت صدمہ پہونچا مگر دوسری مصیبتوں کی طرح اسے بھی انہوں نے برداشت کیا۔

مرزا صاحب کے پاس کبھی کبھی رایتلی کا تھوڑا بہت روپیہ آجاتا تھا، مگر ان کا ہایاں ہاتھ لینے میں سنبھل کرنا تو دایاں ہاتھ اپنا شاہ خرچ تھا کہ بڑی سے بڑی رقم چار دن میں لٹ جاتی۔ یقیناً، بھولاؤں اور ضرورت مندوں کی فہرست وہ لیکر بیٹھ جاتے اور ساری رقم صاف ہو جاتی۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ—

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کر دی؟“ تو جواب دیتے—

”ہاں، ساری رقم آپنے خرچ کر دی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لئے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہاؤں میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لئے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہاؤں میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

قرآن شریف کے سہاؤں میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

وہ نے ہاتھ دھو کر اور وضو کی روشنی میں ان کا سلسلہ بنایا۔ یہ اس سلسلے کے خلاف تھا جو نظم مسجد کی آیتیں کا رائج سلسلہ ہے۔ اس پر مرزا صاحب کی یہ حد نہ چینی ہوئی، مگر پورب اور امریکہ وغیرہ میں مرزا صاحب کے اس سلسلے کو بے حد پسند کیا گیا۔

ان کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے۔ ہندوستانی لال زہرو کی جب یہ کام کتابیں تیار ہوئیں تو مرزا صاحب نے ان کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قدر نکال پھوٹ گئے۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضی لکھنا باند کر کے اب اپنے ہوموپیتھک شروع کر دی؟ تو ہولہ—

”اس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کی یہ حد لسی ہے۔ میں نے سوچا چلو اسی بہانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں ان کے علاج کی دھوم مچ گئی۔ ایک خاندانی نواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹیل، برلن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے۔ جو کام وٹیل کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن نواب صاحب چاندی کے نہال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اتنا گھبرائے کہ بہت بڑی مصیبت پہنچی اگلی ہو۔ بڑی آرزومند کے بعد کل ایک روپیہ دس قبول کی۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے سب سے کرتے، مانو وہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ زمانے کے جب ان کا امتحان لینا شروع کیا اور اتنا جھگڑا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی ان کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے—پہلا، دوسرا اور تیسرا—مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکٹ کی ”کانپور دنیا جارج کمیٹی“ نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا۔ ضبطی کے قابل کتب

ان کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے۔ ہندوستانی لال زہرو کی جب یہ کام کتابیں تیار ہوئیں تو مرزا صاحب نے ان کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قدر نکال پھوٹ گئے۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضی لکھنا باند کر کے اب اپنے ہوموپیتھک شروع کر دی؟ تو ہولہ—

”اس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کی یہ حد لسی ہے۔ میں نے سوچا چلو اسی بہانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں ان کے علاج کی دھوم مچ گئی۔ ایک خاندانی نواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹیل، برلن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے۔ جو کام وٹیل کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن نواب صاحب چاندی کے نہال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اتنا گھبرائے کہ بہت بڑی مصیبت پہنچی اگلی ہو۔ بڑی آرزومند کے بعد کل ایک روپیہ دس قبول کی۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے سب سے کرتے، مانو وہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ زمانے کے جب ان کا امتحان لینا شروع کیا اور اتنا جھگڑا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی ان کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے—پہلا، دوسرا اور تیسرا—مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکٹ کی ”کانپور دنیا جارج کمیٹی“ نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا۔ ضبطی کے قابل کتب

کو بھلا کون جانتا؟ دادا سے چرچا ہوئی، فوراً تیار ہو گئے۔ جو تھوڑی بہت پونجی تھی اُس سے ایک 'ملروا' نام کا پریس کھولا اور چھاپائی شروع کر دی۔ راتوں دن اُس موتی رپورٹ کو ایک مہینے میں چھاپ کر اُنہوں نے تیار کر دیا۔ پولس سراغ تک نہ پاسکی۔ جس دن وہ کتاب تیار ہوئی اسی دن اُس کی قریب ڈیڑھ ہزار کاپیاں ریلوے پارسل گھروں اور پوسٹ آفسوں میں ضبط کر لی گئیں۔ مرزا صاحب کے پریس پر سرکاری نالہ قائل دیا گیا، اور آخر میں پریس ضبط کر لیا گیا۔ پرنٹس پارلیمانٹ میں اِس پر سوال کئے گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ پلے کی ہزاروں روپے کی پونجی کھوکھلی بھی مرزا صاحب کو کوئی آنسو نہ تھا بلکہ وہ خوش تھے کہ اُن کے چند پیسوں کا مناسب استعمال ہوا۔

پی. ڈی. آر. کی رپورٹ کے متواضع چورانہ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ آخری وقت تک اُن کی آنکھیں 'گن' دانت اور دماغ صحیح صحیح کام کر رہے تھے۔ نہ اُن کی آنکھوں کی جدوتی کم ہوئی، نہ ایک ہی دانت ہلا۔ پوچھنے پر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں تو بچے رات کو سو جاتا ہوں اور تین بجے سویرے اُٹ جاتا ہوں" پرانیام کرتا ہوں اور کھانے میں جس چیز نے مجھے بے حد فائدہ پہونچایا وہ ہے—بیل، کچا بیل، بھنا ہوا بیل، اُٹا ہوا بیل، یکم بیل کا گودا، اُس کا رس اور شربت۔ مختلف طرح سے میلے بیل کو کھا کر دیکھا ہے اور میں بے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صحت کے لئے اِس بہترین کوئی دوسری چیز نہیں۔

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پکڑے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پکڑے تھا، مگر دادا ابوالفضل پکڑوں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اُتار پکڑے تھے کہ اِس پکڑے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت فاسی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کر پاتھی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، اُن کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے اُن کے جوتوں کی کچھ خاص خاص گھٹناؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھٹناؤں کو سمجھ دیتے ہیں:—

(1) پہلی گھٹنا پہلے مہابد کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے اُن سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پکڑے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پکڑے تھا، مگر دادا ابوالفضل پکڑوں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اُتار پکڑے تھے کہ اِس پکڑے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت فاسی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کر پاتھی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، اُن کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے اُن کے جوتوں کی کچھ خاص خاص گھٹناؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھٹناؤں کو سمجھ دیتے ہیں:—

(1) پہلی گھٹنا پہلے مہابد کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے اُن سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

فیسبکی راہنمائی طے تھی۔ معاملہ طے ہوتے وقت مرزا صاحب نے اپنی ضرورت کے انوسار پرکشک سے سات سو روپیہ پیشگی لے لئے تھے۔ ہوتے ہوتے راہنمائی کے بتیس ہزار روپیہ مرزا صاحب کے پرکشک کی طرف نکلے۔ ان دنوں الہ آباد میں مرزا صاحب کو بھیس کا شک تھا۔ مرزا صاحب کے دوستوں نے ان پر بہت زور دیا کہ وہ اپنے پرکشک کو روپیہ کے لئے لکھیں۔ وہ بار بار انکار کرتے رہے، اس دہل پر کہ روپیہ بھیجنا پرکشک کا کام ہے۔ کسی طرح پرکشک کو لکھا گیا۔ جواباً لہارن۔ عدالت جانے کے لئے مرزا صاحب سے کہا گیا۔ ان کے لئے یہ سمجھو تھا۔ نہایت یہاں تک پہنچتی کہ بھانہ مرزا صاحب کو بتیس ہزار روپیہ کے پرکشک نے ان پر سات سو روپیہ کی صورت میں فالس کر دی۔ عدالت سے نوٹس آیا کہ اگر پوری کرو نہیں تو یک طرفہ ذکری ہو جائیگی۔ مرزا نے عدالت جانے سے انکار کیا۔ سات سو کی ایک طرفہ ذکری ہو گئی۔ الہ آباد ترقی آئی۔ مرزا کی ایک بھینس اور ٹایپ رائٹر ٹیلا ہو گئے۔ ہنسی ہنسی سب برداشت کر لیا پر مرزا اپنے بتیس ہزار کے لئے عدالت نہیں گئے۔

(2) دوسری گھنٹا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرٹھک کشٹوں کے کارن مرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سوپرینٹنڈنٹ کی نوکری کر لی تھی۔ پंडیت جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص ناریم تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آگئے۔ ایک پंडت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گرومٹ میٹرس صاحب اور تیسرے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ مرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پंडت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ مرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہوگئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھنٹا اس سے بیسی ادھک مہو کی ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفہ بلدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے مرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپیہ ماہوار ہو پال سے اور چار سو روپیہ ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسپیکر آندولن شروع ہو گیا۔ مرزا

(2) دوسری گھنٹا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرٹھک کشٹوں کے کارن مرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سوپرینٹنڈنٹ کی نوکری کر لی تھی۔ پंडیت جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص ناریم تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آگئے۔ ایک پंडت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گرومٹ میٹرس صاحب اور تیسرے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ مرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پंडت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ مرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہوگئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھنٹا اس سے بیسی ادھک مہو کی ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفہ بلدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے مرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپیہ ماہوار ہو پال سے اور چار سو روپیہ ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسپیکر آندولن شروع ہو گیا۔ مرزا

(3) تیسری گھنٹا اس سے بیسی ادھک مہو کی ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفہ بلدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے مرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپیہ ماہوار ہو پال سے اور چار سو روپیہ ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسپیکر آندولن شروع ہو گیا۔ مرزا

شاہجہ نے نواب مہوپال اور نیاںم ہمدراہاد دونوں کو لکھا کہ چونکہ ملک نے انگریز سرکار سے اسہلوگ شروع کر دیا ہے اس لئے آپ کو بھی اس اسہلوگ میں شامل ہو جائیں اور انگریز سرکار کو اس کی اطلاع دے دیں، اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ سے وظیفہ لینا میرے لئے ناجائز ہے۔ اس پر بھی مہوپال اور ہمدراہاد سے معمول کے مطابق روپے آئے اور مرزا صاحب نے واپس کر دیئے۔ سولہ سال تک وظیفہ بند رہا۔ اس بیچ مرزا صاحب کی آرتھک کٹھناٹیاں دن دن بڑھتی گئیں۔ سن 1985 کے لگ بھگ ان کے کچھ دوستوں نے نظام سرکار سے کوشش کی وظیفہ پھر جاری ہو جائے۔ نظام سرکار نے جواب دیا کہ مرزا اپنے سن 1919 کے خط کو واپس لے لیں تو وظیفہ پھر سے جاری کر دیا جائیگا۔ مرزا تیار نہ ہوئے۔ اس پر نظام صاحب یہاں تک راضی ہو گئے کہ اگر مرزا خود ان کے سامنے آکر محض زبانی یہ کہہ دیں کہ ان کا سن 1919 والا خط رد سمجھا جائے تو ان سولہ برس کی پوری رقم بھی چوسٹر ہزار سے اوپر ہوتی تھی انہیں دے دی جائیگی اور آئندہ کے لئے چار سو روپہ ماہوار جاری ہو جائیگے۔ دادا ابوالفضل کو دوستوں نے جن میں ہم بھی شامل تھے بہتیرا سمجھایا، پر دادا اس کے لئے راضی نہ ہوئے۔ ان کی دلیل یہی تھی کہ— ”وہ خط دیہی کی آواز پر لکھا گیا تھا“ وہ واپس نہیں ہو سکتا۔“ ہمیں خوب پتا ہے کہ ان دنوں دادا ابوالفضل کی آرتھک کٹھناٹیاں کس حد کو پہنچ چکی ہوئی تھیں۔ ان کی ایک لڑکی ان دنوں تپ دق سے بیمار تھی اور دادا کے پاس اس کے علاج اور خوراک کے لئے پیسے نہیں تھے، پر اصول اصول تھا!

ہاتھ سے افسوس! دور زندگی جاتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
پلی سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔
—بمیر خیرام۔

ہاتھ سے افسوس! دور زندگی جاتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
پلی سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔
—بمیر خیرام۔

ناگا ک্রیم

ناگا قوم

भारत की उत्तर पूरबी सीमा पर आसाम के पास चार स्वाधीन देशों की सरहदें मिलती हैं—भारत, पाकिस्तान, बरमा और चीन. देश की रक्षा के विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं. इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्रीम बसी हुई है. उनकी बहुत सी बस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं. यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बरमा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बरमा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा. इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्रीम दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकूमतों में आ गई.

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं. इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं. अखबारों में रोज नागा लोगों की "बगावत" और भारतीय फौजों द्वारा उनके दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं.

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला, कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए. हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे. उनका खाना पीना, रहन सहन देखा. कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया. वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए. अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं.

नागा क्रीम एक बहुत पुरानी क्रीम है जो आसाम पास की सभ्य क्रीमों में अपने को कभी पूरी तरह मिला नहीं पाई. उनके अपने रीति रिवाज हैं, अपनी बोली है, अपना पहनावा है, अपने पुराने ढंग के धार्मिक विचार हैं. उन्हें 'जंगली' या 'असभ्य' कहना केवल उन्हीं अर्थों में ठीक हो सकता है जिन अर्थों में योरोप के अधिकतर लोग लगभग सब अफ्रीका और एशिया निवासियों को अभी तक जंगली और असभ्य कहते आए हैं.

भारत की अंतर प्रोबि सीमा पर आसाम के पास चार स्वाधीन देशों की सरहदें मिलती हैं—भारत, पाकिस्तान, बरमा और चीन. देश की रक्षा के विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं. इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्रीम बसी हुई है. उनकी बहुत सी बस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं. यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बरमा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बरमा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा. इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्रीम दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकूमतों में आ गई.

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं. इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं. अखबारों में रोज नागा लोगों की "बगावत" और भारतीय फौजों द्वारा उन के दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं.

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला. कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए. हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे. उनका खाना पीना, रहन सहन देखा. कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया. वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए. अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं.

नागा قوم ایک بہت پرانی قوم ہے جو آس پاس کی سبھی قوموں میں اپنے کو کبھی پوری طرح ملا نہیں پاتی. ان کے اپنے ریترواج ہیں، اپنی بولی ہے، اپنا پہناوا ہے، اپنے پرانے تہنگ کے دھارک وچار ہیں. انہوں 'جنگلی' یا 'اسبھیہ' کہنا قبول انہوں اُنہوں میں تھک ہو سکتا ہے جن اُنہوں میں یورپ کے ادھتک لوگ لگ بھگ سب افریقہ اور ایشیا نواسیوں کو ابھی تک جنگلی اور اسبھیہ کہتے آئے ہیں.

مالوم ہوتا ہے پچھلے دو ہزار سال میں भारत کے शासकों ने कभी भी नागा क्रौम को अपनाते, उनकी आर्थिक हालत को सुधारने या उनमें तालीम फैलाने की ओर अधिक ध्यान नहीं दिया. अंगरेजी जमाने में सब से पहले यह काम योरप और अमरीका के ईसाई पादरियों का सूझा. इसमें कोई शक नहीं कि अधिकतर ईसाई पादरियों ने उस इलाक़े में बहुत अच्छा काम किया. लगभग 40 क्रीसदी नागा ईसाई हैं. आज नागा लोगों में तालीम का थोड़ा बहुत प्रचार है. उनमें बहुत से प्रेजुपट हैं. हमने बहुत से नागा प्रेजुपटों से बातें की हैं. आज नागा क्रौम एक काफ़ी संगठित यानी मुनज्जम क्रौम है, उनमें आजादी से काफ़ी प्रेम है. वह बहादुर हैं. उनमें त्याग का साहा है. वे बहुत बड़े मेहमान नवाज हैं, सीधे सरल और सच्चे हैं. राजकाज और हुकूमतों के उसूलों को भी वे काफ़ी समझते हैं. उनमें कई ऐसे गुण हैं जो अधिक सभ्य समझे जाने वाले आस पास के और लोगों में नहीं मिलते. मसज़न् हमने वहां की अदालतों के हिन्दुस्तानी अफसरों से मालूम किया कि किसी नागा के बयान के खिलाफ़ कभी गवाही नहीं ली जाती, क्योंकि कोई नागा कभी झूठ नहीं बोलता. अगर कोई नागा किसी का सिर काट के आएगा तो जहां भी जरूरत पड़ेगी वह साफ़ साफ़ कह देगा कि उसने ऐसा किया और अपने वैसा करने का कारण भी बता देगा.

इसमें भी कोई शक नहीं कि नागा लोगों को तालीम देने और ऊपर उठाने में सबसे बड़ा हिस्सा ईसाई पादरियों ने ही लिया है, फिर भी ईसाई नागों और गैर ईसाई नागों में हमने बहुत अच्छा व्यवहार पाया. ईसाई होजाने के कारण उन्होंने अपनी क्रौम के बुनियादी गुण मिटने नहीं दिये.

नागा और अंगरेज

अंगरेजी जमाने में अंगरेजों ने नागा लोगों को एक अधूरी आजादी दे रखी थी. अंगरेज हाकिम नागा लोगों के रीति रिवाजों, उनकी अपनी पंचायतों में किसी तरह का دخل नहीं देते थे. उनके आपसी झगड़ों में उनकी पंचायतों के फैसले हांते थे. अंगरेजों की वहां छाबनियां थीं और यही उस देश को अपनी तरफ़ मिलाए रखने से उनकी खास ग़रज़ थी. फिर भी अंगरेजों की उस अधूरी गुलामी से अपने को आजाद करने की नागा बराबर कोशिश करते रहे. लड़ाइयां भी हांती रहीं. अंगरेजों के लिए वह इलाक़ा एक तरह से 'बफ़र' इलाक़ा था, यानी ऐसा सरहद्दी इलाक़ा जिससे किसी पास के आजाद देश के साथ लड़ाई छिड़ने पर फायदा उठाया जा सके. दूसरे महायुद्ध के आखीर में काहिमा और इमफल की लड़ाइयां दुनिया भर में प्रसिद्ध हो चुकी हैं. उनका हाल भी हमने वहां खूब सुना. पर वह

मعلوم होता है पچھلے دو ہزار سال میں भारत کے شاہنشاہوں نے کبھی بھی ناگا قوم کو اپنا، ان کی آرتھک حالت کو سدھارنے یا ان میں تعلیم پھیلانے کی اور انھک دھیان نہیں دیا. انگریزی زمانے میں سب سے پہلے یہ کام یورپ اور امریکہ کے عیسائی پادریوں کو سوچھا. اس میں کوئی شک نہیں کہ ادھکر عیسائی پادریوں نے اس علاقہ میں بہت اچھا کام کیا. لگ بھگ 40 فیصدی ناگا عیسائی ہیں. آج ناگا لوگوں میں تعلیم کا تھوڑا بہت پرچار ہے. ان میں بہت سے گریجویٹ ہیں. ہم نے بہت سے ناگا گریجویٹوں سے باتیں کی ہیں. آج ناگا قوم ایک کافی سنگتیت یعنی منظم قوم ہے. ان میں آزادی سے کافی پریم ہے. وہ بہادر ہیں. ان میں تھاک کا مادہ ہے. وہ بہت بڑے مہمان نواز ہیں. سیدھے، سرل اور سچے ہیں. اچکاچ اور حکومت کے اصولوں کو بھی وہ کافی سمجھتے ہیں. ان میں نئی ایسے گن ہیں جو ادھک سپیڈ سمجھے جانے والے اس پاس کے اور لوگوں میں نہیں ملتے. مثلاً ہم نے وہاں کی عدالتوں کے ہندستانی انسروں سے معلوم کیا کہ کسی ناگا کے بیان کے خلاف کبھی گواہی نہیں لی جاتی، کیونکہ کوئی ناگا کبھی جھوٹ نہیں بولتا. اگر کوئی ناگا کسی کا سر کٹ کے آئیگا تو جہاں بھی ضرورت پڑیگی وہ صاف صاف کہہ دیتا کہ اُس نے ایسا کیا اور اپنے ویسا کرنے کا کارن بھی بتا دیتا.

اس میں ہی کوئی شک نہیں کہ ناگا لوگوں کو تعلیم دینے اور اُنہاں میں سب سے بڑا حصہ عیسائی پادریوں نے ہی لیا ہے. پھر بھی عیسائی ناکوں اور غیر عیسائی ناکوں میں ہم نے بہت اچھا ویوہار پایا. عیسائی ہوجانے کے کارن انہوں نے اپنی قوم کے ہلھادی گن مثلاً نہیں دیئے.

ناگا اور انگریز

انگریزی زمانے میں انگریزوں نے ناگا لوگوں کو ایک ادھوری آزادی دے رکھی تھی. انگریز حاکم ناگا لوگوں کے ریت رواجوں کی اپنی پنچایتوں میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے. ان کے آپسی جھگڑوں میں ان کی پنچایتوں کے فیصلے آخری فیصلے ہوتے تھے. انگریزوں کی وہاں چھاؤنیاں نہیں اور یہی اُس دیش کو اپنی طرف مائل رکھنے سے ان کی خاص غرض تھی. پھر بھی انگریزوں کی اُس ادھوری نلاسی سے اپنے کو آزاد کرنے کی ناگا برابر کوشش کرتے رہے. لڑائیاں بھی ہوتی رہیں. انگریزوں کے لئے وہ تلافی ایک طرح سے 'بفر' تلافی تھا، یعنی ایسا سرحدی علاقہ جس سے کسی پاس کے آزاد دیش کے ساتھ لڑائی چھڑنے پر فائدہ اُٹھایا جاسکے. دوسرے مہابند کے آخر میں کوہیما اور ایمپھل کی لڑائیاں دنہا پور میں پرسدہ ہوچکی ہیں. ان کا حال بھی ہم نے وہاں خوب سنا. پر وہ

ایک دوسری لکھی کہانی ہے۔ اُن لوگوں کا حال وہاں کے لوگوں سے ستر ناگا لوگوں کے ساتھ ہمارا پریم اور ہمارے دل میں اُن کے لئے اُتر بڑھا۔

بھارت واسیوں سے اسنٹوش

بھارت کے آزادی ہو جانے پر یہ آشا کی جاتی تھی کہ بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں پریم بڑھتا جائے گا۔ دونوں کو لاہ ہوگا، پر ہوا اِس کا ٹپک اُٹا۔ ہم نے اِس کا کرن جاننے کی بھی کوشش کی۔ دو کرن ہمیں صاف دکھائی دیئے۔

پہلا اور بڑا کرن یہ تھا کہ بھارت کی آزادی سے پہلے انگریز اسر ہی اُس علاقے میں جایا کرتے تھے، ہندوستانی بہت کم جاتے تھے، جو جاتے تھے وہ بھی ایک مانتھاری میں۔ ناگا لوگ ایک بھگ سب مانتھاری میں۔ اُن کا دیہ ایک تھنڈا دیہ ہے۔ کیوں کہیتی کی پیدوار سے شاید اُن کا کام ہی اُسائی سے نہیں چل سکتا۔ مانتھ میں دے ایک جانور اور دوسرے جانور میں کسی طرح کا فرق بھی نہیں کرتے۔ اُن کے لئے گائے اور سور برابر ہیں۔ ناگا لوگ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں۔ سردیوں بھر کھانے کے لئے دے سبکڑوں میں جنگلی جانوروں کا گوشت کھا سکتا اور نمک لگا کر اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

ناگا عام طور پر نازی یا شراب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوم کی پتی، جس کا ویدوں میں ذکر آتا ہے، ہم نے پہلے پہل ناگا علاقے میں ہی دیکھی۔ ناگا لوگ سوم رس خوب پتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ جسمانی محنت جتنی دے کر سکتے ہیں عام طور پر بھارت کے دوسرے حصوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ناگا ایک انگریز حاکم وہاں جاتے دے کھان پان آدی کی ان عادیوں کے کرن نالگوں میں اور اُن میں خلی بنتی رہی۔ کم سے کم اِس معاملہ میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے نفرت کا کرن نہ تھا۔ پر ہماری آزادی کے بعد جب ہندو یا مسلمان حاکم اُس علاقے میں جاتے لگے تو ایک نئی بات پیدا ہوئی۔ ہندو اسروں نے ناگا لوگوں سے اِس لئے گھرنا دکھانا شروع کیا چونکہ ناگا کو مانتھ کھاتے تھے۔ ناگا عانی اسکول کے ہندو ادھیاپک اِسی کرن ناگا بچوں کو اپنی صراحی کو ہاتھ نہیں لگاتے دیتے تھے۔ ناگا گھروں میں جانا یا اُن کے ہاتھ کا بیوجن سوئکار کرنا تو ہندوؤں کے لئے کہاں سمجھو تھا؟ اپنی نفرت چھپانے کی نہ اُن میں تمیز تھی اور نہ اچھا۔ اِسی طرح مسلمان اسروں سے اِس لئے نفرت کرتے تھے کہ دے سور کا مانتھ کھاتے تھے۔ نتیجہ قدرتی تھا کہ نفرتیں بڑھتی اور چمکتی چلی گئیں۔ یہ تھا بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں غیریت کے بڑھنے کا سب سے پہلا کرن۔

دوسرا कारण जो इसी से सम्बन्ध रखता है यह था कि कुछ विदेशी खासकर अमरीकी पादरियों ने, जो शायद अपने यहां की सरकार के छिपे दबे एजेन्ट भी थे, इस हालात से बेजा फायदा उठाने की कोशिश की. उन्होंने नागा लोगों को समझाया कि तुम्हारी कभी भी इन हिन्दू और मुसलमानों से नहीं बन सकती, जबकि हम और तुम इन मामलों में बिलकुल एक हैं और अच्छी तरह मिल कर रह सकते है. हमारे वहां जाने से थोड़े ही दिनों पहले इस तरह की अमरीकी खात्रियों हद्द को पहुँच चुकी थीं. हमने अमरीकी पादरियों से भी बातें कीं. बात क्रुदरती थी. जहां घाव होगा वहीं मक्खी बैठेगी.

हम खुद शुद्ध निरामिष भोजी हैं. नागा इलाक़े में भी हम शुद्ध निरामिष भोजी रहे. लेकिन हमने उनसे परहेज की जगह प्रेम बरता. उनके उन्हीं मांस खाने वाले हाथों से हमने उनसे पानी लेकर पिया और उनके घर के बने हुए खाने, जो हम खा सकते थे, उनसे लेकर खाए. नागा लोगों और उनके ईसाई प्रेजुएटों ने हमारे ठहरने के स्थान पर आ आकर आंसू बहा बहाकर हमसे कहा है कि अगर उनके साथ इस तरह का बरताव किया जाता तो नागा इलाक़े को अलग करने की तहरीक कभी भी पैदा नहीं हो सकती थी. वहां से आकर आसाम के और दिल्ली के जिन हाकिमों से हमें मिलने का मौक़ा मिला उन्हें हमने यह सलाह दी कि हमारी राय में कोई ऐसा हिन्दू या मुसलमान, फौजी या शहरी अफसर या अध्यापक उस इलाक़े में नहीं भेजा जाना चाहिए जो हुआ छूत बरतता हो या जो भले, नेक और बहादुर नागा लोगों को हिन्दू धर्म या इस्लाम में लाने के चक्र में हो. पर जाहिर है कि हमारी आवाज नक्कार-खाने में तूती की आवाज थी, या ऊपर के हाकिम खुद अपने नीचे वालों को क़ाबू में रखने में नाकाम रहे.

भारत से जो अफसर उस अभाग इलाक़े में जाते रहे हैं उनमें से बहुत सों की योग्यता और सदाचार के खिलाफ़ भी काफी बातें सुनने में आई हैं.

नागा इलाक़े का स्वाधीनता आन्दोलन बढ़ता जा रहा है. उस आन्दोलन की बाबत तरह तरह की रायत फहमियां देश भर में फैली हुई हैं और राज अखबारों में निकलती रहती हैं. असलीयत कम सामने आ पाती है. हाल में "टाइम्स आफ़ इंडिया" के 13 मई के अंक में श्री हरीश चन्दोला का एक लेख निकला है जिससे नागा इलाक़े के असली हालात पर काफी रोशनी पड़ती है.

हिन्दू साम्प्रदायिकता

श्री चन्दोला के अनुसार भी एक बड़ा कारण इस कंगड़े के बढ़ने का बहुत से हिन्दू अफसरों और हिन्दू अध्यापकों में हिन्दुत्व की बेजा भावना थी. वे ईसाई धर्म को एक विदेशी

दुसरा क़ाबू जो इसी से सम्बन्ध رکھتا ہے یہ تھا کہ کچھ ویدیسی خاصکر امریکی پادریوں نے جو شاید اپنے یہاں کی سرکار کے چھپے دے ایجینٹ بھی تھے، اس حالت سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی. انہوں نے ناگا لوگوں کو سمجھایا کہ تمہاری کبھی بھی ان ہندو اور مسلمانوں سے نہیں بن سکتی، جبکہ ہم اور تم ان مسلمانوں میں ایک ہیں اور اچھی طرح مل کر رہ سکتے ہیں. ہمارے وہاں جانے سے تھوڑے ہی دنوں پہلے اس طرح کی امریکی سازشیں حد کو پہنچ چکی تھیں. ہم نے امریکی پادریوں سے بھی باتیں کیں. بات فدرتی تھی. جہاں کھاؤ ہوگا وہیں مکھی بیٹھتی.

ہم خود شدہ نرمانس بھوجی ہیں. ناگا علاقے میں بھی ہم شدہ نرمانس بھوجی رہے. لیکن ہم نے ان سے پرہیز کی جگہ پریم برتا. ان کے انہیں مانس کھانے والے ہانوں سے ہم نے ان سے پانی لیکر پیا اور ان کے گھر کے بنے ہوئے کھانے، جو ہم کھا سکتے تھے، ان سے لیکر کھائے. ناگا لوگوں اور ان کے عیسائی گریجویٹوں نے ہمارے ٹھہرنے کے استھان پر آ کر آنسو بہا بہا کر ہم سے کہا ہے کہ اگر ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا جاتا تو ناگا علاقے کو لگ کر لے لی تحریک کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتی تھی. وہاں سے اگر اسام کے اور دلی کے جن حکموں سے ہمیں ملنے کا موقع ملا انہیں ہم نے یہ صلاح دی کہ ہماری رائے میں کوئی ایسا ہندو یا مسلمان، فوجی یا شہری افسر یا ادھیپک اُس علاقے میں نہیں بھیجا جانا چاہئے جو چھوچھوت برتتا ہو یا جو بھولے، نیک اور بہادر ناگا لوگوں کو ہندو دھرم یا اسلام میں لانے کے چکر میں ہو. پر ظاہر ہے کہ ہماری آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی یا آواز کے حاکم خون اپنے نیچے والوں کو قابو میں، ہمنے میں ناکام رہے.

بھارت سے جو افسر اُس اہاکے علاقے میں جاتے رہے ان میں سے بہت سوں کی ہوکینا اور سداچار کے خلاف بھی کافی باتیں سننے میں آئی ہیں.

ناگا علاقے کا سوا دھیلدا آندولن برتتا جا رہا ہے. اُس آندولن کی باہت طرح طرح کی غلط فہمیاں دیہیں ہر میں پھیلی ہوئی ہیں اور روز اخباروں میں نکلتی رہتی ہیں. اصلیت کم سامنے آہاتی ہے. حال میں "ٹائمز آف انڈیا" نے 13 مئی کے انک میں شری ہریش چندولا کا ایک لیٹھ نکلا ہے جس سے ناگا علاقے کے اصلی حالات پر کافی روشنی پڑتی ہے.

ہندو سامہردایکتا

شری چندولا کے انوسار بھی ایک بڑا کارن اس جھگڑے کے بڑھنے کا بہت سے ہندو انسروں اور ہندو ادھیپکوں میں ہندو کی بیجا بھاؤنا تھی. وہ عیسائی دھرم کو ایک ویدیسی

‘ہرم اور سب عیسائیوں کو غور سمجھتے تھے اور ’ہندوستان ہندوؤں کا‘ کے سنگین دچار میں کم یا ادھک رکتے ہوئے تھے۔ ہمیں اس کا خود کافی تجربہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ گوا کے معاملے کو ادھک پیچیدہ بنانے میں بھی کچھ سنگین دچار بھارت واسیوں کی اس بھاؤنا نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی سندھیہ نہیں کہ اس سئمے اس دیہی کا سب سے بڑا روگ‘ جس نے کشمیر میں‘ ناگا علاقے میں‘ گوا میں اور جگہ جگہ کٹھناتیاں پیدا کی ہیں اور کرتا رہتا ہے سامہودایکتا کا روگ ہے۔ مہاتما گاندھی کے بلیدان کے بعد بھی دیہی اس روگ سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پاسکا۔

سن 1948 کا سمبھوت

ناگا لوگ شروع میں भारत سے اलग ہونا نہیں چاہتے تھے۔ جیتنا ناگا ایلاکھا اس সময় भारत کے اندر ہے वह तीन टुकड़ों में بँटा हुआ है—तिरप और त्वेनसांग की डिवीजनें जो उच्चर पूर्व सरहदी एजेंसी में शामिल हैं और नागा पहाड़ी जिला जो आसाम में शामिल है۔ سن 1948 में आसाम के गवर्नर सर अकबर हैदरी और नागा नेशनल काउन्सिल के बीच एक ससम्भूता हो गया था जिसपर दोनों तरफ के दस्तखत हो गए थे۔ सम्भूता यह था कि इन तीनों नागा इलाकों को मिलाकर एक कर दिया जाए और उस पूरी नागा रियासत को ठीक वही अधिकार दे दिए जायें जो पास की मनीपुर और त्रिपुरा रियासतों को मिले हुए हैं۔ नागा लोग इस शर्त पर खुशी से इंडियन यूनियन में रहने को तैयार थे लेकिन सम्भूते के थोड़े दिनों बाद ही कुछ सोचकर आसाम सरकार और दिल्ली सरकार दोनों ने उसे मानने से इनकार कर दिया۔ श्री हरीश चंदांला का कहना है कि इस बाज्जान्ता सम्भूते को तोड़ने का कोई कारण नहीं बताया गया۔

भारत का विधान और नागा

इससे नागा लोगों में बेपेतबारी और बददिली का फैला कुदरती था۔ वे फिर भी धीरज के साथ भारत के नये विधान का इन्तजार करते रहे۔ سن 1950 के नये विधान ने उन की रही सही आशाओं पर भी पानी फेर दिया۔ तीनों नागा इलाक़े एक दूसरे से अलग रखे गए, उन्हें मिलाने के बजाय नागा पहाड़ी जिले की एक जिला काउन्सिल बना दी गई जिसके सिपुर्द उस जिले का शासन कर दिया गया। इस जिला काउन्सिल के मेम्बर चुनने का अधिकार नागाओं को दिया गया। लेकिन नागा लोग अपने देश का प्रबन्ध सदियों से एक अजीब ढंग से करते आए हैं। उनका सारा शासन गांव पंचायतों के आधार पर है। हर गांव में उनकी अलग अलग पंचायतें हैं; हर पंचायत अपने इलाक़े का पूरा शासन

ہرم اور سب عیسائیوں کو غور سمجھتے تھے اور ’ہندوستان ہندوؤں کا‘ کے سنگین دچار میں کم یا ادھک رکتے ہوئے تھے۔ ہمیں اس کا خود کافی تجربہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ گوا کے معاملے کو ادھک پیچیدہ بنانے میں بھی کچھ سنگین دچار بھارت واسیوں کی اس بھاؤنا نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی سندھیہ نہیں کہ اس سئمے اس دیہی کا سب سے بڑا روگ‘ جس نے کشمیر میں‘ ناگا علاقے میں‘ گوا میں اور جگہ جگہ کٹھناتیاں پیدا کی ہیں اور کرتا رہتا ہے سامہودایکتا کا روگ ہے۔ مہاتما گاندھی کے بلیدان کے بعد بھی دیہی اس روگ سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پاسکا۔

سن 1948 کا سمبھوت

ناگا لوگ شروع میں भारत سے اलग ہونا نہیں چاہتے تھے۔ جتد ناگا علاقے اس سئمے भारत کے اندر ہے وہ تین ٹکڑوں میں ہلتا ہوا ہے—تیرپ اور توینسانگ کی ڈویژنیں جو اُنر پوری سر حدی ایجنسی میں شامل ہیں اور ناگا پہاڑی ضلع جو آسام میں شامل ہے۔ سن 1948 میں آسام کے گورنر سر اکر جیدری اور ناگا نیشنل کاؤنسل کے ہیج ایک سمبھوت ہو گیا تھا جس پر دونوں طرف کے دستخط ہوئے تھے۔ سمبھوت یہ تھا کہ ان تینوں ناگا علاقوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے اور اس پوری ناگا ریاست کو تھیک وہی ادھکار دے دیے جائیں جو پاس کی ملی پور اور تریپورا ریاستوں کو ملے ہوئے ہیں۔ ناگا لوگ اس شرط پر خوشی سے انڈین یونین میں رہنے کو تیار تھے لیکن سمبھوت کے تھوڑے دنوں بعد ہی کچھ سوچ کر آسام سرکار اور دلی سرکار دونوں نے اُسے مانفے سے انکار کر دیا۔ شری ہریش چندولا کا کہنا ہے کہ اس باضابطہ سمبھوت کو توڑنے کا کوئی کزن نہیں بتایا گیا۔

بھارت کا ودھان اور ناگا

اس سے ناگا لوگوں میں بے اعتباری اور بددلی کا پھیلنا قدرتی تھا۔ وہ پھر بھی دھیرج کے ساتھ نئے ودھان کا انتظار کرتے رہے۔ سن 1950 کے نئے ودھان نے اُن کی دھی سہی اُشاؤں پر بھی پانی پھیر دیا۔ تینوں ناگا علاقے ایک دوسرے سے الگ رکھے گئے۔ انہیں ملانے کے بجائے ناگا پہاڑی ضلع کی ایک ضلع کاؤنسل بنا دی گئی جس کے سوبہ اس ضلع کا شاسن کر دیا گیا۔ اس ضلع کاؤنسل کے ممبر چننے کا ادھکار ناگاؤں کو دیا گیا۔ لیکن ناگا لوگ اپنے دیہی کا پرہادہ صدیوں سے ایک عجیب تھنگ سے کرتے آئے ہیں۔ اُن کا سارا شاسن گاؤں پنچایتوں کے ادھار پر ہے۔ ہر گاؤں میں اُن کی الگ الگ پنچایتیں ہیں۔ ہر پنچایت اپنے علاقے کا پورا شاسن

بھارتی ہے۔ یہ سب پنچایتیں بہت پریم کے ساتھ ملکر رہیں اور کام کرتی ہیں، لیکن کوئی ایک مرکزی طاقت ان سب پر حکم چلانے والی نہیں رہی۔ ناگا لوگوں کو یہ پسند ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ دوسری پرانی قوموں کی طرح وہ شہری و دیہاتی کو ایک آدمی یا سانسٹھا کے ہاتھ میں دینا نہیں چاہتے، اسے بانٹ کر اور پھیل کر رکھنا پسند کرتے ہیں۔ سچی لوگ شاہی (تیمو کریسی) کے یہ چھوڑ زیادہ نزدیک معلوم ہوتی ہے۔ نئی ضلع کاؤنسل انہیں اپنی ان پنچایتوں کے اندھکروں پر بہت برا حملہ دکھائی دے۔ قدرتی طور پر ناگا قوم کے سب لوگوں نے ضلع کاؤنسل کے چناؤ کا ہانکٹ کیا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے ان کے اٹھ و دھان بنانے سے پہلے انہیں پریم اور سہانہ ہوتی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے چناؤں کے ہانکٹ کو ہم نے بھارت کے ساتھ ”بھارت“ سمجھا۔ اپنی اوجھٹا کے جھوٹے گھمٹ میں ہم نے ان کے آئندہ شاسن اور ریت رواجوں میں بھی بیجا دخل دینا شروع کیا۔ نفرت اور اوشواس بڑھتا چلا گیا۔ آخر ناگا لوگوں نے طے کر لیا کہ سوائے ایک الگ سولہین ریاست کے اور کسی طرح وہ اپنے سینکڑوں برس کے وچاروں، ریت رواجوں اور اپنی کلچر کو قائم نہیں رکھ سکتے۔

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔ انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रا

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔ انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रा

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پردھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دکھ دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس علاقے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لئے بڑا موقع سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کاؤنسل نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پہنچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پردھان منتری کا سوائٹ کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لباس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سیدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو پیش کرنا چاہتے تھے۔ قطار باندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سکھیا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پردھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دکھ دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس علاقے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لئے بڑا موقع سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کاؤنسل نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پہنچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پردھان منتری کا سوائٹ کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لباس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سیدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو پیش کرنا چاہتے تھے۔ قطار باندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سکھیا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

मेहमान के रूप में देखते थे और नागा क्रौम के लोग बड़े क्षयरवस्तु मेहमान-नबाज मशहूर हैं.

पर जवाहरलाल जी के पहुँचने के चन्द मिनट पहले नागा पहाड़ी पिले के डिप्टी कमिश्नर ने उन सब नागा लोगों को यह नोटिस दिया कि श्री जवाहरलाल नहरू न आप लोगों का कोई मान-पत्र लेंगे और न आप की कोई भेंट स्वीकार करेंगे.

नागा क्रौम और उनके मुखियों के दिलों को इससे बहुत बड़ी चोट लगी.

ठीक उस समय जब जवाहरलाल जी बरमा के प्रधान मंत्री यू-नू के साथ मंच पर चढ़ रहे थे, चौदह हजार नागा निराश और दुखी अपने अपने घरों को वापिस जा रहे थे। कहते हैं जवाहरलाल जी ने उन्हें लौट आने के लिए कहा। पर अब न वे जवाहरलाल जी की बात समझ सकते थे और न जवाहरलाल जी उनकी। यह भी कहा जाता है कि जवाहरलाल जी इस घटना के लिए वहां के अफसरों पर बिगड़े। लेकिन अफसरों ने इसके बाद ही नागा लोगों से उनके इस तरह चले जाने का बदला लेने की पूरी कोशिश की। बजाय इसके कि नागा लोगों के दुखे हुए दिलों का तसल्ली दी जाती, इलाके भर में अंधा धुंध गिरफ्तारियां और घरों की तलाशियां शुरू हो गईं। जिन नागाओं को हथियारों के लाइसेंस मिले हुए थे उनके भी हथियार छीन लिए गए। गलतफहमी और दुश्मनी बढ़ती चली गई। पर किसी ने उसकी जड़ में जान की और ज़ख्मों पर भरहम लगाने की कोशिश नहीं की।

15 अगस्त सन् 1953 को सब सरकारी स्कूलों का राष्ट्रीय झंडा फहराने का हुक्म दिया गया। नागा पहाड़ी जिले में दो हाई-स्कूल हैं, एक कांदिमा में, दूसरा मांको-कचुंग में। इन दोनों स्कूलों में उस दिन कुछ लड़के गैर हाजिर थे। उनकी इस गैर हाजिरी को भी 'बगावत' मान लिया गया। दोनों स्कूल बन्द कर दिए गए। सब नागा विद्यार्थी आबारा फिरने लगे। उस साल नवम्बर तक वे स्कूल न खुल पाए। मजबूर होकर नागा लोगों ने अपने बच्चों के लिए छन्ही दो शहरों में दो प्राइवेट हाई स्कूल खोल दिये।

मार्च सन् 1953 में आसाम सरकार ने मोकाक चुंग इलाक़े को बागी इलाक़ा (Disturbed area) ऐलान कर दिया। वहाँ के हाई स्कूल पर फौज ने कब्ज़ा कर लिया, जो प्राइवेट स्कूल वहाँ नागाओं ने खोला था वह भी ज़बरबस्ती बन्द कर दिया गया।

नागा नेताओं ने फिर एकबार प्रार्थना की कि उन्हें प्रधान मंत्री जवाहरलाल नेहरू से मिलने का मौका दिया जाय ताकि वे अपने दिल की बात उनसे कह सकें. दिल्ली में मुलाकात के लिए तारीख मुकर्रर हो गई. नागा नेशनल काउन्सिल के नाम दिल्ली से नागा नेताओं को दिल्ली

مہملی کے روپ میں دیکھتے تھے اور ناک قوم کے لوگ بڑے زبردست مہملی نواز مشہور ہیں ۔

ہر جواہر لال جی کے بیہوشی کے چاند منٹ پہلے ناک
پھاڑی ضلع کے قیدی کشن نے اُن سب ناک لوگوں کو یہ نوٹس
دیا کہ شری جواہر لال نہرو نے آپ لوگوں کا کوئی مان پتر
نہیں اور نہ آپ کی کوئی بیہشت سوچنا کر رہے ۔

نالا قوم اور اُن کے مکھوں کے داؤں کو اِس سے بہت بڑی چوٹ لگی۔

ٹھیک اُس سہ جب جواہر لال جی ہرما کے پردھان منتری ہو-نو کے ساتھ منیج پر چڑھ رہے تھے، چونہ ہزار لاکھ نہاں لود دیکھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ کہتے ہیں جواہر لال جی نے انھیں لڑتے آئے کے لئے کہا۔ پر اب نہ وہ جواہر لال جی کی بات سمجھ سکتے تھے اور نہ جواہر لال جی اُن کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جواہر لال جی اِس گھٹنا کے لئے دغا کے افسروں پر بکڑے۔ لیکن افسروں نے اِس کے بعد ہی ناگ لوگوں سے اُن کے اِس طرح چلے جانے کا بدلہ لینے کی پوری کوشش کی۔ بجائے اِس کے کہ ناگ لوگوں کے دیکھے ہوئے دلوں کو تسلی دی جاتی، علافہ ہر میں اتحاد ہند گرفتاریاں اور گھروں کی تلاشیں شروع ہوئیں۔ جن ناگاؤں کو ہتھیاروں کے انسپشن ملے ہوئے تھے اُن کے بھی ہتھیار چھین لئے گئے۔ غلط فہمی اور دشمنی بڑھتی چلی گئی۔ پر کسی نے اُس کی جڑ میں جانے کی اور زخموں پر مرہم لگانے کی کوشش نہیں کی۔

15 اگست سن 1953 کو سب سرکاری اسکولوں کو راشنریہ جھنڈا پھرا لے کا حکم دیا گیا۔ ناکا پہڑی ضلع میں دو ہائی اسکول ہیں، ایک کھیمیا میں، دوسرا موٹو کچنگک میں۔ ان دونوں اسکولوں میں اُس دن کچھ لڑکے غیر حاضر تھے۔ اُن کی اِس غیر حاضری کو بھی 'بغاوت' مان لیا گیا۔ دونوں اسکول بند کر دیے گئے۔ سب ناکا دیا رہے۔ آوارہ پھرنے لگے۔ اُس سال نومبر تک وہ اسکول نہ کھل پائے۔ مجبور ہو کر ناکا لڑکوں نے اپنے بچپن کے لئے انہیں دو شہروں میں دو پرائیویٹ ہائی اسکول کھل دیئے۔

مارچ سن 1953 میں آسام سرکار نے مورگاچونگ علاقے کو ہائی علاقہ (Disturbed area) اعلان کر دیا۔ وہاں کے ہائی اسکول پر فوج نے قبضہ کر لیا۔ جو پرائیویٹ اسکول وہاں لڑکوں نے کھولا تھا وہ بھی زیر دستی ہند کر دیا گیا۔

ناگائیتوں نے پھر ایک بار پڑا رہنا کی کہ انہیں پردھان ملترو جواہر لال نہرو سے ماہم کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنے دل کی بات اُن سے کہ سکیں۔ دلی میں ملاوٹ کے لئے تاریخ مقرر ہوگئی۔ ناگائیشل کونسل کے نام دلی سے ناگائیتوں کو دلی

بھولانے کے لیے کوہیما تار بھجا گیا۔ شری چاندولا کا کہنا ہے کہ آسام میں جانے کس نے اس تار کو دبا رکھا اور وہ تار ٹیگ اس تاریخ کو کوہیما میں لگا لیا گیا جو تاریخ دلی میں ان کی ملاقات کے لئے طے تھی۔ ملاقات نہ ہو سکی۔ لگا لیا گیا ہے پھر تیسری بار ملاقات کے لئے کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بار آسام کے گورنر نے ان کی پرارتھنا بھجی تھی میں منتظر کر دی۔

شری پنت اور شری ڈےبر

ستمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بلسلم پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کانسل کے رہنماؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انہیں ملاقات نہیں دی گئی۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پریسیڈنٹ شری ڈےبر کوہیما پہنچے۔ ناگا رہنماؤں نے ان سے مل کر اپنی کہانی کہنا چاہی۔ لگ بھگ پانچ سو ناگا سردار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہوئے۔ انہوں نے شری ڈےبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹا بھی تیار کر لیا۔ جس طرح جوار لال جی کے جانے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں بھیت کا سامان لئے ہوئے اپنے اپنے گھر سے نکلتے ہوئے شری ڈےبر کے سامنے جمع ہوئے۔ پھر وہی شری ڈےبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سونٹیفڈینٹ پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں گے تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سردار دوسری بار دیکھی اور نراہی اپنے اپنے گھر سے چلے گئے۔ شری ڈےبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹا ناگا رہنماؤں نے شری ڈےبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جیتنی سمسٹانوں میں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس گفتگو کے بعد بات چیت کا دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اس بار بار کے ایمان نے بہت سوں کے دلوں کو تیز دیا۔

دین اور وکس ساتھ ساتھ

اس طرح ناگاؤں میں استیثی بڑھتا چلا گیا۔ سرکار اس استیثی کو دبانے کے لئے ایک طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکتی کا آپہنگ جابز قرار دیا۔ جبکہ چونکہ وہ بھی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقہ کی ’انٹنی‘ اور ’وکس‘ کی چھوٹی موٹی یونینیں شروع کر دیں۔ ناگا لہنا اور ان کے آدمی نہ پہلی چھوٹی کی قدر کر سکے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

شری پنت اور شری ڈےبر

ستمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بلسلم پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کانسل کے رہنماؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انہیں موقع نہیں دیا گیا۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پریسیڈنٹ شری ڈےبر کوہیما پہنچے۔ ناگا رہنماؤں نے ان سے مل کر اپنی کہانی کہنا چاہی۔ لگ بھگ پانچ سو ناگا سردار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہوئے۔ انہوں نے شری ڈےبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹا بھی تیار کر لیا۔ جس طرح جوار لال جی کے جانے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں بھیت کا سامان لئے ہوئے اپنے اپنے گھر سے نکلتے ہوئے شری ڈےبر کے سامنے جمع ہوئے۔ پھر وہی شری ڈےبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سونٹیفڈینٹ پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں گے تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سردار دوسری بار دیکھی اور نراہی اپنے اپنے گھر سے چلے گئے۔ شری ڈےبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹا ناگا رہنماؤں نے شری ڈےبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جیتنی سمسٹانوں میں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس گفتگو کے بعد بات چیت کا دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اس بار بار کے ایمان نے بہت سوں کے دلوں کو تیز دیا۔

دین اور وکس ساتھ ساتھ

اس طرح ناگاؤں میں استیثی بڑھتا چلا گیا۔ سرکار اس استیثی کو دبانے کے لئے ایک طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکتی کا آپہنگ جابز قرار دیا۔ جبکہ چونکہ وہ بھی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقہ کی ’انٹنی‘ اور ’وکس‘ کی چھوٹی موٹی یونینیں شروع کر دیں۔ ناگا لہنا اور ان کے آدمی نہ پہلی چھوٹی کی قدر کر سکے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

لیفٹننٹ کے नेता जगह जगह छिरते फिरते थे. उन्होंने आम तौर पर इन योजनाओं के साथ असहयोग किया. बन्दूकों के साथे में उन्नति की योजनाएं जारी रखी गई. कुछ नागा लोगों ने भारत की फौजों का मुकाबला करना भी शुरू कर दिया. मोकोकुचुंग का इलाका भी बारी करार दे दिया गया. वहां का स्कूल भी बंद कर दिया गया और वहां भी स्कूल की इमारत पर फौज का कब्जा हो गया.

श्री चन्दोला के अनुसार सन् 1956 के शुरू में नगा नेशनल काउन्सिल किर्तव्य विमूढ़ मालूम होती थी. अचानक उनके एक बहुत बड़े नेता (Sakhri) सखरी को कोई कहीं उड़ा ले गया. कुछ दिन बाद मालूम हुआ कि सखरी को किसी ने मार डाला.

सरकार पक्ष

श्री चन्दोला के लेख के चार दिन बाद 'नागा समस्या' पर 'एक सम्वाद दाता' का एक छोटा सा लेख निकला जो सरकारी बयान नहीं है, परन्तु उनके लेख के जवाब में सरकार पक्ष से लिखा हुआ मालूम होता है. उस लेख में नागा लोगों की "बहादुरी, ईमानदारी, सच्चाई" वगैरा की तारीफ की गई है और उनकी कमी यह बताई गई है कि वह जल्दी से शक और अविश्वास का शिकार हो जाते हैं. यह भी माना गया है कि सरकार आजादी के बाद नागा लोगों से जैसा चाहिये था मेल मिलाप पैदा नहीं कर सकी. नागा नेशनल काउन्सिल के प्रधान श्री फ़िज़ो पर यह इलजाम लगाया गया है कि उन्होंने सरकार के खिलाफ अपने लोगों में गलत कहमियां फैलाई. यह भी कहा गया है कि श्री जवाहरलाल नेहरू तीन बार श्री फ़िज़ो से मिले. कहा गया है कि नागा नेता ऊपर से अहिंसा और शान्ति की नीति का ऐलान करते हैं और अन्दर अन्दर उन नागाओं के खिलाफ मार काट और लूट मार की तजवीज़ें करते रहते हैं जो अपने नेताओं की पालिसी से इत्तफाक नहीं करते. कहा गया है कि भारत की फौजें केवल बफ़ादार और अमन पसन्द नागाओं की रक्षा के लिये वहां गई हैं. अन्त में यह भी साफ़ कह दिया गया है कि जब तक नागा नेता इस तरह की मार काट और मुकम्मल आजादी की बात करना बन्द नहीं करदेंगे सरकार उनसे कोई बात करने को तय्यार नहीं है.

इस दूसरे लेख को पढ़ने के बाद भी बात वहीं की वहीं रहती है. श्री चन्दोला की किसी भी रूस बात को, जिन में से कुछ हमने ऊपर दी हैं, इस लेख में गलत नहीं बताया गया.

इसमें सन्देह नहीं फौजी निगाह से अन्त में भारत सरकार ही जोतेगी. लेकिन आम नागा लोगों के दिलों में जो असन्तोष, अविश्वास और बद दिली घर कर चुकी है वह इस तरह नहीं निकल सकती.

لہ ان کے نیٹا جگہ جگہ چہرتے پھرتے تھے . انہوں نے عام طور پر ان یوجناؤں کے ساتھ اسہدوگ کیا . بلدوتوں کے ساتھ میں انڈی کی یوجنائیں جاری رکھی گئیں . کچھ ناگا لوگوں نے بھارت کی فوجوں کا مقابلہ کرنا بھی شروع کر دیا . موکوکیچونگ کا علاقہ بھی ہلکی قرار دے دیا گیا . وہاں کا اسکول بھی بند کر دیا گیا اور وہاں بھی اسکول کی عمارت پر فوج کا قبضہ ہو گیا .

شری چندولا کے انوسار سن 1956 کے شروع میں ناگا نیشنل کاؤنسل کنکرتویہ وسورہ معلوم ہوتی تھی . اچانک ان کے ایک بہت بڑے نیٹا سکھری (Sakhri) کو کوئی کہیں اڑا لے گیا . کچھ دن بعد معلوم ہوا کہ سکھری کو کسی نے مار ڈالا .

سرکار پکھی

شری چندولا کے لیکھ کے چار دن بعد 'ناگا سمسیا' پر ایک 'سمواد داتا' کا ایک چھوٹا سا لیکھ نکلا جو سرکاری بیان نہیں ہے، پرنتو ان کے لیکھ کے جواب میں سرکار پکھی سے لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے . اس لیکھ میں ناگا لوگوں کی "بہادری" ایمانداری سچائی، وغیرہ کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی کمی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ جلدی سے شک اور اوشواس کا شکار ہو جاتے ہیں . یہ بھی مانا گیا ہے کہ سرکار آزادی کے بعد ناگا لوگوں سے جیسا چاہئے تھا میل ملاپ پیدا نہیں کر سکی . ناگا نیشنل کاؤنسل کے پردھان شری فیزو پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے سرکار کے خلاف اپنے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلانیں . یہ بھی کہا گیا ہے کہ شری جو نھر لال نہرو تین بار شری فیزو سے ملے . کہا گیا ہے کہ ناگا نیٹا اوپر سے اھنسا اور شانتی کی نیکی کا اعلان کرتے ہیں اور اندر اندر ان ناگاؤں کے خلاف مار کات اور لوٹ مار کی تجویزیں کرتے رہتے ہیں جو اپنے نیٹاؤں کی پالہسی سے اتفاق نہیں کرتے . کہا گیا ہے کہ بھارت کی فوجیں کھول وندار در امن پسند ناگاؤں کی دشا کے لئے وہاں گئیں ہیں . انت میں یہ بھی صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جب تک ناگا نیٹا اس طرح کی مار کات اور 'مکمل آزادی' کی بات کرنا بند نہیں کر دینگے سرکار ان سے کوئی بات کر لے کو تیار نہیں ہے .

اس دوسرے لیکھ کو پڑھنے کے بعد بھی بات وہیں کی وہیں رہتی ہے . شری چندولا کی کسی بھی خاص بات کو، جن میں سے کچھ ہم نے اوپر دی ہیں، اس لیکھ میں غلط نہیں بتایا گیا .

اس میں سادہ سادہ نہیں فوجی نگاہ سے انت میں بھارت سرکار ہی جیتگی . لیکن عام ناگا لوگوں کے دلوں میں جو اسنکوش، اوشواس اور بددلی گھر کر چکی ہے وہ اس طرح نہیں نکل سکتی .

اسلی علی

شری ہریش چندالا کا کہنا ہے کہ ناگ قوم کے لوگ اور ان کے نیٹا اب بھی بات چیت اور سمجھوتے سے سارا معاملہ طے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہیں 'سوانہین راجیہ' کی ہٹ نہیں ہے۔ اگر اور باتیں مل بیٹھ کر طے ہو جائیں تو وہ اب بھی بھارتیہ یونین میں رہنے کے لئے تیار ہیں۔ پر آج کی حالت میں پہلے ان سے "مکمل آزادی" کی بات چھوڑ دیئے کے لئے مدد کرنا اور اس کے بعد بات چیت کے لئے راضی ہونا ہمیں کسی طرح ٹھیک نہیں چلچلتا۔ اس طرح کے معاملوں میں دنیا کی سرکاروں کا "آن" یعنی پریسٹیج کا خیال دینے کے لئے بہت سی مصیبتیں پیدا کرنا رہا ہے۔

اس سارے معاملے میں بھارت سرکار کے اوپر کے کچھ زمہدار لوگوں، خاص کر سری جواہر لال نہرو کی ناگ لوگوں کی طرف شوبھیچھا میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ناگ لوگوں میں بھی بہت کم ہونگے چھپیں پلٹت جواہر لال جیسوں کی نہت پر شک ہو۔ لیکن اس ٹھیک نیٹی اور شوبھیچھا کے باوجود اس میں بھی شک نہیں کہ ناگ علاقے میں ہمارے کارناموں اور دنیا کے کچھ دوسرے علاقوں میں سامراجیت وادیوں کے کارناموں میں بہت ادھک فرق نہیں دکھائی دیتا۔ دیہر کو اُنلت کرنے اور وکست کرنے کی یوجنائیں بھی دونوں میں ایکسی ملتی ہیں۔ ہندوتوں کی چھاپا میں وکست یوجنائیں کسی دیہی کو پنہلے میں مدد نہیں دے سکتیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ناگوں سے غلطیاں نہیں ہونیں، پر کل معاملے کو پوری طرح دیکھتے ہوئے ہمیں ناگ علاقوں میں اپنے کارناموں پر لچا آ رہی ہے۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دوہائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو آپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگ علاقے کا معاملہ ایک شدت گھریلو معاملہ ہے کوئی باہر کا حملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگ علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہیں۔ ہمیں اس میں ذرا ہی سلبیت نہیں کہ سچی چھا، سچی ہمدردی، سچی پریم اور دوسرے سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سمیٹائیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دوہائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو آپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگ علاقے کا معاملہ ایک شدت گھریلو معاملہ ہے کوئی باہر کا حملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگ علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہیں۔ ہمیں اس میں ذرا ہی سلبیت نہیں کہ سچی چھا، سچی ہمدردی، سچی پریم اور دوسرے سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سمیٹائیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

—سندر لال۔

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

محمد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' یعنی ایمان والا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی کوئی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' یعنی ایمان والا ہے۔"

ابن عمر، تیرمیزی .

ابن عمر، تیرمیزی .

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ٹھکتا جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ٹھکتا جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

ابو سعید، تیرمیزی .

ابو سعید، تیرمیزی .

محمد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یا نیک ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی دھونکی اور ہزدل ہوتا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یا نیک ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی دھونکی اور ہزدل ہوتا ہے۔"

ابو ہریرہ، ابو داؤد : تیرمیزی .

ابو ہریرہ، ابو داؤد : تیرمیزی .

محمد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نیگاہ سے سب سے پکا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نیگاہ سے سب سے پکا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

ابو ہریرہ، ابو داؤد : داریمی .

ابو ہریرہ، ابو داؤد : داریمی .

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کو صرف دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی درجہ حاصل کر لینا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کو صرف دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی درجہ حاصل کر لینا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔"

عائشہ، ابو داؤد .

عائشہ، ابو داؤد .

محمد صاحب نے کہا:—"کریامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں کا شہادتہ ایمان والا ہے۔ مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے۔ اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

محمد صاحب نے کہا:—"کریامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں کا شہادتہ ایمان والا ہے۔ مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے۔ اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

محمد صاحب نے کہا:—"کریامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں کا شہادتہ ایمان والا ہے۔ مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے۔ اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

کے ساتھ اس کا اچھا برتاؤ ہوگا اور سچ مجھے اللہ پر شرم آدمی کے ساتھ اور اس کے ساتھ جو دوسروں کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے دشمنی رکھتا ہے۔“

—ابودردہ، ترمذی : ابوداؤد .

—ابو ہریرہ، ترمذی : ابوداؤد .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کسی دوسرے کی برائی نہیں کرتا، نہ کسی کو گستاخ ہے، نہ کوئی گندہ کام کرتا ہے، اور نہ کسی کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے۔“

—ابن مسعود، ترمذی : ابویہقی .

—ابن مسعود، ترمذی : ابویہقی .

محمد صاحب نے کہا: —”کسی مومنین کے اندر کبھی یہ دو چیزیں ایک ساتھ نہیں ہوتیں—کذہ و سب و بد اخلاقی (اشقتنا)۔“

—ابو سعید، ترمذی .

—ابو سعید، ترمذی .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کی مثال ایک ہرے ہرے پتھر سے دی جاسکتی ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ جس کا سایہ کبھی ختم ہوتا ہے۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلم .

—ابن عمر، بخاری : مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”ایک مومن کی مثال ایک دوسرے کے ساتھ پریم کرنے، ایک دوسرے پر دیا کرنے اور ہمدردی کرنے میں ویسی ہی ہے جیسے ایک جسم کی مثال . اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم رات بھر جاگ کر اس کا ساتھ دیتا ہے اور سارے جسم کو بخار ہو جاتا ہے۔“

—نعمان بن بشیر، بخاری : مسلم .

—نعمان بن بشیر، بخاری : مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن ناچ کی کھڑی ہوئی بالوں کی طرح ہوتا ہے . ہوا اور آندھی اُسے بار بار جھکانی دیتی ہے . اسی طرح مومن کے اوپر آزمائشیں بار بار آتی رہتی ہیں . اُس کے خلاف منافق یعنی دھونکی آدمی سرو کے اُس پتھر کی طرح ہوتا ہے جو اُس وقت تک نہیں جھکتا جب تک اُسے گرا نہ دیا جائے۔“

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن دوستی کا گھر ہوتا ہے، اور جو آدمی دوسروں کو دوست نہیں بناتا نہ دوسرے اُسے دوست بناتے ہیں، وہ آدمی بالکل نکما ہے۔“

—ابو ہریرہ، احمد : ابویہقی .

—ابو ہریرہ، احمد : ابویہقی .

مُحَمَّد سَاہِب کی کچھ حدیثیں

مُحَمَّد سَاہِب سے پوچھا گیا:—”آپ اس آدمی کی بابت کیا سوچتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس کے لئے اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے پیار کرتے ہیں؟“ مُحَمَّد سَاہِب نے جواب دیا:—”مومنین کی یہی سب سے پہلی پہچان ہے۔“

—ابو جہر، مسالیم۔

پیرامبر سے پوچھا گیا:—”سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”سب سے اچھا آدمی وہ مومنین ہے جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد (نیکی کرنے کی کوشش) کرتا ہے۔“ پیرامبر سے پھر پوچھا گیا:—”اس سے اتر کر سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”وہ آدمی جو کسی پہاڑی گویا میں پڑا رہتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور کسی دوسرے کے ساتھ برائی کرنے سے اپنے کو بچائے رکھتا ہے۔“

—ابو سعید، بخاری: مسالیم: ابو داؤد: ترمذی: نسائی: تیرمیزی: نسائی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا:—”کسی مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومنین کو تین دن سے زیادہ اپنے سے الگ رہے، اور تین دن تک جاوے تو اسے چاہئے کہ اس دوسرے آدمی سے جا کر ملے اور اسے سلام کرے، پھر اگر دوسرا بھی پریم سے جواب دے تو اللہ کی طرف سے دونوں کو ثواب ملیگا، لیکن اگر دوسرا پریم سے جواب نہ دے تو وہ پاپ کا بھاری ہوگا، وہ آدمی جو تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بگاڑ رکھتا ہے دوسری دنیا میں دوزخ کی آگ میں جائیگا۔“

—ابو ہریرہ، ابو داؤد۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا:—”کوئی آدمی بے اختیار نہیں کرتا جو بے اختیار بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی چوری نہیں کرتا جو چوری بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی کوئی نشہ کی چیز نہیں پیتا جو نشہ بھی پئے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی ذائقہ نہیں ڈالتا جسے لوگ ذائقہ ڈالتے دیکھیں اور وہ ذائقہ بھی ڈالتے اور مومنین بھی ہو، اور کوئی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتا جو دوسرے کو دھوکا بھی دے اور مومنین بھی ہو، اس لئے خبردار رہو، خبردار!“

—ابو ہریرہ، بخاری: مسالیم۔

—انوارک: شری مجیب رضوی۔

مُحَمَّد سَاہِب کی کچھ حدیثیں

مُحَمَّد سَاہِب سے پوچھا گیا:—”آپ اس آدمی کی بابت کیا سوچتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس کے لئے اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے پیار کرتے ہیں؟“ مُحَمَّد سَاہِب نے جواب دیا:—”مومنین کی یہی سب سے پہلی پہچان ہے۔“

—ابو جہر، مسالیم۔

پیرامبر سے پوچھا گیا:—”سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”سب سے اچھا آدمی وہ مومنین ہے جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد (نیکی کرنے کی کوشش) کرتا ہے۔“ پیرامبر سے پھر پوچھا گیا:—”اس سے اتر کر سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”وہ آدمی جو کسی پہاڑی گویا میں پڑا رہتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور کسی دوسرے کے ساتھ برائی کرنے سے اپنے کو بچائے رکھتا ہے۔“

—ابو سعید، بخاری: مسالیم: ابو داؤد: ترمذی: نسائی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا:—”کسی مومنین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومنین کو تین دن سے زیادہ اپنے سے الگ رہے، اور تین دن تک جاوے تو اسے چاہئے کہ اس دوسرے آدمی سے جا کر ملے اور اسے سلام کرے، پھر اگر دوسرا بھی پریم سے جواب دے تو اللہ کی طرف سے دونوں کو ثواب ملیگا، لیکن اگر دوسرا پریم سے جواب نہ دے تو وہ پاپ کا بھاری ہوگا، وہ آدمی جو تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بگاڑ رکھتا ہے دوسری دنیا میں دوزخ کی آگ میں جائیگا۔“

—ابو ہریرہ، ابو داؤد۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا:—”کوئی آدمی بے اختیار نہیں کرتا جو بے اختیار بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی چوری نہیں کرتا جو چوری بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی کوئی نشہ کی چیز نہیں پیتا جو نشہ بھی پئے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی ذائقہ نہیں ڈالتا جسے لوگ ذائقہ ڈالتے دیکھیں اور وہ ذائقہ بھی ڈالتے اور مومنین بھی ہو، اور کوئی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتا جو دوسرے کو دھوکا بھی دے اور مومنین بھی ہو، اس لئے خبردار رہو، خبردار!“

—ابو ہریرہ، بخاری: مسالیم۔

—انوارک: شری مجیب رضوی۔

ہماری رائے

وینوبا جی اور भारत کی राजधानی

وینوبا جی کی باتیں ہمیشہ بڑے مارکے کی ہوتی ہیں۔ دیش کے سب بھلا چاہنے والوں کا فرض ہے کہ ان کی باتوں کو دھیان سے سنیں، پڑھیں اور ان پر گہمیرتا سے وچار کریں۔

حال میں انہوں نے کہا ہے کہ سنسکرتی یا کلچر کی نگاہ سے دہلی آزاد بھارت کی راجधानی نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک کارن سماچاریکروں کے انوسار انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ دلی میں شراب کی ندیاں بہتی ہوں۔ ہمیں بھی ان سات برس کے اندر دلی آنے اور رھنے کا کافی موقع ملا ہے۔ ونباجی کی بات میں بہت کچھ سچائی ہے۔ اخباروں کے اندر آنکڑے بھی نکل چکے ہیں کہ حال میں دلی میں شراب کی بھیت کئی ادھک بڑھی ہے۔ پر شاید شراب کی بھیت بھی اننی بڑی بت نہیں ہے۔ ہم نے پچیم کی بہت سی راجدهانیوں کو دیکھا ہے۔ ہمیں یہ کہتے دیکھ ہوتا ہے کہ دلی پچیم کی کچھ راجدهانیوں کی نقل نہیں، بھونڈی نقل ہے۔ ان چیزوں کی تفصل میں جانا کسی کے لئے بھی روچیکر نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے ایک کی کمزوری سب کی کمزوری ہے۔ پر اس میں سندیم نہیں کہ کلچر یا سنسکرتی کی نگاہ سے جہوں کا جو آدرہی آج کی دلی دیش کے سامنے رکھ رہی ہے وہ سارے دیش کو اوپر اٹھانے کے بجائے نیچے گھسیٹ رہا ہے۔ جب ہم دلی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب نئی دلی سے ہے، پرانی دلی سے نہیں۔ پرانی دلی اب بھی نئی دلی سے ان باتوں میں کہیں بہتر ہے۔

گاندھی جی بھی دیش کے آزاد ہونے کے بعد یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزاد بھارت کی راجدهانی دلی رہے۔ انگریزوں کے ہوائے ہوئے سیکریٹریٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اور وائسریکل پبلکس ان سب کو وہ وشودیالوں، کالجوں، اسپتالوں اور کڑھی خانوں کے لئے دے دینا چاہتے تھے۔ آزاد بھارت کی راجدهانی وہ شہر سے دور گڑوں کے وائوں میں چاہتے تھے، جہاں بھلی بھی ہو، ضرورت کے

وینوبا جی اور بھارت کی راجدهانی

ونباجی کی باتیں ہمیشہ بڑے مارکے کی ہوتی ہیں۔ دیش کے سب بھلا چاہنے والوں کا فرض ہے کہ ان کی باتوں کو دھیان سے سنیں، پڑھیں اور ان پر گہمیرتا سے وچار کریں۔

حال میں انہوں نے کہا ہے کہ سنسکرتی یا کلچر کی نگاہ سے دلی آزاد بھارت کی راجدهانی نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک کارن سماچاریکروں کے انوسار انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ دلی میں شراب کی ندیاں بہتی ہوں۔ ہمیں بھی ان سات برس کے اندر دلی آنے اور رھنے کا کافی موقع ملا ہے۔ ونباجی کی بات میں بہت کچھ سچائی ہے۔ اخباروں کے اندر آنکڑے بھی نکل چکے ہیں کہ حال میں دلی میں شراب کی بھیت کئی ادھک بڑھی ہے۔ پر شاید شراب کی بھیت بھی اننی بڑی بت نہیں ہے۔ ہم نے پچیم کی بہت سی راجدهانیوں کو دیکھا ہے۔ ہمیں یہ کہتے دیکھ ہوتا ہے کہ دلی پچیم کی کچھ راجدهانیوں کی نقل نہیں، بھونڈی نقل ہے۔ ان چیزوں کی تفصل میں جانا کسی کے لئے بھی روچیکر نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے ایک کی کمزوری سب کی کمزوری ہے۔ پر اس میں سندیم نہیں کہ کلچر یا سنسکرتی کی نگاہ سے جہوں کا جو آدرہی آج کی دلی دیش کے سامنے رکھ رہی ہے وہ سارے دیش کو اوپر اٹھانے کے بجائے نیچے گھسیٹ رہا ہے۔ جب ہم دلی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب نئی دلی سے ہے، پرانی دلی سے نہیں۔ پرانی دلی اب بھی نئی دلی سے ان باتوں میں کہیں بہتر ہے۔

گاندھی جی بھی دیش کے آزاد ہونے کے بعد یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزاد بھارت کی راجدهانی دلی رہے۔ انگریزوں کے ہوائے ہوئے سیکریٹریٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اور وائسریکل پبلکس ان سب کو وہ وشودیالوں، کالجوں، اسپتالوں اور کڑھی خانوں کے لئے دے دینا چاہتے تھے۔ آزاد بھارت کی راجدهانی وہ شہر سے دور گڑوں کے وائوں میں چاہتے تھے، جہاں بھلی بھی ہو، ضرورت کے

انوسار ٹیلیفون اور موٹرکاروں میں ہوں، پر جہاں دیش کے شاسک اور قانون بنانے والے سادہ، سول اور سچا جہوں بتاسکیں اور جہاں سے نیک یعنی اخلاقی لہریں سارے دیش میں پھیل کر سارے دیش کو اُونچا اُٹھا سکیں۔ ونوباجی کی آواز میں ہمیں بالکل گاندھی جی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ ہم ان سے پوری طرح سہمت ہیں۔ پر ابھی تو دیش اس کے ٹھیک اُتے راستہ پر تھلکتا چلا جا رہا ہے۔

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچی اُمتا کے جاکم میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن اُٹھا اس میں ہمیں کوئی سلب نہیں۔ جب وہ دن اُٹھا تب ہی بھارت سچ سچ لوہر اُٹھ سکیگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدرش پیش کر سکیگا۔

26-5-56

—سندھ لال

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچی اُمتا کے جاکم میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن اُٹھا اس میں ہمیں کوئی سلب نہیں۔ جب وہ دن اُٹھا تب ہی بھارت سچ سچ لوہر اُٹھ سکیگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدرش پیش کر سکیگا۔

—سندھ لال

26.5.56

شری بی. جی. کپور اور دوسری پنچ ورشی یोजना

آج بھارت کی پہلی پنچ ورشی یोजना ختم ہو چکی، دوسری پنچ ورشی یोजना کی آجکل سب طرف چرچا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جہاں تک پڑے لکے لوگوں اور خاص کر راجکاجی نیندوں کا سبب ہے ان میں اُدھت کے دماغ کم یا زیادہ اسی طرح چلتے ہیں جس طرح ان یोजनाؤں کے تیار کرنے والوں کے دماغ۔ ان میں بہت تہیز ہے جو کسی دوسری طرح سوچتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں تک گاندھی جی کے وچاروں کا سبب ہے یہ دونوں یोजनाؤں گاندھی جی کے وچاروں اور آدرشوں سے کوئی میل نہیں رکھتیں۔ ان معاملوں میں گاندھی جی کا دماغ اور یोजना بنانے والوں کے دماغ بالکل دو طرح چلتے ہیں۔ گاندھی جی کی نگاہ تھی اُدھت گاؤں کی طرف اور غریبوں، کسانوں، مزدوروں اور دستکاروں کی طرف۔ یोजना بنانے والوں کی نگاہ ہے اُدھت بڑے بڑے شہروں، اونچی اونچی اُتاریوں اور کردیتوں اور ارب پتوں کی طرف۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس طرح کے معاملوں میں گاندھی جی کے وچاروں سے سہمت پڑے لکے لوگ کم ہیں، اور جو ہیں وہی ان کی آواز بہت کم سنائی پڑتی ہے۔ جہاں تک کردوروں عام چلتا کا سبب ہے وہ بھچارے اول تو ان یोजनाؤں کو سچ نہیں پاتے اور پھر بدی ان یोजनाؤں کے دعوں کی اپنی حالت سے تلتا کرتے ہیں تو من ہی من میں حورلن اور چپ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پہلی حالت میں اگر کہیں کوئی آواز ہی سچائی کے لئے اٹھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو اس آواز سے، چاہے وہ بقارخالے میں طوطی کی آواز ہی کیوں نہ ہو، ہمیں اور ہمارے جیسوں کو آنک سنترش ملے ہے۔

حال میں اسی طرح کی آواز دوسری پنچ ورشی بھجنا کے بارے میں شری بی. جی. کھیر کی سٹائی دی ہے۔ شری بی. جی. کھیر نے بمبئی میں سماچارپتروں کے پرنٹنگسوں سے کہا ہے کہ:—”جہاں تک گلوں کے اندر بیکاری اور بدروزگاری کا سہارا ہے یہ بھجنا بالکل نراشایک ہے۔“ انہوں نے بتایا کہ:—”بمبئی کی سپرین ڈسٹرکٹ ولیم اینڈسٹریٹس ایسوسی ایشن (اطراف ضلع گراموویوگ سہا) نے گلوں کے لوگوں کی بیکاری اور بدروزگاری کو کم کرنے کے لئے دس ’پریشرمالیہ‘ کھولنے کا اور پانچ ہزار امپر چرخہ چلوانے کا فیصلہ کیا ہے، اور اس کام میں جنتا سے سہیوگ کی پرارتھنا کی ہے۔“

شری بی. جی. کھیر کے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑ ہیں۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا گیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلیننگ کمیشن کے انوسار اس سمے ترین لاکھ بیکار مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگے جن میں نوے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سمے بیکار جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو ہسندے ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آدرشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر کے انوسار اس طرح کے ادھ بیکار لوگوں کی کئی پلیننگ کمیشن نے بے تہہ ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”بوجھانیں“ چلتی جاتی ہیں اور بیکاری بڑھتی جاتی ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیکل وکس یعنی مالی ترقی کی غرض تہی پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کام کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اپنی اس دوسری پنچ ورشی بھجنا کو ناکافی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلیننگ کمیشن کے انوسار اس سمے ترین لاکھ بیکار مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگے جن میں نوے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سمے بیکار جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو ہسندے ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آدرشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر کے انوسار اس طرح کے ادھ بیکار لوگوں کی کئی پلیننگ کمیشن نے بے تہہ ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”بوجھانیں“ چلتی جاتی ہیں اور بیکاری بڑھتی جاتی ہے۔

شری بی. جی. کھیر کے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑ ہیں۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا گیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلیننگ کمیشن کے انوسار اس سمے ترین لاکھ بیکار مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگے جن میں نوے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سمے بیکار جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو ہسندے ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آدرشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر کے انوسار اس طرح کے ادھ بیکار لوگوں کی کئی پلیننگ کمیشن نے بے تہہ ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”بوجھانیں“ چلتی جاتی ہیں اور بیکاری بڑھتی جاتی ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیکل وکس یعنی مالی ترقی کی غرض تہی پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کام کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اپنی اس دوسری پنچ ورشی بھجنا کو ناکافی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. خیر نے یہ بھی بتایا کہ کل بھارت کھادی اور گرام اڈیوگ بورڈ نے سرکار کو ایک پورا کارپہ کرم بنا کر دیا تھا جس کے انوسار جگہ جگہ ہاتھ کا سوت اس طرح کا تیار کر لیا جا سکتا ہے کہ جس سے ان پانچ برس کے اندر ہماری بڑھی ہوئی ضرورت کا پورا کھڑا بھی بن سکے اور جو ہمارے سب ہاتھ کرگوں پر اچھی طرح کام دے سکے۔ اسی کارپہ کرم کے انوسار سوا دو کروڑ امیر چرخہ جگہ جگہ چلوا دیئے کی ضرورت ہے جن سے پچاس لاکھ من سے اوپر سوت تیار ہو سکتا ہے۔ اگر اُس کارپہ کرم کو کامیابی کے ساتھ چلایا جا سکتا تو کھول اُس سے ہی چھتیس لاکھ کانلہ والوں کو ساڑھے بارہ لاکھ ہیکروں اور اُن کے شاگردوں کو، تیس ہزار بڑھتوں کو اور لگ بھگ بیس ہزار اور لوگوں کو کام مل سکتا تھا۔ شری بی. جی. کھدر کا کہنا ہے کہ امیر چرخہ کے ذریعہ گلوں کے پچاس لاکھ آدمیوں کو آسانی سے کام دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کھادی کا کام کرنے والوں اور اُس طرح کی سلسلہوں کو زبردست نراشا ہوئی جب بھارت سرکار نے اُس کارپہ کرم کو نامنظور کر دیا۔ آگے بھی سرکار اسے کبھی پوری طرح مانیگی اس کی آشا کم ہے۔

ہم شری بی. جی. کھدر کے ان وچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلچ روشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونجھی پنڈیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہش کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے، عام جنتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جنتا کا سبندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتہ اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم ساچار پتروں میں اس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چھڑوں کو دوہراتا نہیں چاہتے۔ ہماری رائے صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہش کی غریب جنتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی ہایت گاندھی جی انکرز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں اُن کی کسی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دیہش دیہش میں جا کر قہرہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی اربوں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہش کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اُس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم شری بی. جی. خیر کے ان بیچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلچ روشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونجھی پنڈیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہش کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے، عام جنتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جنتا کا سبندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتہ اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم ساچار پتروں میں اس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چھڑوں کو دوہراتا نہیں چاہتے۔ ہماری رائے صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہش کی غریب جنتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی ہایت گاندھی جی انکرز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں اُن کی کسی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دیہش دیہش میں جا کر قہرہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی اربوں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہش کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اُس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم ساچار پتروں میں اس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چھڑوں کو دوہراتا نہیں چاہتے۔ ہماری رائے صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہش کی غریب جنتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی ہایت گاندھی جی انکرز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں اُن کی کسی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دیہش دیہش میں جا کر قہرہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی اربوں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہش کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اُس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

کرم یا دان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پر اس سے تو پہلے
آواز سے سچ منہ نکلنے میں طوطی کی آواز ہے۔

شری بی۔ جی۔ خیر جو کچھ کوشش کر رہے ہیں وہیں
ہم دیکھ سکتے ہیں اور اس میں انہیں پوری سہولت
چاہئے ہے۔

26. 5. 56

—سندھ لال

فرض یا دان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پر اس سے تو پہلے
آواز سے سچ منہ نکلنے میں طوطی کی آواز ہے۔

شری بی۔ جی۔ خیر جو کچھ کوشش کر رہے ہیں وہیں
ہم دیکھ سکتے ہیں اور اس میں انہیں پوری سہولت
چاہئے ہے۔

26. 5. 56

—سندھ لال

‘بنارس’ کی جگہ ‘وارانسی’

ہمارے प्रदेश उत्तर प्रदेश में बनारस का नाम बदल कर
वाराणसी रखा जाना एक दर्जे तक हंसी की और अप्रा-
कृतिक यानी खिलाफ कदरत बात है। दुनिया में सब जगह
दुनिया के लाखों शब्दों और खास कर नामों का अनन्तता का
गला उसी तरह रगड़ रगड़ कर गोल, सरल और सुन्दर
बनाता रहता है जिस तरह गंगा का पानी उस पानी में पड़ी
हुई पथरियों को। शब्द सब अन्त में रुढ़ि ही होते हैं। योगिक
शब्दों के टुकड़े या निकास भी अधिकतर स्वयं रुढ़ि होते हैं।

हमें इस से अधिक हंसी की इस समय एक और घटना
याद आ रही है। दो चार बरस पहले की बात है। विल्लो में
हमारे घर पर आर्य समाज के मशहूर वेदवेत्ता पंडित विश्व
बन्धु जी बैठे हुए थे। कुछ और सज्जन भी बैठे थे। तत्सम,
तद्भव की बात चल पड़ी। कुछ सज्जन ‘मूल शब्द’ पर जाने
की बात करने लगे। पंडित विश्व बन्धु जो कुछ देर से चुप
बैठे सुन रहे थे। आखिर वह गम्भीरता के साथ बोले—
“भाई! मूल की तरफ ही जाओगे तो बड़ी कठिनाई पड़ जायगी।
वेदों के अनुसार सब भाषाओं का विकास दो आवाजों से
है—बन्दर की ‘चि’ और कुत्ते की ‘भौ’। मूल तो यही दो हैं।”
हम उनके ये शब्द याद से लिख रहे हैं। पर आशय यही था।
उनके इस कहने पर सब हंस पड़े और बात खतम हो गई।

गंगा अपना काम बन्द नहीं कर सकती। पोती फिर से
दादी नहीं हो सकती। न सहारनपुर फिर से ‘शाह हारूनपुर’
हो सकता है और न ‘बनारस’ फिर से ‘वाराणसी’। जनता
बहुत दिनों बहकाई भी नहीं जा सकती। जनता के जिस गले
ने पहले वाराणसी का बनारस बनाया था वह और कुछ
समय बाद नए वाराणसी को ‘बन्सी’ या कुछ और बनाकर
रहेगा। पर कुछ दिनों की मुसीबत जरूर है।

सबसे अधिक दुख की बात यह है कि इस देश में ऊँचे
से ऊँचे स्थानों पर अभी तक इस तरह के लोग मौजूद हैं
जो कुछ ऐतिहासिक आन्तियों, साम्प्रदायिक भावनाओं और
किसी भी भाषा के पाक या नापाक होने के हानिकर अंध
विश्वासों से ऊपर नहीं उठ पाते। गैरियत और नफरत के
दैत्यों ने हमारे दिलों पर काफी सिक्का जमा रखा है। प्रेम के

‘बनारस’ की जगह ‘वारानसी’

हमारे प्रदेश उत्तर प्रदेश में बनारस का नाम बदल कर
वाराणसी रखा जाना एक दर्जे तक हंसी की और अप्रा-
कृतिक यानी खिलाफ कदरत बात है। दुनिया में सब जगह
दुनिया के लाखों शब्दों और खास कर नामों का अनन्तता का
गला उसी तरह रगड़ रगड़ कर गोल, सरल और सुन्दर
बनाता रहता है जिस तरह गंगा का पानी उस पानी में पड़ी
हुई पथरियों को। शब्द सब अन्त में रुढ़ि ही होते हैं। योगिक
शब्दों के टुकड़े या निकास भी अधिकतर स्वयं रुढ़ि होते हैं।

हमें इस से अधिक हंसी की इस समय एक और घटना
याद आ रही है। दो चार बरस पहले की बात है। विल्लो में
हमारे घर पर आर्य समाज के मशहूर वेदवेत्ता पंडित विश्व
बन्धु जी बैठे हुए थे। कुछ और सज्जन भी बैठे थे। तत्सम,
तद्भव की बात चल पड़ी। कुछ सज्जन ‘मूल शब्द’ पर जाने
की बात करने लगे। पंडित विश्व बन्धु जो कुछ देर से चुप
बैठे सुन रहे थे। आखिर वह गम्भीरता के साथ बोले—
“भाई! मूल की तरफ ही जाओगे तो बड़ी कठिनाई पड़ जायगी।
वेदों के अनुसार सब भाषाओं का विकास दो आवाजों से
है—बन्दर की ‘चि’ और कुत्ते की ‘भौ’। मूल तो यही दो हैं।”
हम उनके ये शब्द याद से लिख रहे हैं। पर आशय यही था।
उनके इस कहने पर सब हंस पड़े और बात खतम हो गई।

गंगा अपना काम बन्द नहीं कर सकती। पोती फिर से
दादी नहीं हो सकती। न सहारनपुर फिर से ‘शाह हारूनपुर’
हो सकता है और न ‘बनारस’ फिर से ‘वाराणसी’। जनता
बहुत दिनों बहकाई भी नहीं जा सकती। जनता के जिस गले
ने पहले वाराणसी का बनारस बनाया था वह और कुछ
समय बाद नए वाराणसी को ‘बन्सी’ या कुछ और बनाकर
रहेगा। पर कुछ दिनों की मुसीबत जरूर है।

सबसे अधिक दुख की बात यह है कि इस देश में ऊँचे
से ऊँचे स्थानों पर अभी तक इस तरह के लोग मौजूद हैं
जो कुछ ऐतिहासिक आन्तियों, साम्प्रदायिक भावनाओं और
किसी भी भाषा के पाक या नापाक होने के हानिकर अंध
विश्वासों से ऊपर नहीं उठ पाते। गैरियत और नफरत के
दैत्यों ने हमारे दिलों पर काफी सिक्का जमा रखा है। प्रेम के

دعوت کو جہاں بٹھانے کی جگہ دیکھا نہیں دیتی۔ دنیا کبھی جا رہی ہے؟ ہم کبھی جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

دینا کو جہاں بٹھانے کی جگہ دیکھا نہیں دیتی۔ دنیا کبھی جا رہی ہے؟ ہم کبھی جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

26-5-56

—سندھ لال

—سندھ لال

26.5.56

چینی پنچانگ (جنتری)

تین ہزار برس سے چین میں دنوں، مہینوں اور برسوں کے حساب لگانے کا ایک خاص طریقہ چلا آتا تھا۔ سن 1949 میں جب نئی سرکار اس دیش میں قائم ہوئی تو اس نے اس پرانے پنچانگ کو ختم کر کے نیا یورپیہ یا عیسائی پنچانگ دیش میں چلا کر دیا۔ نئی سرکار نے یہ بات کیوں سب کی آسانی کے لئے کی ہے، کیونکہ لگ بھگ ساری باقی دنیا میں بھی آج بھی عیسائی پنچانگ چلتا ہے اور دنیا کو ایک کرنے میں اس سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔

پرانے چینی پنچانگ میں بہت سے گن بھی تھے۔ اس لئے دیش کی جنتا میں وہ ابھی تک ایک درجہ تک چلا ہے، خاص کر کسانوں کو اس سے بڑی مدد ملتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح ہندوستان کے پرانے مہینوں سے بھارت کے کسانوں کو ملتی ہے۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دیش بھر کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مناتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو کرایم رکھا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (سپرنگ فیسٹیول) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

نئی چینی سرکار چار راشنریہ تیوہار مننتی ہے—ایک بسنٹ کا دن، دوسرا پہلی جنوری نئے سال کا دن، تیسرا پہلی مئی دنیا بھر کے مزدوروں کا دن اور چوتھا پہلی اکتوبر یعنی چین ک راشنریہ دن۔ بسنٹ کو ماننے کے لئے تین دن کی چٹی دہتی ہے۔

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس دن یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ ہوا ایک مہینہ۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹہ 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

نئی چینی سرکار چار راشنریہ تیوہار مننتی ہے—ایک بسنٹ کا دن، دوسرا پہلی جنوری نئے سال کا دن، تیسرا پہلی مئی دنیا بھر کے مزدوروں کا دن اور چوتھا پہلی اکتوبر یعنی چین ک راشنریہ دن۔ بسنٹ کو ماننے کے لئے تین دن کی چٹی دہتی ہے۔

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس دن یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ ہوا ایک مہینہ۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹہ 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس دن یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ ہوا ایک مہینہ۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹہ 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس دن یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال۔ یہ سمجھتا ہے کہ 365 دن 5 گھنٹہ 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جیتنی دیر میں دھرتی اپنی دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آج کل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہر چوتھے سال لوند کے مہینے کا رواج ڈالا۔ لک بھگ ہر 97 برس کے بعد وہ ایک مہینہ کم بھی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہو گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوتا اور بارش ہمیشہ ساروں بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھانہ اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینے چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک دسائوں کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگک ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال۔ یہ سمجھتا ہے کہ 365 دن 5 گھنٹہ 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جیتنی دیر میں دھرتی اپنی دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آج کل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

بھارت کے ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے لک بھگ ہر چوتھے سال لوند کے مہینے کا رواج ڈالا۔ لک بھگ ہر 97 برس کے بعد وہ ایک مہینہ کم بھی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہو گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوتا اور بارش ہمیشہ ساروں بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھانہ اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینے چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک دسائوں کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگک ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

(1) بساتن شروع، (2) بساتن کی فوہار، (3) کھجور کا جانا، (4) بساتن کے دن رات بربار، (5) ساک اور ریشن، (6) دانے کی بارش، (7) گرمی شروع، (8) دانے کا بننا، (9) بال میں دانا، (10) گرمی کا بڑا دن، (11) ہلکی گرمی، (12) بڑی گرمی، (13) پتھر شروع، (14) گرمی کا ٹوٹنا، (15) سکےد آس، (16) پتھر کے دن رات بربار، (17) ٹنڈی آس، (18) کھجور، (19) جاکا شروع، (20) ہلکی بربار، (21) ماری بربار، (22) سدی کا بڑا دن، (23) ہلکی سدی، (24) تیز سدی۔

آج کل کے دور میں ہر ملک کے کسانوں کو اپنے کام میں ان ناموں سے بہت بڑی مدد ملتی ہے اور اب بھی ملتی ہے۔ جن میں اس طرح کی کہانیاں گوں گوں میں پھیل چکی ہیں۔ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“۔

اس پورے چینی پانچواں میں ایک بہت بڑی کئی یہ ہے کہ عیسائی یا دوسری صورت کی طرح اس میں کوئی ایک پرانا سن نہیں تھا۔ ہر چینی سمراٹ کے کئی پر بیٹھے کے سے نیا سن چل پڑتا تھا۔ اس سے لیا یا صدیوں کا حساب لگاتے میں ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک حساب چھن میں ساٹھ ساٹھ برس کے ایک ایک یگ کا بھی چلتا تھا، وہ اور بھی پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔

پورے چھن میں سات دن کے سپتہ یا ہفتہ کا رواج نہیں تھا۔ اب وہ چل پڑا ہے۔

نئے چھن نے وہ سب پیچیدگیاں ختم کر دیں۔ اب وہاں ہر انوار کو چھٹی ہوتی ہے اور وہی عیسوی سن ہوتا جاتا ہے جو لگ بھگ باقی سب دنیا میں ہوتا جاتا ہے۔ دنیا ہر کی پہلی مئی اُن کی بھی پہلی مئی ہے۔

دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ خاصہ اچھا قدم ہے، اور نئے چین کے کپلے دماغ اور مانو ایکٹا میں وشواس کا سوچک ہے، چھن کے کسان پورے پھواروں کے ناموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہینگے۔

24-6-56

—سندھ لال

’نیا ہند‘ کے گاہکوں اور پرمیوں سے

’نیا ہند‘ جولائی سن 1946 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اسے اس شکل میں نکلنے لگا تو اس وقت اس کا دور تھا۔

مہاتما گاندھی ہندوستانی کو اس دور کی راہروا میں جگہ دینا چاہتے تھے۔ ہندوستانی سے ان کا مطلب وہ تھی جو اُنر ہارت کے بہت سے حصوں میں ’ہندو‘ مسلمان اور سب لوگ عام طور پر بولتے اور

(1) ’نیا ہند‘ (2) ہست کی پورہار (3) کھجور کا جانا (4) ہست کے دن رات برابر (5) صاف اور روشن (6) دالے کی بارش (7) گرمی شروع (8) دالے کا بننا (9) ہال میں دانہ (10) گرمی کا بڑا دن (11) ہلکی گرمی (12) بڑی گرمی (13) پتھر شروع (14) گرمی کا ٹوٹنا (15) سفید آس (16) پتھر کے دن رات برابر (17) ٹنڈی آس (18) کھجور (19) جاکا شروع (20) ہلکی بربار (21) ماری بربار (22) سدی کا بڑا دن (23) ہلکی سدی (24) تیز سدی۔

ظاہر ہے دیہی ہر کے کسانوں کو اپنے کام میں ان ناموں سے بہت بڑی مدد ملتی تھی اور اب بھی ملتی ہے۔ جن میں اس طرح کی کہانیاں گوں گوں میں پھیل چکی ہیں۔ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“۔

اس پورے چینی پانچواں میں ایک بہت بڑی کئی یہ ہے کہ عیسائی یا دوسری صورت کی طرح اس میں کوئی ایک پرانا سن نہیں تھا۔ ہر چینی سمراٹ کے کئی پر بیٹھے کے سے نیا سن چل پڑتا تھا۔ اس سے لیا یا صدیوں کا حساب لگاتے میں ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک حساب چھن میں ساٹھ ساٹھ برس کے ایک ایک یگ کا بھی چلتا تھا، وہ اور بھی پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔

پورے چھن میں سات دن کے سپتہ یا ہفتہ کا رواج نہیں تھا۔ اب وہ چل پڑا ہے۔

نئے چھن نے وہ سب پیچیدگیاں ختم کر دیں۔ اب وہاں ہر انوار کو چھٹی ہوتی ہے اور وہی عیسوی سن ہوتا جاتا ہے جو لگ بھگ باقی سب دنیا میں ہوتا جاتا ہے۔ دنیا ہر کی پہلی مئی اُن کی بھی پہلی مئی ہے۔

دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ خاصہ اچھا قدم ہے، اور نئے چین کے کپلے دماغ اور مانو ایکٹا میں وشواس کا سوچک ہے، چھن کے کسان پورے پھواروں کے ناموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہینگے۔

—سندھ لال

24 . 6 .

’نیا ہند‘ کے گاہکوں اور پرمیوں سے

’نیا ہند‘ جولائی سن 1946 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اسے اس شکل میں نکلنے لگا تو اس وقت اس کا دور تھا۔

مہاتما گاندھی ہندوستانی کو اس دور کی راہروا میں جگہ دینا چاہتے تھے۔ ہندوستانی سے ان کا مطلب وہ تھی جو اُنر ہارت کے بہت سے حصوں میں ’ہندو‘ مسلمان اور سب لوگ عام طور پر بولتے اور

سمجھتے ہیں، اور جو دیہ کے دوسرے ادھکتر حصوں میں بھی آسانی سے سمجھی جاتی ہے۔ ہماری یہ بول چال کی زبان ہماری بدقسمتی سے ساتھ کے میدان میں پہنچ کر دو شکلیں میں بٹ گئی، جس سے دیہ، اس کی ایک اور اس کے پہلے کو کافی نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

مہاتما گاندھی وڈ اور ہندی کی ان دونوں ذارائوں کو ملا کر پھر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندوستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بونیاوی بھاشا کے دو الگ الگ ساہتیکی (ادبی) اور دو الگ الگ ساہتیکی نام ہمارے دہا کی ہی ایک انوکھی بپج ہیں، جو ہماری تگ نیاہ اور آوے دیہوں کا سبوت ہیں۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی چلی راشٹر بھاشا ناگری اور وڈ دونوں لپیاؤں میں لکھی جاوے۔ آگے بول کر کبھی دیہ واسیوں کا ان دونوں لپیاؤں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لپی کو اپنی راشٹر لپی بون لینا بھ بھببھ پر آوے دینا چاہتے تھے۔

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہ کے چٹے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صال کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہ بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سے پہلے ہوئے ہوں اور پہلے جارہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

بھاشا کے معاملے میں ہمیں آج بھی گاندھی جی کی بات پر اتنا ہی پکا وشواس ہے۔ جتنا آج سے دس برس پہلے تھا۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ ہندی کے نام سے جو بلاؤں، سمجھ میں نہ آنے والی، بے متعارف، روکی اور غلط زبان آج اس دیہ میں چلانے کی کوشش کی جارہی ہے وہ بہت دنوں نہیں چل سکتی۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہندی اور اردو کی الگ الگ دھارائیں اس دیہ میں بہت دنوں نہیں بھ سکتیں۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہماری آٹے کی راشٹر بھاشا یعنی دلی سرکار کی بھاشا اور پردیہ پردیہ کے بھج کے کام کی بھاشا ملی چلی بھاشا ہوگی جسے گاندھی جی ہندوستانی کہنا چاہتے تھے۔ دیہ کو اگر پنہا ہے تو نفروں، تلک نگاہوں اور آندھ وشواس کی شکلیاں دیہ تک پریم، آداریا اور سمجھداری کی شکلیوں کو دبا نہیں رکھ سکتیں۔ پر ابھی روک کچھ زور پر ہے۔

'نیا ہند' مہاتما گاندھی کی اسی آواز کو بھندا رکھنے کی ایک کوشش ہے۔

مہاتما گاندھی اردو اور ہندی کی ان دونوں دھارائوں کو ملا کر پھر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندوستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بونیاوی بھاشا کے دو الگ الگ ساہتیکی (ادبی) اور دو الگ الگ ساہتیکی نام ہمارے دہا کی ہی ایک انوکھی بپج ہیں، جو ہماری تگ نیاہ اور آوے دیہوں کا سبوت ہیں۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی چلی راشٹر بھاشا ناگری اور اردو دونوں لپیاؤں میں لکھی جاوے۔ آگے بول کر کبھی دیہ واسیوں کا ان دونوں لپیاؤں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لپی کو اپنی راشٹر لپی بون لینا وہ بھوشہ پر چھوڑ دینا چاہتے تھے۔

بھاشا کے معاملے میں ہمیں آج بھی گاندھی جی کی بات پر اتنا ہی پکا وشواس ہے۔ جتنا آج سے دس برس پہلے تھا۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ ہندی کے نام سے جو بلاؤں، سمجھ میں نہ آنے والی، بے متعارف، روکی اور غلط زبان آج اس دیہ میں چلانے کی کوشش کی جارہی ہے وہ بہت دنوں نہیں چل سکتی۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہندی اور اردو کی الگ الگ دھارائیں اس دیہ میں بہت دنوں نہیں بھ سکتیں۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہماری آٹے کی راشٹر بھاشا یعنی دلی سرکار کی بھاشا اور پردیہ پردیہ کے بھج کے کام کی بھاشا ملی چلی بھاشا ہوگی جسے گاندھی جی ہندوستانی کہنا چاہتے تھے۔ دیہ کو اگر پنہا ہے تو نفروں، تلک نگاہوں اور آندھ وشواس کی شکلیاں دیہ تک پریم، آداریا اور سمجھداری کی شکلیوں کو دبا نہیں رکھ سکتیں۔ پر ابھی روک کچھ زور پر ہے۔

'نیا ہند' مہاتما گاندھی کی اسی آواز کو بھندا رکھنے کی ایک کوشش ہے۔

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمی ماتھے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پری سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پری کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پور کرکوبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم فیرکھتے ہیں کہ آرا سہی کوشیرا سے یہ असम्भव नहीं है۔

پر ہم اپنے ہر قلمی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145. मुहोर्गज, इलाहाबाद.

30-6-56.

—सुन्दरलाल.

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمی ماتھے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پری سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پری کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پور کرکوبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ ذرا سی کوشش سے یہ असम्भव نہیں ہے۔

پر ہم اپنے ہر قلمی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145 'مئی گنج'، ایلہ آباد۔

30. 6. 56.

—سندر لال۔

ہے بکری ہر کا تماشا جبکہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہونے بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھل رہا ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر لکھنام۔

ہے بکری ہر کا تماشا جبکہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہونے بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھل رہا ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر لکھنام۔

سائنسوں کی کتابیں

ہندو مت اور اسلام

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا
ہندو مت کے پیروں کے ہندو مت میں भारतीय भाषाओं में इस से
کتاب کوई بھی पुस्तक नहीं

ہندو مت اور عیسائی دھرم

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

مہاتما پریشاد اور ایرانی سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

میر بابو اور اسوریائی پر اچین سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

گنگا سے گومتی تک

(پراچین کھانی سہیبتا)

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

آگ اور آئس

(پراچین کھانی سہیبتا)

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

کوران اور دھرمی مت

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

ہندو مت

(پراچین کھانی سہیبتا)

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

مکتبہ کا پتہ

حضرت مسیح اور اسلام

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا
ہندو مت کے پیروں کے ہندو مت میں भारतीय भाषाओं में इस से
کتاب کوई بھی पुस्तक नहीं

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

آریہ زر تہستہ اور ایرانی سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

اچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

میر بابو اور اسوریائی پر اچین سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

اچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

گنگا سے گومتی تک

(پراچین کھانی سہیبتا)

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

آگ اور آئس

(پراچین کھانی سہیبتا)

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

قرآن اور دھرمی مت

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

جہنگل

(پراچین کھانی سہیبتا)

مؤلف—پروفیسر منوہار لال، مکتبہ—سین رپنا

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈل گنج، راجا گنج، لاہور

ہندی گھر

ہندی گھر

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے
کا ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی، اردو،
انگریزی کی اپنی مین مینڈ کتابوں
کے لیے ہمیں لکھیں۔

لیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے
ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی
'انگریزی کی مین مینڈ کتابوں کے
ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی برسیات

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مہار اعلیٰ سوکھا

سکے 225، کرمیت دو روپے

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت ویلچر کتاب)

لکھک—کدسیا جی

مومیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موتا کاد، موتا ٹائپ، بھوت—سی رینگن تسمیرے

دام دو روپے

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑ روپے

ہندو مسلم ایکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرمیت بارھ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

کرمیت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

کرمیت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈوگنڈر ایلہاہاڈ

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

وہوان : شری منظر علی سوکھا

مکھے 225، قیمت دو روپے

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت ویلچر کتاب)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

موتا کاد، موتا ٹائپ، بھوت—سی رینگن تسمیرے

دام دو روپے

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑ روپے

ہندو مسلم ایکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارھ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

115 مڈوگنڈر ایلہاہاڈ

